سہ روزہ
الفضل
انٹرنیشنل
اشاعتِ خصوصی بسلسلہ یومِ مسیح موعودؑ

جَآءَ الْمَسِیْحُ جَآءَ الْمَسِیْحُ



مدیرِ اعلیٰ: حافظ محمد ظفراللہ عاجزؔ جلد 27 17/ تا 30/ مارچ 2020ء 21/ رجب تا 5/ شعبان 1441 ہجری قمری 17/ تا 30/ امان 1399 ہجری شمسی شمارہ 22 تا 25

اداریہ

یومِ مسیح موعودؑ، زمانے کی ضرورت سات بنیادی اہم باتیں اور ہماری ذمہ داریاں

جماعتِ احمدیہ عالم گیر مارچ کے مہینے میں یومِ مسیح موعود کی تقریب عشق و محبت اور اخلاص وعقیدت کے گہرے جذبات کے ساتھ پورے اہتمام سے مناتی ہے۔ اس موقع پر مختلف مساجد اور نماز سنٹرز میں جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے جن میں جری اللہ فی حلل الانبیاء کے عظیم الشان کارناموں، اسلام کے غلبہ کی بشارتوں اور ان کے عملی ظہور کے اذکارِ مقدّس سننے کے لیے کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ علمائے سلسلہ اور دیگر مقرّرین اپنی ایمان افروز تقاریر و بیانات میں مسیح دوراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت، آپؑ کے عالی مقام اور آپؑ کے ذریعہ رونما ہونے والے عظیم الشان انقلاب کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اگرچہ حالیہ وبائی بیماری کی وجہ سے اکثر جگہوں پر ان جلسوں کا انعقاد ممکن نہ ہو سکے گا لیکن ہر سال کی طرح امسال بھی سلسلے کے اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین اور ایم ٹی اے پر نشر ہونے والے پروگرامز میں اس امر کو بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا جائے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے دنیا میں غلبۂ اسلام کا وہ عظیم الشان دور جس کی بشارت حضرت خاتم الانبیاء، محمد مصطفیٰ ﷺ نے آج سے چودہ سو برس پہلے دی تھی شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ اسلام کی فتح اور اس کے غلبہ کے آثار دن بدن نمایاں ہوتے جا رہے ہیں اور اگرچہ بظاہر دنیا کے حالات مسلمانوں کے موافق نہیں بھی نظر آتے لیکن اس کے باوجود ع جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار کے مطابق جس متلاشئ حق تک اسلام کا پیغام درست طریق پر پہنچتا ہے وہ اسلام کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔

یومِ مسیح موعود کی بنیاد سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے آخری دور میں پڑی۔ جماعتِ احمدیہ کے قیام کے مبارک موقعے کی یاد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات و معجزات نیز آپؑ کے احسانات اور تعلیمات کے تذکرے کے لیے تقریب منانے کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے جب 1958ء میں استصواب کیا گیا تو حضورؓ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 4/مارچ 1958ء) ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ خلفائے احمدیت کا ہر حکم، ہر فیصلہ ہمہ جہتی اور عمیق در عمیق حکمتوں سے پُر ہوتا ہے اور ان ارشادات کے مقاصدِ عالیہ میں سے ایک احبابِ جماعت کی تربیت اور اخلاقی و روحانی ترقی کے لیے مواقع میسّر کرنا بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مبارک دن صرف جلسے منا کر خوشی کا اظہار کر دینا کافی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے دنیا پر آنے والے عظیم الشان انقلاب کو یاد کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کا اعادہ کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”ہر سال جب 23/مارچ کا دن آتا ہے تو ہم احمدیوں کو صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ آج ہم نے یومِ مسیح موعود منانا ہے، یا الحمد للہ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ جماعت کے آغاز کی تاریخ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے ہم نے آگاہی حاصل کر لی ہے، اتنا کافی نہیں ہے، یا جلسے منعقد کر لئے ہیں، یہی سب کچھ نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے اس بیعت کا کیا حق ادا کیا ہے؟ آج ہمارے جائزہ اور محاسبہ کا دن بھی ہے۔ بیعت کے تقاضوں کے جائزے لینے کا دن بھی ہے۔ شرائطِ بیعت پر غور کرنے کا دن بھی ہے۔ اپنے عہد کی تجدید کا دن بھی ہے۔ شرائطِ بیعت پر عمل کرنے کی کوشش کے لئے ایک عزم پیدا کرنے کا دن بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے پورا ہونے پر جہاں اللہ تعالیٰ کی بے شمار تسبیح و تحمید کا دن ہے وہاں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں لاکھوں درود و سلام بھیجنے کا دن ہے۔“ (خطبہ جمعہ 23/مارچ 2012ء)

پھر حضورِ انور اپنے خطبہ جمعہ 25/مارچ 2016ء میں فرماتے ہیں: ”ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا جہاں خوشی اور شکر کا مقام ہے وہاں ہماری ذمہ داریاں بھی بڑھاتا ہے۔ پس ہمیں ان ذمہ داریوں کی پہچان اور ان کی ادائیگیوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہماری ذمہ داریاں ان کاموں کو آگے چلانا ہے جن کی ادائیگی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ تبھی ہم ان لوگوں میں شمار ہو سکتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر نئی زمین اور نیا آسمان بنانے والوں میں شامل ہونا تھا۔ پس ان ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہی دیکھنا ہو گا کہ آپ کی بعثت کے مقاصد کیا تھے اور ہم نے ان کو کس حد تک سمجھا ہے اور اپنے پر لاگو کیا ہے۔ اور ان کو آگے پھیلانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے یا کردار ادا کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور“ دوسری بات کہ ”سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور“۔ پھر یہ کہ ”دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔“ چوتھی بات یہ ”اور روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں اور“۔ پھر یہ کہ ”خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ، نہ محض قال سے ان کی کیفیت بیان کروں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک شرک کی آمیزش سے خالی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوّت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے“۔

پس اس اقتباس میں سات بنیادی اور اہم باتیں بیان کی گئی ہیں جو اس زمانے کی ضرورت ہے“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 25/مارچ 2016ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک موقعے پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1۔	تصاویر حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے احمدیت	03
2۔	کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ و السلام	04
3۔	شمائلِ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام	05
4۔	خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 28 فروری 2020ء	07
5۔	منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام	12
6۔	خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 06 مارچ 2020ء	13
8۔	مصروفیات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	18
9۔	نمونہ تحریر حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام	19
10۔	صداقتِ احمدیت (قسط نمبر 04)	20
11۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عجز و انکسار	21
12۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بالفاظ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ	23
14۔	کیا یہ اتفاق ہے؟	27
15۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقاصد آپؑ کے ارشادات کی روشنی میں	29
16۔	منقبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام	32
17۔	حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی شجاعت علمی اور غیرت دینی	33
18۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا قوتِ جذب	35
20۔	شرائط بیعت اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی انقلاب	37
21۔	جماعت احمدیہ عالمگیر اور جلسہ ہائے یوم مصلح موعودؓ	40
22۔	تکمیل اشاعت ہدایت کے لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تڑپ	45
24۔	حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں مغربی ممالک سے قادیان آنے والے افراد	50
25۔	احمدیت کا مقدمہ۔ چند تحریکیں۔ ایک جائزہ	53
27۔	سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے	55
28۔	ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار	59
29۔	صحابہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق رسول ﷺ	61
30۔	نذرانۂ عقیدت بحضور امام آخر الزّمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام	63
32۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ ولسلام کے اردو زبان پر احسانات	64
33۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف ملاقات کی سعادت پانے والے پروفیسر کلیمنٹ ریگ	66
34۔	تعارف کتاب۔ اسلامی اصول کی فلاسفی	71
35۔	”اعجاز المسیح“ افحام اعداء کا ایک زبردست نشان	73
36۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور فارسی زبان	77
37۔	صحابۂ رسول ﷺ اور اصحاب احمدؑ میں مماثلت	79
38۔	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب	83
39۔	حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نایاب خط مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور	89
40۔	خصوصی کوئز الفضل انٹرنیشنل (نمبر 10، 17/مارچ 2020ء)	93
41۔	الفضل ڈائجسٹ	95
42۔	خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13/مارچ 2020ء	96



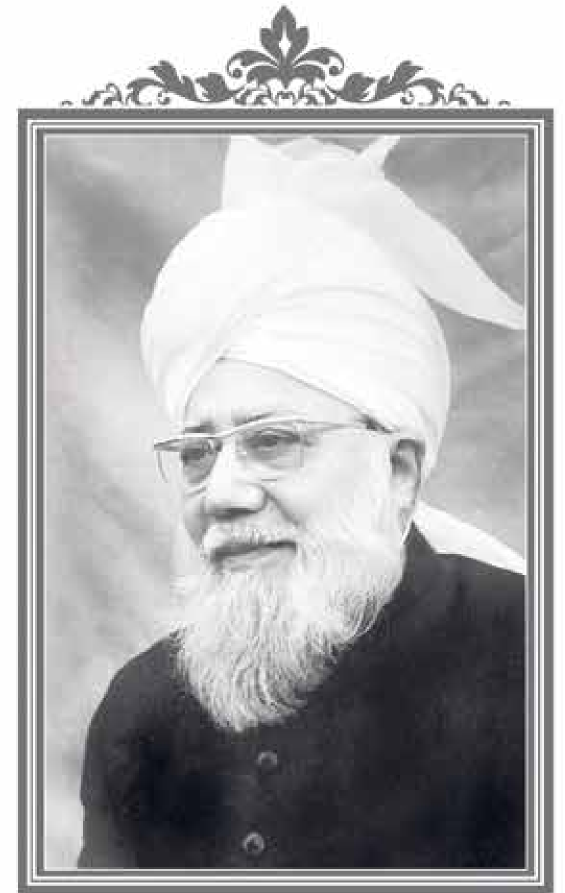
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام



حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ



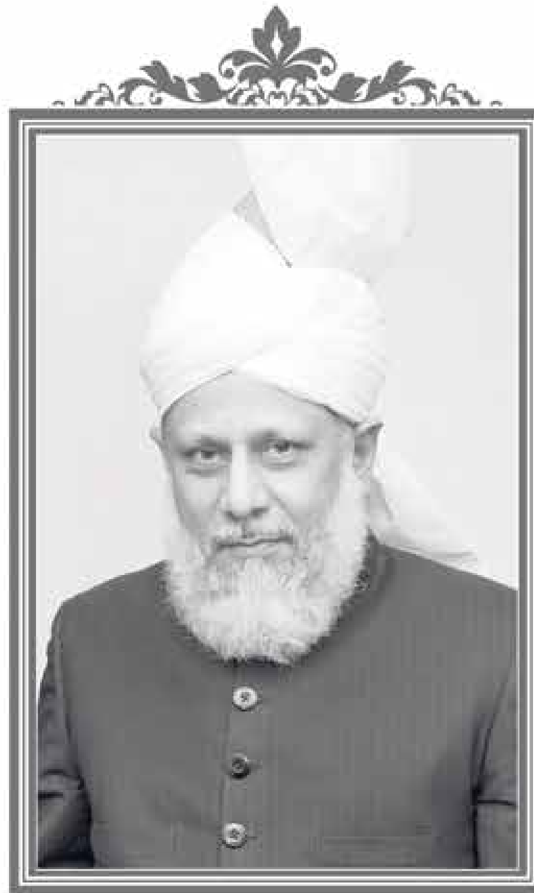
حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ



حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ



حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ و السلام

”جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں“

”یہ سلسلہ بیعت تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے“

”یاد رہے کہ جو شخص اُترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا“

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کو شناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں۔ حقیقت میں یہی بڑا بھاری مقصد اُن کے آگے ہوتا ہے۔ پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اُس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی۔ یعنی مَیں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 8تا9۔ ایڈیشن 2003ء)

”جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انتشار روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اُٹھتی ہیں۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبّر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجّت کی طاقت بخشی جاتی ہے اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام قانون اور سنت الٰہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث کی رہ نمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے مگر مسیح موعود کے زمانے کو اِس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشارِ نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچّے نبوت کریں گے۔ اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا۔ جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منوّر ہو جاتی ہے اور اگر چُونہ اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر تو اَور بھی زیادہ چمکتی ہے اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں۔ تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی۔ مگر دیوار دعویٰ نہیں کرسکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے۔ کیونکہ سورج کے غروب کے بعد پھر اس روشنی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ پس ایسا ہی تمام الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔

(ضرورۃ الامام۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 474، 475)

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچّا ایمان اور سچّی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ مَیں ان کا غمخوار ہوں گا۔ اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں اُن کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان تیار ہونگے۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔“ (اشتہار۔ یکم دسمبر 1888ء)

”اگر کوئی عمداً اِن شرائط کی خلاف ورزی کرے جو اشتہار 12/ جنوری 1889ء میں مندرج ہیں اور اپنی بے باکانہ حرکات سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاوے گا۔ یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک ومقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں۔ اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ اُن کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردئ بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔

خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں۔ اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور ان کے لئے وہ روح القدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور رُوح خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفسِ امارّہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو مَیں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا۔ اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اِس سلسلہ داخل ہونا بصدق قدم اختیار کرلیا ہے غافل نہیں ہوں گا۔ بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کرونگا۔ اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح اُن

......باقی صفحہ 11 پر ......



شمائلِ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مرتبہ: سید مبشر احمد ایاز)



حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا بیان (حصّہ چہارم آخر)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”دعاؤں کے کرنے اور کرانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قدر توجہ رہتی تھی کہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ مجسّم دعا تھے۔“

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 510)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”25 فروری 1901ء کا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں اس بات کے پیچھے لگا ہوا ہوں کہ اپنی جماعت کے واسطے ایک خاص دعا تو ہمیشہ کی جاتی ہے۔ مگر ایک نہایت جوش کی دعا کرنا چاہتا ہوں۔ جب اس کا موقع مل جائے“۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 511)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس سے ظاہر ہے کہ خاص دعاؤں کا وقت اور موقعہ اور ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ میسر نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دیکھا جاتا تھا کہ جب کوئی دوست رخصت ہونے کی اجازت چاہتا تھا۔ تو فرمایا کرتے تھے کیا آپ دو چار روز اور نہیں ٹھہر سکتے اور اکثر خدام کو زیادہ سے زیادہ وقت قادیان میں رہنے کی ترغیب دیتے حالانکہ بظاہر کوئی کام ان کے ذمہ نہ ہوتا۔ اس کی اصل غرض یہی تھی کہ سامنے رہنے سے دعا کے خاص موقعہ میں شامل ہو جانا ممکن ہوتا“۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 511)

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

”جب حضرت مفتی محمد صادق صاحب لاہور اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم تھے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملتان کے سفر پر تشریف لے گئے لاہور میں حضور کو دوسری گاڑی کے انتظار میں ٹھہرنا پڑا۔ ان دنوں حضرت مفتی صاحب بہت بیمار تھے۔ جب حضور لاہور اترے تو اسٹیشن سے ان کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے جو محلہ ستھان میں تھا۔ اور انہوں نے کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ کے قریب ان کے پاس بیٹھے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ جب آپ تشریف لے جانے لگے تو انہیں فرمایا کہ مفتی صاحب آپ بیمار ہیں۔ بیمار کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ ہمارے کام میں کامیابی کے لئے دعا کریں۔ بندہ بھی اس وقت حضرت مفتی صاحب کے پاس موجود تھا۔ یہ آخر اکتوبر 1897ء کا واقعہ ہے اسی طرح سے گاہے گاہے آپ دوسروں سے بھی اپنے مقاصد کے واسطے دعا کرایا کرتے تھے۔“

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ 526)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضرت اقدس علیہ السلام نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ ہمارے پاس مختلف مضمون کے خط آتے ہیں۔ بعض دعا کے لئے آتے ہیں۔ سو اس میں ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت کسی کا خط دعا کے لئے آتا ہے تو ہم اسی وقت دعا کر دیتے ہیں۔ اور جب وہ یاد آتا ہے تب بھی دعا کیا کرتے ہیں۔ سو ایسے خطوط کا جواب یہ لکھ دیا کرو کہ ہم نے دعا کی ہے اور کرتے رہیں گے اور چاہیے کہ دعا کے لئے یاد دلاتے رہو“۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 8)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آپ اکثر سوتے کم تھے اور بہت کم لیٹتے تھے اور رات اور دن کا زیادہ حصہ مخالفوں کے رد اور اسلام کی خوبیاں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت رسالت و نبوت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل اور توحید باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں لکھنے میں گزرتا تھا اور اس سے جو وقت بچتا تو دعاؤں میں خرچ ہوتا۔ دعاؤں کی حالت میں نے آپ کی دیکھی ہے کہ ایسے اضطراب اور ایسی بیقراری سے دعا کرتے تھے کہ آپ کی حالت متغیر ہو جاتی۔ اور بعض وقت اسہال ہو جاتے اور دورانِ سر ہو جاتا“۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 11)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفة المسیح رضی اللہ عنہ کا صاحبزادہ فوت ہو گیا اور اس کے جنازہ میں بہت احباب شریک تھے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور بڑی دیر لگی۔ بعد سلام کے آپ نے تمام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ اس وقت ہم نے اس لڑکے کی ہی نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ تم سب کی جو حاضر ہو اور ان کی جو ہمیں یاد آیا نماز جنازہ پڑھ دی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اب ہمارے جنازہ پڑھنے کی تو ضرورت نہیں رہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسا موقع نہ ملے تو یہی نماز کافی ہوگئی ہے۔ اس پر تمام حاضرین احباب کو بڑی خوشی ہوئی اور حضرت علیہ السلام نے جو سب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہم نے تم سب کی نماز جنازہ پڑھ دی ایسے پر شوکت اور یقین سے بھرے ہوئے الفاظ میں فرمایا کہ جس سے آپ کے الفاظ اور چہرہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہم سب آپ کے سامنے جنازہ ہیں اور یقیناً ہماری مغفرت ہوگئی اور ہم جنت میں داخل ہو گئے اور آپ کی دعا ہمارے حق میں مغفرت کی قبول ہوگئی ہے اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہا۔

اللہ اکبر! آپ کی ہم گنہگاروں پر کیسی شفقت تھی کہ ہر وقت ہمارے لئے بخشش اور مغفرت کے لئے بہانہ ڈھونڈتے تھے اور ہر وقت اسی فکر میں لگے رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے کسی قسم کا بہانہ ہاتھ لگے اور مغفرت کی دعا مانگی جائے“۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 79)

اللہ اکبر! آپ کی ہم گنہگاروں پر کیسی شفقت تھی کہ ہر وقت ہمارے لئے بخشش اور مغفرت کے لئے بہانہ ڈھونڈتے تھے اور ہر وقت اسی فکر میں لگے رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے کسی قسم کا بہانہ ہاتھ لگے اور مغفرت کی دعا مانگی جائے

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ایک اور شخص کا جنازہ حضرت اقدس علیہ السلام نے پڑھایا لیکن میں اس وقت نہیں تھا۔ اس متوفّی مرحوم کے رشتہ داروں نے اس واقعہ کا بیان کیا تھا کہ اٹھارہ بیس برس کا ایک شخص نوجوان تھا وہ بیمار ہوا اور اس کو آپؑ کے حضور کسی گاؤں سے لے آئے اور وہ قادیان میں آپ کی خدمت میں آیا۔ چند روز بیمار رہ کر وفات پا گیا۔ صرف اس کی ضعیفہ والدہ ساتھ تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے حسب عادت شریفہ اس مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعض کو بباعث لمبی لمبی دعاؤں کے نماز میں دیر لگنے کے چکر بھی آ گیا اور بعض گھبرا اٹھے...... بعد سلام کے فرمایا کہ وہ شخص جس کے جنازہ کی ہم نے اس وقت نماز پڑھی، اس کے لئے ہم نے اتنی دعائیں کی ہیں اور ہم نے دعاؤں میں بس نہیں کی جب تک اس کو بہشت میں داخل کرا کر چلتا پھرتا نہ دیکھ لیا۔ یہ شخص بخشا گیا۔ اس کو دفن کر دیا۔ رات کو اس کی والدہ ضعیفہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں بڑے آرام سے ٹہل رہا ہے اور اس نے کہا کہ حضرت کی دعا سے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا اور جنت میرا ٹھکانہ کیا“۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 80-79)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ اَلدُّعَاءُ سَیْفُ الْمُؤْمِنِ مومن کا ہتھیار دعا ہے“۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 95)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب بیان کرتے ہیں:

”فرمایا کرتے تھے۔ دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی

ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ ہو گا۔ دعا ہی کے ذریعہ سے ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے۔ اور اس کے سوائے کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں۔ خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے... دعا سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار نہیں"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب صفحہ 518-519)

شکر و امتنان کے جذبات کیلئے دعا، رازِ حیات و موت کی معرفت کیلئے دعا، عذاب الٰہی سے بچنے کیلئے دعا، حق کی تائید اور فتح اور باطل کے کچل دیے جانے کیلئے دعا، اُمّت محمدیہ کی اصلاح کیلئے دعا، زندگی کے حقیقی مقصد کے حصول کیلئے دعا، طہارت باطنی و ظاہری کیلئے دعا، اہل کیلئے دعا، سلسلہ کی ترقی کیلئے دعا، سفر میں دعا، حضر میں دعا، نور محمدی کے ظہور کیلئے دعائیں، غم و فکر کی کیفیات کے دور کرنے کیلئے دعائیں اور ان کے علاوہ ایسے مزید لاتعداد پہلو ہیں جن کا احاطہ کرنا ایک انتہائی محنت طلب کام ہے۔

16 مئی 1902ء کو بمقام گورداسپور مولوی نظیر حسین صاحب سخاؔ دہلوی نے بذریعہ عریضہ حضرت اقدس سے نماز میں حصولِ حضور کا طریق دریافت کیا اس پر حضور نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

"السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ' طریق یہی ہے کہ نماز میں اپنے لئے دعا کرتے رہیں اور سرسری اور بے خیال نماز سے خوش نہ ہوں بلکہ جہاں تک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کریں۔ توجہ پیدا نہ ہو تو پنج وقت ہر ایک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں بعد ہر رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں:

"اے خدا تعالیٰ قادر و ذوالجلال! میں گناہ گار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضورِ نماز حاصل نہیں تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تا کہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضورِ نماز میسر آوے۔" (فتاویٰ مسیح موعودؑ صفحہ 36)

حضرت ام المومنینؓ نے حضورؑ کی وفات کے وقت یا اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے بچوں کو جمع کیا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے انہیں نصیحت بھی فرمائی کہ

"بچو گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا۔" (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 548)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گریہ و بکا کا بیان

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 73-74 میں ایک فارسی نظم میں فرماتے ہیں:

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبانِ حق
نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اوشان ست
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جانِ خود آگاہم
بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوقِ خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم
غمِ خلق خدا صرف از زباں خوردن چہ کارست ایں
گرش صد جاں بہ پاریزم ہنوزش عذر میخواہم

ترجمہ: "میں اس بات پر خوش ہوں کہ میرے اندر مخلوق خدا کا غم ہے اور جب میرے دلِ زار میں ان کیلئے درد اٹھتا ہے تو میں اس میں لذّت پاتا ہوں... صرف زبان سے مخلوق خدا کی ہمدردی کا اظہار کرنا کوئی کام نہیں۔ میری تو یہ حالت ہے کہ اگر اس راہ میں سو جان بھی قربان کر دوں تب بھی معذرت ہی کروں گا کہ ابھی میں کچھ نہ کر سکا۔"

آپؑ کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں گزرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے کہ اپنے دشمنوں تک کے لئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ جو آپؑ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا اور بے شمار آدمی ایک ایک دن میں اِس موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سُنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ

"اس دعا میں آپؑ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتّہ پانی ہوتا تھا اور آپؑ اس طرح آستانہ ٔالٰہی پر گریہ وزاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپؑ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کیلئے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ "الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا؟"

(سیرت طیّبہ از مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 51)

مورخہ 4/ اپریل 1905ء کا ذکر ہے کہ

"صبح سوا چھ بجے یک دفعہ نہایت زور آور حملہ زلزلہ کا ہوا۔ تمام مکانات اور اشیاء ہلنے اور ڈولنے لگ پڑیں۔ لوگ حیران اور سراسیمہ ہو کر گھبرانے لگے۔ ایسے وقت میں خدا کے مسیح کا حال دیکھنے کے لائق تھا، کیونکہ احادیث میں تو ہم پڑھا ہی کرتے تھے کہ حضرت نبی کریم ﷺ ایسے آسمانی اور زمینی واقعات پر خشیت اللہ کا بڑا اثر اپنے چہرے پر ظاہر فرماتے تھے۔ ذرا سے بادل کے نمودار ہونے پر آپ بے آرام سے ہو جاتے۔ کبھی باہر نکلتے اور کبھی اندر جاتے۔ غرض اس وقت بھی نبی اللہ نے ہر کہ عارف تراست ترساں تر والے مقولہ کو عملی رنگ میں بالکل سچا کر کے دکھایا۔ زلزلہ کے شروع ہوتے ہی آپ بمعہ اہل بیت اور بال بچہ کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرنے میں شروع ہو گئے اور اپنے رب کے آگے سربسجود ہوئے۔ بہت دیر تک قیام، رکوع اور سجدہ میں سارا کنبہ کا کنبہ بمعہ خدام کے گرا رہا اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے لرزاں و ترساں رہا۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 331-332)

آپؑ کے سیالکوٹ میں قیام کے دوران آپ کے معمولات کی بابت بیان ہوا۔

"آپ کی عادت تھی کہ جب کچہری سے واپس آتے تو پہلے میرے باپ کو بُلاتے اور ان کو ساتھ لے کر مکان میں جاتے۔ مرزا صاحب کا زیادہ تر ہمارے والد صاحب کے ساتھ ہی اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ ان کا کھانا بھی ہمارے ہاں ہی پکتا تھا۔ میرے والد ہی مرزا صاحب کو کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب اندر جاتے اور دروازہ بند کر لیتے اور اندر صحن میں جا کر قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ میرے والد صاحب بتلایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب قرآن مجید پڑھتے پڑھتے بعض وقت سجدہ میں گر جاتے ہیں اور لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں۔ اور یہاں تک روتے ہیں کہ زمین تر ہو جاتی ہے..."

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 625)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ نے بیان کیا:

"ایک دفعہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو خارش ہو گئی۔ اور انگلیوں کی گھائیوں میں پھنسیاں تھیں اور تر تھیں۔ دس بجے دن کے میں نے دیکھا تو آپ کو بہت تکلیف تھی۔ میں تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا آیا۔ عصر کے بعد جب میں پھر گیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے عرض کیا کہ خلاف معمول آج حضور کیوں چشم پُرنم ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میرے دل میں ایک خیال آیا کہ اے اللہ! اس قدر عظیم الشان کام میرے سپرد ہے اور صحت کا میری یہ حال ہے کہ اس پر مجھے پُرہیبت الہام ہوا کہ تیری صحت کا ہم نے ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ فرمایا کہ اس الہام نے میرے وجود کا ذرہ ذرہ ہلا دیا۔ اور میں نہایت گریہ وزاری کے ساتھ سجدہ میں گر گیا۔ خدا جانے کس قدر عرصہ مجھے سجدہ میں لگا۔ جب میں نے سر اُٹھایا تو خارش بالکل نہ تھی اور مجھے اپنے دونوں ہاتھ حضور نے دکھائے کہ دیکھو کہیں پھنسی ہے؟ میں نے دیکھا تو ہاتھ بالکل صاف تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پھنسی بالکل نکلی ہی نہیں۔"

(سیرت المہدی جلد دوم روایت نمبر 1117)

سید میر حسن صاحب بیان کرتے ہیں:

"حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پُرمعاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے۔ عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے۔ تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے۔ اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع و خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔"

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 280)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان کیا:

"ایک دفعہ آپ خدام کے ساتھ سیر کیلئے تشریف لے جارہے تھے اور ان دنوں میں حاجی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ حضرت صاحب وہیں راستہ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف سنایا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی وفات پر میں نے بہت غور سے دیکھا مگر میں نے آپ کو روتے نہیں پایا۔ حالانکہ آپ کو مولوی صاحب کی وفات کا نہایت سخت صدمہ تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت کم روتے تھے اور آپ کو اپنے آپ پر بہت ضبط حاصل تھا اور جب کبھی آپ روتے بھی تھے تو صرف اس حد تک روتے تھے کہ آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔"

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 436)

حضرت میاں بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ

"شیخ غلام حسین صاحب لدھیانوی ہیڈ ڈرافٹسمین سنٹرل آفس نئی دہلی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ شیخ فرمان علی صاحب بی۔اے۔ اسسٹنٹ انجنیئر ساکن دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداس پور نے جو کہ 1915ء میں لیڈی ہارڈنگ کالج نئی دہلی کی عمارت تعمیر کرا رہے تھے۔ مجھ سے ذکر کیا تھا۔ کہ ایک دفعہ مولوی فتح دین صاحب مرحوم دھرم کوٹی نے جو کہ عالم جوانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان سے بیان کیا۔ کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اکثر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مَیں نے دیکھا۔ کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بیقراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جیسے کہ ماہیٔ بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ مَیں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت مَیں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السَّلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح مَیں نے اس واقعہ کا حضور علیہ السلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی۔ یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ "میاں فتح دین کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے۔ اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آ رہی ہیں۔ ان کا خیال آتا ہے۔ تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے۔ جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی فتح دین صاحب مرحوم دھرم کوٹ متصل بٹالہ کے رہنے والے تھے اور قدیم مخلص صحابہ میں سے تھے۔ نیز خاکسار خیال کرتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ابتدائی زمانہ کا ہے۔"

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 561)

(باقی آئندہ)

☆...☆...☆

اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے۔ اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آ رہی ہیں۔ ان کا خیال آتا ہے۔ تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے۔ جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے

خطبہ جمعہ

جمیل اور حسین اور اپنے خاندان میں عزیز و محبوب سمجھے جانے والے اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ

روٴسائے اَوس سعد بن معاذ اور اُسید بن الحضیر رضی اللہ عنہما کے واقعہٴ ایمان کا بیان

نظامِ خلافت اور نظامِ جماعت کی انتہائی درجہ پابندی اور اطاعت کرنے والے، وقف کا حق ادا کرنے والے دو بزرگان، والے نائب ناظر ضیافت مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب اور محنت اور اخلاص و وفا کے ساتھ خدمتِ دین کی توفیق پانے والے پروفیسر منور شمیم خالد صاحب کی وفات۔ مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 28؍ فروری 2020ء بمطابق 28؍ تبلیغ 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج جن صحابی کا ذکر ہوگا ان کا نام ہے حضرت مُصعب بن عمیرؓ۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عبدالدار سے تھا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ اس کے علاوہ ان کی کنیت ابو محمد بھی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت مصعبؓ کے والد کا نام عمیر بن ہاشم اور ان کی والدہ کا نام خناس یا حَنَاس بنت مالک تھا جو مکہ کی ایک مالدار خاتون تھیں۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی والدہ نے ان کی پرورش بڑے ناز و نعمت سے کی۔ وہ انہیں بہترین پوشاک اور اعلیٰ لباس پہناتی تھیں اور حضرت مصعبؓ مکّے کی اعلیٰ درجے کی خوشبو استعمال کرتے اور حضرمی جوتا جو حضرموت کے علاقے کا بنا ہوا جوتا تھا، امیر لوگوں کے لیے مخصوص تھا، وہاں سے منگوا کے پہنا کرتے تھے۔ حضرموت عدن سے مشرق کی طرف سمندر کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ بہرحال اعلیٰ لباس، اعلیٰ خوشبو اور جوتا تک وہ باہر سے منگوایا کرتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں۔ حَمْنَہ بنت جحش سے ایک بیٹی زینب پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یاد کرتے تو فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے مصعب سے زیادہ حسین و جمیل اور ناز و نعمت اور آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۵-۸۶ ''مصعب بن عمیر''، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ ۱۷۵ ''مصعب بن عمیر'' دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم مہاجرین حصہ اول صفحہ 270، 275، دار الاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد السابع صفحہ ۷۱ ''حمنہ بنت جحش'' دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت مصعب بن عمیرؓ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اور ابتدا میں ہی اسلام قبول کرنے والے سابقین میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دارِ ارقم میں تبلیغ کیا کرتے تھے اس وقت آپؓ نے اسلام قبول کیا لیکن اپنی والدہ اور قوم کی مخالفت کے اندیشے سے اسے مخفی رکھا۔ حضرت مصعبؓ چُھپ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دفعہ عثمان بن طلحہؓ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کے گھر والوں اور والدہ کو خبر کر دی۔ والدین نے ان کو قید کر دیا۔ آپؓ قید میں ہی رہے یہاں تک کہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ ان کو موقع ملا، باہر آئے اور پھر ہجرت کر گئے۔ کچھ عرصے بعد بعض مہاجرین حبشہ سے مکہ واپس آئے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ان میں شامل تھے۔ آپؓ کی والدہ نے جب آپؓ کی حالتِ زار دیکھی تو آئندہ سے مخالفت ترک کر دی اور بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دو ہجرتیں کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے پہلے حبشہ اور بعد میں مدینے کی طرف ہجرت کی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۶ ''مصعب بن عمیر''، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ ۱۷۵ ''مصعب بن عمیر'' دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مَیں نے آسائش کے زمانے میں بھی دیکھا اور مسلمان ہونے کے بعد بھی۔ اسلام کی خاطر انہوں نے اتنے دکھ جھیلے کہ میں نے دیکھا کہ ان کے جسم سے جلد اس طرح اترنے لگی تھی جیسے سانپ کی کینچلی اترتی ہے اور نئی جلد آتی ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق صفحہ ۲۳۰، من عذب فی اللہ بمکۃ من المؤمنین، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۴ء)

یہ قربانی کے ایسے ایسے معیار تھے جو حیرت انگیز ہیں۔

ایک روز مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت مصعبؓ کے پیوند شدہ کپڑوں میں چمڑے کی ٹاکیاں لگی ہوئی تھیں۔ کہاں تو وہ کہ اعلیٰ درجے کا لباس اور کہاں مسلمان ہونے کے بعد یہ حالت کہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہؓ نے حضرت مصعبؓ کو دیکھا تو سر جھکا لیے کہ وہ بھی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبدیلی حالت میں کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے آ کر سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا اور اس کی احسن رنگ میں ثنا بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ دنیاداروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔ میں نے مصعبؓ کو اُس زمانے میں دیکھا ہے جب شہرِ مکہ میں اس سے بڑھ کر صاحبِ ثروت و نعمت کوئی نہ تھا۔ یہ ماں باپ کی عزیز ترین اولاد تھی مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے اور اس نے وہ سب کچھ خدا اور اس کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۶ ''مصعب بن عمیر''، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دیکھا تو ان کی ناز و نعمت والی حالت کو یاد کر کے رونے لگے جس میں وہ رہا کرتے تھے۔ جو ان کی پہلی حالت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آئی کہ کس طرح اب قربانی کر رہے ہو۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ آئے۔ ان کے بدن پر چمڑے کی پیوند لگی ہوئی ایک چادر تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کی اس ناز و نعمت کو یاد کر کے رونے لگے جس میں وہ پہلے تھے اور جس حالت میں وہ اب تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حال ہوگا تمہارا اس وقت جبکہ تم میں سے ایک شخص ایک جوڑے میں صبح کرے گا تو دوسرے جوڑے میں شام کرے گا یعنی اتنی فراخی پیدا ہو جائے گی کہ صبح شام تم کپڑے بدلا کرو گے اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے سامنے ایک برتن کھانے کا رکھا جائے گا تو دوسرا اٹھایا جائے گا یعنی کھانا بھی قسم قسم کا ہوگا اور مختلف کورسز (courses) سامنے آتے جائیں گے جس طرح آج رواج ہے۔ اور تم اپنے مکانوں میں ایسے ہی پردے ڈالو گے جیسا کہ کعبے پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یاد کرتے تو فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے مصعب سے زیادہ حسین و جمیل اور ناز و نعمت اور آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا

بڑے قیمتی قسم کے پردے استعمال کیے جائیں گے۔ یہ بالکل آج کل کے نظارے یا اس کشائش کے نظارے ہیں جب مسلمانوں کو بعد میں وہ کشائش ملی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اس وقت آج سے بہت اچھے ہوں گے اور عبادت کے لیے فارغ ہوں گے۔ ایسی فراخی ہو گی، ایسے حالات ہوں گے تو پھر عبادت کے لیے بالکل فارغ ہوں گے اور محنت اور مشقت سے بچ جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم آج کے دن ان دنوں سے بہتر ہو۔ (سنن الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ حدیث ۲۴۷۶) تمہاری حالت، تمہاری عبادتیں، تمہارے معیار اس سے بہت بلند ہیں جو بعد میں آنے والوں کے کشائش کی صورت میں ہوں گے۔

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ہجرتِ حبشہ کے بارے میں لکھا ہے اس میں سے کچھ مَیں پہلے دوسرے صحابہؓ کے ذکر میں بیان کر چکا ہوں۔ مختصر یہاں ذکر کر دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ماہِ رجب پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتا چلتا ہے۔ اول یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے۔ بہرحال قریشِ مکہ کو ان لوگوں کی ہجرت کا جب علم ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے کہ یہ شکار مفت میں ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ چنانچہ انہوں نے ان مہاجرین کا پیچھا کیا مگر جب ان کے آدمی ساحل پر پہنچے تو جہاز روانہ ہو چکا تھا اور یہ لوگ ناکام واپس لوٹے۔ حبشہ میں پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...وہی نوجوان بزرگ ہیں جو ہجرت سے قبل یثرب میں پہلے اسلامی مبلغ بنا کر بھیجے گئے اور جن کے ذریعہ مدینے میں اسلام پھیلا

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 146-147)

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقعے پر مدینہ سے آئے ہوئے بارہ افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب یہ لوگ واپس مدینہ جانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ بھجوایا تا کہ وہ انہیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ مدینہ میں آپؓ قاری اور مقری، استاد کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ ۱۷۵-۱۷۶ "مصعب بن عمیر" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المجلد الرابع صفحہ ۳۷ "مصعب بن عمیر" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۱۰ء)

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۱۹۹، باب ارسال الرسولؐ مصعب بن عمیر مع وفد العقبۃ، دار ابن حزم بیروت لبنان ۲۰۰۹ء)

مقری یعنی استاد اس کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اوس اور خزرج کے انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ کوئی شخص ہمیں قرآن پڑھانے کے لیے بھیجیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الاول صفحہ ۱۷۱ باب ذکر العقبۃ الاولیٰ الاثنی عشر، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

مدینے میں حضرت مصعبؓ نے حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے گھر قیام کیا۔ آپؓ نمازوں میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۱۹۹، باب ارسال الرسولؐ مصعب بن عمیر مع وفد العقبۃ، دار ابن حزم بیروت ۲۰۰۹ء)

حضرت مصعبؓ ایک عرصے تک حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے گھر قیام پذیر رہے لیکن بعد میں حضرت سعد بن معاذؓ کے گھر منتقل ہو گئے۔

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم مہاجرین حصہ اول صفحہ 272، دار الاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہ میں سب سے پہلے ہمارے پاس مدینہ تشریف لانے والے مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ تھے۔ مدینے پہنچ کر ان دونوں صحابہؓ نے ہمیں قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔ پھر عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابہ کو ساتھ لے کر آئے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی مدینہ والوں کو اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا جتنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوش ہوئے تھے۔ بچیاں اور بچے بھی کہنے لگے تھے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب سورۃ الاعلیٰ حدیث ۴۹۴۱)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بارے میں مزید بیان کرتے ہیں کہ

"دارِ ارقم میں جو اشخاص ایمان لائے وہ بھی سابقین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں۔ اول مصعب بن عمیر" رضی اللہ تعالیٰ عنہ "جو بنو عبدالدار میں سے تھے اور بہت شکیل اور حسین تھے اور اپنے خاندان میں نہایت عزیز و محبوب سمجھے جاتے تھے۔ یہ وہی نوجوان بزرگ ہیں جو ہجرت سے قبل یثرب میں پہلے اسلامی مبلغ بنا کر بھیجے گئے اور جن کے ذریعہ مدینے میں اسلام پھیلا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 129)

پھر ایک سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں پہلے شخص تھے جنہوں نے ہجرت سے قبل جمعہ پڑھایا۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت عقبہ ثانیہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینے میں نماز جمعہ کے لیے اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے مدینے میں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس میں مدینے کے بارہ افراد شامل ہوئے۔ اس موقعے پر انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعے کی نماز پڑھائی۔ لیکن ایک روایت دوسری بھی ہے جس کے مطابق حضرت ابو اُمامہ اَسعد بن زُرارہؓ تھے جنہوں نے مدینہ میں پہلا جمعہ پڑھایا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں پہلے شخص تھے جنہوں نے ہجرت سے قبل جمعہ پڑھایا

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۷-۸۸ "مصعب بن عمیر"، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الاول صفحہ ۱۷۱ باب ذکر العقبۃ الاولیٰ الاثنی عشر، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

بہرحال حضرت مصعبؓ پہلے مبلغ تھے۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسعد بن زُرارہ کو ساتھ لے کر انصار کے مختلف محلّوں میں تبلیغ کی غرض سے جاتے تھے۔ حضرت مصعبؓ کی تبلیغ سے بہت سے صحابہ مسلمان ہوئے جن میں کبار صحابہ مثلاً حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت عبّاد بن بِشرؓ، حضرت محمد بن مَسلمہؓ، حضرت اُسید بن حُضیرؓ وغیرہ شامل تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۲۰۰، باب اول جمعۃ اقیمت بالمدینۃ، دار ابن حزم بیروت ۲۰۰۹ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۳۲۱، ۳۲۶، ۳۳۸، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت مصعبؓ کی تبلیغی مساعی اور کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

"مکّہ سے رخصت ہوتے ہوئے ان بارہ نَو مسلمین نے درخواست کی کہ کوئی اسلامی معلم ہمارے ساتھ بھیجا جاوے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور ہمارے مشرک بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ آپ ﷺ نے مصعب بن عمیرؓ کو جو قبیلہ عبدالدار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اسلامی مبلغ ان دنوں میں قاری یا مُقْرِئ کہلاتے تھے کیونکہ ان کا کام زیادہ تر قرآن شریف سنانا تھا کیونکہ یہی تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ مصعبؓ بھی یثرب میں مقرئ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ مصعبؓ نے مدینہ پہنچ کر اسعد بن زُرارہؓ کے مکان پر قیام کیا جو مدینے میں سب سے پہلے مسلمان تھے اور ویسے بھی ایک نہایت مخلص اور بااثر بزرگ تھے اور اسی مکان کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور چونکہ مدینہ میں مسلمانوں کو اجتماعی زندگی نصیب تھی اور تھی بھی نسبتاً امن کی زندگی، اس لیے اسعد بن زرارہؓ کی تجویز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعبؓ بن عمیر کو جمعہ کی نماز کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح مسلمانوں کی اشتراکی زندگی کا آغاز ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا اور اوس وخزرج بڑی سرعت کے ساتھ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ بعض صورتوں میں تو ایک قبیلے کا قبیلہ ایک دن میں ہی سب کا سب مسلمان ہو گیا چنانچہ بنو عَبدالاَشْہَل کا قبیلہ بھی اسی طرح ایک ہی وقت میں اکٹھا مسلمان ہوا تھا۔ یہ قبیلہ انصار کے مشہور قبیلہ اوس کا ایک ممتاز حصہ تھا اور اس کے رئیس کا نام سعد بن معاذ تھا جو صرف قبیلہ بنو عبدالاشہل کے ہی رئیس اعظم نہ تھے بلکہ تمام قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ جب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہوا تو سعد بن معاذ کو یہ برا معلوم ہوا اور انہوں

نے اسے روکنا چاہا۔'' اسلام لانے سے پہلے یہ سعد بن معاذؓ بڑے مخالف تھے۔'' مگر اسعد بن زرارہ سے ان کی بہت قریب کی رشتہ داری تھی یعنی وہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے اور اسعد مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لیے سعد بن معاذ خود براہ راست دخل دیتے ہوئے رکتے تھے کہ کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ایک دوسرے رشتہ دار اُسید بن الحضیر سے کہا کہ اَسعد بن زرارہ کی وجہ سے مجھے تو کچھ حجاب ہے۔'' مسلمان ہو گیا ہے اور اس کے ہاں تبلیغ کا ساتھ بھی دے رہا ہے۔'' مگر تم جاکر مصعبؓ کو روک دو۔'' بجائے اَسعد بن زرارہؓ کو روکنے کے حضرت مصعبؓ کو روک دو'' کہ ہمارے لوگوں میں یہ بے دینی نہ پھیلائیں اور اسعد سے بھی کہہ دو کہ یہ طریق اچھا نہیں ہے۔ اُسید قبیلہ عبدالاشہل کے ممتاز رؤساء میں سے تھے۔ حتّٰی کہ ان کا والد جنگِ بُعاث میں تمام اوس کا سردار رہ چکا تھا اور سعد بن معاذ کے بعد اسید بن الحضیر کا بھی اپنے قبیلہ پر بہت اثر تھا۔ چنانچہ سعد کے کہنے پر وہ مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کے پاس گئے اور مصعب سے مخاطب ہو کر غصہ کے لہجے میں کہا۔ تم کیوں ہمارے آدمیوں کو بے دین کرتے پھرتے ہو؟ اس سے باز آجاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ پیشتر اس کے کہ مصعب کچھ جواب دیتے اسعد نے آہستگی سے مصعب سے کہا کہ یہ اپنے قبیلہ کے ایک بااثر رئیس ہیں۔ ان سے بہت نرمی اور محبت سے بات کرنا۔ چنانچہ مصعب نے بڑے ادب اور محبت کے رنگ میں اسید سے کہا کہ آپ ناراض نہ ہوں بلکہ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر تشریف رکھیں اور ٹھنڈے دل سے ہماری بات سن لیں اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کریں۔ اُسید اس بات کو معقول سمجھ کر بیٹھ گئے۔'' سعید فطرت تھے،'' اور مصعب نے انہیں قرآن شریف سنایا اور بڑی محبت کے پیرایہ میں اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا۔ اُسید پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہو گئے اور پھر کہنے لگے کہ میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے کہ جو اگر ایمان لے آیا تو ہمارا سارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا تم ٹھہرو میں اسے ابھی یہاں بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسید اٹھ کر چلے گئے اور کسی بہانہ سے سعد بن معاذ کو مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کی طرف بھجوا دیا۔ سعد بن معاذ آئے اور بڑے غضبناک ہو کر اسعد بن زرارہ سے کہنے لگے کہ دیکھو اسعد تم اپنی قرابت داری کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔'' ابھی میں رشتہ داری کی وجہ سے چپ ہوں لیکن ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ۔ ''اس پر مصعبؓ نے اسی طرح نرمی اور محبت کے ساتھ ان کو ٹھنڈا کیا۔'' جیسے پہلے کو کیا تھا'' اور کہا کہ آپ ذرا تھوڑی دیر تشریف رکھ کر میری بات سن لیں اور پھر اگر اس میں کوئی چیز قابل اعتراض ہو تو (بے شک) رد کر دیں۔ سعد نے کہا۔ ہاں یہ مطالبہ تو معقول ہے اور اپنا نیزہ ٹیک کر بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسی طرح پہلے قرآن شریف کی تلاوت کی اور پھر اپنے دلکش رنگ میں اسلامی اصول کی تشریح کی۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یہ بت بھی رام تھا۔'' یعنی سعد بن معاذؓ جو تھے وہ بھی یہ باتیں سن کے رام ہو گئے۔'' چنانچہ سعد نے مسنون طریق پر غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھ دیا اور پھر اس کے بعد سعد بن معاذ اور اسید بن الحضیر دونوں مل کر اپنے قبیلہ والوں کی طرف گئے اور سعدؓ نے ان سے مخصوص عربی انداز میں پوچھا کہ اے بنی عبدالاشہل! تم مجھے کیسا جانتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ ہمارے سردار اور سردار ابن سردار ہیں اور آپ کی بات پر ہمیں کامل اعتماد ہے۔ سعد نے کہا تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ۔ اس کے بعد سعد نے انہیں اسلام کے اصول سمجھائے اور ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی کہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسیدؓ نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی قوم کے بت نکال کر توڑے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسید بن الحضیرؓ جو اس دن مسلمان ہوئے دونوں چوٹی کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور انصار میں تو'' حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ''انصار میں تو لاریب ان کا بہت ہی بلند پایہ تھا۔'' کوئی شک نہیں اس میں، بہت بلند تھے۔'' بالخصوص سعد بن معاذؓ کو تو انصارِ مدینہ میں وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو مہاجرینِ مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کو حاصل تھی۔ یہ نوجوان نہایت درجہ مخلص، نہایت درجہ وفادار اور اسلام اور بانیٔ اسلام کا ایک نہایت جاں نثار عاشق نکلا اور چونکہ وہ اپنے قبیلہ کا رئیس اعظم بھی تھا اور نہایت ذہین تھا اسلام میں اسے وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو صرف خاص بلکہ اَخصّ صحابہ کو حاصل تھی اور'' حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ''اور لاریب۔ اس کی جوانی کی موت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سعدؓ کی موت پر تو رحمٰن کا عرش بھی حرکت میں آگیا ہے۔ ایک گہری صداقت پر مبنی تھا۔ غرض اس طرح سرعت کے ساتھ اوس و خزرج میں اسلام پھیلتا گیا۔ یہود خوف بھری آنکھوں کے ساتھ یہ نظارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں یہ کہتے

ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی کہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسیدؓ نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی قوم کے بت نکال کر توڑے

تھے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 224 تا 227)

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے بہت سے افراد مسلمان ہوئے۔ آپؓ سن تیرہ نبوی میں حج کے موقع پر مدینے سے ستّر انصار کا وفد لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں، مختلف روایتوں سے لے کر، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ

''اگلے سال یعنی تیرہ نبوی کے ماہ ذی الحجہ میں حج کے موقعہ پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکہ میں آئے۔ ان میں ستر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مکہ آئے تھے۔ مصعبؓ بن عمیر بھی ان کے ساتھ تھے۔ مصعبؓ کی ماں زندہ تھی اور گو مشرکہ تھی مگر ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے ان کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھ سے آکر مل جاؤ پھر کہیں دوسری جگہ جانا۔ مصعبؓ نے جواب دیا کہ میں ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملا۔ آپؐ سے مل کر پھر تمہارے پاس آؤں گا۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ سے مل کر اور ضروری حالات عرض کر کے پھر اپنی ماں کے پاس گئے۔'' یہ بات سن کے، یہ دیکھ کر کہ پہلے مجھے ملنے نہیں آئے ''وہ بہت جلی بھنی بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بہت روئی اور بڑا شکوہ کیا۔ مصعبؓ نے کہا ماں! میں تم سے ایک بڑی اچھی بات کہتا ہوں جو تمہارے واسطے بہت ہی مفید ہے اور سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ مصعبؓ نے آہستہ سے جواب دیا۔ بس یہی کہ بت پرستی ترک کر کے مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ وہ پکی مشرکہ تھی سنتے ہی شور مچا دیا کہ مجھے ستاروں کی قَسم ہے میں تمہارے دین میں کبھی داخل نہ ہوں گی اور اپنے رشتہ داروں کو اشارہ کیا کہ مصعبؓ کو پکڑ کر قید کر لیں مگر وہ بھاگ کر نکل گئے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 227)

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ذکر میں ابھی مزید ذکر بھی ہے جو جاری رہے گا لیکن کیونکہ آج دو جنازے غائب ہیں جو میں پڑھاؤں گا۔ ان کا ذکر بھی کرنا ہے۔ اس لیے یہاں میں حضرت مصعبؓ کا ذکر ختم کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ آئندہ خطبے میں بیان ہوگا۔

جو جنازے پڑھانے ہیں ان میں سے ایک مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب ابن مکرم ملک مظفر احمد صاحب ہیں جو 22 فروری کو 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ان کو ایک عرصے سے جگر کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے دس دن طاہر ہارٹ میں زیرِ علاج رہنے کے بعد آپ خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ملک منور احمد جاوید صاحب کے دادا (صوبیدار میجر) حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحبؓ تھے اور ان کے نانا حضرت شیخ عبدالکریم صاحبؓ تھے جن کا تعلق غازی پور ضلع گورداسپور سے تھا اور دادا جو تھے وہ دھرم کوٹ رندھاوا کے تھے۔ دونوں بزرگوں نے یعنی دادا اور نانا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور صحابیت کا شرف پایا۔ ملک منور جاوید صاحب کی شادی 1968ء میں سلمٰی جاوید صاحبہ سے ہوئی جو صوفی حامد صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں۔ حضرت حافظ صوفی غلام محمد صاحبؓ مبلغ ماریشس صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی نیز حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی ہیں۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے۔ اس طرح ملک منور جاوید صاحب کے دادا اور نانا اور ان کی اہلیہ کے دادا اور نانا چاروں اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحابی تھے۔

اپنی زندگی وقف کرنے کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے ملک صاحب نے ایک موقعے پر کہا کہ وقف کی توجہ مجھے اس طرح پیدا ہوئی کہ جب میں 1982ء کے انصار اللہ کے اجتماع میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تقریر سن رہا تھا تو حضور نے اپنی تقریر میں وقف کی اہمیت بیان کی اور تقریر کے آخر پہ ایک جملہ جس کا مفہوم یہ تھا کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہارا آخری سانس وقف میں نکلے۔ کہتے ہیں یہ فقرہ جو تھا یہ میرے لیے ایک turning point تھا۔ میں سوچتا رہا کہ کیا میں بھی وقف کر سکوں گا۔ بہرحال اس کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو وقف کے لیے پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور 10/اگست 1983ء کو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں وقفِ زندگی کی درخواست کی جس پر حضور رحمہ اللہ نے 18/اگست 1983ء کو آپ کا وقف منظور فرمایا اور وقف منظور فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ آپ اپنا کام سمیٹ کر بے شک آجائیں۔ اس وقت یہ اپنا کاروبار بھی کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 28/اگست 1983ء کو آپ کا ابتدائی تقرر کیا جو وکالتِ صنعت و تجارت میں تھا مورخہ یکم اکتوبر 1983ء سے آپ وکالت صنعت و تجارت میں حاضر ہو گئے۔ وقف سے قبل آپ نے ابتدائی سولہ سال سیکرٹریٹ حکومت پنجاب میں سروس کی۔ اس کے بعد تقریباً دس سال ذاتی کاروبار کرتے رہے۔ نومبر 1983ء میں آپ مینیجر

رسالہ ریویو آف ریلیجنز مقرر ہوئے۔ 84ء میں معاون ناظر ضیافت مقرر ہوئے۔ 20/ اپریل 1987ء سے جولائی 2016ء تک بطور نائب ناظر ضیافت فرائض ادا کرنے کی توفیق ملی۔ 1990ء میں جب کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ قائم ہوئی تو کفالت یکصد یتامیٰ کی کمیٹی کے پہلے سیکرٹری مقرر ہوئے اور قریباً بیس سال تک آپ کو اس خدمت کی توفیق ملی۔ 1968ء سے 1970ء تک مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں بطور قائد ضلع اور علاقہ لاہور رہے اور یہ تقریباً دس سال کا عرصہ خدمت کا بنتا ہے۔ انصار اللہ میں 84ء سے 14ء تک ان کو خدمت کا موقع ملا۔ 84ء سے 14ء اکتیس سال تک انصار اللہ پاکستان میں قائد تحریک جدید، قائد تربیت اور قائد اشاعت اور پھر یہ آخری پانچ سال نائب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان خدمت کی توفیق ملی۔

جب یہ سرکاری نوکری کرتے تھے تو اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک دفعہ ملک صاحب نے کہا کہ سروس کے دوران ہمارے ایک انچارج تھے۔ بڑے متعصّب انسان تھے اور اکثر اپنے مولویوں کو میرے پاس مباحثے کے لیے لاتے تھے۔ اس طرح ایک بار وہ علامہ پروفیسر خالد محمود صاحب کو لائے جو اس وقت کے بڑے جید عالم تھے۔ ان سے مباحثہ شروع ہوا۔ جب ان عالم صاحب سے کوئی بات نہ بن پڑی تو انہوں نے غصہ میں گالیاں دینا شروع کر دیں جو عام مولویوں کا طریقہ ہے۔ تو کہتے ہیں کہ میرے جو افسر انچارج تھے وہ ڈر گئے کہ کہیں معاملہ خراب ہی نہ ہو جائے۔ اس پر ان علامہ صاحب نے میرے انچارج کو جن کا نام عبدالرحمٰن تھا، حوصلہ دینے کے لیے کہا کہ، مولوی صاحب کے الفاظ بڑے ایسے ہیں جو دل سے یہ یقین رکھتے ہیں کہ جماعت کے افراد کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب نے کہا کہ، ان لوگوں نے خدا، رسول اور کتاب یعنی کلام الٰہی پر اتنے ظلم کیے کہ اللہ ان کو ہلاک کر دیتا یعنی کہ اللہ تعالیٰ پر، رسول پر اور قرآن کریم پر احمدیوں نے اتنے ظلم کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیتا لیکن کیوں ہلاک نہیں کیا؟ مولانا صاحب کہنے لگے یہ ہر بار اس وجہ سے بچ جاتے ہیں۔ یہ کیوں بچ جاتے ہیں؟ کیونکہ یہ اپنی نمازوں میں خوب روتے ہیں۔ تو ملک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا۔ علامہ صاحب! یہ بات آپ مجھے لکھ کر دے دیں۔ کہنے لگے کیوں؟ پنجابی میں کہنے لگے کہ ’اَج میں لکھ دیواں تے کل تُسی اخبار وچ چھپوا دیو گے۔‘ تو مطلب یہی ہے کہ ان کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ احمدیوں کی گریہ وزاری جو ہے وہ ہر وقت ان کے کام آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی سنتا ہے۔ اس کے باوجود کہ ہم غلط ہیں پھر بھی یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آنکھیں بھی کھولے اور قوم کو جو انہوں نے غلط رستے پہ ڈالا ہوا ہے، غلط رہ نمائی کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ قوم کو ان کے دجل اور فریبوں سے بھی بچائے۔

ہمارے معاون ناظر ضیافت اسامہ اظہر صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ملک منور احمد جاوید صاحب اعلیٰ درجے کی انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ راتوں کو اٹھ کر دار الضیافت کا چکر لگاتے۔ کارکنوں سے جائزہ لیتے اور موسم کے مطابق ان کے لیے چائے اور انڈوں وغیرہ کا انتظام کرواتے۔ کارکنان دار الضیافت سے ان کا بہت محبت، شفقت اور ہمدردی کا سلوک تھا۔ ہر کارکن کے گھریلو حالات سے باخبر رہتے اور خاموشی سے ہر ممکن مالی مدد بھی کرتے۔

ان کے داماد ندیم صاحب کہتے ہیں اور بھانجے بھی ہیں کہ ملک صاحب نے ایک دفعہ ان کو کہا ایک پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ نمازوں کی تحریک کرتے اور خلافت سے محبت اور خدمتِ دین کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد ایک دن میں نے فیصلہ کیا کہ چونکہ میں ریٹائرڈ ہو گیا ہوں اس لیے طوعی چندوں کو نصف کر دیتا ہوں۔ آمد، الاؤنس جو ہے وہ اب کم ہو گیا ہے لہٰذا میں نے اپنے وعدہ جات کی لسٹ بنائی اور سو گیا۔ رات کو کہتے ہیں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مَیں عالمِ کَون کا خدا ہوں۔ سنا ہے کہ تم نے اپنے چندے آدھے کر دیے ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنی کائنات کی سیر کراؤں۔ لہٰذا اللہ نے مجھے خواب میں اپنے پہاڑ دکھائے، جنگل وادیاں دریا اور باغات دکھائے اور کہا کہ جب سب کا مَیں مالک ہوں تو تمہیں کس بات کی فکر۔ کہتے ہیں یہاں تک یہ بات میں نے سنی اور میری آنکھ کھل گئی اور مَیں نے جو چندے آدھے کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ ترک کر دیا اور اپنے چندے باقاعدہ اس طرح ادا کرنے شروع کر دیے۔

ان کی بیگم بتاتی ہیں کہ وقفِ زندگی سے پہلے جب یہ کاروبار کیا کرتے تھے تو بہت سی رقم جیب میں ڈال کر چادر اوڑھ کر سردیوں کی راتوں کو سڑک پر نکل جایا کرتے تھے اور کہتے تھے اس وقت ضرورت مند ملے گا تو وہ حقیقت میں بہت ضرورت مند ہو گا۔ لہٰذا ایک بار ایک آدمی کھڑا تھا جو بہت پریشان تھا اور اس نے بتایا کہ اس کی والدہ بہت سخت بیمار ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ انہوں نے وہ سارے پیسے اس کو دے دیے اور واپس گھر آ گئے۔

آصف مجید صاحب معاون ناظر ضیافت ہیں، مربی ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ رَش زیادہ ہونے کی صورت میں مہمانوں کو رہائش کی مشکلات پیش آتی تھیں اور بعض مہمان تو سرِعام اور دفتر میں آ کر بھی بعض دفعہ سخت جملے اور الفاظ کہہ دیتے تھے مگر مرحوم بڑی خندہ پیشانی سے تمام بات سنتے اور بعض دفعہ تو کہتے ہیں مَیں نے انہیں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ تو مرحوم جن مہمانوں سے معافی مانگ رہے ہوتے ان میں سے بعض ان کے بچوں کی عمر کے بھی ہوتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے مہمانوں کے جانے کے بعد اظہار کیا کہ ملک صاحب مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے کہ آپ نے اس بچے سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی ہے۔ تو کہنے لگے تمہیں کیوں تکلیف ہوئی ہے؟ ہاتھ تو میں نے جوڑے ہیں تم نے نہیں۔ اور یاد رکھو کہ جس کے یہ مہمان ہیں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ تو مہمانوں کو منانے کے لیے ننگے پاؤں بھاگ کر مہمانوں کو راضی کر کے واپس لائے تھے۔

پھر آصف صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خاکسار ان کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دن ایک بزرگ بہت غصے سے میرے دفتر میں داخل ہوئے اور پنجابی میں ملک صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم ملک منور جاوید ہو۔ ’تُوں ای ملک منور جاوید ایں‘۔ ملک صاحب کہنے لگے کہ میں ہی ملک منور جاوید ہوں۔ تو بزرگ مہمان مخاطب ہوئے اور کہنے لگے پنجابی میں کہ ’تیرے پیو دا لنگر خانہ اے‘۔ تمہارے باپ کا یہ لنگر خانہ ہے؟ ملک صاحب نے جواب دیا کہ نہیں بابا جی۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر خانہ ہے۔ میرے اور آپ کے مشترکہ باپ کا لنگر خانہ ہے۔ یہ جواب سن کے وہ بزرگ مطمئن ہو گئے اور بڑے آرام سے اور محبت سے اپنا معاملہ بیان کیا اور چلے گئے۔

بعض دفعہ مہمان بھی زیادتی کر جاتے ہیں۔ مجھے بھی شکایتیں آتی ہیں کہ جی دار الضیافت میں یہ سلوک ہوا، وہ سلوک ہوا لیکن تحقیق کرو تو پتا لگتا ہے کہ مہمانوں میں بھی صبر نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ہمیں، ہمارے شعبے کو ان کی عزت کرنی چاہیے لیکن مہمانوں کو بھی چاہیے کہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں اور جب بعض دفعہ ایسی صورت حال ہو تو انتظامیہ سے تعاون کرنے کی کوشش کیا کریں۔ بہرحال ملک صاحب نے اپنے وقف کا حق ادا کر دیا۔ اور جب میں ناظر اعلیٰ تھا تو اس وقت مَیں ناظر ضیافت بھی تھا اور یہ نائب ناظر ضیافت تھے اور میں نے دیکھا ہے کہ جماعتی اموال کی بڑی درد سے فکر رکھتے تھے اور حق بات کہنے سے کبھی نہیں رکتے تھے۔ باوجود اس کے کہ میرے نائب تھے اگر جماعتی مفاد میں ان کے نزدیک کوئی چیز بہتر ہوتی اور میں نے کوئی اور بات کہی ہے تو بغیر جھجک میری رائے کے خلاف مشورہ دیتے اور کہتے کہ یہ اس طرح ہو تو زیادہ بہتر ہے اور یہی خوبی ہے جو ہر واقفِ زندگی میں ہونی چاہیے کہ اپنی رائے کو ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے صحیح طرح پیش کریں۔ خلافت سے وفا کا تعلق تو بہت بلند تھا جس کا اظہار ان کے ہر خط سے ہوتا تھا اور جب بھی ملے، ہر ملاقات سے اس کا اندازہ ہوتا تھا، وہ مجھے دو دفعہ ملے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بیوی اور بچوں کو صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی ان لوگوں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم پروفیسر منور شمیم خالد صاحب ابن شیخ محبوب عالم خالد صاحب کا ہے جو 16/ فروری 2020ء کو ربوہ میں تقریباً اکیاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ جیسا کہ میں نے کہا ان کے والد شیخ محبوب عالم خالد صاحب تھے جو پہلے ٹی آئی (TI) کالج میں پروفیسر تھے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو ناظر بیت المال آمد بنایا۔ بڑا لمبا عرصہ یہ ناظر بیت المال آمد رہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کا صدر صدر انجمن احمدیہ کا تقرر کیا۔ یہ شمیم خالد صاحب ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ ثانی شاہدہ منور شمیم صاحبہ ہیں اور پہلی اہلیہ سے جو وفات پا گئی تھیں ان کا ایک بیٹا ہے۔ خالد انور صاحب جو کینیڈا میں ہیں۔ 1964ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کالج کے پرنسپل تھے اور صدر صدر انجمن احمدیہ بھی تھے اس وقت انہوں نے منور شمیم خالد صاحب کا نکاح مسجد مبارک میں پڑھایا تھا اور اس موقعے پر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ بھی فقرہ کہا کہ پروفیسر منور شمیم خالد جو میرے گہرے دوست پروفیسر محبوب عالم خالد صاحب کے بیٹے ہیں مجھے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہیں۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ان کے والد صاحب کے ساتھ بھی بہت تعلق تھا۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ پاکستان میں ان کی خدمات کا سلسلہ اٹھائیس سال پر محیط ہے۔ جب تک کالج نیشنلائزڈ نہیں ہوئے یہ ٹی آئی کالج میں پروفیسر رہے۔ اس کے نیشنلائزڈ ہونے کے بعد بھی میرا خیال ہے ان کا زیادہ عرصہ ربوہ کے کالج میں ہی گزرا۔

یہ تو میں نے بتا دیا کہ وہ محبوب عالم خالد صاحب کے بیٹے تھے اور ان کے شمیم خالد صاحب کے دادا مولوی فرزند علی صاحب خان صاحب تھے۔ مولوی فرزند علی صاحب جو سابق امام مسجد لندن بھی رہے ہیں اور ناظر بیت

المال بھی رہے ہیں۔

منور شمیم خالد صاحب کی دوسری اہلیہ شاہدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہتی ہیں کہ منور شمیم خالد صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔سب سے پہلا وصف خلیفۂ وقت سے والہانہ محبت اور عقیدت اور اطاعت تھی اور خطبات بہت غور سے سنتے تھے اور پھر بڑے بڑے نکات نکالا کرتے تھے۔ پابند صوم وصلوٰۃ، تہجد گزار، باجماعت پنجوقتہ نماز کے پابند، بیماری کی وجہ سے جب مسجد جانا ختم ہوگیا تو بہت محسوس کیا کرتے تھے اور اکثر رقت طاری ہوتی تھی کہ مَیں مسجد نہیں جاسکتا۔ انہوں نے اپنی بیماری کا عرصہ بھی بڑے صبر اور حوصلے سے اور ہمت سے گزارا ہے۔ کبھی اُف تک نہیں کی۔ نہ کوئی گلہ زبان پر لائے۔ ہمیشہ الحمد للہ زبان پر رہا۔ خدمتِ دین میں اخلاص و وفا اور محنت ان کی نمایاں خوبیاں تھیں۔ بڑی خاموشی سے خدمت کرنے والے تھے۔ نہایت شفیق، باوفا اور محبت سے پیش آنے والے وجود تھے۔ کالج میں جب پڑھاتے رہے ہیں تو کچھ عرصہ مَیں بھی ان کا شاگرد رہا ہوں اور جب مَیں امیر مقامی یعنی ناظرِ اعلیٰ تھا تو اس کے بعد انتہائی ادب اور احترام کا سلوک انہوں نے مجھ سے رکھا۔ کبھی یہ تاثر نہیں دیا کہ تم میرے شاگرد رہے ہو۔ نظامِ خلافت اور نظامِ جماعت کی انتہائی درجہ پابندی کرنے والے اور اطاعت کرنے والے تھے اور خلافت کے بعد بھی ان کا جو اظہارِ تعلق تھا وہ غیر معمولی تھا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان دونوں کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

☆...☆...☆

بقیہ: کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ والسلام......از صفحہ 04

کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلادے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دیگا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو ونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہوجائے گی۔ اور وہ اُس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فَالْحَمْدُ لَہٗ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاھِرًا وَّبَاطِنًا۔ اَسْلَمْنَا لَہٗ۔ ھُوَ مَوْلٰنَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 196-198)

’’خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا مَیں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں۔ انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کے رُو سے اُس کو یقین آجائے کہ خدا ہے۔ کیونکہ ایک بڑا حصّہ دنیا کا اسی راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے اور وہ نہاں در نہاں اَسرار جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعہ سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے امور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طور سے انسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہوسکتی۔ سو خدا نے میرے پر یہ احسان کیا ہے جو اس نے تمام دنیا میں سے مجھے اِس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ تا وہ اپنے نشانوں سے گمراہ لوگوں کو راہ پر لاوے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے آسمان سے دیکھا ہے کہ عیسائی مذہب کے حامی اور پیرو یعنی پادری سچائی سے بہت دُور جا پڑے ہیں اور وہ ایک ایسی قوم ہے کہ نہ صرف آپ صراطِ مستقیم کو کھو بیٹھے ہیں بلکہ ہزارہا کوس تک خشکی تری کا سفر کر کے یہ چاہتے ہیں کہ اوروں کو بھی اپنے جیسا کر لیں۔ وہ نہیں جانتے کہ حقیقی خدا کون ہے بلکہ اُن کا خدا انہی کی ایک ایجاد ہے۔ اس لئے خدا کے اُس رحم نے جو انسانوں کے لئے وہ رکھتا ہے تقاضا کیا کہ اپنے بندوں کو اُن کے دام تزویر سے چھوڑائے۔ اس لئے اُس نے اپنے اس مسیح کو بھیجا تا وہ دلائل کے حربہ سے اُس صلیب کو توڑے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کو توڑا تھا اور زخمی کیا تھا۔‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 143-144)

’’خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے تا کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 251)

’’یاد رہے کہ جو شخص اُترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے۔ تمام نبیوں کی کتابیں اِسی زمانے کا حوالہ دیتی ہیں...اب ان تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے ردّ کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ تمام نبیوں کو ردّ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے جنگ کر رہا ہے اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 24-25)

☆...☆...☆

الفضل انٹرنیشنل کا تحریری طرحی مشاعرہ

ادارہ الفضل انٹرنیشنل اپنے قارئین کی خدمت میں

یومِ خلافت کے بابرکت موقعے کی مناسبت سے

حضرت حافظ مختار شاہجہانپوری صاحبؓ کے درج ذیل مصرعے کی طرح پر دعوتِ کلام پیش کرتا ہے

’’دیوانوں کی فہرست میں اِک نام بڑھادے‘‘

☆...شرکت کے متمنی شعراء حضرات اپنا کلام مورخہ 24؍اپریل بروز جمعۃ المبارک تک

NAZM@ALFAZL.COM پر بذریعہ ای میل یا

+442085447611 پر بذریعہ فیکس ارسال فرماویں

☆...موصول ہونے والے کلام میں سے انتخاب الفضل انٹرنیشنل کی خصوصی اشاعت برائے یومِ خلافت میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

(مدیر)

منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
اب سال سترہ(۱۷) بھی صدی سے گذر گئے
تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے
تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں
کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں
پر تم نے اُن سے کچھ بھی اٹھایا نہ فائدہ
منہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ
بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں
آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں
اُس وقت اُس کو منہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اُس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے اُستوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 79 تا 80)

☆...☆...☆



خطبہ جمعہ

غزوۂ احد کے موقع پر اسلامی لشکر کے عَلَم بردار ہونے کی حالت میں شہادت کا رتبہ حاصل کرنے والے اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابی رسولؐ حضرت مُصْعَب بن عُمَیر رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ

دنیا میں کورونا وائرس سے پھیلنے والی وبا کے بارے میں احتیاطی تدابیر اور نصائح نیز دعاؤں کی تحریک

بے دردی کے ساتھ شہید کیے جانے والے عزیز تنزیل احمد بٹ (واقفِ نَو) ابن عقیل احمد بٹ آف لاہور، مکرم بریگیڈیئر بشیر احمد صاحب سابق امیر جماعتِ احمدیہ راولپنڈی اور مکرم ڈاکٹر حمید الدین صاحب آف گوکھووال، فیصل آباد کی وفات۔ مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 06؍ مارچ 2020ء بمطابق 06؍ امان 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن (سرے)، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

گذشتہ خطبے میں حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کا ذکر ہوا تھا جس کا کچھ حصہ رہ گیا تھا جو آج مَیں بیان کروں گا۔

حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ مدینے کے مبلغ کے طور پر ان کو بھیجا گیا تھا اور ان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار خبر دی جا رہی تھی کہ تمہارے لیے ہجرت کا وقت آ رہا ہے اور آپؐ پر یہ بھی کھل چکا تھا کہ آپؐ کی ہجرت کا مقام ایک ایسا شہر ہے جس میں کنویں بھی ہیں اور کھجوروں کے باغ بھی پائے جاتے ہیں۔ پہلے آپؐ نے یمامہ کی نسبت خیال کیا کہ شاید وہ ہجرت کا مقام ہو گا مگر جلد ہی یہ خیال آپؐ کے دل سے نکال دیا گیا اور آپؐ اس انتظار میں لگ گئے کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق جو شہر بھی مقدر ہے وہ اپنے آپ کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لیے پیش کرے گا۔ اسی دوران میں حج کا زمانہ آ گیا۔ عرب کے چاروں طرف سے لوگ مکہ میں حج کے لیے جمع ہونے شروع ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق جہاں کچھ آدمیوں کو کھڑا دیکھتے تھے ان کے پاس جا کر انہیں توحید کا وعظ سنانے لگ جاتے تھے اور خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیتے تھے اور ظلم اور بدکاری اور فساد اور شرارت سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے۔ بعض لوگ آپ کی بات سنتے اور حیرت کا اظہار کر کے جدا ہو جاتے۔ بعض باتیں سن رہے ہوتے تو مکہ والے آ کر ان کو وہاں سے ہٹا دیتے تھے۔ بعض جو پہلے سے مکہ والوں کی باتیں سن چکے ہوتے وہ ہنسی اڑا کر آپ سے جدا ہو جاتے۔ اسی حالت میں آپ منیٰ کی وادی میں پھر رہے تھے کہ چھ سات آدمی جو مدینہ کے باشندے تھے آپؐ کی نظر پڑے۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ آپ لوگ کس قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ خزرج قبیلہ کے ساتھ۔ آپؐ نے کہا کہ وہی قبیلہ جو یہودیوں کا حلیف ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کیا آپ لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری باتیں سنیں گے؟ ان لوگوں نے چونکہ آپؐ کا ذکر سنا ہوا تھا اور دل میں آپؐ کے دعویٰ سے کچھ دلچسپی تھی، انہوں نے آپؐ کی بات مان لی اور آپؐ کے پاس بیٹھ کر آپؐ کی باتیں سننے لگ گئے۔ آپؐ نے انہیں بتایا کہ خدا کی بادشاہت قریب آ رہی ہے۔ بت اب دنیا سے مٹا دیے جائیں گے۔ توحید کو دنیا میں قائم کر دیا جائے گا۔ نیکی اور تقویٰ پھر ایک دفعہ دنیا میں قائم ہو جائیں گے۔ کیا مدینہ کے لوگ اس عظیم الشان نعمت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں؟‘‘ ان لوگوں نے کہا ’’انہوں نے آپؐ کی باتیں سنیں اور متاثر ہوئے اور کہا آپؐ کی تعلیم کو تو ہم قبول کرتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ مدینہ اسلام کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے یا نہیں اس کے لیے ہم اپنے وطن جا کر اپنی قوم سے بات کریں گے پھر ہم دوسرے سال اپنی قوم کا فیصلہ آپؐ کو بتائیں گے۔ یہ لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں میں آپؐ کی تعلیم کا ذکر کرنا شروع کیا۔ اس وقت مدینہ میں دو عرب قبائل اَوس اور خزرج بستے تھے اور تین یہودی قبائل یعنی بنو قریظہ اور بنو نضیر اور بنو قینقاع۔ اَوس اور خزرج کی آپس میں لڑائی تھی۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر اوس کے ساتھ اور بنو قینقاع خزرج کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ مدتوں کی لڑائی کے بعد ان میں یہ احساس پیدا ہو رہا تھا کہ ہمیں آپس میں صلح کر لینی چاہیے۔ آخر باہمی مشورے سے یہ قرار پایا کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول جو خزرج کا سردار تھا اسے سارا مدینہ اپنا بادشاہ تسلیم کر لے۔ یہودیوں کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اوس اور خزرج بائبل کی پیشگوئیاں سنتے رہتے تھے۔ جب یہودی اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کا حال بیان کرتے تو اس کے آخر میں یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک نبی جو موسیٰ کا مثیل ہو گا ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کا وقت قریب آ رہا ہے۔ جب وہ آئے گا ہم پھر ایک دفعہ دنیا پر غالب ہو جائیں گے۔ یہود کے دشمن تباہ کر دیے جائیں گے۔ جب ان حاجیوں سے مدینہ والوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو سنا آپؐ کی سچائی ان کے دلوں میں گھر کر گئی اور انہوں نے کہا یہ تو وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کی یہودی ہمیں خبر دیا کرتے تھے۔ پس بہت سے نوجوان‘‘ یہ سن کر ’’محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی سچائی سے متاثر ہوئے اور یہودیوں سے سنی ہوئی پیشگوئیاں ان کے ایمان لانے میں مؤید ہوئیں۔‘‘ مددگار ہو گئیں۔ ’’چنانچہ اگلے سال حج کے موقع پر پھر مدینہ کے لوگ آئے۔ بارہ آدمی اس دفعہ مدینہ سے یہ ارادہ کر کے چلے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ ان میں سے دس خزرج قبیلہ کے تھے اور دو اوس کے۔ منیٰ میں وہ آپ سے ملے اور انہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کیا کہ وہ سوائے خدا کے اَور کسی کی پرستش نہیں کریں گے۔ وہ چوری نہیں کریں گے۔ وہ بدکاری نہیں کریں گے۔ وہ اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔ وہ ایک دوسرے پر جھوٹے الزام نہیں لگائیں گے۔ نہ وہ خدا کے نبی کی دوسری نیک تعلیمات میں نافرمانی کریں گے۔

مدینہ سے آنے والے بارہ آدمیوں نے آپؐ کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کیا کہ وہ سوائے خدا کے اَور کسی کی پرستش نہیں کریں گے۔ وہ چوری نہیں کریں گے۔ وہ بدکاری نہیں کریں گے۔ وہ اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔ وہ ایک دوسرے پر جھوٹے الزام نہیں لگائیں گے۔ نہ وہ خدا کے نبی کی دوسری نیک تعلیمات میں نافرمانی کریں گے

یہ لوگ واپس گئے تو انہوں نے اپنی قوم میں اَور بھی زیادہ زور سے تبلیغ شروع کر دی۔ مدینہ کے گھروں میں سے بت نکال کر باہر پھینکے جانے لگے۔ بتوں کے آگے سر جھکانے والے لوگ اب گردنیں اٹھا کر چلنے لگے۔ خدا کے سوا اب لوگوں کے ماتھے کسی کے سامنے جھکنے کے لیے تیار نہ تھے۔ یہودی حیران تھے کہ صدیوں کی دوستی اور صدیوں کی تبلیغ سے جو تبدیلی وہ نہ پیدا کر سکے اسلام نے وہ تبدیلی چند دنوں میں پیدا کر دی۔ توحید کا وعظ مدینہ والوں کے دلوں میں گھر کرتا جاتا تھا۔ یکے بعد دیگرے لوگ آتے اور مسلمانوں سے کہتے ہمیں اپنا دین سکھاؤ لیکن مدینہ کے نَومسلم نہ تو خود اسلام کی تعلیم سے پوری طرح واقف تھے اور نہ ان کی تعداد اتنی تھی کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں کو اسلام کے متعلق تفصیل سے بتا سکیں۔ اس لیے انہوں نے مکہ میں ایک آدمی بھجوایا اور مبلغ کی

درخواست کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصعبؓ نامی ایک صحابی کو جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لیے بھجوایا۔ مُصعبؓ مکہ سے باہر پہلا اسلامی مبلغ تھا۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 214 تا 216)

ایک اَور جگہ اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ ''جب مدینہ والوں کو اسلام کی خبر ہوئی اور ایک حج کے موقعہ پر کچھ اہل مدینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپؐ کی صداقت کے قائل ہو گئے تو انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم سے ذکر کیا کہ جس رسول کی آمد کا مدینہ میں رہنے والے یہودی ذکر کیا کرتے تھے وہ مکہ میں پیدا ہو گیا ہے اس پر ان کے دلوں میں رسول کریمؐ کی طرف رغبت پیدا ہو گئی اور انہوں نے دوسرے حج پر ایک وفد بنا کر آپؐ کی طرف بھجوایا اس وفد نے جب آپؐ سے تبادلہ خیالات کیا تو آپؐ پر ایمان لے آیا اور آپؐ کی بیعت کر لی۔ چونکہ اس وقت مکہ میں آپؐ کی شدید مخالفت تھی یہ ملاقات ایک وادی میں مکہ والوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوئی اور وہیں بیعت بھی ہوئی۔ اس لیے اسے بیعت عقبہ کہتے ہیں۔'' عقبہ کا مطلب ہے کہ دشوار گزار گھاٹی یا پہاڑی، دشوار گزار پہاڑی راستہ۔ تو ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مدینہ کے مومنوں کی تنظیم کے لیے افسر مقرر کیا اور اسلام کی اشاعت کی تاکید کی اور ان کی امداد کے لیے اپنے ایک نوجوان صحابی مُصعَب ابن عمیر کو بھجوایا تا کہ وہ وہاں کے مسلمانوں کو دین سکھائیں...... یہ لوگ جاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعوت بھی دے گئے کہ اگر مکہ چھوڑنا پڑے تو آپؐ مدینہ تشریف لے چلیں۔ جب یہ لوگ واپس گئے تو تھوڑے ہی عرصہ میں مدینے کے لوگوں میں اسلام پھیل گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور صحابہ کو مدینہ بھجوا دیا جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے...اس کے بعد ہجرت کا حکم ملنے پر آپؐ خود وہاں تشریف لے گئے اور آپؐ کے جاتے ہی بہت تھوڑے عرصہ میں وہ سب اہل مدینہ جو مشرک تھے مسلمان ہو گئے۔''

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصعَبؓ... کو جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لیے بھجوایا۔ مُصعَبؓ مکہ سے باہر پہلا اسلامی مبلغ تھا

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 171) (فرہنگ سیرت صفحہ 203 ''عقبہ'' زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُصعَب بن عمیرؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ الجزء الثالث صفحہ ۸۸ مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت مُصعَب بن عمیرؓ غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ بدر اور احد میں مہاجرین کا بڑا جھنڈا حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا۔ غزوہ بدر میں مہاجرین کا بڑا جھنڈا حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۹ مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء)

پھر دوسری روایت اس طرح ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھی ہے کہ غزوۂ احد میں بھی مہاجرین کا جھنڈا حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا۔

''آپؐ نے لشکر اسلامی کی''، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلامی کی صف بندی کی اور مختلف دستوں کے جدا جدا امیر مقرر فرمائے۔ اس موقعہ پر آپؐ کو یہ اطلاع دی گئی کہ لشکر قریش کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں ہے۔ طلحہ اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو قریش کے مورث اعلیٰ قُصَیّ بن کِلاب کے قائم کردہ انتظام کے ماتحت جنگوں میں قریش کی علمبرداری کا حق رکھتا تھا۔ یہ معلوم کر کے'' جب یہ پتا لگا تو ''آپؐ نے فرمایا۔ ہم قومی وفاداری دکھانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ سے مہاجرین کا جھنڈا لے کر مُصعَب بن عمیرؓ کے سپرد فرما دیا جو اسی خاندان کے ایک فرد تھے جس سے طلحہ تعلق رکھتا تھا۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 488)

حضرت مُصعَب بن عمیرؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ غزوۂ احد کے روز حضرت مُصعَب بن عمیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لڑ رہے تھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابن قَمِئَہ نے شہید کیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۳۸۳، غزوۂ احد، مقتل مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار ابن حزم بیروت ۲۰۰۹ء)

تاریخ میں آتا ہے کہ غزوۂ احد کے علمبردار حضرت مُصعَب بن عمیرؓ نے جھنڈے کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا۔ غزوۂ احد کے روز حضرت مُصعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے کہ ابن قَمِئَہ نے جو گھوڑے پر سوار تھا حملہ آور ہو کر حضرت مُصعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائیں بازو پر جس سے آپؓ نے جھنڈا تھام رکھا تھا تلوار سے وار کیا اور اسے کاٹ دیا۔ اس پر حضرت مُصعَبؓ یہ آیت تلاوت کرنے لگے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اور جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ ابن قَمِئَہ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ ڈالا تو آپؓ نے دونوں بازوؤں سے اسلامی جھنڈے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد ابن قَمِئَہ نے تیسری مرتبہ نیزے سے حملہ کیا اور حضرت مُصعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے میں گاڑ دیا۔ نیزہ ٹوٹ گیا۔ حضرت مُصعَبؓ گر پڑے۔ اس پر بنو عبدالدار میں سے دو آدمی سُوَیبِط بن سعد بن حَرْمَلَہ اور ابورُوم بن عُمیر آگے بڑھے اور جھنڈے کو ابورُوم بن عُمیر نے تھام لیا اور وہ انہی کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ مسلمان واپس ہوئے اور مدینہ میں داخل ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۹ مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء)

شہادت کے وقت حضرت مُصعَبؓ کی عمر چالیس سال یا اس سے کچھ زائد تھی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ ۱۷۶ مُصْعَب بن عُمیر دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۳ء)

اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت خاتم النبیینؐ میں اس طرح لکھا ہے کہ ''قریش کے لشکر نے قریباً چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے ہر آن دباتا چلا آتا تھا اس پر بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبداللہ بن قَمِئَہ نے مسلمانوں کے علمبردار مُصعَب بن عمیرؓ پر حملہ کیا اور اپنی تلوار کے وار سے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ گرایا۔ مُصعَبؓ نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا اور ابن قَمِئَہ کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے مگر اس نے دوسرے وار میں ان کا دوسرا ہاتھ بھی قلم کر دیا۔ اس پر مُصعَبؓ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر گرتے ہوئے اسلامی جھنڈے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسے چھاتی سے چمٹا لیا۔ جس پر ابن قَمِئَہ نے ان پر تیسرا وار کیا اور اب کی دفعہ مُصعَبؓ شہید ہو کر گر گئے۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا مگر چونکہ مُصعَبؓ کا ڈیل ڈول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا ابن قَمِئَہ نے سمجھا کہ مَیں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی طرف سے یہ تجویز محض شرارت اور دھوکا دہی کے خیال سے ہو۔ بہرحال اس نے مُصعَبؓ کے شہید ہو کر گرنے پر شور مچا دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہو گئی۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 493)

جنگ احد میں مسلمانوں کا جو حوصلہ تھا اس کے پست ہونے کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہوئی تھی لیکن بہرحال بعد میں اکٹھے بھی ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت مُصعَبؓ کی نعش کے پاس پہنچے تو ان کی نعش چہرے کے بل پڑی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:24) کہ مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز اپنے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْهَدُ أَنَّكُمُ الشُّهَدَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ کہ خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بھی اللہ کے ہاں شہداء ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کی زیارت کر لو اور ان پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ حضرت مُصعَبؓ کے بھائی حضرت ابورُوم بن عُمیر حضرت سُوَیبِط بن سعد اور حضرت عامر بن ربیعہ نے حضرت مُصعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں اتارا۔

> غزوۂ احد کے علمبردار حضرت مُصعَب بن عمیرؓ نے جھنڈے کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۹-۹۰ مُصْعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

''احد کے شہداء میں ایک صاحب مُصعَب بن عمیرؓ تھے۔ یہ وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو مدینہ میں اسلام کے مبلغ بن کر آئے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مُصعَبؓ مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور بانکے سمجھے جاتے تھے اور بڑے ناز و نعمت میں رہتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کی حالت بالکل بدل گئی۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ان کے بدن پر ایک کپڑا دیکھا جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

آپؐ کو ان کا وہ پہلا زمانہ یاد آ گیا تو آپؐ چشم پُرآب ہو گئے۔ احد میں جب مُصعبؓ شہید ہوئے تو ان کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ جس سے ان کے بدن کو چھپایا جا سکتا۔ پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا اور سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سر کو کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 501)

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے افطار کے وقت کھانا لایا گیا اور وہ روزے سے تھے۔ کہنے لگے کہ مُصعَب بن عمیرؓ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ ایک ہی چادر میں کفنائے گئے۔ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے۔ اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی کہا کہ حمزہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ان کے بعد وہ کہنے لگے ہمیں دنیا کی وہ کشائش ہوئی جو ہوئی یا یوں کہا کہ ہمیں دنیا سے وہ کچھ دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی ہی نہ مل گیا ہو۔ پھر وہ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا لم یوجد الا ثوب واحد حدیث ۱۲۷۵)

اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت اور اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کا سلوک ان کے سامنے آ گیا جس کی وجہ سے وہ جذباتی ہو گئے کہ ایسی کشائش ہمیں مل گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہیں بدلہ نہ دے دیا ہو یہ نہ ہو کہ وہاں جا کے ہمیں کچھ نہ ملے۔

حضرت خَبَّاب بن اَرَتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وطن چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی ہم چاہتے تھے اور ہمارا بدلہ اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ ہم میں سے ایسے بھی ہیں جو مر گئے اور انہوں نے اپنے بدلے سے کچھ نہیں کھایا۔ انہی میں سے حضرت مُصعَب بن عمیرؓ بھی ہیں اور ہم میں ایسے بھی ہیں جن کا میوہ پک گیا اور وہ اس میوے کو چن رہے ہیں۔ حضرت مُصعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد کے دن شہید ہوئے اور ہمیں صرف ایک ہی چادر ملی جس سے ہم ان کو کفناتے۔ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا۔ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا لم یجد کفنا الا ما یواری راسہ ...... حدیث ۱۲۷۶)

ترمذی کی ایک روایت ہے حضرت علی بن ابوطالبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نجیب رفیق عنایت فرمائے ہیں یا فرمایا کہ نقباء عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ عطا کیے گئے ہیں تو ہم نے عرض کیا وہ کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں اور میرے دونوں بیٹے، جعفر اور حمزہ، ابوبکر، عمر، مُصعَب بن عُمیر، بلال، سلمان، مقداد، ابوذر، عمّار اور عبداللہ بن مسعود۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۷۸۵)

حضرت عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد کہا کرتے تھے کہ حضرت مُصعَب بن عمیرؓ جب ایمان لائے اس وقت سے غزوۂ احد میں شہید ہونے تک میرے دوست اور ساتھی رہے۔ وہ ہمارے ساتھ دونوں ہجرتوں میں حبشہ گئے۔ مہاجرین میں وہ میرے رفیق تھے۔ میں نے ایسا آدمی کبھی نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ خوش اخلاق ہو اور ان سے کم جس سے اختلاف ہو۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۸۲ مُصعَب بن عُمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احد کے بعد مدینہ لوٹے تو آپؐ کو حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کی بیوی حضرت حَمْنَہ بنت جَحْش ملیں۔ لوگوں نے انہیں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر لوگوں نے انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہ کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر لوگوں نے انہیں ان کے خاوند حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔ اس پر وہ رونے لگیں اور بے چین ہو گئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے اس کے خاوند کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہوتا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۳۹۶، غزوہ احد مطبوعہ دار ابن حزم بیروت ۲۰۰۹ء)

ایک دوسری روایت میں حضرت حَمْنَہ بنت جحش کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ تمہارا بھائی شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے کہا اللہ اس پر رحم کرے اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ لوگوں نے کہا تمہارے خاوند بھی شہید کر دیے گئے ہیں وہ کہنے لگیں ہائے افسوس! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو خاوند سے ایسا تعلق ہے جو کسی اَور سے نہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت حدیث 1590)

یہ واقعہ ایک خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے انداز میں بھی بیان فرمایا ہے جس میں حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کی شہادت کا واقعہ اور ان کی شہادت پر ان کی بیوی کے جو جذبات تھے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اس طرح آپؒ فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ یا صحابیات جن کے اقرباء کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی ان کو ٹھہر ٹھہر کر اس انداز میں خبر دیتے کہ صدمہ یکلخت دل کو مغلوب نہ کر لے۔ چنانچہ جس وقت حضور کی خدمت میں حضرت عبداللہ کی بہن حمنہ بنت جحش حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا اے حمنہ! تو صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کس کے ثواب کی؟ آپؐ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہ کی۔ تب حضرت حمنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ غَفَرَ لَہٗ وَرَحِمَہٗ هَنِيْئًا لَهُ الشَّهَادَةُ۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ اس نے عرض کی کہ یہ کس کے ثواب کی۔ آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی عبداللہ کی۔ اس پر حمنہ نے پھر یہی کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن غَفَرَ لَہٗ وَرَحِمَہٗ هَنِيْئًا لَهُ الشَّهَادَةُ۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا حضور یہ کس کے لیے؟ فرمایا مُصعَب بن عمیرؓ کے لیے۔ اس پر حمنہ نے کہا ہائے افسوس! یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واقعی شوہر کا بیوی پر بڑا حق ہے کہ کسی اَور کا نہیں۔ اس سے پوچھا مگر تو نے ایسا کلمہ کیوں کہا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے اس کے بچوں کی یتیمی یاد آ گئی تھی جس سے میں پریشان ہو گئی اور پریشانی کی حالت میں یہ کلمہ میرے منہ سے نکل گیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصعَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے حق میں یہ دعا کی کہ اے اللہ! ان کے سرپرست اور بزرگ ان پر شفقت اور مہربانی کریں اور ان کے ساتھ سلوک سے پیش آویں۔

(ماخوذ از خطابات طاہر قبل از خلافت صفحہ 363)

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ اچھا سلوک رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ یہاں حضرت مُصعَبؓ کا ذکر ختم ہوا۔ ان شاء اللہ آئندہ اگلے صحابی کا ذکر ہو گا۔

آج کل جو کورونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اب میں چند باتیں اس کے بارے میں بھی کہہ کر احباب کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ جیسا کہ حکومتوں اور محکموں کی طرف سے حکومتوں کے اعلان ہو رہے ہیں۔ ان احتیاطی تدابیر پر ہمیں، سب کو عمل کرنا چاہیے۔ بعض ہومیوپیتھی دوائیاں بہت شروع میں مَیں نے ہومیوپیتھ سے مشورہ کر کے بتائی تھیں جو حفظِ ماتقدم کے طور پر بھی ہیں اور بعض علاج کے طور پر بھی۔ ان کو استعمال کرنا چاہیے۔ یہ ایک ممکنہ علاج ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سو فیصد علاج ہے یا اس وائرس کا ہومیوپیتھک کو پتا ہے۔ یہ ایسی وائرس ہے جس کا کوئی علم نہیں لیکن اس کے قریب ترین اس قسم کی بیماری کا جو ممکنہ علاج ہو سکتا تھا اس کے مطابق یہ دوائیاں تجویز کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں شفا بھی رکھے۔ اس لیے استعمال کرنا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی احتیاطی تدابیر بھی ضروری ہیں جیسا کہ اعلان ہو رہے ہیں۔

> مسجد کے بھی کچھ حقوق ہیں اور یہ مسجد کا حق ہے کہ وہاں کوئی ایسا شخص نہ آئے جس سے دوسرے متاثر ہو سکتے ہیں

اس بارے میں یہ بھی ضروری ہے کہ مجمعے سے بچیں۔ مسجد میں آنے والوں کو بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ اگر ہلکا سا بھی بخار ہے، جسم ٹوٹ رہا ہے یا چھینکیں نزلہ وغیرہ ہے تو پھر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔ مسجد کے بھی کچھ حقوق ہیں اور یہ مسجد کا حق ہے کہ وہاں کوئی ایسا شخص نہ آئے جس سے دوسرے متاثر ہو سکتے ہوں۔ کسی بھی لگنے والی بیماری کا مریض جو ہے اس کو مسجد میں آنے سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ ویسے تو عمومی طور پر بھی اور آج کل خاص طور پہ چھینک لیتے وقت بھی ہر ایک کو چاہیے کہ چھینک لیتے وقت منہ پر ہاتھ رکھے یا منہ پر رومال رکھنا چاہیے۔ بعض نمازی بھی یہ شکایت کرتے ہیں کہ بعض لوگ ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے چھینکتے ہیں اور منہ کے سامنے نہ ہاتھ رکھتے، نہ رومال رکھتے ہیں اور پھر اتنی زور سے چھینک ہوتی ہے کہ اس کے چھینٹے ہم پر بھی پڑ جاتے ہیں تو یہ جو ساتھ کے نمازی ہیں ان کا بھی حق ہے اس لیے ہر ایک کو، نمازیوں کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور آج کل جیسا کہ میں نے کہا خاص طور پر اس کی احتیاط کی ضرورت ہے۔ آج کل جو ڈاکٹرز احتیاط بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرہ صاف رکھیں۔ ہاتھ اگر گندے ہیں تو چہرے پر ہاتھ نہ لگائیں اور ہاتھوں پر سینیٹائزر (sanitizer) لگا کر رکھیں یا دھوتے رہیں لیکن مسلمانوں کے لیے، ہمارے لیے اگر کوئی پانچ وقت کا نمازی ہے اور پانچ وقت باقاعدہ وضو بھی کر رہے ہیں، ناک میں پانی بھی چڑھا رہے ہیں اور اس سے ناک صاف ہو رہا ہے اور صحیح طرح وضو کیا جا رہا ہے تو یہ صفائی کا ایک

ایسا اعلیٰ معیار ہے جو سینیٹائزر کی کمی بھی پورا کر دیتا ہے۔ آج کل کیونکہ مارکیٹ سے سینیٹائزر بھی سنا ہے غائب ہو چکے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے پینک (panic) میں سب کچھ خرید لیا ہے، دکان کے شیلف خالی ہیں اور خاص طور پہ ایسی چیزیں جو اس کام کے لیے استعمال ہو سکتی ہیں۔ بہر حال جو وضو ہے اور اگر صحیح طرح وضو کیا جائے تو ظاہری صفائی بھی ہے اور انسان جب وضو کرے گا اور پھر نماز بھی پڑھے گا تو یہ ایک روحانی صفائی کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور پھر آج کل تو خاص طور پر دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے اس طرف ہمیں خاص توجہ دینی چاہیے۔ مسجدوں کے حق کے بارے میں مَیں نے ذکر کیا تو یہ بھی ذکر کر دوں کہ خاص طور پر سردیوں میں بھی اور عام بھی مسجد میں آنے والوں کو جو جرابیں پہن کے آتے ہیں جرابیں بھی روزانہ تبدیل کرنی چاہئیں اور دھونی چاہئیں۔ اگر جرابوں میں سے، پیروں میں سے بو آ رہی ہو تو ساتھ کھڑے نمازیوں کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہے یا جو پیچھے نمازی ہے صف میں سجدہ کر رہا ہے اس کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہے۔ اس بارے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ حکم تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بو والی چیز مثلاً لہسن پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ آؤ۔

(سنن ابو داؤد کتاب الاطعمة باب فی اکل الثوم حدیث ۳۸۲۳)

بعض دفعہ ڈکار وغیرہ بھی آتے ہیں یا ویسے منہ سے بو آتی ہے اس کی وجہ سے دوسرے جو نمازی ہیں ان کی طبیعت پہ یہ گراں گزرتا ہے اور نمازیوں کے لیے اور مسجد کے ماحول کے لیے بھی یہ تکلیف دہ صورت حال ہو جاتی ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ مسجد میں آؤ تو خوشبو لگا کر آیا کرو۔ (صحیح البخاری کتاب الجمعة باب الدھن للجمعة حدیث ۸۸۳) بلکہ اتنی احتیاط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچا گوشت لے کر مسجد کے اندر سے بھی نہ گزرو۔ (سنن ابن ماجہ کتاب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد حدیث ۷۴۸) کجا یہ کہ انسان وہاں بیٹھا ہو۔ پس جسم کی صفائی اور فضا کی صفائی بھی ایک نمازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس طرف خاص توجہ دینی چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اس بہانے سے مسجد میں آنا چھوڑ دیں۔ اپنی ظاہری حالت کو دیکھ کر اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہیے اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال کو جانتا ہے اور اس لیے اگر کوئی بیماری ہے تو ڈاکٹر سے تسلی بھی کروا لیں کہ یہ کس قسم کی بیماری ہے لیکن ایک دو دن پرہیز کرنا بھی بہتر ہے۔

پھر یہ ہے کہ آج کل کہا جا رہا ہے مصافحوں سے پرہیز کرو۔ یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ کوئی پتا نہیں کس کے ہاتھ کس قسم کے ہیں۔ اس لحاظ سے گو مصافحوں سے تعلق بڑھتا ہے، محبت بڑھتی ہے لیکن آج کل اس بیماری کی وجہ سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اب دنیادار جو ہیں جو پہلے شور مچایا کرتے تھے وہ بھی مصافحے نہیں کرتے۔ عورتوں سے مصافحے نہیں کرتے۔ مردوں سے مصافحے نہیں کرتے۔ ان کے بھی لطیفے بننے لگ گئے ہیں۔ اب جرمنی کی چانسلر جو ہے اس سے اس کے وزیر نے مصافحے سے انکار کر دیا اور اس پر ایک لطیفہ بنا ہوا ہے۔ یہاں بھی ممبر پارلیمنٹ نے کہا کہ ہم جو یہ مصافحے کر رہے ہیں کورونا وائرس کی وجہ سے ہم اس سے بچ رہے ہیں اور یہ بڑا اچھا ہے کیونکہ ہماری تو روایت ہی یہ نہیں کہ مصافحے کریں۔ ہماری تو روایت یہ ہے کہ سلیوٹ کیا کرتے تھے یا سر پر سے ہیٹ اتار کے جھکا کرتے تھے۔ تو یہ رواج جو پڑ گیا ہے۔ پھر اس نے یہاں تک بھی یہ کہہ دیا کہ عورتوں کو ہم مصافحے کرتے ہیں بلکہ گلے مل کے kiss کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ بھی ہمیں پتا نہیں کہ عورت کو پسند بھی ہے کہ نہیں اور بلاوجہ ہم زبردستی یہ ساری حرکتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بات تو ماننے کو تیار نہیں تھے لیکن اس بیماری نے، اس وبا نے ان کو کم از کم اس طرف توجہ دلا دی ہے۔ اللہ کرے خدا تعالیٰ کی طرف بھی ان کی توجہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تو ان کو اختلاف تھا جب ہم کہتے تھے اور بڑے پیار سے کہتے تھے کہ اس طرح عورت مرد کا سلام کرنا، مصافحہ کرنا ہمیں منع ہے تو اس پر ان کے بڑے شور تھے لیکن اب سنا ہے اکثر محکموں میں اور مختلف جگہوں پہ بھی یہ لوگ انکار کرتے ہیں اور بڑے rude طریقے سے کرتے ہیں۔ ہم تو پھر پیار سے اور بڑی نرمی سے کہا کرتے تھے کہ یہ ہماری تعلیم ہے لیکن اب یہ کورونا وائرس کے ڈر سے اس حد تک محتاط ہو گئے ہیں کہ وہاں اخلاق کا بھی کوئی پاس نہیں ہے۔ بہر حال اس وبا نے اس لحاظ سے کچھ حد تک ان کی اصلاح کر دی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا اللہ کرے کہ یہ اصلاح اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس وبا نے اور کتنا پھیلنا ہے اور کس حد تک جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کیا تقدیر ہے لیکن اگر یہ بیماری خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد مختلف قسم کی وبائیں، امراض، زلزلے، طوفان بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بد اثرات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور ہر احمدی کو ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے اور اپنی روحانی حالت کو بھی بہتر کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور دنیا کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو توفیق دے کہ وہ بجائے دنیاداری میں زیادہ پڑنے کے اور خدا تعالیٰ کو بھولنے کے اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچاننے والے بھی ہوں۔

اگر صحیح طرح وضو کیا جائے تو ظاہری صفائی بھی ہے اور انسان جب وضو کرے گا اور پھر نماز بھی پڑھے گا تو یہ ایک روحانی صفائی کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور پھر آج کل تو خاص طور پر دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے اس طرف ہمیں خاص توجہ دینی چاہیے

اب اس کے بعد مَیں بعض جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ عزیزم تنزیل احمد بٹ کا ہے جو عقیل احمد بٹ صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ چھوٹا بچہ گیارہ سال کا تھا۔ ستائیس فروری 2020ء کو اس کی وفات ہوئی۔ وفات کیا ہے میرے نزدیک تو یہ شہادت ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ تنزیل احمد بٹ شاہدرہ کالونی دہلی گیٹ لاہور کو اس کی ہمسائی خاتون نے 27؍ فروری کو ظالمانہ طریقے سے قتل کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مولویوں کے فتووں نے وہاں پاکستان میں احمدیوں کو کسی بھی بہانے سے قتل کرنا بڑا آسان بنا دیا ہے۔ یہ قتل بھی اس کا نتیجہ ہے اور اس لحاظ سے مَیں تو اس عزیز کو شہداء میں شامل کرتا ہوں۔ وجہ جو بھی ہوئی لیکن اس کے پیچھے احمدیت کا جو ایک بغض ہے وہ بہر حال ہے اور معصوم بچہ تھا۔ اب تک جو رپورٹیں ملی ہیں اس کے مطابق اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔

اس وقوعے کی تفصیلات کے مطابق عزیزم تنزیل احمد بٹ کی والدہ نے مؤرخہ 27؍ فروری کو اسے ہمسایوں کے گھر سے اپنی چھوٹی بہن کی گڑیا لانے کے لیے بھجوایا جو وہ وہاں چھوڑ آئی تھی۔ حالانکہ اس گھر میں آنا جانا بھی تھا۔ کیا محرک ہوا اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک دن پہلے وہاں چھوڑ آئی تھی تو اس کو بھجوایا کہ جا کے اس کی گڑیا لے آؤ۔ کافی انتظار کے بعد جب وہ بچہ واپس نہ آیا تو والدہ خود ہمسائے کے گھر گئیں۔ پہلے تو ہمسایوں نے دروازہ نہیں کھولا اور کافی دیر کے بعد دروازہ کھولا تو بچے کے بارے میں پوچھنے پر ہمسائی نے بتایا کہ وہ گڑیا لے کر واپس چلا گیا ہے۔ اس پر عزیزم کی والدہ نے اپنے خاوند عقیل صاحب کو اطلاع دی۔ انہوں نے فوری طور پر جماعتی انتظامیہ کے ساتھ مل کر بچے کی تلاش شروع کی اور پولیس میں بھی رپورٹ درج کرا دی۔ پھر جب گلی کے سی سی ٹی وی کیمرے پر دیکھا گیا تو اس میں بچہ ہمسایوں کے گھر جاتا ہوا تو نظر آیا لیکن واپس نہیں نکلا۔ اس پر پولیس کی مدد سے گھر کی تلاشی لی گئی تو ایک ٹرنک میں سے بچے کی لاش برآمد ہوئی جس پر پولیس نے بتایا کہ ان کو قاتلہ عورت کے خاوند نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس کی بیوی نے بچے کو قتل کر کے لاش ٹرنک میں چھپا دی ہے۔ اس خاتون نے مالک مکان کے لڑکے کے ساتھ مل کر اس بچے کو قتل کیا تھا جس کا اب اس نے اعتراف بھی کر لیا ہے۔

عزیزم تنزیل احمد بٹ 20؍ نومبر 2009ء کو لاہور میں پیدا ہوا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کا فعال رکن تھا۔ جماعتی پروگرام میں باقاعدگی سے شامل ہوتا تھا۔ اپنی کلاس کے ذہین طلباء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ چوتھی کلاس کا، چہارم کا طالبعلم تھا۔ اور وفات کے بعد جب اس کا رزلٹ آیا تو 750 میں سے 729 نمبر لے کر کلاس میں یہ بچہ فرسٹ آیا تھا۔ عزیزم کی والدہ نے بتایا کہ تنزیل میرے بچوں میں سے سب سے زیادہ فرمانبردار تھا اور کوئی بھی کام کرنا ہو تو ہمیشہ پہلے مجھ سے اجازت لے کر کیا کرتا تھا۔ اگر کوئی ہمسایہ اور عہدیدار بھی اسے کوئی کام کہتا تو فوراً کام کرتا۔ کبھی انکار نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ قتل کرنے والی ہمسائی بھی اس سے بعض اوقات کام لیتی تھی اور یہ اس کی ہمیشہ فرمانبرداری کرتا تھا اور اس کے کام کرتا تھا۔ سکول کے اساتذہ اور جماعتی عہدیداران بچے سے بہت خوش تھے۔ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگرام باقاعدہ دیکھنے والا تھا خاص طور پر بچوں کے پروگرام اور خطبات سننے والا تھا۔ نماز کی ادائیگی کے لیے بڑی باقاعدگی سے مسجد جاتا تھا۔ اگر کبھی اس کے والد فیکٹری سے تھکے ہوئے واپس آتے اور مسجد جانے کے لیے ذرا سستی دکھاتے تو عزیزم ان کو زبردستی اصرار کر کے مسجد لے کے جایا کرتا تھا۔ عزیزم مرحوم نے پسماندگان میں اپنے والد عقیل احمد بٹ، والدہ نائلہ عقیل اور چار بہن بھائی یادگار چھوڑے ہیں۔ دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے پیار کی آغوش میں جگہ دے اور قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائے اور ماں باپ کو بھی صبر اور سکون عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ بریگیڈیئر بشیر احمد صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی کا ہے جو ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ 16 فروری کو راولپنڈی میں 87 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی

تھے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

بریگیڈیئر بشیر احمد صاحب 1931ء میں ضلع گجرات کے ایک انتہائی مخلص خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے خود بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے قادیان سے حاصل کی۔ بریگیڈیئر صاحب نے 1947ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1952ء میں پاکستان کی ملٹری اکیڈمی کے sixth long course میں پاک فوج میں کمیشن لیا۔ 1982ء میں فوج سے بحیثیت بریگیڈیئر ریٹائر ہوئے۔ پھر ایک لمبا عرصہ تک اسلام آباد کے پالیسی انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ کے طور پر ملک کی خدمت کی توفیق پائی۔ اس طرح آپ کو چھیاسٹھ سال تک ملک کی خدمت کی توفیق ملی۔

جماعتی خدمات بریگیڈیئر صاحب کی یہ ہیں کہ 2012ء میں ان کو مَیں نے جماعت راولپنڈی کا امیر مقرر کیا تھا اور 9؍فروری 2020ء تک ان کو بطور امیر راولپنڈی شہر اور ضلع خدمت کی توفیق ملی۔ 1979ء میں آپ کا تبادلہ راولپنڈی میں ہوا۔ سولہ سال تک نائب امیر اور سیکرٹری تعلیم جماعت احمدیہ راولپنڈی شہر اور ضلع کی خدمات کی توفیق ملی۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر اور مجلس شوریٰ کی متعدد کمیٹیوں کے ممبر رہے۔ بریگیڈیئر صاحب مرحوم بہت مخلص تھے۔ اخلاص کے ساتھ خدمت دین بجالاتے تھے۔ ملنسار، شفیق، خدمت خلق کرنے والے اور ضرورت مند کے کام دل جمعی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ خدمت دین کے معاملات میں بڑے بااصول اور وقت کے پابند تھے۔ خود بھی سرعت سے خدمات کرتے تھے اور اپنے رفقائے کار کو بھی اس کی تلقین کرتے اور دین کے کاموں میں بلکہ کسی کام میں بھی سستی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اپنی عاملہ کے ممبران کو جو کام تفویض کرتے، وقت آنے پر ان کا فالو اَپ (follow up) ضرور کرتے۔ بہت دعا گو، عبادت گزار اور خلافت سے محبت کرنے والے مخلص وجود تھے۔ آخر عمر تک آپ کی یادداشت بھی بڑی اچھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق تھے اور اپنے احمدی ہونے پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم اور حدیث نبویؐ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ آپ کے سرہانے موجود رہا کرتی تھیں۔ ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ غرباء اور ضرورت مندوں کی فراخ دلی اور خاموشی سے مالی اعانت کیا کرتے تھے۔ خصوصاً بیواؤں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بہت زیادہ فکرمند ہوتے تھے اور ہر وقت مدد کے لیے تیار رہتے تھے۔ اور اعانت بھی اتنی کرتے تھے کہ کئی افراد اور خاندان آپ کی مستقل مالی اعانت سے مستفیض ہو رہے تھے۔ ایک شخص نے یہ بھی لکھا کہ اس کی دکان جل گئی نقصان ہوا تو خاموشی سے ایک رقم مجھے دی اور کہا کہ کبھی بعد میں اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر گھر جا کے اس نے کھولا تو وہ رقم دو لاکھ روپیہ تھی اور جب کاروبار ٹھیک ہو گیا اور اس نے واپس کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا میں نے اس لیے دیا ہی نہیں تھا۔

طاہر محمود صاحب جو مربی سلسلہ ضلع راولپنڈی ہیں لکھتے ہیں کہ امیر صاحب انتہائی دھیمے مزاج کے مالک تھے۔ رحم دل، کم گو اور انتہائی دعا گو تھے۔ جمعے کے دن جمعے سے کافی پہلے ایوانِ توحید میں تشریف لے آتے اور انتہائی تضرّع اور ابتہال سے نوافل ادا کرتے۔ جلدی جلدی نماز ادا کرنے والوں کو قادیان کے صحابہ اور بزرگوں کے واقعات سناتے جہاں انہوں نے تربیت حاصل کی۔ ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھنے والوں پر خوشنودی کا اظہار کرتے۔ مسنون دعاؤں اور تسبیحات کی طرف توجہ دلاتے۔ خود بھی دعا کرنے والے اور لمبی نماز پڑھنے والے تھے اور لوگوں کو نماز کی طرف خاص توجہ دلانے والے تھے۔ ضرورت مندوں، دوستوں کی مدد کرنے والے تو ہر ایک نے لکھا ہے۔ اگر کوئی شکریہ بھی ادا کرتا تو اس سے بھی منع کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے تو عشق تھا اور ان کتب کے معارف کا میٹنگ میں ذکر کیا کرتے تھے۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر بھی تھے۔ ناصر شمس صاحب جو وہاں فضل عمر فاؤنڈیشن کے سیکرٹری ہیں وہ لکھتے ہیں کہ 2011ء کے اوائل سے 2019ء کے آخر تک فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر رہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے تمام اجلاسات میں باوجود پیرانہ سالی اور کمزوریٔ صحت کے بڑی باقاعدگی سے شامل ہوتے۔ آپ کی دعا اور صائب مشوروں سے بھرپور رہنمائی ایک دہائی تک ہمیں میسر رہی۔ مرحوم بے حد مخلص، تقویٰ شعار اور خلافت کے ساتھ سچے وفادار خادم سلسلہ تھے۔ ایک خاص خوبی جس کا کہتے ہیں میں نے خود مشاہدہ کیا وہ تعلق باللہ اور بہت خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ ڈاکٹر حمید الدین صاحب ابن محمد دین صاحب کا ہے جو 121 ج ب گوکھووال، فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔ 29؍فروری 2020ء کو ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد محترم محمد الدین صاحب اور دادا محترم فتح الدین صاحب آف ہرسیاں ضلع گورداسپور کے اکٹھے بیعت کرنے سے آئی تھی جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں بیعت کی تھی۔ مرحوم کی پیدائش قادیان میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کے حقیقی چچا حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ عیسائیت کے وہ مشہور عالم تھے اور لمبا عرصہ تک مدرسہ احمدیہ قادیان کے استاد بھی رہے۔ تقسیم ہند کے بعد مرحوم کا خاندان فیصل آباد آ کے آباد ہو گیا۔ پیشے کے لحاظ سے ڈسپنسر تھے اور اس حوالے سے ان کو پورے علاقے میں انسانیت کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ضرورت مندوں کا مفت علاج کیا کرتے تھے۔ بڑے سادہ مزاج، متقی، بچپن سے نماز روزوں کے پابند تھے۔ شعائر اللہ کا احترام کرنے والے تھے۔ خلافت سے محبت کرنے والے نہایت شفیق، متوکل علی اللہ، ایک ایمان دار اور دیانت دار انسان تھے اور کبھی کسی کو کسی بات کا انکار نہیں کرتے تھے۔ ایک خیر خواہ اور سب کی مدد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جماعت کے مختلف عہدوں پر انہوں نے خدمت کی بھی توفیق پائی۔ ان کے ایک بیٹے کریم الدین شمس صاحب مربی سلسلہ آج کل تنزانیہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں جو کہ میدانِ عمل میں مصروف ہونے کی وجہ سے آپ کے جنازے میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔ آپ کے داماد مربی سلسلہ اور ایک داماد معلم سلسلہ ہیں۔ ایک نواسہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں درجہ شاہد کا طالب علم ہے۔ اسی طرح کئی پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں وقفِ نَو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی نسلوں میں بھی ان کو وفا کے ساتھ اپنی بیعت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا نمازوں کے بعد جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

☆...☆...☆

اے مسیحا، تیرا آنا زندگی آنے کا نام

اے مسیحا، تیرا آنا زندگی آنے کا نام
سایہ سایہ اک پرچم دل پہ لہرانے کا نام

عشق، نازِ حسن پر دیوانہ ہو جانے کا نام
حسن، اپنے آئینے میں ناز فرمانے کا نام

ایک ساقی ہے کہ اُس کی آنکھ ہے میخانہ خیز
دم بہ دم ایک تازہ دم الہام پیمانے کا نام

ہر گھڑی نشوں میں نہلائے جہاں ابرِ شراب
اس کی محفل خواب جیسے ایک میخانے کا نام

حجرۂ درویش کے موسم سے یہ دل پر کھلا
زندگی ہے زندگی پر رنگ برسانے کا نام

لاکھ فریادی رہے دیوارِ گریہ پر ہجوم
جانے والا اب نہ لے گا لوٹ کر آنے کا نام

جس پہ اترا وہ مسیحا دل منارہ دل دمشق
استعارے پھول میں خوشبو کو سمجھانے کا نام

سب نے رشک خاص سے بھیجے اسے کیا کیا سلام
جب بھی آیا اس کے دیوانوں میں دیوانے کا نام

اس کی آنکھیں ہیں شبِ تاریکِ وعدہ کا چراغ
اس کا چہرہ رات میں اک دن نکل آنے کا نام

وہ اندھیروں میں عجب اک روشنی کا خواب ہے
وہ اجالوں میں چراغِ نور لہرانے کا نام

جب سے وہ آیا ہے دل کی اور دنیا ہو گئی
ورنہ پہلے دل تھا گویا ایک ویرانے کا نام

کیوں نہ وہ قامت قیامت ہو کہ ہے اس کا وجود
رات کے جانے کا نام اک صبح کے آنے کا نام

(عبید اللہ علیمؔ)



ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہو گا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔

(جواہر الاسرار صفحہ 43 قلمی نسخہ از علی حمزہ بن علی شمارہ خطی کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رُخ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ جب کسی قوم میں بدکاری ظاہر ہو حتیٰ کہ اعلانیہ ہو جائے تو ان میں طاعون اور اس طرح کی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے بزرگوں میں نہیں تھیں جو کہ گزر گئے ہیں۔

(ابنِ ماجہ، جلد 5 باب العقوبات حدیث نمبر 4019 مطبوعہ مکتبہ دار السلام 2007ء)



امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات

مورخہ 09/ تا 19/ مارچ 2020ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات میں سے چند ایک کی جھلک ہدیہ قارئین ہے:

☆...**10/ مارچ بروز منگل:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج بیت الفتوح کمپلیکس (مورڈن) میں زیرِ تعمیر خوبصورت عمارت کا تفصیلی معائنہ فرمایا اور ہدایات سے نوازا۔ نیز عمارت پر کام کرنے والی تعمیراتی کمپنیوں کے ماہرین کی حضورِ انور سے ملاقات ہوئی۔ (اس معائنہ کی تفصیلی رپورٹ گذشتہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔)

☆...**12/ مارچ بروز جمعرات:** حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج نمازِ ظہر سے قبل مسجد مبارک کے باہر تشریف لا کر مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم شیخ عمر فاروق صاحب۔ لندن) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔ حضورِ انور نے جنازہ حاضر کے ساتھ 08/ مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

☆...**13/ مارچ بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج مسجد مبارک، اسلام آباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں بدری صحابیٔ رسولؐ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا ایمان افروز تذکرہ فرمایا۔ نیز کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور دعاؤں کی طرف توجہ دینے کی تلقین فرمائی۔

☆...**14/ مارچ بروز ہفتہ:** حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج نمازِ ظہر سے قبل مسجد مبارک کے باہر تشریف لا کر مکرم ندیم اختر اقبال صاحب (لیڈز۔ یوکے) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔ حضورِ انور نے جنازہ حاضر کے ساتھ 07/ مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

☆... آج نماز عصر کے بعد ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی باسکٹ بال ٹیم جرمنی اور ٹیم یوکے نے اپنے پیارے امام کے ساتھ گروپ فوٹو بنوانے کا اعزاز پایا۔

☆...**15/ مارچ بروز اتوار:** حضورِ انور نے نمازِ عصر



امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اور یوکے کی باسکٹ بال ٹیمز کے ممبران

پڑھانے کے بعد درج ذیل 05/ نکاحوں کا اعلان فرمایا اور ان کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کرائی:

☆...عزیزہ خولہ طاہر (واقفۂ نو) بنت مکرم طاہر احمد صاحب (جرمنی) ہمراہ مکرم فرخ رحمان طاہر صاحب (متعلم جامعہ احمدیہ کینیڈا) ابن مکرم محمد حاذق رفیق طاہر صاحب (اسیر راہ مولیٰ۔ ساہیوال)

☆... عزیزہ مریم صدیقہ (واقفۂ نو) بنت مکرم شبیر احمد چیمہ صاحب (مانچسٹر۔ یوکے) ہمراہ مکرم رضی اللہ نعمان قدرت صاحب (متعلم جامعہ احمدیہ کینیڈا) ابن مکرم قدرت اللہ نعمان صاحب

☆... عزیزہ تمثیلہ کریم (واقفۂ نو) بنت مکرم عبد الکریم صاحب (لندن) ہمراہ مکرم قاصد احمد راجہ صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم مبارک احمد راجہ صاحب (لندن)

☆... عزیزہ شمائلہ وحید بنت مکرم عبد الوحید صاحب (لندن) ہمراہ مکرم ودود ناصر صاحب ابن مکرم مسعود احمد ناصر صاحب (لندن)

☆... عزیزہ ماہین مشہود بنت مکرم ملک مشہود احمد خان صاحب (لندن) ہمراہ مکرم محمد فرحان سلیم صاحب ابن مکرم ملک محمد سلیم لطیف صاحب (لندن)

☆...**17/ مارچ بروز منگل:** حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج بعد نمازِ عصر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں جاری مختلف تعمیراتی کاموں کا معائنہ فرمایا اور ہدایات سے نوازا۔

آدھ گھنٹے سے زائد جاری رہنے والے اس راؤنڈ کے دوران حضور پُر نور نے نصرت بلاک (لجنہ ہال)، کچن مسرور ہال، گیسٹ ہاؤس و دیگر جگہوں کا معائنہ فرمایا نیز مکرم ضیاء الحق بٹ صاحب کو الاٹ شدہ cabin میں رونق افروز ہو کر اسے برکت بخشی۔

☆...**19/ مارچ بروز جمعرات:** حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج نمازِ ظہر سے قبل مسجد مبارک کے باہر تشریف لا کر مکرم شیخ لطیف احمد صاحب (نارتھ ہیمٹن۔ یوکے) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔ حضورِ انور نے جنازہ حاضر کے ساتھ 10/ مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

ملاقات حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضورِ انور نے مورخہ 09/ تا 15/ مارچ 2020ء کے دوران چار روز دفتری اور چھ روز ذاتی ملاقاتیں فرمائیں۔ متعدد افسرانِ صیغہ جات، مربیانِ سلسلہ اور دیگر احباب نے حضورِ انور سے اپنی دفتری ملاقاتوں میں ہدایات اور رہنمائی حاصل کی۔

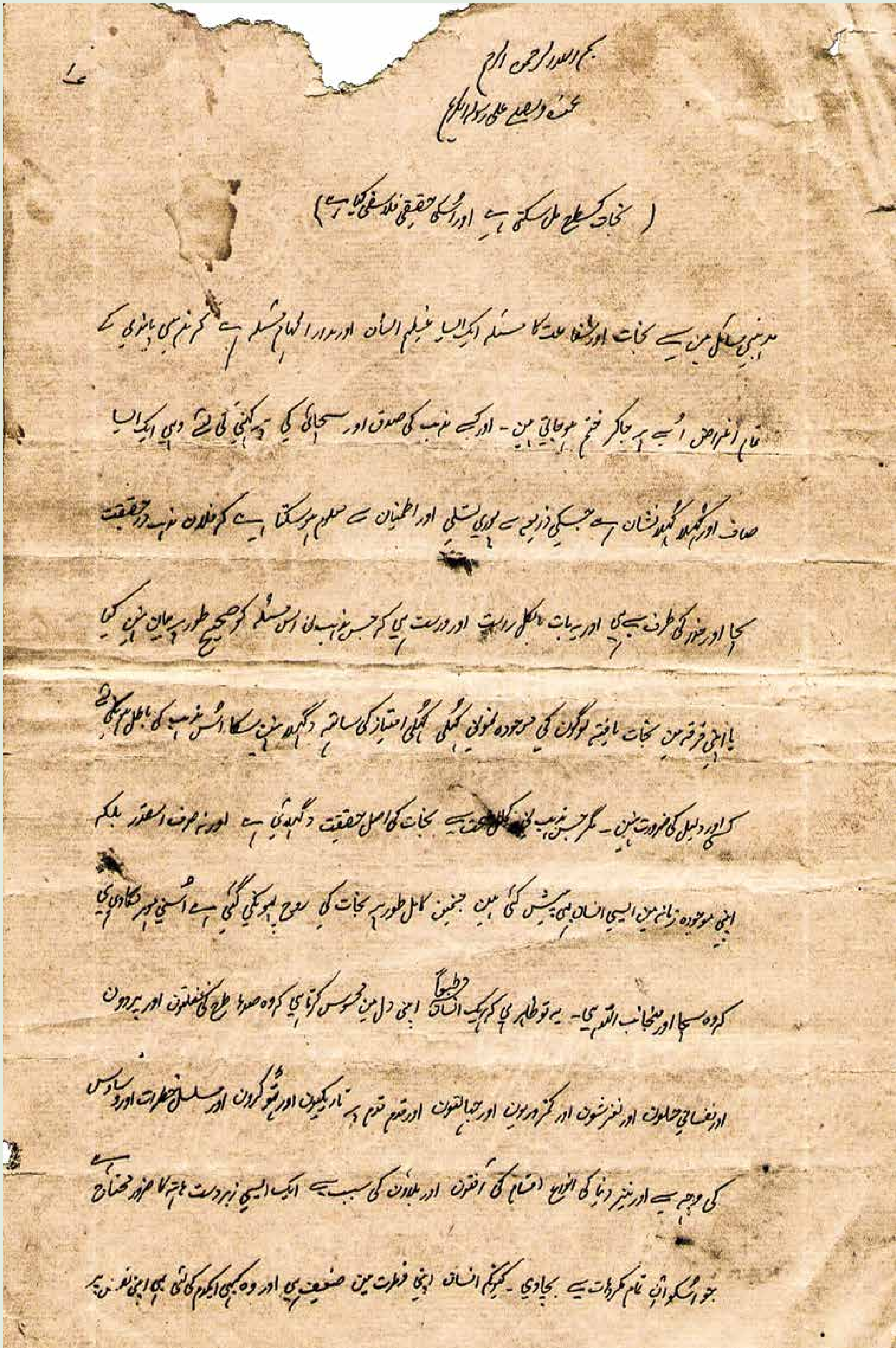
ان ایّام میں 77/ فیملیز اور 72/ احباب نے انفرادی طور پر حضورِ انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ اس لحاظ سے ذاتی ملاقاتوں کی کل تعداد 149/ تھی۔ اپنے آقا سے ملاقات کے لیے حاضر ہونے والے ان احبابِ جماعت کا تعلق درج ذیل 11/ ممالک سے تھا: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جرمنی، سویڈن، فرانس، ماریشس، پاکستان، یوکے اور دو عرب ممالک۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ

وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

☆...☆...☆

نمونہ تحریر حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

(نجات کس طرح مل سکتی ہے اور اُسکی حقیقی فلاسفی کیا ہے)

مذہبی مسائل میں سے نجات اور شفاعت کا مسئلہ ایسا ہی عصمت انبیاء علیہم السلام اور ایسا ہی الہام کا مسئلہ ہے کہ ہر ایک مذہب کی پابندی کے
تمام اغراض اُسی پر جاکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اور کسی مذہب کی صدق اور سچائی کی یہ کھلی کھلی نشانی ہے وہی ایک ایسا
صاف اور کھلا کھلا نشان ہے جسکے ذریعہ سے پوری تسلی اور اطمینان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں مذہب درحقیقت
سچا اور خدا کی طرف سے ہے اور یہ بات بالکل راست اور درست ہے کہ جس مذہب نے اس مسئلہ کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا
یا اپنی فرقہ میں نجات یافتہ لوگوں کی موجودہ نمونے کھلی کھلی امتیاز کی ساتھ دکھلا نہیں سکا اُس مذہب کا باطل ہونا ثابت ہے
کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ مگر جس مذہب نے کامل طور سے نجات کی اصل حقیقت دکھلائی ہے اور نہ صرف اسقدر بلکہ
اپنے موجودہ زمانہ میں ایسے انسان بھی پیش کئے ہیں جنہیں کامل طور پر نجات کی روح پھونکی گئی ہے اُسی پر مہر لگا دی ہے
کہ وہ سچا اور منجانب اللہ ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان طبعاً اپنے دل میں محسوس کرتا ہے کہ وہ صدہا طرح کی غفلتوں اور بیرونی
اور نفسانی جذبوں اور لغزشوں اور کمزوریوں اور جہالتوں اور قدم قدم پر تاریکیوں اور ٹھوکروں اور مسلسل خطرات اور وساوس
کی وجہ سے اور نیز دنیا کی انواع اقسام کی آفتوں اور بلاؤں کی سبب سے ایک ایسے زبردست ہاتھ کا ضرور محتاج ہے
جو اُسکو اُن تمام مکروہات سے بچاوے۔ کیونکہ انسان اپنی فطرت میں ضعیف ہے اور وہ کبھی ایکدم کا ٹھیک بھی اپنے نفس پر

یہ تحریر حضرت سلطان القلم مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرمعارف اور معرکہ آراء مضمون عصمت انبیاء علیہم السلام۔ ''نجات کس طرح مل سکتی ہے اور اس کی حقیقی فلاسفی کیا ہے؟'' کے اصل مسودہ کا عکس ہے۔ یہ مضمون ریویو آف ریلیجنز کے اردو شمارہ مئی 1902ء میں شائع ہوا تھا اور اب روحانی خزائن کی جلد 18 ایڈیشن 2008ء کی زینت ہے۔

صداقتِ احمدیت

از: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

(قسط نمبر 04)

حیاتِ مسیحؑ سے خدا اور رسولؐ پر الزام

اس سے خدا تعالیٰ پر الزام آتا ہے کہ جب محمد ﷺ پیار اور محبت میں سب سے بڑھ گئے تھے تو کیوں خدا تعالیٰ نے ان سے سب سے زیادہ پیار اور محبت ظاہر نہ کی اور ان کے مقابلہ میں کیوں حضرت عیسیٰؑ سے اپنی محبت اور پیار کا زیادہ ثبوت دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جب محمد ﷺ پیار میں سب سے بڑھ گئے تھے تو خدا تعالیٰ بھی انہیں کے ساتھ اپنی زیادہ محبت کا ثبوت دیتا اور مشکلات کے وقت انہیں آسمان پر اٹھالیتا۔ صحابہؓ کے دل میں آنی کے طور پر یہ بات آئی بھی ہے کہ یہ انسان ایسا نہیں ہے کہ زمین پر وفات پائے۔ چنانچہ جب رسول کریم ﷺ نے وفات پائی تو حضرت عمرؓ جیسا جلیل القدر صحابی تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ جس نے یہ کہا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے میں اس کی گردن اڑا دوں گا وہ تو آسمان پر گئے ہیں اور پھر آئیں گے۔ اس وقت اس کے خلاف کہنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور سب خاموش ہو گئے کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آئے اور سیدھے اندر چلے گئے۔ جب جا کر دیکھا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو باہر گئے اور لوگوں کو بلا کر کہا سنو وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ (آل عمران:145) کہ محمد نہیں تھے مگر اللہ کے رسول آپ سے پہلے رسول فوت ہو گئے۔ اگر آپ بھی فوت ہو گئے تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ یہ رسول ہی تو ہیں خدا نہیں۔ اگر خدا ہوتے تو ہمیشہ زندہ رہتے۔ پھر انہوں نے کہا کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، (بخاری کتاب المناقب باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا) جو محمدؐ کی عبادت کرتا ہے وہ دیکھ لے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ سن لے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرتا۔

اس طرح انہوں نے بتایا کہ جو یہ کہتا ہے کہ رسول کریم ﷺ فوت نہیں ہوئے وہ گویا آپ کو خدا سمجھتا ہے کیونکہ خدا ہی ایک ایسی ہستی ہے جس پر موت نہیں آ سکتی۔ رسول تو پہلے بھی فوت ہو گئے ہیں اور یہ بھی فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ واقع میں رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور یہ بات میرے ذہن میں آنی تھی کہ میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس وقت پھر حضرت حسانؓ مرثیہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

(دیوان حسان بن ثابت صفحہ 94 مطبوعہ بیروت 1966ء)

ہمارا تو سب کچھ محمد ﷺ ہی تھا جب وہ فوت ہو گیا تو ہمیں کیا کوئی مرے یا جئے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی افضلیت اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ سے پہلے کوئی رسول زندہ نہیں رہا۔ ورنہ ایک سچا مومن کس طرح یہ برداشت کر سکتا ہے کہ محمد ﷺ تو زمین میں مدفون ہوں اور حضرت عیسیٰؑ اس وقت تک زندہ آسمان پر بیٹھے ہوں۔ طبعی عمر کے متعلق تو ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی نبی کو زیادہ دے دے اور کسی کو کم مگر طبعی طور پر ایک نبی کو زندہ بٹھائے رکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو چونکہ اس نبی کی زیادہ ضرورت تھی۔ اس لئے اس کو زندہ رکھا ہے اور دوسرے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے اسے وفات دے دی۔ اس سے رسول کریم ﷺ کی شان پر اتنا بڑا حملہ ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اس کو ٹھنڈے دل سے برداشت نہیں کر سکتا۔

عام لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ رکھنے پر قادر نہیں ہم کہتے ہیں قادر ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کی کوئی قدرت ظاہر کس طرح ہوتی ہے۔ اس کی قدرت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی افضلیت ظاہر کرے پھر اس کے خلاف کس طرح ہو سکتا ہے۔ لیکن مَیں کہتا ہوں خدا تعالیٰ کا قانون قدرت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح سنبھال کر رکھنے کے خلاف ہے۔ دیکھو ایک غریب آدمی اپنے کپڑوں کو خواہ کتنے پرانے ہوں سنبھال کر رکھتا ہے تا کہ وہ پھر کام آئیں لیکن امیر اپنے پرانے کپڑے اور لوگوں کو دے دیتا ہے۔ اسی طرح غریب انسان ایک دفعہ کا پکا ہوا کھانا سنبھال کر رکھتا ہے کہ پھر کھا لوں گا۔ لیکن امیر ایسا نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب بھوک لگے گی اس وقت پھر تازہ پکوا لوں گا۔ اب حضرت عیسیٰؑ کو سنبھال کر رکھنے کا یہ مطلب ہوا کہ خدا سے اتفاقاً حضرت عیسیٰؑ ایک اعلیٰ درجہ کا نبی بن گئے تھے اور پھر وہ ایسا نبی نہیں بنا سکتا تھا اس لئے ان کو سنبھال کر زندہ آسمان پر رکھ دیا کہ جب دنیا میں فتنہ و فساد پھیلے گا تو ان کو بھیج دوں گا۔ پہلے تو میں نے بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ ماننے میں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے اب اس سے ظاہر ہے کہ ان کو زندہ ماننے والے خدا تعالیٰ کی ہتک تک بھی پہنچ گئے۔ کسی نے کہا ہے۔ ع

زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ محمد ﷺ کی قوت قدسیہ ہی خود عیسیٰؑ کو پیدا کرے گی۔ آپؐ کا روحانی فیض اور آپؐ کی تعلیم ایسے آدمی کھڑے کرے گی جو آپ کی امت کی اصلاح کریں گے

عقیدہ حیات مسیحؑ کی ابتدا

اس طرح حضرت مسیحؑ کو زندہ مان کر خدا تعالیٰ پر حملہ کر دیا گیا۔ ہم کہتے ہیں کیا وہ خدا جس نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد محمد ﷺ جیسا عظیم الشان نبی پیدا کیا وہ پھر حضرت عیسیٰؑ جیسا نبی نہیں پیدا کر سکتا تھا؟ ضرور پیدا کر سکتا تھا پس اس کو ضرورت نہ تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ رکھ کر اپنی قدرت پر حرف آنے دیتا۔

غرض حضرت عیسیٰؑ کی حیات کا عقیدہ نہ صرف اسلام اور رسول کریم ﷺ کی ہتک کرنے والا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی ہتک کرنے والا ہے اور اس کی بنیاد اس وقت پڑی جبکہ مسلمانوں میں عیسائی شامل ہونے لگے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی یہ عقیدہ داخل ہو گیا۔ ورنہ کئی بڑے بڑے بزرگوں کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں۔ تو غلطی میں آ کر مسلمانوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا ورنہ مجھے خیال بھی نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جان بوجھ کر ایسا عقیدہ رکھتا۔ دراصل انہوں نے اس طرف خیال ہی نہیں کیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اگر انہیں علم ہوتا کہ اس سے رسول کریم ﷺ کی سخت ہتک ہوتی ہے تو وہ کبھی اسے اختیار نہ کرتے۔

معیار سچائی حضرت اقدسؑ

اس وقت ہم جس انسان کی صداقت پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ امت رسول کریم ﷺ کی اصلاح کے لئے آپؐ ہی کی امت سے کوئی انسان پیدا ہونا چاہئے کیونکہ دوسرے سے مدد مانگنے سے ہتک ہوا کرتی ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر رسول کریم ﷺ کی امت کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰؑ آئیں تو اس میں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے یا نہیں۔ کچھ عرصہ ہوا مَیں نے اخبار میں ایک مضمون پڑھا تھا جس کا مجھ پر بڑا اثر ہوا۔ عمان ایک پرانی ریاست ہے وہاں جب بغاوت ہوئی تو ہندوستان سے تار دیا گیا کہ اگر ضرورت ہو تو ہم مدد دیں۔ اس کے جواب میں سلطان نے کہا۔ جب تک ہم میں جان ہے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں۔ تو جب تک کسی میں طاقت ہوتی ہے اس وقت تک دوسرے سے کوئی مدد کی درخواست نہیں کرتا اور نہ دوسرے سے مدد لینا چاہتا ہے۔ اب یہ صاف بات ہے کہ حضرت عیسیٰؑ رسول کریم ﷺ کی امت میں شامل نہیں ہیں بلکہ حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے ہیں اور انہی کی قوم کی تربیت کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خود کہا ہے کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ جب رسول کریم ﷺ کی امت میں فساد پیدا ہو گا تو ان کو اصلاح کے لئے بھیجا جائے گا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو ان کی امداد کا محتاج بنائے گا، لیکن کیا وہ مقدس انسان جس نے دنیا کو نور سے بھر دیا اور وہ سخی مرد جس نے اپنے خزانوں کے دروازے اس قدر فراخ کر دیئے کہ دنیا مالا مال ہو گئی اس کے ہاتھ میں (نعوذ باللہ) بھیک کا ٹھیکرا دینا اس کی ہتک کرنا نہیں؟ خدا تعالیٰ تو اس کو یہ فرمائے کہ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ:11) ہم نے تجھے وہ نعمت دی ہے اور تم پر وہ انعام کئے ہیں کہ جو کوئی بھی تم سے مانگنے آئے اس کے سوال کو ردّ نہ کرو۔ تیرے پاس تو اتنی دولت ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:12) کہ تو علی الاعلان پکار پکار کر لوگوں کو کہہ کہ آؤ اور مجھ سے لو۔ ایک تو وہ سخی ہوتا ہے کہ جو اس سے مانگتا ہے اس کو ردّ نہیں کرتا۔ مگر رسول کریم ﷺ کی شان اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تیرا خزانہ اتنا وسیع ہے کہ جگہ بہ جگہ پھر اور شور مچا کہ آؤ مجھ سے لے لو اور یہی نہیں کہ جو سائل تیرے پاس آئے اسے تو دے بلکہ خود سائلوں کو تلاش کر کے دے۔ تو اس عظمت اور شان والا انسان جس کے سپرد خدا تعالیٰ نے نور اور معرفت کے خزانے کر دیئے اس کا بنی اسرائیل کے نبی کو بلا کر لانا کہ آؤ میری امت میں فتنہ پڑ گیا ہے اس کو دور کر دو کہاں تک اس کی شان کے شایاں ہے۔ اگر واقع میں ایسا ہو تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ قیامت کے دن رسول کریم ﷺ حضرت عیسیٰؑ کے سامنے کیونکر آنکھ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ جب کہ ایمان ثریا پر چلا گیا قرآن کو لوگوں نے چھوڑ دیا۔ دشمنوں نے اسلام کو مٹانے کے لئے کمریں باندھ لیں۔ اس وقت آپ کی قدرتِ قدسیہ باطل ہو گئی اور آپؐ کو دوسرے کے گھر سے دیا روشن کرنا پڑا اور دوسرے کی امداد نے آپ کی امت کو بچایا اس سے زیادہ افسوس اور رنج کی بات کون سی ہو گی اور اس سے زیادہ اور کیا محمد ﷺ پر ظلم ہو گا۔ اس بات کو سامنے رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ محمد ﷺ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ رسول کریم ﷺ کی امت کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل سے کسی عیسیٰؑ کو لانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ بلکہ صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ محمد ﷺ کی قوت قدسیہ ہی خود عیسیٰؑ کو پیدا کرے گی۔ آپؐ کا روحانی فیض اور آپؐ کی تعلیم ایسے آدمی کھڑے کرے گی جو آپ کی امت کی اصلاح کریں گے۔

اجرائے نبوت کی حقیقت

اب جبکہ ان دونوں باتوں کا فیصلہ ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے اسی امت سے عیسیٰؑ کھڑا ہو گا تو کہا جا سکتا ہے کہ ان باتوں کو تو مان لیا لیکن خدا کی طرف سے آنے کا جو شخص دعویٰ کرتا ہے وہ تو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ کیا اس سے رسول کریم ﷺ کی ہتک نہیں ہوتی ہے؟ اس سے بھی تو ہتک ہوتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آئے۔

اس بات پر بھی ہم اس طرح نظر ڈالتے ہیں کہ آیا رسول کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا آپ کی ہتک ہے یا عزت۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو رسول شریعت لاتے ہیں ان کی شریعت کو وہی نبی آ کر مٹا سکتا ہے جو ان سے بڑا ہو۔ اب اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم کے بعد کوئی ایسا نبی آ سکتا ہے جو اس کی شریعت کو مٹا دے تو اس سے نبی کریم ﷺ کی بہت بڑی ہتک ہو گی کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہو گا کہ آپؐ جو تعلیم لائے وہ چونکہ قابلِ عمل نہیں رہی اس لئے اس کو بدلنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کیونکہ کوئی عمارت اسی وقت گرائی جاتی ہے جبکہ بوسیدہ ہو جائے یا حسبِ منشاء استعمال کے قابل نہ رہے۔ اسی طرح شریعت محمدیہؐ اسی صورت میں منسوخ ہو سکتی ہے کہ یا تو ناقص ......باقی صفحہ 22 پر......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عجز و انکسار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قبل از خلافت 23 / مارچ 1988ء یوم مسیح موعودؑ کی تاریخی تقریر بر موقع سیمینار بعنوان ''ذکرِ حبیب'' زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ



''کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار''

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْہَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔

(سورۃ لقمان:18، 19)

خاکسار کو آج اس بابرکت اور پاکیزہ محفل میں ''کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار'' کے موضوع پر کچھ کہنے کا ارشاد ہوا ہے۔

بعثت انبیاء کا ایک بہت بڑا مقصد انسانیت کو تکبر جیسے فضول اور بے ہودہ جذبہ سے پاک کر کے ایک ایسی سادہ اور انکسار سے بھرپور فضا قائم کرنا ہوتا ہے جس میں نفس کی ملونی اور خودی کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور خالصتاً لِوَجْہِ اللّٰہِ انسان اپنی یہ عارضی زندگی گزارتا ہے اور اس کے لیے شب و روز انبیاء اپنے قول وفعل سے اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کو خدا تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روحانی فرزند ہونے کے ناطے زمانہ کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا ہمیشہ اپنے قول وفعل سے یہ ثابت کرتے رہے کہ انکساری کی ہی ہمیشہ جیت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اگر تم انکساری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے ایسے انعامات سے نوازتا ہے کہ انسانی ذہن کے تصور کی پہنچ بھی وہاں تک نہیں ہوسکتی۔ اس کی ایک مثال حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مولوی ابو السعید محمد حسین صاحب بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے اور بٹالیوں کو ان کے خیالات گراں گزرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔

چنانچہ اس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اسی شخص کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو مع انکے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب موصوف کی اس وقت کی تقریر کو سن کر معلوم کرلیا کہ انکی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو۔ اس لئے خاص اللہ کے لئے بحث کو ترک کیا گیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اسی ترک بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے چونکہ خالصاً خدا اور اسکے رسول کے لئے انکسار اور تذلل اختیار کیا گیا تھا اس لئے اس محسن مطلق نے نہ چاہا کہ اس کو بغیر اجر کے چھوڑے۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم
روحانی خزائن جلد 1 حاشیہ در حاشیہ صفحہ 621 تا 622)

مخالفین نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے یہ مناظرہ نہ کرنے پر بہت شور مچایا اور آپ کے بارہ میں بہت تضحیک آمیز فقرات کہے لیکن آپ نے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کی اور محض خدا کی خاطر اس مقابلہ سے اٹھ کر آ گئے اور کسی قسم کی جھوٹی انا اور غیرت کا اظہار نہ کیا۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انبیاء میں بہت سے ہنر ہوتے ہیں ان میں سے ایک ہنر سلب خودی کا ہوتا ہے ان میں خودی نہیں رہتی وہ اپنے نفس پر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ کبریائی خدا کے واسطے ہے جو لوگ تکبر نہیں کرتے اور انکساری سے کام لیتے ہیں وہ ضائع نہیں ہوتے۔''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 281، ایڈیشن 1985ء)

یہ آپ نے پہلے واقعہ سے دیکھ ہی لیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا سلوک حضورؑ سے فرمایا اس انکساری کا رستہ اختیار کرنے پر۔ آپ نے اپنی جماعت کو بھی نصائح کرتے ہوئے تکبر، نخوت، خود پسندی وغیرہ سے بچنے کے لیے بار بار نصائح فرمائیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ امور ہیں جو تزکیہ نفس سے متعلق ہیں۔ کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دشمن سے لڑتے تھے اور محض خدا کے لئے لڑتے تھے آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے نیچے گرا لیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ اس نے جھٹ حضرت علی کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اسکی چھاتی پر سے اتر آئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ ابتک تو میں محض خدا کے لئے تیرے ساتھ لڑتا تھا لیکن اب جبکہ تو نے میرے منہ پر تھوک دیا ہے تو میرے اپنے نفس کا بھی کچھ حصہ اس میں شریک ہو جاتا ہے پس میں نہیں چاہتا کہ اپنے نفس کے لئے تجھے قتل کروں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے نفس کے دشمن کو دشمن نہیں سمجھا۔ ایسی فطرت اور عادت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے۔ اگر نفسانی لالچ اور اغراض کے لئے کسی کو دکھ دیتے اور عداوت کے سلسلوں کو وسیع کرتے ہیں تو اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی کیا بات ہوگی؟''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 440)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تواضع اور مسکنت عمدہ شے ہے۔ جو شخص باوجود محتاج ہونے کے تکبر کرتا ہے وہ کبھی مراد کو پا نہیں سکتا۔ اس کو چاہیے کہ عاجزی اختیار کرے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 287)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہر فعل اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نمونہ پر چلتے ہوئے خدا کی خاطر ہوتا تھا اور یہی آپ اپنی جماعت سے توقع کرتے تھے کہ جماعت کا ہر فرد اپنا ہر عمل خدا کی خاطر انجام دے اور نفس کی ملونی کو بالکل ختم کر دے۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ سچا رعب اور حقیقی عظمت ان لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو اول خدا کے واسطے اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتے ہیں اور اپنی عظمت اور جلال کو خاکساری سے انکساری سے تواضع سے تبدیل کر دیتے ہیں تب چونکہ انہوں نے خدا کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کیا ہوتا ہے خدا خود ان کو اٹھاتا ہے اور قدرت نمائی سے ان کو نوازتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 159 تا 160)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''متکبر خدا تعالیٰ کے تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے پس اس قبیح خصلت سے ہمیشہ پناہ مانگو خدا تعالیٰ کے تمام وعدے بھی خواہ تمہارے ساتھ ہوں مگر تم جب بھی فروتنی کرو کیونکہ فروتنی کرنے والا ہی خدا کا محبوب ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیاء سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی مگر آپ کو خدا تعالیٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں آپ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 548، ایڈیشن 1988ء)

حضورؑ دشمنوں کی بدزبانیوں اور گندہ دہانیوں کے مقابلے میں ہمیشہ صبر کا مظاہرہ کرتے رہے اور اپنی جماعت کو بھی ہمیشہ نرمی اور صبر کے مظاہرہ کی تلقین فرماتے رہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں بڑی تاکید سے اپنی جماعت کو جہاں کہیں وہ ہیں منع کرتا ہوں کہ وہ کسی قسم کا مباحثہ، مقابلہ اور مجادلہ نہ کریں۔ اگر کہیں کسی کو کوئی درشت اور ناملائم بات سننے کا اتفاق ہو تو اعراض کرے۔ میں بڑے وثوق اور سچے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں

دیکھ رہا ہوں کہ ہماری تائید میں آسمان پر خاص تیاری ہو رہی ہے ہماری طرف سے ہر پہلو کے لحاظ سے لوگوں پر حجت پوری ہو چکی ہے اس لیے اب خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس کارروائی کے کرنے کا ارادہ فرمایا ہے جو وہ اپنی سنت قدیم کے موافق اتمام حجت کے بعد کیا کرتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ بد زبانیوں اور فضول بحثوں سے باز نہ آئیں گے تو ایسا نہ ہو کہ آسمانی کارروائی میں کوئی تاخیر اور روک پیدا ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہمیشہ اس کا عتاب ان لوگوں پر ہوتا ہے جن پر اس کے فضل اور عطایات بے شمار ہوں اور جنہیں وہ اپنے نشانات دکھا چکا ہوتا ہے۔ وہ ان لوگوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتا کہ انہیں عتاب یا خطاب یا ملامت کرے جن کے خلاف اس کا آخری فیصلہ نافذ ہونا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّھُمۡ (الاحقاف:36)۔ اور فرماتا ہے وَلَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ (القلم :49) اور فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ (الانعام:36) یہ حجت آمیز عتاب اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ بہت جلدی فیصلہ کفار کے حق میں چاہتے تھے مگر خدا تعالیٰ اپنے مصالح اور سنن کے لحاظ سے بڑے توقف اور حلم کے ساتھ کام کرتا ہے لیکن آخر کار آنحضرت ﷺ کے دشمنوں کو ایسا کچلا اور پیسا کہ ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ اسی طرح پر ممکن ہے کہ ہماری جماعت کے بعض لوگ طرح طرح کی گالیاں افتراء پردازیاں اور بدزبانیاں خدا تعالیٰ کے سچے سلسلے کی نسبت سن کر اضطراب اور استعجال میں پڑیں مگر انہیں خدا تعالیٰ کی اس سنت کو جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ برتی گئی ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اس لیے میں پھر اور بار بار تاکید حکم کرتا ہوں کہ جنگ وجدال کے مجمعوں، تحریکوں اور تقریبوں سے کنارہ کشی کرو۔ اس لیے کہ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یعنی دشمنوں پر حجت پوری کرنا وہ اب خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

تمہارا کام اب یہ ہونا چاہئے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادت الٰہی اور تزکیہ و تصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی ان عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی مگر تم خواہ مخواہ ان پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد، کینہ، بغض، غیبت اور کبر اور رعونت اور فسق و فجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متقیوں کا ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 211، 212، ایڈیشن 1988ء)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہو گا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہیے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگزر کی عادت ڈالو، صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ میں اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں برے برے لفظ کہیں جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاحت کا سفاحت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا دے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلدی نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیز گاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے۔ اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راست باز بن جاؤ۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 47، 48)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو دشمنوں کے مقابلہ میں نرمی اور حلم اختیار کرنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ

’’اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے مگر یہ مناسب نہیں کہ سختی کے مقابل سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کرے۔ یہ نصیحت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کر سکے۔‘‘

(کتاب البریّۃ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 17)

جو تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو دی اس کا خود اتنا اعلیٰ اور مثالی نمونہ آپ نے پیش فرمایا کہ انسان اسے دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ آپؑ نے ایسے ایسے دشمنوں کو معاف فرمایا اور ایسے ایسے مواقع پر صبر اور برداشت سے کام لیا کہ جب عام انسان تو درکنار بڑے بڑے حوصلہ مند بھی دل چھوڑ دیتے ہیں اور انتقام پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس بارہ میں چند واقعات پیش ہیں۔

ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ڈاکٹر مارٹن کلارک کے ’اقدام قتل‘ والے مقدمہ میں آپ کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوئے اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے وکیل مولوی فضل الدین صاحب نے جو کہ ایک غیر احمدی بزرگ تھے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت کو کمزور کرنے کے لیے ان کے خاندان اور حسب و نسب کے متعلق بعض طعن آمیز سوالات کرنا چاہے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں یہ کہہ کر سختی سے روک دیا کہ میں آپ کو ایسے سوالات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور یہ الفاظ فرماتے ہوئے آپ نے جلدی سے مولوی فضل الدین صاحب کے منہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا کہیں ان کی زبان سے کوئی نامناسب لفظ نہ نکل جائے۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی۔ مولوی فضل الدین صاحب اس واقعہ کا حیرت سے ذکر کیا کرتے تھے کہ مرزا صاحب بھی عجیب اخلاق کے انسان ہیں کہ ایک شخص ان کی عزت بلکہ جان پر حملہ کرتا ہے اور اس کے جواب میں جب اس کی شہادت کو کمزور کرنے کے لیے اس پر بعض سوالات کیے جاتے ہیں تو آپ فوراً روک دیتے ہیں کہ میں ایسے سوالات کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اسی طرح بعض عیسائی مشنریوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدام قتل کا سراسر جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا اور ان پادریوں میں ڈاکٹر مارٹن کلارک پیش پیش تھے۔ مگر خدا نے عدالت پر آپ کی صداقت کھول دی اور آپ اس مقدمہ میں باعزت بری ہو گئے۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ سنایا تو کیپٹن ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے آپ سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر اس جھوٹی کارروائی کی وجہ سے مقدمہ چلائیں اور آپ کو اس کا قانونی حق بھی ہے لیکن آپ نے بلا توقف فرمایا کہ میں کوئی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام کے چچا زاد بھائیوں مرزا امام دین صاحب اور مرزا نظام دین صاحب جو کہ اپنی بے دینی اور دنیاداری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت ترین مخالف تھے نے محض حضور کی ایذا رسانی کے لیے حضور کے گھر کے قریب والی مسجد مبارک کے رستہ میں دیوار کھینچ دی اور مسجد میں آنے جانے والے نمازیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملاقاتیوں کا رستہ بند کر دیا جس کی وجہ سے حضور کو اور قادیان کی قلیل سی جماعت احمدیہ کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا اور وہ گویا قید کے بغیر ہی قید ہو کر رہ گئے۔ لاچار اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے وکلاء کے مشورہ سے قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی۔ اور ایک لمبے عرصہ تک یہ تکلیف دہ مقدمہ چلتا رہا۔ بالآخر خدائی بشارت کے تحت آپ کو اس مقدمہ میں فتح ہوئی اور یہ دیوار گرائی گئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل نے حضور کی اطلاع کے بغیر مرزا صاحبان کے خلاف خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قرقی کا حکم جاری کرا لیا۔ اس پر مرزا صاحبان نے جن کے پاس اس وقت قرقی کی بے باکی کے لیے رقم کا پورا روپیہ نہ تھا آپ کو بڑی لجاجت کا خط لکھا اور آپ کو یہاں تک کہلا بھیجا کہ بھائی ہو کر قرقی کے ذریعہ ہمیں کیوں ذلیل کراتے ہو۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ اپنے وکیل پر سخت ناراض ہوئے کہ میری اجازت کے بغیر خرچہ کی ڈگری کیوں کرائی گئی؟ اسے فوری واپس لو اور دوسری طرف مرزا صاحبان کو جواب بھجوایا کہ آپ بالکل فکر نہ کریں کوئی قرقی نہ ہو گی۔ یہ کارروائی میرے علم کے بغیر ہوئی۔ ذرا سوچیں اور غور کریں کہ دشمن اور وہ بھی ایسا کہ جس نے پریشان اور منتشر کرنے کے لیے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور جب ناکام ہوتا ہے اور حضور کے علم میں لائے بغیر اس پر خرچہ کا بوجھ ڈالا جاتا ہے تو گلہ کرتا ہے اور آپ مظلوم ہوتے بھی دشمنوں سے معذرت کرتے ہیں۔ آج دنیا میں ایسی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت میں انکسار اس درجہ کا تھا کہ آپ کی طبیعت میں رچ بس گیا تھا اور روزمرہ کے معمولات میں بھی اس کا اظہار ہوتا تھا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی روایت بڑی پیاری ہے آپ فرماتے ہیں

’’ہمارے نانا جان حضرت سید میر ناصر نواب صاحب مرحوم کا ایک قریبی عزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں آ کر کچھ عرصہ رہا تھا۔ ایک دن سردی کی وجہ سے ہمارے نانا جان صاحب مرحوم نے اپنا ایک مستعمل کوٹ ایک خادمہ کے ہاتھ اسے بھجوایا تا کہ یہ عزیز سردی سے محفوظ رہے۔ مگر کوٹ کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اس عزیز نے یہ کوٹ حقارت کے ساتھ واپس کر دیا کہ میں استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ اتفاق سے جب یہ خادمہ اس کوٹ کو لیکر میر صاحب کی طرف جا رہی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ نے دیکھ لیا اور پوچھا یہ کیسا کوٹ ہے اور کہاں لے جاتی ہو؟ اس نے کہا میر صاحب نے کوٹ اپنے فلاں عزیز کو بھیجا تھا مگر اس نے مستعمل ہونے کی وجہ سے برا مانا اور واپس کر دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا واپس نہ لے جاؤ اس سے میر صاحب کی دل شکنی ہو گی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ ہم پہنیں گے اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ میں نے رکھ لیا ہے۔‘‘

(سیرۃ المہدی جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 305 روایت نمبر 333)

یہ ایک انتہائی شفقت اور انتہائی دل داری کا مقام تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مستعمل کوٹ اپنے لیے رکھ لیا کہ حضرت نانا جان کی دل شکنی نہ ہو اور ساتھ ہی یہ انتہائی سادگی اور بے نفسی کا بھی اظہار تھا کہ دین کا بادشاہ ہو کر اترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تأمل نہیں کیا۔ ان تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقت میں اس سے بڑھ کر عاجزی اور انکساری کی مثالیں قائم کی ہیں جس کی وہ اپنی جماعت سے توقع کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق ارض و سما نے بھی اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے ان الفاظ میں سند قبولیت بخشی ’’تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں‘‘۔ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ہی اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں آپؑ فرماتے ہیں:

’’اب میں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ میری تعلیم تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ زمین کے ستارے تم بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ آمین ثم آمین‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 85)

(ماہنامہ خالد جولائی، اگست 1988ء صفحہ 38 تا 44)

(مرسلہ: ثاقب کامران۔ نائب وکیل ایم ٹی اے سٹوڈیو تحریک جدید ربوہ)

☆...☆...☆

بقیہ: صداقت احمدیت ......از صفحہ نمبر 20

ہو جائے یا موجودہ زمانہ کے قابل نہ رہے۔ اب اگر کوئی یہ خیال رکھتا ہے تو رسول کریم ﷺ کی سخت ہتک کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ خیال کرے کہ باوجود محمد ﷺ کی شریعت کے قائم اور برقرار رہنے کے کوئی ایسا نبی آ سکتا ہے تو اس میں بھی رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کی اتباع کے علاوہ اور بھی کوئی ایسا دروازہ ہے کہ جس کے راستے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے اگر کوئی ایسا دروزہ ہو تو وہ بھی رسول کریم ﷺ کی طرح یا آپ سے بڑھ کر ہوا اور یہ بھی آپؐ کی ہتک ہے۔ لیکن سوال تو یہ درپیش ہے کہ ایک انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے اتنا بڑھ سکتا ہے یا نہیں کہ جتنا پہلے نبیوں کی تعلیم پر عمل کر کے کوئی نہیں بڑھا اور آپؐ کی تعلیم پر عمل کر کے نہ کہ اس کے خلاف چل کر، آپؐ کی غلامی میں ہو کر نہ کہ آپؐ کی برابری کر کے، آپؐ کے احکام کو مان کر نہ کہ ان کو ردّ کر کے ایک شخص عزت کے اس مقام پر کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں جس کا نام نبوت ہے۔ پس اس کے متعلق دیکھنا چاہئے کہ ایسا نبی محمد کی ہتک کرنے والا ہو گا یا عزت کرنے والا۔ (......باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالی مقام

بالفاظ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

(جاوید اقبال ناصر۔مربی سلسلہ جرمنی)

دنیا میں ایک ایسا وجود مبعوث ہوا جس کے مقام و مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں بیان فرمایا۔ آپؑ کے مقام کو بزرگانِ دین نے بھی اپنے اپنے انداز اور وقت میں دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اپنے مقام و مرتبہ کو خود بھی لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ سے رہ نمائی پا کر پیش کیا۔ آپ کے بعد آپ کے خلفائے کرام نے آپ کے مقام و مرتبہ کو اپنے خطبات و خطابات میں بیان کیا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ زیر نظر مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں آپؑ کا مقام و مرتبہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

آپؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی خود رہ نمائی کرتا ہے

☆ … ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض کتب میں اپنے مسیح و مہدی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے حق کی تلاش کرنے والے علماء وصلحاء اور عوام الناس کو اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ بلاوجہ تکفیر کے فتوے لگانے یا عوام الناس کو بغیر سوچے سمجھے علماء کے پیچھے چلنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ رہ نمائی فرمائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک کتاب ’’نشانِ آسمانی‘‘ میں یہ طریق بھی بتایا ہے کہ توبۃ النصوح کر کے رات کو دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین پڑھے، دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے کہ تُو پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، اس شخص کے بارے میں مجھ پر حق کھول دے۔

پھر اس میں آپ نے دوبارہ یہ تاکید فرمائی ہے کہ اپنے نفس سے خالی ہو کر یہ استخارہ کرنا شرط ہے۔ لیکن اوّل تو توبۃ النصوح ہی بہت بڑی کڑی شرط ہے۔ اس پر عمل ہی کوئی نہیں کرتا اور خاص طور پر علماء تو بالکل ہی نہیں کر سکتے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اگر دل بُغض سے بھرا ہوا اور بدظنی غالب ہو تو پھر شیطانی خیالات ہی آئیں گے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم بہت دعا کرتے ہیں ہمیں تو کوئی سچائی نظر نہیں آئی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دل میں ہی کینہ بھرا ہوا ہے، بُغض بھرا ہوا ہے تو پھر شیطان نے رہ نمائی کرنی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ رہ نمائی نہیں کرتا۔ (ماخوذ از نشان آسمانی روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 401,400) اسی طرح علماء اور صلحاء کو خاص طور پر اپنی کتاب ’’کتاب البریہ‘‘ میں مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہنے کی تجویز دی۔ (ماخوذ از کتاب البریہ روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ 364)

لیکن بُغض سے بھرے ہوئے علماء اس تجویز پر کبھی عمل نہیں کرتے اور عوام الناس کو بھی اپنے ساتھ ڈبو رہے ہیں۔ بہرحال اس کے باوجود بہت سے سعید فطرت ہیں جو اس نسخے کو آزماتے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی رہ نمائی فرمائی اور اس کے علاوہ بعض سعید فطرت ایسے ہیں جو نیکی کی تلاش میں رہتے ہیں اُن کی اللہ تعالیٰ ویسے بھی رہ نمائی فرماتا ہے۔ بہرحال اس زمانے میں بھی آج کل بھی اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اُن لوگوں کی رہ نمائی فرماتا چلا جا رہا ہے جو حق کی تلاش میں سنجیدہ ہیں…

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ ایک دن دعا کر کے نہ بیٹھ جاؤ بلکہ کم از کم اس سنجیدگی سے دو سے تین ہفتے یا زیادہ دعا کرو۔ جب اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی چاہو تو اللہ تعالیٰ ایک وقت میں رہ نمائی فرمائے گا۔ (ماخوذ از نشان آسمانی روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 401)

پھر ہمارے امریکہ کے ایک مبلغ لکھتے ہیں کہ عبدل سلیم صاحب پچیس، تیس سال پہلے فجی سے لاس اینجلس امریکہ آئے تھے اور عیسائی ماحول ہونے کی وجہ سے عیسائیت قبول کر لی مگر بعد ازاں ایک مسلمان کی تبلیغ سے پھر اسلام کی طرف رجوع کیا۔ کہتے ہیں اُن کی دوستی خاکسار (یعنی ہمارے جو مبلغ ہیں انعام الحق کوثر اُن) سے ہو گئی اور یہ ہماری مسجد میں آنے لگے۔ انہیں احمدیت کے متعلق تفصیل بتائی۔ مطالعہ کے لئے لٹریچر دیا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ دعا کر کے اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی حاصل کریں۔ اور دعائے استخارہ کا مسنون طریقہ بتایا۔ چنانچہ انہوں نے استخارے کی دعا کی اور خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آئے۔ اگلے روز وہ حسبِ عادت غیر احمدیوں کی مسجد میں گئے۔ وہاں عرب سے کوئی شَیخ آئے ہوئے تھے۔ اُس شَیخ نے حاضرین کو سوال کرنے کی دعوت دی تو عبدل سلیم صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ قرآن وحدیث کے مطابق یہ زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا ہے۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ اے خدا! تو مجھے بتا۔ کیا امام مہدی آ گئے ہیں؟ اور اگر آ گئے ہیں تو کون ہیں؟ تو کہتے ہیں مَیں نے اُن کو بتایا کہ میری خواب میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آئے۔ اس پر شیخ نے کہا کہ یہ شیطانی خواب ہے اور اس میں کوئی صداقت نہیں۔ تم کثرت سے تعوّذ پڑھو اور دُرود شریف پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پھر دعا کی۔ کثرت سے درود شریف پڑھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو خواب میں نظر آئے۔ چنانچہ یہ پھر دوبارہ شَیخ کی مجلس سوال و جواب میں گئے اور وہاں ذکر کیا۔ اُس شیخ نے پھر کہا کہ یہ شیطانی خواب ہے۔ عبدل سلیم صاحب نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ رات کو مَیں کثرت سے تعوذ پڑھتا ہوں۔ درود شریف پڑھتا ہوں۔ پھر دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! تو مجھے امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارے میں بتا۔ مگر بقول آپ کے خدا تعالیٰ مجھے جواب نہیں دیتا مگر صرف شیطان جواب دیتا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ یہ جواب سن کر مسجد میں شور مچ گیا اور انہوں نے کہا اس کو یہاں سے باہر نکالو۔ یہ کافر ہے۔ یہ پلید ہے۔ کہتے ہیں یہاں تک کہ عورتوں کی طرف جو سائڈ سکرین تھی، وہاں سے بھی سکرین پیٹی جانے لگی کہ اسے باہر نکالو۔ یہ کافر ہے۔ بہرحال یہ کہتے ہیں مَیں وہاں سے اُٹھ کر آ گیا اور یہ سارا واقعہ انہوں نے ہمارے مبلغ کو سنایا اور پھر کہا کہ اب مجھے شرح صدر ہو گئی ہے کیونکہ شَیخ کے پاس تو اس کا کوئی جواب نہیں اور اب میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بیعت کی۔ جس دن بیعت کی تو اسی روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکمل طور پر خواب میں اُن پر ظاہر ہوئے اور اُن کو سلام کیا اور مصافحہ کیا اور احمدیت قبول کرنے پر مبارکباد دی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/ اپریل 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 20/ مئی 2011ء)



آپؑ نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے

☆ … ’’بعض لوگ بعض دفعہ مجھے خط بھی لکھ دیتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی نہ کہو یا لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا جائے تو کیا حرج ہے؟ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہی اس قسم کی باتیں ہوتی تھیں کہ اس سے جو مخالفت ہے اس میں کمی آ جائے گی۔ اِس لئے اگر یہ لفظ نہ استعمال کیا جائے تو کیا حرج ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ ’’جو امور سماوی ہوتے ہیں اُن کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے‘‘ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا جو بیان ہو

گیا اور جو باتیں خدا تعالیٰ نے کہہ دیں، اُن کو کہنے سے ڈرنا نہیں چاہئے) ''اور کسی قسم کا خوف کرنا اہلِ حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر نظر کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ اُن کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے، جبھی تو لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ (المائدہ:55) کے مصداق ہوئے''۔ فرمایا ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں''۔ فرمایا ''خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے''۔ (کوئی نئی شریعت والی نبوت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو منسوخ کر رہی ہو اور نئی کتاب لائے) ''ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں''۔ فرمایا ''بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے؟''۔

(ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 447,446 مطبوعہ ربوہ)

پس فرمایا: یہ الہام تو دوسروں کو بھی ہو جاتے ہیں لیکن کثرت سے جو الہام ہوتے ہیں، کثرت سے اللہ تعالیٰ جو باتیں کرتا ہے تو یہی نبوت کا مقام ہے اور اس تعریف کی رو سے میں نبی ہوں۔ ورنہ الہام تو اوروں کو بھی ہو جاتے ہیں۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کھلا اور واضح اعلان ہے اور یہ عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال حدیث نمبر 4324)

پس جب مسیح موعود مانا ہے تو نبی بھی ماننا ضروری ہے۔ باقی رہی مخالفتیں، تو وہ الٰہی جماعتوں کی ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی اور یہی الٰہی جماعتوں کی نشانی ہے کہ اُن کی مخالفتیں ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے جابر سلطان اور اُن کے جتھے مقابل پر کھڑے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور آخر ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ تمام جتھے ختم ہو جاتے ہیں، تمام طاقتیں اپنی موت آپ مرجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی غالب آتی ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ (المجادلہ:22) کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4/ مارچ 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25/ مارچ 2011ء)

☆... ''ایک دفعہ میں ایک پورا خطبہ اس بات پر بھی دے چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں اور جن لوگوں کو کسی بھی قسم کی غلط فہمی ہے یا بعض لوگ بزدلی یا مداہنت میں غیروں کے سامنے، بات کرتے ہوئے، بحث کرتے ہوئے، اظہار کر جاتے ہیں اُن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کہہ کر پکارا ہے اور اللہ کے فضل سے آپ نبی ہیں لیکن غیر شرعی نبی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں آئے ہوئے اور آپ سے کامل محبت اور عشق کرنے والے نبی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ جون 2011ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ جولائی 2011ء)

آپؑ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق اور امتی تھے

☆... ''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ غلامِ صادق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے دنیا میں بھیجا۔ آپؑ کا جو کچھ بھی ہے وہ آپ کا نہیں بلکہ آپ کے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور جو کچھ بھی آپ نے فیض پایا آپؐ کی غلامی سے پایا۔ آپؑ ایک جگہ ''رسالہ الوصیت'' میں فرماتے ہیں کہ ''نبوتِ محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اُس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔'' (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 311) پس آپ نے یہ فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پیروی کی وجہ سے اُس مقام تک پہنچایا جو نبوت کا مقام ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف کامل پیروی بھی کافی نہیں ہے یا کامل پیروی کی وجہ سے انسان نبی نہیں بن جاتا کیونکہ اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ ہاں اُمّتی اور نبی دونوں لفظ جب جمع ہوتے ہیں، دونوں کا اجتماع جو ہے، اس پر وہ صادق آسکتی ہے، کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں بلکہ نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ پس اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونے کی وجہ سے اور آپ کی کامل پیروی اور عشق کی وجہ سے نبوت کا مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ یعنی نبوت کا مقام اُمّتی ہونے کی وجہ سے ملا اور اس عشق کی وجہ سے ملا۔ اُمتی ہونا ایک لازمی شرط ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات سے نواز کر آپ کے حق میں نشان دکھا کر ایک دنیا کی توجہ آپ کی طرف پھیری اور یہ سلسلہ جو آپ کے دعویٰ سے شروع ہوا آج تک چل رہا ہے اور نیک طبع اس جاری فیض سے فیض پا رہے ہیں اور آپ کی بنائی ہوئی جماعت میں، آپ کی بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو رہے ہیں۔ لیکن یہاں بھی اپنے آقا کی پیروی میں جو فیض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوا، اُس سے وہی فائدہ اُٹھا رہا ہے جو آپ کے بعد اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ آپ کی خلافت سے منسلک ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ جون 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24/ جون 2011ء)

آپؑ کا روح و جسم نورِ محمدی کا آئینہ دار تھا

☆... ''آپؑ کے حسن کا، آپ کے نور کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے لیکن یہ ظاہری نور بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے دیا تھا کہ آپ نورِ مصطفویؐ میں ڈوب کر اپنے وجود کو کلیتاً اپنے آقا و مطاع کے جسمانی اور روحانی نور میں فنا کر چکے تھے تا کہ آپ کے نور میں بھی نورِ محمدیؐ نظر آئے... پس آپ کا اپنا تو کچھ نہ تھا۔ روح و جسم نورِ محمدی کا آئینہ دار تھا۔ عبادات میں، عادات میں، اخلاق میں غرض ہر چیز میں اپنے آقا و مطاع کے منہ کی طرف دیکھ کر اس کی پیروی کرتے تھے۔ اپنے اس پیارے مسیح و مہدی اور غلامِ صادق کے بارہ میں، اس کے مقام کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے بھی یوں فرمایا تھا کہ میرے اور میرے مہدی کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال حدیث نمبر 4324)

... پھر آپ علیہ السلام کے ماننے والوں کے نورانی ہونے کے بارہ میں اللہ تعالیٰ غیروں کو کس طرح بتاتا ہے۔ لیکن بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اطلاع دے دے پھر بھی اس سے فیض نہیں پا سکتے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں کہ ''میری برادری میں سے میرے ایک چچا زاد بھائی میاں غلام احمد تھے ان کی کچھ جائیداد موضع لنگہ ضلع گجرات میں بھی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے ایک تحریر کے کام کے لئے فرمائش کی جس کی تعمیل کے لئے میں ان کے ہمراہ موضع لنگہ چلا آیا۔ گرمیوں کا موسم تھا اس لئے میں دوپہر کا وقت اکثر ان کے دالان کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں گزارا کرتا تھا۔ ایک دن حسبِ معمول میں دوپہر کو اس کوٹھڑی میں سو رہا تھا میری آنکھ کھلی تو میں نے سنا کہ غلام احمد کی خالہ اور والدہ کہہ رہی تھیں کہ اس رسولے (یعنی حضرت مولوی غلام رسول صاحب) کا ہمیں بڑا افسوس ہے کہ گاؤں گاؤں اور گھر گھر میں لوگ اس کی برائی کرتے ہیں۔ اس نے تو مرزائی ہو کر ہمارے خاندان کی ناک کاٹ دی ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس روز برابر کی کوٹھڑی میں بھائی غلام احمد بھی سویا ہوا تھا۔ اس نے بیدار ہوتے ہی ان کی یہ مغلظات سنیں تو کہنے لگا تم کیا بکواس کر رہی ہو۔ میں نے تو ابھی ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ غلام رسول پر آسمان سے اتنا نور برس رہا ہے کہ اس نے چاروں طرف سے اس کو گھیر لیا ہے۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ تم جسے برا سمجھتی ہو وہ خدا کے نزدیک برا نہ ہو۔ اتنے میں میں بھی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور ان کو احمدیت کے متعلق سمجھاتا رہا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ یہی میاں غلام احمد جس پر اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ سے اتمام حجت کر دی تھی، میرا اتنا مخالف اور دشمن ہو گیا کہ علماء کو بلا کر بھی احمدیت پر حملے کراتا اور مجھے ذلیل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ آخر میرے مولا کریم نے میری نصرت کے لئے موضع راجیکی میں طاعون کا عذاب مسلط کیا اور غلام احمد اور اس کے ہمنواؤں کا صفایا کر دیا۔'' (حیات قدسی جلد اول صفحہ 39 مطبوعہ ربوہ)''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/ جنوری 2010ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 19/ فروری 2010ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑنا اب ہر مسلمان کا بھی فرض ہے

☆... ''...اسلام کیونکہ آخری شریعت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ ایسا نہیں کیا کہ اس کی تعلیم خشک ہو جائے۔ ہر صدی میں مختلف جگہوں پر مختلف وقتوں میں، اس باغ کو ہرا رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نگران بھیجتا رہا اور اس زمانے میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں آخری ہزار سال کا مجدد ہوں۔ پس اسلام کے خوبصورت باغ کا خوبصورت حصہ بننے اور پھلدار درخت بننے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑنا اب ہر مسلمان کا بھی فرض ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق اب اسی ذریعہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی پہنچایا۔ اسی طرح آپ نے اپنے حلقہ بیعت میں آنے والے اپنے صحابہ کے دلوں میں بھی یہ روح پھونکی کہ دنیا کو یہ پیغام دو کہ خدا کی طرف آئیں، اُس سے تعلق جوڑیں اور یہ تعلق اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ساتھ جڑنے سے ہی حقیقی رنگ میں جڑ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے والے غریب مزدور لوگ بھی تھے، زمیندار بھی تھے، کسان بھی تھے، اَن پڑھ دیہاتی بھی تھے، ملازم پیشہ بھی تھے، کاروباری لوگ بھی تھے اور پڑھے لکھے لوگ بھی تھے اور ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو سمجھا۔ آپ کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور اس حقیقی پیغام کو، حقیقی اسلام کو سمجھ کر دنیا میں پھیلانے کی کوشش بھی کی۔ اپنے اپنے حلقہ میں پھیلانے کی کوشش بھی کی۔ دوسرے مذاہب پر اسلام کی بالادستی کا حقیقی ادراک حاصل کیا اور پھر اُن لوگوں میں شامل ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں۔ پس یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے پھر بڑی تیزی سے اسلام کے حقیقی پیغام کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر بھی پھیلانے کی کوشش کی۔

... حضرت منشی قاضی محبوب عالم صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے میاں موسیٰ صاحب کو تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ اُن کو قادیان بھیجا مگر وہ شامتِ اعمال سے قادیان سے بغیر بیعت کے واپس آ گئے۔ بعد ازاں میں اُن کو کبھی کبھی اخبار بدر سناتا رہا۔ پھر میں نے اُن کو ایک دن ایک حدیث کا ذکر سنایا کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر کہا کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تب اُس بدوی نے بیعت کر لی اور اپنے قبیلے کو بھی بیعت کے لئے حاضر کیا۔ یہ واقعہ جب میں نے حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب کو سنایا تو اُن کے دل پر بھی اس کا خاص اثر ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت ایک کارڈ (یعنی اُس زمانے میں خط کے لئے کارڈ ہوتے تھے) حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ یہ کارڈ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے مولوی عبدالکریم صاحب کو حکم دیا۔ لکھ دو کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو دیا۔ اس کارڈ میں مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے بھی ایک دو فقرے لکھ دیئے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے خدا کے مسیح کو قسم دی ہے۔ اب آپ یا تو ایمان لاویں یا عذاب خداوندی کے منتظر رہیں۔ وہ کارڈ جب پہنچا تو میاں محمد موسیٰ صاحب نے اپنی اور اہل و عیال کی بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس طرح سے (کہتے ہیں) میں اب اکیلا نہ رہا بلکہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ نے اُن کو بھی شامل کر دیا۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 136-137
روایت منشی قاضی محبوب عالم صاحبؓ)''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/ مارچ 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 30/ مارچ 2012ء)

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے مسیح و مہدی کا مقام پایا

☆... ''اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے اور اپنے آخری دین کی تکمیل اشاعت کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح و مہدی اور آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی اور اتباع میں غیر شرعی نبی کا اعزاز دے کر دنیا میں بھیجا۔ آپؑ کی ابتدائی زندگی کا ہم جائزہ لیں تو ہمیں آپؑ کی زندگی میں بھی اپنے آقا و مطاع کی زندگی کے ابتدائی دور کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور اس کے بعد بھی ہر لحہ یہی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ دنیا سے آپؑ کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ اگر کوئی خواہش اور آرزو اور عمل تھا تو یہ کہ خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہوں۔ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق و محبت میں مخمور رہتے ہوئے آپ پر درود و سلام بھیجتا رہوں اور اس عبادت اور آنحضرت ﷺ سے عشق کا نتیجہ تھا کہ آپ کو مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت زار بے چین کر دیتی تھی جس کے لئے آپ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے

تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے کا جوش اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ عشق و محبت ہی تھا جس کی وجہ سے آپ اسلام کے دفاع کے لئے جہاں قرآن کریم کا گہرا مطالعہ فرماتے تھے وہاں دوسرے مذاہب کی کتب کا بھی مطالعہ کر کے قرآن کریم کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور جہاں بھی آپؑ کو موقع ملتا تھا اسلام کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اور کوئی نام و نمود اور دنیا دکھاوا آپؑ کی جوانی کے دور میں بھی ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس کے غیر بھی گواہ ہیں اور اپنے بھی گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اس کو تو آپؑ کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ عشق و وفا اور دین اسلام کے لئے دلی دَرد کی کیفیت کا بخوبی علم تھا۔ اس نے آپؑ کو کہا کہ گوشہ تنہائی سے باہر نکلو اور صرف اِکّا دُکّا لوگوں سے اسلام کی برتری کی باتیں نہ کرو صرف اپنے حلقے میں مسلمانوں کی حالت زار بدلنے کی کوشش نہ کرو صرف تحریر سے ہی یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ بلکہ دنیا میں یہ اعلان کر دو کہ آنے والا مسیح و مہدی آچکا اور اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ مسیح و مہدی مَیں ہوں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12؍ جون 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 3؍ جولائی 2009ء)

آپؑ خدا تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے محبوب تھے

☆ ... ’’اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی محبت کے وہ نظارے دکھائے جس نے آخرین کو اولین سے ملا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کے بارے میں آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

’’جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔‘‘

(حقیقۃالوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65)

پس یہ مقام اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا۔

... حضرت مدد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس دفعہ قادیان میں جا کر روزے رکھوں اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اُن دنوں میں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا۔ (یہ فوج میں جونیئر کمیشن افسر کا ایک رینک ہوتا تھا) تو میری اس وقت ہر چند یہی خواہش تھی کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے میں قادیان جاؤں تا حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار حاصل کر سکوں اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلی بیعت 1895ء یا 96ء کی تھی۔ کہتے ہیں یہ بیعت جو تھی وہ ڈاک کے ذریعے ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقع تھا اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقع پر حضور کا دیدار کیا جائے۔ اگر ملازمت پر چلا گیا تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا شاید موقع ملے یا نہ ملے۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں اور حضور کو دیکھ آؤں اور بعدہٗ وہاں سے واپس آ کر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔ میں قادیان کو جان کر یہاں آیا لیکن جونہی یہاں آ کر میں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی میں آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہوا کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ہزار روپیہ بھی ہو گئی تو کیا ہو گا؟ لیکن تیرے باہر چلے جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئے گا۔ مَیں نے اس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا کہ اگر آج یا کل تیری موت آ جائے تو حضور ضرور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے جن سے تیرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہو گیا کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جا کر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا مگر دل میں یہی خطرہ رہتا کہ کہیں حضور میرے اس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں کہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا کہ آپ نے بہت ہی اچھا رویہ اختیار کر لیا ہے کہ مجھے یاد کراتے رہتے ہو جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ انشاء اللہ پھر بھی کرتا رہوں گا۔‘‘

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 95-96 روایت مدد خان صاحب)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11؍ مئی 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء)

آپؑ کا دور آنحضرت ﷺ کے دور کی کڑی ہے

’’پھر آخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (الجمعۃ:4) کہہ کر یہ بھی اعلان فرما دیا کہ آخری زمانہ میں ایک تاریکی کے دور کے بعد جب مسیح و مہدی مبعوث ہو گا تو وہ حقیقی اور کامل نمونہ ہو گا اپنے آقا و مطاع کے اُسوۂ حسنہ کا۔ پس یہ دَور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور ہے۔ یہ دور جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی حقیقی تعلیم کی تصویر ہمارے سامنے رکھی، یہ اصل میں اسی دور کی ایک کڑی ہے جو آنحضرت ﷺ کا دور ہے۔ کیونکہ اصل زمانہ تو تاقیامت آنحضرت ﷺ کا ہی زمانہ ہے اور یہ بیعت بھی جو ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرتا ہے آنحضرتؐ کے حکم سے ہی کرتا ہے۔ پس ایک مومن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر یہ تجدید عہد کہ وقت کی دُوری نے جس عظیم تعلیم اور جس عظیم اُسوہ کو ہمارے ذہنوں سے بھلا دیا تھا اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر یہ تجدید عہد کرتے ہیں کہ ہم ان نیکیوں پر کاربند ہونے کی پوری کوشش کریں گے اور اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ کوشش کریں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4؍ اپریل 2008ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25؍ اپریل 2008ء)

آپؑ کا مشن آنحضرت ﷺ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا

☆ ... ’’آج جماعت احمدیہ کا خلافت سے جو رشتہ قائم ہے وہ بھی اس لئے ہے کہ اس عہد بیعت کے تحت ہر احمدی اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق جوڑ رہا ہے اور پھر اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ کاش آج کے مسلمان بھی یہ نکتہ سمجھ جائیں اور زمانے کے مسیح کا انکار کرنے کی وجہ سے طرح طرح کی جن مشکلات میں مبتلا ہیں، اُن سے نجات پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا تھا، آنحضرت ﷺ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا۔ اس مقصد کیلئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہونے کے بعد ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان فرمایا اور بیعت لی۔ آپؑ کا آنحضرت ﷺ سے عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور آپؑ آنحضرت ﷺ کے مقام کی حقیقی پہچان رکھتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر کسی کو پہچان تھی تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھی۔ ... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے مقام کی پہچان کروانا اور دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچانا تھا اور نہ صرف بچانا بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانا بھی تھا، اُس ہدایت سے دنیا کو روشناس کروانا بھی تھا جو آخری شرعی نبی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتاری تھی اور جس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آخری زمانے میں مسیح و مہدی نے آ کر یہ کام کرنا ہے کہ اسلام کو تمام ادیان پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب کرنا ہے۔ آپؑ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ وہ مسیح و مہدی جو آنا تھا وہ مَیں ہوں اور اپنے دعوے کی سچائی میں آپؑ نے بیشمار پیشگوئیاں فرمائیں جو بڑی شان سے پوری ہوئیں۔ ... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد ہم نے بھی اس پیغام کو جس کو لے کر آپؑ اٹھے تھے، دنیا میں پھیلانا ہے تا کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے، یہ تو ہونا ہے۔ ہم نے تو اس کام میں ذرا سی کوشش کر کے ثواب کمانا ہے، ہمارا صرف نام لگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سعید فطرت لوگوں کو توحید پر قائم کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے اس لئے اس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیجا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23؍ مارچ 2007ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13؍ اپریل 2007ء)

’’مسیح موعودؑ لڑائی نہیں کرے گا‘‘ کے مصداق

☆ ... ’’جماعت احمدیہ کا تو پہلے دن سے ہی یہ مؤقف ہے اور یہ نظریہ ہے اور یہ تعلیم ہے کہ فی زمانہ ان حالات میں جہاد بند ہے اور یہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملے سے اپنے تئیں بچایا جائے اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے۔ اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے۔ مگر اب کون مخالفوں میں سے دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے۔ اور مسلمان ہونے والے کو کون روکتا ہے اور مساجد میں بانگ دینے سے کون منع کرتا ہے‘‘۔ یعنی اذان دینے سے کون منع کرتا ہے... پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم میں مسیح موعود کی شان میں صاف حدیث موجود ہے کہ یَضَعُ الۡحَرۡب یعنی مسیح موعود لڑائی نہیں کرے گا۔ تو پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ صحیح بخاری قرآن شریف کے بعد اصح الکتب ہے، اور دوسری طرف صحیح بخاری کے مقابل پر ایسی حدیثوں پر عقیدہ کر بیٹھتے ہیں جو صریح بخاری کی حدیث کی منافی پڑی ہے‘‘۔ پس یہ جماعت احمدیہ کا نظریہ ہے اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اور ببانگ دہل کھلے طور پر ہم یہ اعلان کرتے ہیں، کہتے ہیں اور کہتے رہے ہیں کہ اب یہ لوگ جو جہاد جہاد کرتے پھر رہے ہیں جس کی آڑ میں سوائے دہشت گردی کے کچھ نہیں ہوتا یہ جہاد نہیں ہے اور سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3؍ مارچ 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24؍ مارچ 2006ء)

آپؑ کا انکار آپ کا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے

☆ ... ’’پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار تک تمہیں لے جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

’’میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدیؐ سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس اُمّت میں نہیں۔ اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اَتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی اُمّت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا۔ اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی۔ بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلۡحَمۡدُ سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ میں از خود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا، وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے‘‘۔ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ) ’’اَنۡتَ مِنِّیۡ وَاَنَا مِنۡکَ‘‘۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی ہے اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے۔ ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟‘‘ اس بات کو مزید کھول کر بیان فرماتے ہوئے کہ تکذیب مسیح موعود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کس طرح مسیح موعود کے انکار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہے۔ آپ فرماتے

ہیں کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ (یعنی مسیح موعود کے انکار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟) آپ فرماتے ہیں کہ ’’اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا۔ پھر آپ نے جو اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح ومہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا۔ عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذّب ٹھہرے گا یا نہیں؟ آپ فرماتے ہیں ’’پس پھر مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہو گا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہو گی۔ مگر پہلے اپنی گمراہی اور رُوسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن وحدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔‘‘ (یعنی مَیں نہیں چھوڑوں گا۔ وہی چھوڑے گا جو مجھے چھوڑنے والا کہتا ہے۔) آپ کہتے ہیں ’’مَیں قرآن وحدیث کا مُصدّق و مِصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْن کا مصداق صحیح ہوں۔ اور جو کچھ مَیں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے، جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجّت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج۔ خدا خود اس کو سمجھائے گا‘‘۔ (آپ یہ سب باتیں ایک آئے ہوئے مہمان کو سمجھا رہے تھے۔) آپ نے فرمایا کہ ’’میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 14 تا 16۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/اپریل 2018ء)

آپؑ ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے

☆… ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائطِ بیعت کی دسویں شرط میں اپنے سے تعلق اور محبت اور اخوت کو اُس معیار تک پہنچانا لازمی قرار دیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی رشتے میں نہ ملتی ہو۔ یہ مقام آپ کی بیعت میں آنے کے بعد آپ کو دینا کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ آپ ہی اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ عاشقِ صادق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے۔ اسلامی تعلیم میں داخل ہونے والی بدعات کو دور فرما کر اسلام کی خالص اور چمکتی ہوئی تعلیم کو پھر سے ہمارے سامنے پیش فرمایا‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/ مئی 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء)

☆… ’’آج ہم سب احمدی اس مسیح موعود کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، اُس شخص کا ہاتھ بٹانے کا دعویٰ کرنے والے ہیں جو ایمان کو ثریا سے زمین پر لایا۔ اُس امام سے منسوب ہونے والے ہیں جس نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حالت میں دنیا کے کونے کونے میں قائم کرنے کا عہد کیا ہے اور جس کی جماعت نے اس عہد کو پورا کرنا ہے۔ ہماری کتنی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کونے کونے میں مسیح محمدی کے ذریعے دینِ اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری خود لی ہے اور ہمیں فرمایا کہ تم بھی اس تقدیرِ الٰہی کا حصہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔‘‘ اور تم اس کے حصہ دار بن کے ثواب کماؤ گے۔ ہمیں کس طرح اس الٰہی تقدیر کا حصہ بننا ہے؟ اپنے اندر وہ انقلاب پیدا کر کے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا دے۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے، اپنے اندر سے ہر قسم کی برائیوں کو دور کر کے، اپنے قول و فعل میں یکجہتی و ہم آہنگی پیدا کر کے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4/ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25/ فروری 2011ء)

☆…☆…☆

بقیہ: سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے…… از صفحہ نمبر 56

جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 149)

☆… کلام

لفظ کلام آپؑ نے مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال فرمایا ہے

’’خدا کی کلام میں کئی جگہ استعارہ ہوتا ہے کئی جگہ مجاز ہوتا ہے‘‘ (سناتن دھرم، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 473)

’’ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے جس کی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کر کے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے‘‘ (اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 477)

☆… معراج

’’… آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معراج تین قسم پر منقسم ہے۔ سیر مکانی اور سیر زمانی اور سیر لامکانی‘‘

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 26)

’’آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک زمانی معراج بھی تھا جس سے یہ غرض تھی کہ تا آپ کی نظر کشفی کا کمال ظاہر ہو‘‘

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 22)

☆… خواب

خواب بھی مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوا۔

’’افسوس کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ امامت حقہ کی ضرورت کو نہیں سمجھتے اور ایک سچی خواب آنے سے یا چند الہامی فقروں سے خیال کر لیتے ہیں کہ ہمیں امام الزمان کی حاجت نہیں کیا ہم کچھ کم ہیں؟‘‘ (ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 474)

’’… اُسی رات پیلاطوس کی بیوی نے جو اس ملک کا بادشاہ تھا ایک ہولناک خواب دیکھا تھا…‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 348)

شجرِ طیبہ کا شیریں پھل

سلطان القلم کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں اکنافِ عالم میں جہاں جہاں پھیلیں یہ درویش زبان اپنے ساتھ لیتی گئیں۔ اردو کو عالمی زبان بنانے میں ہمارے خلفائے کرام، جامعات احمدیہ، مبلغینِ سلسلہ، جلسہ ہائے سالانہ اور وطن سے ہجرت کرنے والوں نے حصہ لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایم ٹی اے پر اردو کلاسیں پوری دنیا میں ہر عمر کے احباب کے لیے دلچسپی کا سامان تھیں جو غیر محسوس طور پر اردو سے نہ صرف متعارف کراتیں بلکہ کئی اردو بولنے اور سمجھنے والے پیدا کیے۔ کلاس میں روسی، چینی، انگریز، افریقی، بنگالی اور دیگر کئی علاقوں سے تعلق رکھنے والے شاگرد ملتِ واحدہ کا تصور پیش کرتے۔

جماعت کے انتظامی امور میں رائج الفاظ و تراکیب نے مبلغین کرام کے ساتھ کل عالم میں سفر کیا اور وہ جہاں جہاں گئے انہیں مقامی زبانوں کا حصہ بنا دیا مثلاً اجلاس، جلسہ، لنگر خانہ، وصیت۔ موصی، حصہ آمد، حصہ جائیداد، صدر صاحب، قائد صاحب وغیرہ وغیرہ

جامعہ احمدیہ قادیان اور ربوہ میں بیرونی ممالک سے آ کر تعلیم پانے والے طلباء کی صورت میں اردو نصاب تعلیم کے کئی شیریں پھل جماعت کو حاصل ہوئے۔ ایک بہت مشہور مثال مکرم ڈاکٹر عبدالوہاب آدم صاحب مرحوم (امیر و مبلغ انچارج گھانا) تھے۔ آپ اردو لکھنے پڑھنے کی اچھی استعداد رکھتے۔ اسی طرح کی کئی اور مثالیں بھی موجود ہیں۔

پاکستان میں احمدیوں کا عرصۂ حیات تنگ کیا گیا تو ایک در بند ہونے سے کئی در کھلے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی ممالک میں جماعات قائم ہوئے۔ اس وقت برطانیہ، کینیڈا، سیرالیون، گھانا، انڈونیشیا اور جرمنی کے جامعات کے نصابِ تعلیم میں اردو درس و تدریس شامل ہے۔ اس طرح اردو کے بین الاقوامی فروغ کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے۔

انگریزی راج کے ہندوستان میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کو اردو کی خدمت کی توفیق ملی مگر وہ عظیم کالج انجام کار ایک سکڑنے والا ادارہ ثابت ہوا۔ مگر جامعہ احمدیہ (مدرسہ احمدیہ) خدا کے مامور کا لگایا ہوا پودا ہے نہ صرف یہ کہ یہ سرسبز و شاداب رہے گا بلکہ اس کی شاخیں اکنافِ عالم تک محیط ہو جائیں گی اور اس کے شیریں پھل جماعت کے دامن میں گرتے رہیں گے۔ یہ ایک پھیلنے والا دائرہ ہے جس کے اندر سے نئے دائرے نکلتے رہیں گے اور علم، ثقافت، ادب اور روحانیت کی روشنیاں دنیا میں بکھیرتے رہیں گے (انشاء اللہ)۔

اس مختصر سے جائزے کے بعد حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کے اپنی کتب سے استفادہ کے بارے میں چند تاکیدی ارشادات پیش خدمت ہیں:

’’جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک طرح کا کبر پایا جاتا ہے۔‘‘

(سیرۃ المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 365)

’’وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاجاؤ‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

’’سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے۔ کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے‘‘ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 361)

ہزاروں سال سے مدفون خزانے ہمارے سامنے کھلے ہیں۔ کتب کا حصول کچھ مشکل نہیں رہا۔ یہ کتب جماعت کی مرکزی ویب سائیٹ پر پڑھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح بہت سی کتب کو با آواز بھی سنا جا سکتا ہے۔ مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ملتے ہیں۔ ضرورت ہمیں صرف پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ برکات کا نزول اس پر مستزاد ہے۔

حضرت مصلحِ موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:

’’جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں اور جب پڑھو جب ہی خاص برکات اور معارف کا نزول ہوتا ہے… تو حضرت صاحب کی کتابیں بھی خاص فیضان رکھتی ہیں ان کا پڑھنا بھی ملائکہ سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ان کے ذریعے نئے نئے علوم کھلتے ہیں…‘‘ (ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 560)

آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیغام سے ایک اقتباس درج ہے جو روحانی خزائن کی ہر جلد کے آغاز میں ہمیں دعوتِ عمل دیتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں امام مہدی اور مسیحِ محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریروں کے ذریعے سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن وسلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔‘‘

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا احباب جماعت کے نام پیغام صفحہ 6)

☆…☆…☆

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

کیا یہ اتفاق ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے شخصی، علاقائی، قومی، زمانی، زمینی اور آسمانی نشانات کا تذکرہ

(عبدالسمیع خان۔ استاذ جامعہ احمدیہ گھانا)

کیا یہ اتفاق ہے... کہ بانی جماعت احمدیہ، مسیح موعود اور مہدی ہونے کے مدعی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی دمشق کے عین مشرق میں قادیان کے قصبہ میں پیدا ہوئے جیسا کہ حدیث نبوی میں لکھا تھا شرقی دمشق۔ یعنی مسیح دمشق کے شرقی جانب نازل ہوگا۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ غلام احمد قادیانی کے اعداد بحساب جمل پورے 1300 بنتے ہیں جو 13ویں صدی ہجری کے خاتمہ پر دلالت کرتے ہیں اور آپ کے چودھویں صدی ہجری کے موعود مصلح ہونے کا اشارہ کرتے ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ آپ 1250ہجری میں پیدا ہوئے اور 1326 ہجری میں فوت ہوئے اس طرح 13ویں صدی ہجری کا نصف آخر آپ نے پایا اور 14ویں صدی ہجری کے پہلے 26سال بھی پائے۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اسلامی اور عیسوی دونوں صدیوں کا زمانہ پایا۔ نیز دنیا کے تمام معروف قوموں کے کیلنڈر آپ کی زندگی میں نئی صدی میں داخل ہوئے جیسا کہ ذوالقرنین کی پیشگوئی میں اشارہ موجود ہے یعنی دو صدیاں پانے والا۔ اور آپ نے اس پیشگوئی کا اپنے آپ کو مصداق قرار دیا۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ آپ کے آباء واجداد فارسی سلطنت سے ہجرت کر کے ہند میں آئے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ آنے والا مامور اس کی قوم میں سے ہوگا اور فارسی الاصل ہوگا۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ آپ کے وہ جد امجد جو فارسی سلطنت کے شہر سمرقند سے نکل کر ہندوستان میں آئے تھے ان کا نام ہادی بیگ تھا اور انہی کی نسل سے وہ شخص پیدا ہوا جس نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ مرزا ہادی بیگ نے ھند میں آکر جس قصبہ کی بنیاد ڈالی اس کا نام اسلام پور رکھا کیونکہ اس نے اسلام کا نیا مرکز بننا تھا مگر حکمت الٰہی سے یہ نام اسلام پور قاضی۔ قادی۔ وغیرہ مراحل سے گزرتا ہوا قادیان بن گیا جس کا ذکر ہندو لٹریچر میں قدون اور حدیث نبوی میں کدعہ کے لفظ سے ملتا ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس مدعی کا نام غلام احمد رکھا گیا جو احمد پاک ﷺ کی غلامی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہی آپ کا دعویٰ ہے کہ میرا مقصود تو صرف اور صرف حضرت رسول کریم ﷺ کی عظمت اور اسلامی تعلیمات کو دنیا میں قائم کرنا ہے وہی کلمہ وہی قرآن وہی نماز وہی روزہ وہی حج وہی شریعت محمدیہ۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ مسیح موعود کی پیدائش میں ندرت تھی اور آپ توام پیدا ہوئے جیسا کہ سپین کے مشہور صوفی بزرگ حضرت محی الدین ابن عربی نے پیشگوئی کی تھی۔ حضرت مسیح ناصری کی پیدائش بھی منفرد تھی اور آپ بن باپ پیدا ہوئے تھے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ مسیح بن باپ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھے اور مرزا صاحب بھی نسلی طور پر قریش میں سے نہ تھے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں جہاں آپ کی پیدائش ہوئی پہلا عیسائی مشن 1835ء میں قائم ہوا اور اسی سال وہ شخص پیدا ہوا جس نے کاسر صلیب ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ عیسائیت کی شکست میرے ہاتھوں مقدر ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ آنے والے موعود کو احادیث میں حارث اور حراث کے نام سے بھی پکارا گیا ہے یعنی وہ زمیندار ہوگا۔ حضرت مسیح موعود کا خاندان بعینہ اس کے مطابق زمیندارہ کے کام سے منسلک تھا اور بہت سے گاؤں کے نظم ونسق کا ذمہ دار تھا۔

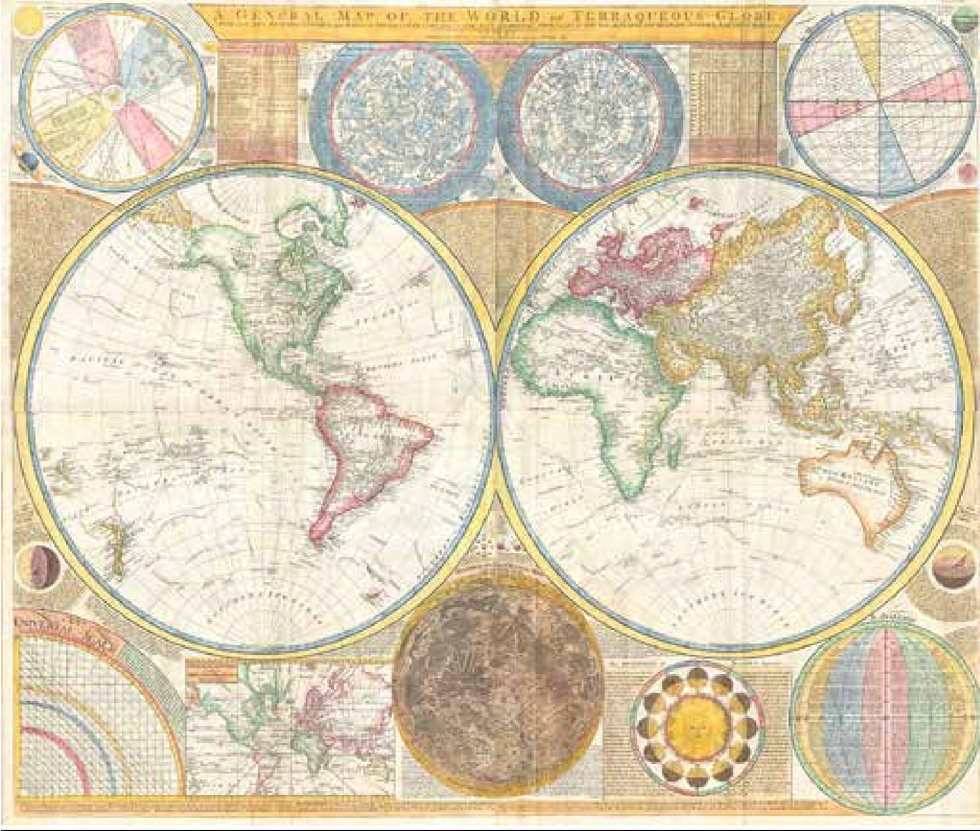
کیا یہ اتفاق ہے... کہ آپ نے 14ویں صدی کے چھٹے سال 1306ھ میں اپنی جماعت کی بنیاد رکھی اور جب اس بات کی اچھی خاصی شہرت ہوگئی اور موافق اور مخالف طبقے وجود میں آگئے تو 5سال بعد 1311ھ میں چاند سورج گرہن کا وہ نشان ظاہر ہوا جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارے مہدی کے لیے یہ دو نشان ظاہر ہوں گے۔ یہ گرہن مقررہ شرائط کے ساتھ ظاہر ہوئے اور یہ دونوں گرہن قادیان کی سرزمین سے مکمل طور پر دیکھے جاسکتے تھے۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ حدیث میں یہ پیشگوئی تھی کہ مسیح موعود باب لُدّ پر دجال کو قتل کرے گا۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے وطن قادیان کو چھوڑ کر شہر لدھیانہ میں اپنی جماعت کی بنیاد رکھی جس کا پہلا حصہ لُد ہے اور روایت ہے کہ لدھیانہ کے ایک مخلص مرید صوفی احمد جان نے مدّت پہلے بیعت کرنے اور اپنے گھر کو دار البیعت بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر بیعت کے وقت وہ فوت ہوچکے تھے اس کے باوجود مرزا صاحب نے ان کی خواہش کا احترام کیا۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ مدعی مہدویت کی پیدائش کے سال، اس کے دعوے کے سال، اس کے ماموریت کے عالمی پیغام کے سال اور وفات کے سال غیر معمولی دمدار ستارے ظاہر ہوئے اسی طرح اس کی زندگی میں ستاروں کے گرنے کے نشان ظاہر ہوئے جیسا کہ احادیث اور انجیل میں ذکر ملتا ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے پنجاب میں تباہ کن طاعون پھیلنے کی پیشگوئی کی اور اعلان کیا کہ خدا مجھے اور میرے پیروکاروں کو اس سے محفوظ رکھے گا اس نے اپنے ماننے والوں کو طاعون کا ٹیکہ لگوانے سے بھی منع کیا۔ چنانچہ طاعون آئی اور اس نے شہروں اور آبادیوں میں تباہی مچادی مگر احمدی اس سے محفوظ رہے جبکہ ٹیکے لگوانے والے دھڑا دھڑ اس کا شکار ہوتے رہے۔ یاد رہے کہ حضرت مسیحؑ کو صلیب پر لٹکانے کے بعد یہود میں بھی طاعون پھیلی تھی۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ آپ کا حلیہ حدیث اور آثار میں مذکور مسیح موعود کے حلیہ کے عین مطابق تھا رنگ گندمی، بال لمبے اور سیدھے، زبان میں معمولی سی لکنت، باتیں کرتے ہوئے رانوں پر ہاتھ مارنا وغیرہ۔



دنیا کا ایک قدیم نقشہ

کیا یہ اتفاق ہے... کہ وہ مامور دو سخت بیماریاں لے کر آیا۔ ایک جسم کے اوپری حصے میں اور ایک نچلے حصہ میں۔ اور وہ ساری عمر ان کا شکار رہا اور اس نشان کو اپنی صداقت کے لیے پیش کرتا رہا۔ حدیث میں اسے دو زرد چادریں کہا گیا ہے اور علم رویا میں زرد چادر سے مراد بیماری ہوتی ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ مسیح موعود کی پیدائش سے پہلے ہندوستان سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہوچکا تھا جیسا کہ مسیح ناصریؑ کی پیدائش کے وقت یروشلم سے یہودی حکومت ختم ہوکر قیصر کا غلبہ ہوگیا تھا۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ اس کے زمانہ میں 1899ء، 1900ء میں بیماری کی وجہ سے حج روکا گیا جیسا کہ حدیث میں پیشگوئی تھی۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ مسیح موعود کی پیدائش سے تھوڑا پہلے ہندوستان میں ریل گاڑی کا آغاز ہوگیا اور وہ ذرائع سفر میسر آگئے جن سے مسیح موعود کا پیغام کل عالم میں پہنچ سکتا تھا ان ایجادات کے متعلق سورۃ التکویر اور احادیث میں پیشگوئیاں موجود ہیں جیسا کہ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ میں ذکر ہے اور یہ ذرائع مسلسل بڑھتے جارہے ہیں اور دنیا گلوبل ویلج بن گئی ہے اور ان ایجادات سے سب سے زیادہ مثبت فائدہ اٹھانے والی اس کی جماعت ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ مسیح موعود کے زمانہ میں وہ ذرائع اشاعت بھی ایجاد ہوگئے جن سے ہزاروں کتابیں اور رسائل تھوڑے وقت میں شائع کی جاسکتی ہیں اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں بھیجنی ممکن ہوگئی ہیں اسی طرح پرانی کتب اور صحائف اور آثار قدیمہ بھی انسان کی دسترس میں آگئے ہیں جیسا کہ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ میں ذکر تھا۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کے زمانہ میں دریا پھاڑے گئے اور نہریں نکال کر مردہ دریاؤں کو رواں کر دیا گیا اور اسی کے علاقہ پنجاب میں دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام بنایا گیا جیسا کہ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ میں ذکر تھا۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے اپنی جماعت کا نام جماعت احمدیہ یا احمدی جماعت رکھا۔ عالم اسلام میں 1400سال میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں فرقے وجود میں آئے بہت سے مٹ گئے مگر آج صفحہ دنیا پر احمدیہ کے نام سے اور کوئی فرقہ موجود نہیں حالانکہ احمد نام امت محمدیہ میں بہت معروف اور محبوب نام ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے ... کہ مسیح موعود کی زندگی میں آپ کے خاندان کے 70 کے قریب مرد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے آباء واجداد کی نسل کاٹی جائے گی اور خاندان کا آغاز مجھ سے ہوگا۔ چنانچہ آج کا دن بتاتا ہے کہ اس وقت ان تمام افراد کی موجودگی کے باوجود آج 150سال بعد اس کا خاندان اسی سے پہچانا جاتا ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے اعلان کیا کہ اب اسلام کو جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں کیونکہ اب دشمن اسلام پر تلوار سے حملہ نہیں کرتا بلکہ قلم سے کرتا ہے اس لیے اب اسلام کے قلمی جہاد کا زمانہ ہے اور اب جو بھی اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کرے گا وہ لازماً ناکام ہوگا اور اسلام کی تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر فرد گواہی دے گا کہ گذشتہ 100سال میں اسلام کے نام پر لڑی جانے والی

ہر لڑائی ناکامی سے دوچار ہوئی ہے سیاسی لڑائیوں کا سلسلہ الگ ہے اس کے اپنے قوانین ہیں آج مسلم دانشور بھی جہاد بالقلم کے قائل ہوتے جارہے ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے عیسائی پادریوں کو ان کے مذہبی عقائد اور انسان کو خدا بنانے کی وجہ سے دجال اور مغربی عیسائی قوموں کو ان کے سیاسی عروج اور فتنوں کی بنا پر یاجوج ماجوج قرار دیا جو مسیح موعود کے زمانہ کی اہم علامات تھیں اس نے کہا کہ یہ نام کسی فرد کو نہیں بلکہ قوموں کو دیے گئے ہیں اور ان پر وہ تمام علامات تمثیلی رنگ میں پوری اترتی ہیں جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں اور ان کے عقائد، اور فتنہ انگیزی اور سائنسی ایجادات خصوصاً سواریاں اس پر گواہ ہیں جن کو دجال کا گدھا کہا گیا ہے اور آج ایک عرصہ بعد دانشور اور صاحب علم اس کی تائید کر رہے ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کا پیغام اس کی زندگی میں ہی امریکہ، یورپ، افریقہ آسٹریلیا، برطانیہ، جرمنی، نیوزی لینڈ، روس اور افغانستان میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ خدا میری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچائے گا اور آج دنیا کے 213 ممالک میں اس کی جماعت قائم ہے اور دنیا کے تمام معروف زمینی کناروں تک اس کے مخلص پیروکار موجود ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ ہندوستان کے ایک پسماندہ گاؤں کا رہنے والا جس نے کبھی کسی سکول کا منہ نہ دیکھا ہو وہ فصیح وبلیغ عربی میں نہ صرف کتابیں لکھتا تھا بلکہ قرآن کی منفرد اور اچھوتی تفسیر بھی کرتا تھا جو پہلی کتابوں میں نہیں پائی جاتی اور پھر علمائے اسلام کو چیلنج بھی کرتا تھا کہ میرے مقابلہ میں عربی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھیں اور کوئی اس کے مقابلہ پر نہ آسکا مگر اس کی کتب آج بھی دعوت مقابلہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ جب اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا اعلان کرکے عیسائیت پر کاری ضرب لگائی تو اسی زمانہ کے لگ بھگ انجیل کے وہ قدیم نسخے بھی دریافت ہونے لگے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ناصریؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے والی آیات الحاقی ہیں اور بعد میں شامل کی گئی ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے اعلان کیا کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد ہجرت کرکے کشمیر تشریف لے گئے اور 120 سال کی عمر پاکر محلہ خانیار سری نگر میں مدفون ہوئے۔ آپ نے اس موضوع پر کئی کتابیں لکھیں اور اس کے بعد بیسیوں محققین نے تحقیق کرکے اس بات کی تائید کی اور آج تک نئے نئے دلائل اس کے حق میں نکلتے آرہے ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے چیلنج کیا کہ میرے مخالفین اور ان کی اولاد اور ان کی اولاد کوئی بھی مسیح کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی اور اس چیلنج پر 130 سال گزر گئے اور مسیح کے آسمان سے آنے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ ہزاروں لوگوں نے اس کے حق میں تصدیقی خوابیں دیکھیں۔ سینکڑوں نے استخارہ کرکے رسول خدا ﷺ سے اس کی سچائی کی خبر پائی اور اس کو قبول کیا۔ یہ رؤیا اور کشوف قسمیں کھا کر بیان کیے گئے اور کتابوں میں اکٹھے کردیے گئے ہیں۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اسے قبول کرنے والے اکثر دیندار اور نیک طبع لوگ تھے یا اگر بد تھے تو اس کو قبول کرنے کے بعد ان کی زندگیاں شریعت کے پیرایہ میں ڈھل گئیں اور ان کے عزیزوں اور گھر والوں نے اس کا اعتراف کیا کہ یہ نیک ہوگیا ہے یا پہلے سے زیادہ عامل شریعت ہے کیا کسی جھوٹے کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہوا ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کے دعویٰ کے وقت امت مسلمہ کا اتحاد پارہ پارہ ہوچکا تھا امت 72 فرقوں میں بٹ چکی تھی اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر اور جہنمی قرار دے رہا تھا کیا ایسے وقت میں ضرورت نہیں تھی کہ کوئی ان کو اتحاد کی طرف بلاتا اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو للّٰہی محبت عطا کرتا۔ اور خدا کی طرف سے حَکَم بن کر فیصلے کرتا۔

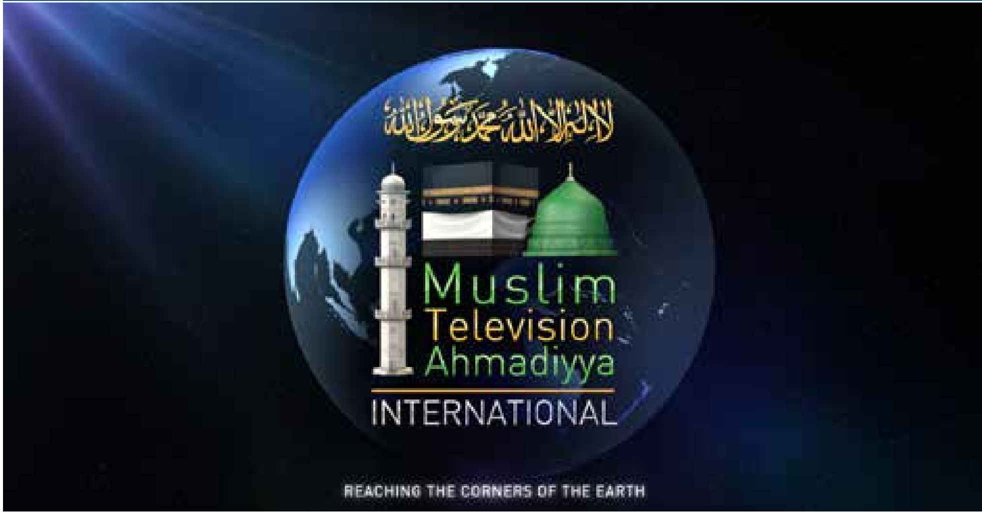
کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کی بعثت کے وقت مسلم علماء بگڑ چکے تھے اور امت کو منتشر کرنے میں سب سے زیادہ ہاتھ انہی کا تھا ان کا کردار تعمیری نہیں تخریبی تھا اور ہے اور اس کی گواہیاں خود علماء کے بیانات اور روزمرہ کے اخبارات میں بھری پڑی ہیں کیا امت کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جاتا اور شتر بے مہار والا معاملہ ہوتا جیسا کہ اب تک جماعت احمدیہ سے باہر نظر آتا ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے تصویر کھنچوائی تو علماء نے تصویر کے خلاف شرع ہونے کا فتویٰ دیا مگر آج سب کسی نہ کسی عذر سے تصویر کو جائز قرار دے رہے ہیں اور کیا یہ بھی اتفاق نہیں کہ آج دنیا میں صرف 2 نبیوں کی تصویریں موجود ہیں ایک حضرت مسیح ناصریؑ کی اور دوسری مسیح موعودؑ ہونے کے مدعی کی۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کی ہزاروں دعاؤں کو قبولیت نصیب ہوئی جن کے گواہ اس کے ماننے والے، اس کے دشمن اور آج کی نسلیں بھی ہیں اس کی دعاؤں سے بے اولادوں کو اولاد ملی مریضوں کو شفا اور لمبی عمر ملی غریبوں کو دولت اور خوشحالی ملی اس کے دشمن ذلیل اور نامراد ہوئے کوئی ہندوستان میں قتل ہوا کوئی امریکہ میں فالج کا شکار ہوا کوئی افغانستان میں بے نام ہوا کوئی پھانسی پر لٹک گیا کوئی ہوا میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ کتنے



سٹیم انجن سے چلنے والی ایک قدیم ریل گاڑی



ابتر ہوگئے۔ ہزاروں طاعون اور زلازل اور جنگوں میں مارے گئے۔ اس کے خلاف بددعائیں کرنے والوں پر وہ دعائیں الٹ پڑیں اور اس کا بال بھی بیکا نہ کرسکیں اس نے چیلنج کیا تھا کہ اگر میرے خلاف دعائیں کرتے کرتے سجدوں میں تمہارے ناک گل جائیں اور آنکھیں آنسو بہاتے اندھی ہوجائیں تب بھی خدا انہیں نہیں سنے گا۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کے بعد اس کی جماعت تتر بتر نہیں ہوئی بلکہ ایک ہاتھ پر اکٹھی ہے اور جیسا کہ اس نے خدا سے خبر پاکر لکھا تھا اس کے بعد جماعت احمدیہ میں نظام خلافت قائم ہوا جس کا پہلا مظہر اس کے خاندان سے نہیں تھا تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عام پیروں کی طرح ایک خاندانی گدی ہے اور اس کے بعد دوسرا خلیفہ مرزا صاحب کا بیٹا ہوا جس کی عمر 25 سال تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ ناتجربہ کار اور مریض اور ان پڑھ نوجوان جماعت کو لے ڈوبے گا۔ مگر اس نے 52 سال قیادت کی اور جماعت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردیا اور یہ سلسلہ خلافت اس کی جماعت میں قائم ودائم اور مسلسل ترقی پذیر ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے 52 سال کی عمر میں یہ دعویٰ کیا کہ 6 سال کے اندر میرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو میرا جانشین ہوگا اور میرے مشن میں ممد ومعاون ہوگا اس نے اپنے بیٹے کی 50 کے قریب علامات بیان کیں جو سب حیرت انگیز ہیں مثلاً یہ کہ وہ لمبی عمر پائے گا وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا وہ کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرے گا اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ عجیب بات ہے کہ سارے واقعات ایسے ہی رونما ہوئے وہ بیٹا 6 سال کے اندر پیدا ہوا باپ کی وفات کے 6 سال بعد جماعت کا خلیفہ منتخب ہوا اس نے باوجود متعدد بیماریوں اور قاتلانہ حملہ کے 77 سال عمر پائی اس نے علوم قرآن اور علوم اسلامیہ میں منفرد لٹریچر پیدا کیا اور دشمنوں پر دھاک بٹھا دی اس نے کئی قوموں کو آزادی دلوانے میں اہم کردار ادا کیا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائی جو بڑھتی جارہی ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس نے خدا کی طرف منسوب کرکے یہ اعلان کیا کہ ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔'' اس پیشگوئی کے لمبے عرصہ بعد افریقہ کے بادشاہوں نے اس کے کپڑوں کا تبرک طلب کیا۔ کپڑے موجود تھے اور ان میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر بھجوایا گیا۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کا خلیفہ ٹی وی کے ذریعہ خطاب کرتا ہے اور اس کی تصویر اور آواز دنیا بھر میں دیکھی اور سنی جاتی ہے اور بیسیوں زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے کیونکہ بزرگان امت کی پیشگوئیوں میں یہ ذکر ہے کہ امام مہدی یا اس کا منادی ایک جگہ سے خطاب کرے گا اور تمام دنیا اسے دیکھے گی اور اس کی آواز سنے گی اور ہر قوم اپنی اپنی زبان میں اس کو سنے گی پردہ میں رہنے والی لڑکی بھی اسے دیکھ سکے گی۔ امام کے ماننے والے مختلف ملکوں میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے جیسا کہ ایم ٹی اے پر ہو رہا ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے... کہ اس کے آنے کے بعد دنیا میں زلازل کی تعداد اور تباہ کاریوں میں بہت اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ حدیثوں اور دیگر پیشگوئیوں میں کہا گیا تھا کہ امام مہدی کے زمانہ میں کثرت سے زلزلے آئیں گے۔ چنانچہ سائنسدانوں کے جائزے بتاتے ہیں کہ گذشتہ سو سال میں ان کی آمد میں بہت ترقی ہوئی ہے بعض زلزلے تو اس کی زندگی میں معین پیشگوئیوں کے مطابق آئے اور بہت تباہی پھیلائی۔

اگر یہ محض اتفاقات ہیں تو مذہبی دنیا کے تمام قوانین ٹوٹ گئے ہیں۔ 7 ہزار سال کا روحانی عالم الٹ گیا ہے تمام اصول پارہ پارہ ہوگئے ہیں۔ کُل ماموروں کی صداقت مشتبہ ہوگئی ہے کیونکہ ان کے ساتھ بھی تو ایسے ہی اتفاقات ہوسکتے تھے جو ان کی راستی کا نشان بن گئے نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کی سنت اور اس کے وعدوں سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔

مگر اے دیدہ ورو! آنکھیں کھول کر دیکھو! یہ اتفاق نہیں خدا تعالیٰ کی تقدیر کی مربوط لڑی ہے۔ ہر واقعہ ایسے دوسرے واقعات کے ساتھ جڑا ہوا ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت کے ظہور پذیر ہونا ممکن نہیں کیونکہ زمین وآسمان پر اسی کی بادشاہی ہے۔ تخلیق اور فنا کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ دلوں پر اسی کا تسلط ہے۔ کیا ندرت کے ساتھ موعود وقت میں پیدا ہونا، معنی خیز نام رکھنا، کسی مخصوص نسل سے ہونا، خاص علاقہ میں ہونا، آسمان پر سورج، چاند اور ستاروں میں غیر معمولی تغیرات اور زمینی انقلابات کسی انسان کے اختیار میں ہیں۔ مستقبل کی پیشگوئیاں کرنا اور سابقہ پیشگوئیوں کو اپنی ذات اور خاندان اور علاقہ اور زمانہ میں پورا کر دینا اگر کسی کے ہاتھ میں ہے تو کسی اور جھوٹے یا آپ کے کسی مخالف نے کیوں نہیں کرلیا؟

پس ان سارے واقعات کا ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص کی ذات میں اور اس کے گرد اکٹھے ہونا یقیناً اس کے مامور من اللہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ ہر آنے والا دن اس کی صداقت پہ نئی نئی مہریں لگا رہا ہے اور ہر نیا سورج اس کی راستبازی کا پیغام دیتا ہے۔ یہی سنت الٰہی ازل سے جاری ہے اور اسی کے قبول کرنے میں سعادت مندوں کی نجات ہے۔

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

☆...☆...☆

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقاصدِ عالیہ

حضورؑ کے ارشادات کی روشنی میں

(درثمین احمد۔ جرمنی)



آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)

امّتِ محمدیہ کے کئی بزرگوں (جیسا کہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ، صوفی بزرگ شیخ عبد العزیز، مشہور صوفی و ادیب خواجہ حسن نظامی، حضرت شاہ محمد حسین صابری) نے امام مہدی کے ظہور کے زمانہ کا تعین بھی کر دیا تھا جو کہ چودھویں صدی کا ابتدائی حصہ بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام علامات اور نشانیاں جو امام مہدی کے دعویٰ سے قبل پوری ہونی تھیں، پوری ہو گئیں اور ہر طرف بڑی شدت سے ایک مسیح اور مہدی کا انتظار ہو رہا تھا۔ عوام سے لے کر علماء تک سبھی، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتبِ فکر سے ہو، بلا تفریق امت محمدیہ کے مرثیہ خواں نظر آتے تھے۔ خاص طور پر احادیث مبارکہ میں جو نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ محمدیہ کا کھینچا وہ من وعن پورا ہو رہا تھا۔ مسلمان زوال کا شکار ہو رہے تھے، ہزاروں مسلمان عیسائی ہو رہے تھے اور اسلام مختلف فرقوں میں بٹ چکا تھا۔ مسجدیں دھرم شالہ بنا دی گئی تھیں۔ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ نے دنیا کے سامنے ہندوستان کی ایک گمنام بستی قادیان سے ایک جواں مرد کو کھڑا کیا جو ہر یک رنگ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا مصداق تھا۔ یہ مبارک ہستی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اغراض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثت کی غرض یوں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اس کی آیات و نشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر اُن کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اُن کی تعداد اِس قدر ہو کہ رُوئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔

اس قدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 9، ایڈیشن 1988ء)

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

’’مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور مَیں اُس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 61)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں نقارہ کی آواز سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب بطور نشان امامت ہے جو شخص اس نشانِ امامت کو دکھلائے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے۔ میں اس کو دستِ بیعت دینے کو طیار ہوں... جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا، عنقریب وہ مرنے کے بعد شرمندہ ہوگا اور اب حجت اللہ کے نیچے ہے۔‘‘

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 501 تا 502)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے۔ اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو...‘‘

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 498)

مَیں صرف اس خدا کا جلال چاہتا ہوں جس کی طرف سے مَیں مامور ہوں

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’مَیں نہیں چاہتا کہ ایک بُت کی طرح میری پوجا کی جائے مَیں صرف اس خدا کا جلال چاہتا ہوں جس کی طرف سے مَیں مامور ہوں۔ جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اُس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ انسان میں اس سے زیادہ کوئی خوبی نہیں کہ تقویٰ کی راہ کو اختیار کر کے مامور مِن اللہ کی لڑائی سے پرہیز کرے اور اس شخص کی جلدی سے تکذیب نہ کرے جو کہتا ہے کہ مَیں مامور من اللہ ہوں اور محض تجدید دین کے لئے صدی کے سر پر بھیجا گیا ہوں۔ ایک متقی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اس چودھویں صدی کے سر پر جس میں ہزاروں حملے اسلام پر ہوئے ایک ایسے مجدد کی ضرورت تھی کہ اسلام کی حقیّت ثابت کرے۔ ہاں اس مجدد کا نام اس لئے مسیح ابن مریم رکھا گیا کہ وہ کسر صلیب کے لئے آیا ہے اور خدا اس وقت چاہتا ہے کہ جیسا مسیح کو پہلے زمانہ میں یہودیوں کی صلیب سے نجات دی تھی اب عیسائیوں کی صلیب سے بھی اس کو نجات دے۔ چونکہ عیسائیوں نے انسان کو خدا بنانے کے لئے بہت کچھ افترا کیا ہے۔ اس لئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ مسیح کے نام پر ہی ایک شخص کو مامور کر کے اس افترا کو نیست و نابود کرے۔ یہ خدا کا کام ہے اور ان لوگوں کی نظر میں عجیب۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 320 تا 321)

مَیں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’...جب تیرھویں صدی کا آخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا۔ تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ **تو اس صدی کا مجدّد ہے** اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْماً مَّا اُنْذِرَ آبَاءُ هُمْ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اور اس کے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا تُو ان لوگوں کو بد انجام سے ڈراوے کہ جو باعثِ پُشت در پُشت کی غفلت اور نہ متنبّہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا اُن مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہہ دے کہ مَیں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 201 تا 202 حاشیہ)

مجدد وقت

آپؑ فرماتے ہیں:

’’... مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّدِ وقت ہے اور روحانی طور پر اُس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدّت مناسبت و مشابہت ہے اور اس کو خواص انبیاء ورسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بُعد و حرمان ہے...‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 657)

’’...اس زمانہ کے مجدّد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدّد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالفِ قرآن ہے دلائلِ قویّہ کے ساتھ توڑنا اور اُن پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کیلئے جو بغیر تائیدِ الٰہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دُور کرنے کیلئے ضرور تھا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی آوے...‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 341)

نزول مسیح سے مراد

’’مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ ’’حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اُتریں گے۔‘‘ مَیں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد در حقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں۔ بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے...‘‘

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 51)

’’...ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیائے دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسولؐ ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔‘‘

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

آخری زمانے کی علامات اور مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور

آپؑ آخری زمانے کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’یہ زمانہ جس میں ہم ہیں یہ وہی زمانہ ہے جس میں دشمنوں کی طرف سے ہر ایک قسم کی بدزبانی کمال کو پہنچ گئی ہے اور بدگوئی اور عیب گیری اور افترا پردازی اِس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب اس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور ساتھ اُس کے مسلمانوں کی اندرونی حالت بھی نہایت خطرناک ہو گئی ہے۔ صدہا بدعات اور انواع اقسام کے شرک اور الحاد اور انکار ظہور میں آ رہے ہیں۔ اس لئے

قطعی یقینی طور پر اب یہ وہی زمانہ ہے جس میں پیشگوئی مُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کے مطابق عظیم الشان مصلح پیدا ہو۔ سو الحمد للہ کہ وہ مَیں ہوں۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 453)

''...مَیں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے۔ اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور مَیں اسی لئے آیا ہوں اور مجھے خداتعالیٰ نے علمِ قرآن بخشا ہے اور حقائق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مَیں خداتعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں ایک مجدّد کھلے کھلے دعویٰ کے ساتھ آتا سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کرو گے ہر ایک جو خداتعالیٰ کی طرف سے آیا اس وقت کے علماء کی ناسمجھی اس کی سدِّ راہ ہوئی آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل نہیں لا سکتا اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی جاتی ہیں۔ اے لوگو! اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداءِ دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ پاؤ۔ والسلام علی من اتبع الھدٰی''

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 36-37)

مؤید اسلام

آپؑ فرماتے ہیں:

''اے بزرگانِ اسلام خداتعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک ارادے پیدا کرے اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بناوے۔ مَیں اس وقت محض لِلّٰہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خداتعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پُرآشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علومِ لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔'' (برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 34)

''...یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ موسیٰ نے وہ متاع پائی جس کو قرونِ اُولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر مثیل موسیٰ، موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم، ابن مریم سے بڑھ کر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودہویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودہویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو وہ مَیں ہی ہوں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے نادان ہے وہ جو اس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جو اس کے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں بلکہ یوں چاہئے تھا۔ اور اُس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں...''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 14)

بندے کو خدا سے ملانے والی جماعت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''...وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔''

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180)

''اور آسمان جوش میں ہے کہ اس قدر آسمانی **نشان ظاہر** کرے کہ اسلام کی **فتح کا نقّارہ** ہر ایک ملک میں اور ہر ایک حصہ دُنیا میں بج جائے۔ اے قادر خدا! تُو جلد وہ دن لا کہ جس **فیصلہ** کا تُو نے ارادہ کیا ہے وہ ظاہر ہو جائے اور دنیا میں تیرا **اجلال** چمکے اور تیرے دین اور تیرے رسول کی **فتح** ہو۔ آمین ثم آمین۔

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 95)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں اخلاقی قوتوں کی تربیت کروں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں اخلاقی قوتوں کی تربیت کروں۔ چونکہ یہ سارا سلسلہ اور ساری کارروائی مسیحی رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے میرا نام مسیح موعود رکھا۔

اب جبکہ مَیں نے اس حد تک بات کو پہنچایا ہے، تو مَیں جانتا ہوں کہ مسیحی بھی میرے مخالف ہوں گے لیکن میں کسی کی مخالفت سے کب ڈر سکتا ہوں جب کہ خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔ اگر یہ دعویٰ میری اپنی تراشی ہوئی بات ہوتی تو مجھے ایک ادنیٰ سی مخالفت بھی تھکا کر بٹھا دیتی، مگر یہ میرے اپنے اختیار کی بات نہیں ہے ہر سلیم الفطرت کو جس طرح وہ چاہے سمجھانے کے لئے میں تیار ہوں اور اُس کی تسلی کے لئے ہر جائز مسنون راہ میں اختیار کر سکتا ہوں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ یہی وہ زمانہ ہے جس کے لئے مسلمان اپنے اعتقاد کے موافق اور عیسائی اپنے خیال پر منتظر تھے۔ یہی وہ وقت تھا جس کا وعدہ تھا۔ اب آنے والا آ گیا خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ خداتعالیٰ اپنے بھیجے ہوئے لوگوں کی تائید میں زبردست نشان ظاہر کیا کرتا ہے اور دلوں کو منوا دیتا ہے۔ جو کچھ مسیح موعود کے لئے مقدر تھا وہ ہو گیا۔ اب کوئی مانے نہ مانے مسیح موعود آ گیا اور وہ مَیں ہوں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 499 ایڈیشن 1988ء)

ایمانی حالتوں کی درستگی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی آمد کی غرض بیان کرتے ہوئے ایک جگہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''...میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خداتعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دُنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خداتعالیٰ اور عالمِ آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعف ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّت غائی ہیں مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہو گا۔ بعد اس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدّد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 291 تا 294 حاشیہ)

میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا

''خداتعالیٰ اس بات کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک امر پر بہتر گواہ ہے کہ وہ چیز جو اس کے راہ میں مجھے سب سے پہلے دی گئی وہ قلب سلیم تھا۔ یعنی ایسا دل کہ حقیقی تعلق اس کا بجز خدائے عزّوجلّ کے کسی چیز کے ساتھ نہ تھا۔ مَیں کسی زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوا اگر مَیں نے کسی حصہ عمر میں بجز خدائے عزّوجلّ کسی کے ساتھ اپنا حقیقی تعلق نہ پایا...اور اسی تپش محبت کی وجہ سے میں ہرگز کسی ایسے مذہب پر راضی نہیں ہوا جس کے عقائد خداتعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت کے برخلاف تھے یا کسی قسم کی توہین کو مستلزم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی مذہب مجھے پسند نہ آیا کیونکہ اس کے ہر قدم میں خدائے عزّوجلّ کی توہین ہے...

اسی طرح ہندو مذہب جس کی ایک شاخ آریہ مذہب ہے وہ سچائی کی حالت سے بالکل گرا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک اس جہان کا ذرّہ ذرّہ قدیم ہے جن کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ پس ہندوؤں کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے بغیر کوئی چیز ظہور میں نہیں آئی اور جس کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی...۔

غرض میں نے خوب غور سے دیکھا کہ یہ دونوں مذہب راستبازی کے مخالف ہیں اور خداتعالیٰ کی راہ میں جس قدر ان مذاہب میں روکیں اور نومیدی پائی جاتی ہے مَیں سب کو اس رسالہ میں لکھ نہیں سکتا صرف بطور خلاصہ لکھتا ہوں کہ وہ خدا جس کو پاک روحیں تلاش کرتی ہیں اور جس کو پانے سے انسان اسی زندگی میں سچی نجات پا سکتا ہے اور اس پر انوارِ الٰہی کے دروازے کھل سکتے ہیں اور اس کی کامل معرفت کے ذریعہ سے کامل محبت پیدا ہو سکتی ہے اُس خدا کی طرف یہ دونوں مذہب رہبری نہیں کرتے اور ہلاکت کے گڑھے میں ڈالتے ہیں۔ ایسا ہی ان کے مشابہ دنیا میں اور مذاہب بھی پائے جاتے ہیں مگر یہ سب مذاہب خدائے واحد لاشریک تک نہیں پہنچا سکتے اور طالب کو تاریکی میں چھوڑتے ہیں۔

یہ وہ تمام مذاہب ہیں جن میں غور کرنے کے لئے میں نے ایک بڑا حصہ عمر کا خرچ کیا اور نہایت دیانت اور تدبّر سے ان کے اصول میں غور کی۔ مگر سب کو حق سے دُور اور مہجور پایا۔ ہاں یہ مبارک مذہب جس کا نام اسلام ہے وہی ایک مذہب ہے جو خداتعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ اور وہی ایک مذہب ہے جو انسانی فطرت کے پاک تقاضاؤں کو پورا کرنے والا ہے...اسلام کا خدا کسی پر اپنے فیض کا دروازہ بند نہیں کرتا بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں سے بلا رہا ہے کہ میری طرف آؤ اور جو لوگ پورے زور سے اس کی طرف دوڑتے ہیں اُن کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔

سو مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے۔ جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے **سیّد و مولیٰ فخرالانبیاء اور خیرالوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اُس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 59 تا 65)

''...بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا میں نے افترا کے طور پر الہام کا دعویٰ کیا غلط ہے بلکہ درحقیقت یہ کام اس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانہ میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اس وقت **میرے جیسا** ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ **میں عام اطلاع دیتا ہوں** کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یورپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کر لے گا۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 18)

علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کا قیام

آپؑ فرماتے ہیں:

''اب اتمام حجّت کے لئے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کے موافق جو ابھی مَیں نے ذکر کیا ہے خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریّت اور اباحت اور شرک اور دہریّت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 251)

مزید فرماتے ہیں:

''خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا مَیں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف

کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں۔ انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کی رو سے اُس کو یقین آجائے کہ خدا ہے کیونکہ ایک بڑا حصہ دنیا کا اسی راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے اور وہ نہاں در نہاں اسرار جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعہ سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے امور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طور سے انسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہوسکتی۔ سو خدا نے میرے پر یہ احسان کیا ہے جو اس نے تمام دنیا میں سے مجھے اس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ تا وہ اپنے نشانوں سے گمراہ لوگوں کو راہ پر لاوے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے آسمان سے دیکھا ہے کہ عیسائی مذہب کے حامی اور پیرو یعنی پادری سچائی سے بہت دُور جا پڑے ہیں اور وہ ایک ایسی قوم ہے کہ نہ صرف آپ صراطِ مستقیم کو کھو بیٹھے ہیں بلکہ ہزار ہا کوس تک خشکی تری کا سفر کر کے یہ چاہتے ہیں کہ اوروں کو بھی اپنے جیسا کرلیں وہ نہیں جانتے کہ حقیقی خدا کون ہے بلکہ اُن کا خدا انہی کی ایک ایجاد ہے اس لئے خدا کے اس رحم نے جو انسانوں کے لئے وہ رکھتا ہے تقاضا کیا کہ اپنے بندوں کو ان کے دام تزویر سے چھڑائے اس لئے اس نے اپنے اس مسیح کو بھیجا تا وہ دلائل کے حربہ سے اُس صلیب کو توڑے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کو توڑا تھا اور زخمی کیا تھا۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 143 تا 144)

سچا مذہب بجز اسلام کے اور کوئی نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مَیں اس جگہ کچھ گذشتہ قصوں کو بیان نہیں کرتا بلکہ میں وہی باتیں کرتا ہوں جن کا مجھے ذاتی علم ہے۔ مَیں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقامات ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا اُس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھلاتا ہے کہ مَیں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا تب اس کا ایمان بلندی میں دُور دُور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔ چنانچہ مَیں اس امر میں صاحبِ مشاہدہ ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اُس نے نشان دکھلائے ہیں۔ سو اگرچہ مَیں دنیا کے تمام نبیوں کا ادب کرتا ہوں اور ان کی کتابوں کا بھی ادب کرتا ہوں مگر زندہ دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں کیونکہ اس کے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہوا۔ جس شخص کو میرے اس بیان پر شک ہو اس کو چاہیئے کہ ان باتوں کی تحقیق کے لئے کم سے کم دو ماہ کے لئے میرے پاس آجائے مَیں اس کے تمام اخراجات کا جو اس کے لئے کافی ہوسکتے ہیں اس مدت تک متکفّل رہوں گا۔ میرے نزدیک مذہب وہی ہے جو زندہ مذہب ہو۔ اور زندہ اور تازہ قدرتوں کے نظارہ سے خدا کو دکھلاوے ورنہ صرف دعویٰ صحت مذہب ہیچ اور بلا دلیل ہے۔''

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 428)

دجالیت کا خاتمہ

''ایسا ہی مسیح موعود کے وجود کی علّت غائی احادیثِ نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دُور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دے گا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ مَیں نے خدا تعالیٰ سے بصیرت کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آسکتا۔ چنانچہ فرقہ پادریان اس جدید طرز کے سوال سے جو حقیقت میں اُن کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہوگئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی۔ اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 262 تا 263 حاشیہ)

مجھے تبلیغ اور حق اور اصلاح کے لئے معمور فرمایا

حضورؑ فرماتے ہیں:

''...جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے معمور فرمایا اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ... اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب مَیں نے اس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا ہے اُس کو دوبارہ قائم کروں۔ اور خدا سے قوت پا کر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں۔ اور اُن کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دُور کروں اور پھر جب اس پر چند سال گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزّل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ وہ مَیں ہی ہوں۔ اور مکالماتِ الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی تھی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالماتِ الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں اور اُن کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کے لئے مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہٗ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور مَیں اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرف و مبدّل ہوگئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے مَیں نے اپنے خدا کو پایا اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچی بلکہ ہر ایک حصہ اس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا اور اس کی تصدیق کے لئے بارش کی طرح نشانِ آسمانی برسے۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 3 تا 4)

کسر صلیب

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

''سو مَیں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مَیں آسمان سے اترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر مَیں چُپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُنکے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں''۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 11 حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والی جماعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صد ہا نشان اس نے ظاہر کئے ہیں۔ اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہؓ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آجاوے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اُتار دیں۔ اور اپنی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں۔ فیج اَعْوَج (ٹیڑھی فوج) کے دشمن ہوں۔ اسلام پر تین زمانے گذرے ہیں۔ ایک قُرون ثلاثہ اِس کے بعد فیج اَعْوَج کا زمانہ جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ لَیْسُوْ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْھُمْ۔ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ مَیں اُن سے ہوں اور تیسرا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے ملحق ہے بلکہ حقیقت میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 67 ایڈیشن 1988ء)

''غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اس لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 65 ایڈیشن 2003ء)

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاجِ نبوت کا اور کس نے پایا۔ اِس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دل آزاری اور بد زبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے حاصل کی۔ بہتیرے اُن میں سے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن ان کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اور آسمانی نشانوں سے ان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جیسا کہ صحابہ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں۔ جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا۔!!!

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306 تا 307)

مخلصین کی جماعت

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں:

''... خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306 تا 307)

ہماری جماعت کا خدا سے سچا تعلق ہونا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے۔ اور ان کو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجے تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صد ہا نشان دکھائے کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔ ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کیلئے

جوش نہ ہو۔ تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔''
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 710 تا 711 ایڈیشن 1988ء)

تعلیم کے موافق عمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا۔ وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے، محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا... اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔ اعمال پروں کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کیلئے پرواز نہیں کر سکتا اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو اِن کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے، اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں... پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اسکی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔''
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 711 ایڈیشن 1988ء)

یہ زمانہ تکمیل اشاعتِ ہدایت کا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''...در حقیقت اظہارِ دین اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ کُل مذاہب میدان میں نکل آویں اور اشاعتِ مذہب کے ہر قسم کے مفید ذریعے پیدا ہو جائیں اور وہ زمانہ خدا کے فضل سے آ گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت پریس کی طاقت سے کتابوں کی اشاعت اور طبع میں جو جو سہولتیں میسر آئی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ڈاکخانوں کے ذریعہ سے کل دنیا میں تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اخباروں کے ذریعہ سے تمام دنیا کے حالات پر اطلاع ملتی ہے۔ ریلوں کے ذریعہ سفر آسان کر دیئے گئے ہیں۔ غرض جس قدر آئے دن نئی ایجادیں ہوتی جاتی ہیں اسی قدر عظمت کے ساتھ مسیح موعود کے زمانہ کی تصدیق ہوتی جاتی ہے اور اظہارِ دین کی صورتیں نکلتی آتی ہیں۔ اس لئے یہ وقت وہی وقت ہے جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کہہ کر فرمائی تھی۔ یہ وہی زمانہ ہے جو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:4) کی شان کو بلند کرنے والا اور تکمیل اشاعتِ ہدایت کی صورت میں دوبارہ اتمامِ نعمت کا زمانہ ہے۔''
(ملفوظات جلد 2 صفحہ 134 تا 135 ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے سوال کیا کہ خلیفہ کے آنے کا مدّعا کیا ہوتا ہے؟ مقصد کیا ہوتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ ہمارے سامنے ہر وقت رہنا چاہیئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اصلاح''۔ یہ مقصد ہے۔ اور پھر وضاحت بھی فرمائی کہ ''دیکھو حضرت آدم سے اِس نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد جب انسان کی عملی حالتیں کمزور ہو گئیں اور انسان زندگی کے اصل مدّعا اور خدا کی کتاب کی اصل غایت بھول کر ہدایت کی راہ سے دور جا پڑے تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مامور اور مُرسَل کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کی۔ اور ضلالت کے گڑھے سے نکالا۔'' آپؑ فرماتے ہیں کہ ''شان کبریائی نے جلوہ دکھایا اور ایک شمع کی طرح نور معرفت دنیا میں دوبارہ قائم کیا گیا۔ ایمان کو نورانی اور روشنی والا ایمان بنا دیا۔'' فرماتے ہیں کہ ''غرض اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنّت چلی آتی ہے۔'' ''حضرت آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ تک یہی ہم نے دیکھا۔ پھر فرمایا کہ ''غرض اللہ تعالیٰ کی یہی سنّت چلی آتی ہے کہ ایک زمانہ گزرنے پر جب پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بھول کر راہ راست اور متاع ایمان اور نور معرفت کو کھو بیٹھتے ہیں اور دنیا میں ظلمت اور گمراہی، فسق و فجور کا چاروں طرف سے خطرناک اندھیرا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات جوش مارتی ہیں اور ایک بڑے عظیم الشان انسان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا نام اور توحید اور اخلاق فاضلہ پھر نئے سرے سے دنیا میں اس کی معرفت قائم کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی کے بیّن ثبوت ہزاروں نشانوں سے دیئے جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کھویا ہوا عرفان اور گمشدہ تقویٰ طہارت دنیا میں قائم کی جاتی ہے۔'' (پس مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلموں میں بھی ایمان کھویا ہوا ہے۔ تقویٰ کھویا ہوا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق خاتم الخلفاء کو بھیجا اور آپؑ نے اسے قائم کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں ''اور ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوتا ہے۔ غرض اسی سنت قدیمہ کے مطابق'' (یہ غور سے سننے والی بات ہے) آپ نے فرمایا ''اسی سنت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔'' (ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 275-274 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)
(خطبہ جمعہ فرمودہ 25/ مئی 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ جون 2018ء صفحہ 6 تا 7)

مسلمانوں کی کھوئی ہوئی طاقت کا حصول

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''سورۃ تکویر میں جہاں اس زمانے کے حالات کی پیشگوئیاں ہیں وہاں اسلام کی آئندہ ترقی بھی مسیح موعود کے ذریعہ سے ہی وابستہ کی گئی ہے۔ ان کے ذریعہ سے اکٹھے ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے ان لوگوں میں سے کسی کو اس خیال میں نہیں رہنا چاہیئے کہ مسیح موعود کو مانے بغیر اسلام اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کر لے گا۔ یا یہ لوگ اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کر لیں گے۔ جس طرح ان کا نظریہ ہے صرف خنزیروں کو مارنا ہی تو نہیں رہ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس کے لئے تو یہ عیسائی قوم ہی کافی ہے، مارتے رہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں، تو مسیح بیچارے کو آنے کی، اس مشکل میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کہلانے والے علماء کو بھی عقل دے اور مسلمان امت کو بھی کہ یہ حق کو پہچان سکیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سینہ کھولے، دماغ کھولے۔ ہمارا کام ان کے لئے دعا بھی کرنا ہے اور ان کو راستہ بھی دکھانا ہے، اور وہ ہمیں کرتے چلے جانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''
(خطبہ جمعہ 3/ فروری 2006ء مطبوعہ 4 / فروری 2006ء صفحہ 7)

قرب الٰہی سے نوازنا

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''انبیاء دنیا میں بندے کو خدا کے قریب کرنے کے لئے بندے کو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ اور ان سب انبیاء میں کامل اور مکمل تعلیم لے کر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر اتری ہوئی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا حق ادا کر دیا اور پھر چودہ سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے پھر اس عظیم کام کی تجدید کی اور دنیا کو خدا تعالیٰ کی طرف بلایا۔ دنیا کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ کس طرح تلاش کرنی ہے، کس طرح اس تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی تلاش ہے اس تک پہنچنے کی خواہش ہے تو اب صرف اور صرف مذہب اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ پھر آپ نے غیر مذہبوں کو بھی یہی دعوت دی اپنی ایک نظم کے ایک مصرعے میں آپؑ فرماتے ہیں: ''آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے''
(خطبہ فرمودہ 9/ مارچ 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 30 مارچ 2012ء صفحہ 5)

منقبت حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو)

یہ اظہار ارادت بھی ہے اقرار صداقت بھی
تیرے ہر عزم کو حاصل تھی تائید مشیت بھی

کہاں قسمت میں یہ معراج توفیق و سعادت بھی
کہ تبلیغ ہدایت بھی ہے، تجدید ہدایت بھی

فقط عزم و عمل سے فطرتوں کے رخ پلٹ دینا
یہ ایماں کی حرارت بھی ہے، ایماں کی کرامت بھی

یہ بزم ناز ہے کس جاںنثارِ دین احمدؐ کی
یہاں تو سرنگوں ہے کج کلاہوں کی رعونت بھی

یہ کس کا نام آیا غیرت توحید کے لب پر
زمانہ گوش بر آواز بھی ہے محو حیرت بھی

ترے نعروں سے بے دینی کے ایواں ہی نہیں لرزے
اڑی ہے بے طرح دینی ریاکاروں کی رنگت بھی

یقیناً تھے وہ قسمت کے دھنی تقدیر کے یارو
رہی جن کو میسر تیری صحبت بھی سیادت بھی

خدا کی رحمتیں تجھ پر کہ تجھ سے نوع انساں کو
ملی ایماں کی دولت بھی، بصیرت بھی شجاعت بھی

(محمد صدیق ثاقب زیرویؔ)

تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت

جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اقتباس میں ذکر کیا گیا تھا آپؑ کی بعثت کا ایک بہت بڑا مقصد تکمیل اشاعت ہدایت ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''... کوئی کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی نعمتیں تو نقطہ عروج پر نہیں پہنچیں بلکہ ہر روز نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں تو واضح ہو کہ آنحضرت ﷺ ہی ایک کامل نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک تو تمام انسانیت کے لئے مبعوث فرمایا اور آپؐ ہی وہ کامل نبی ہیں جن کو قیامت تک کا زمانہ عطا فرمایا گیا ہے۔ اور آپؐ پر اترنے والی کتاب قرآن کریم ہی وہ کامل کتاب ہے جو اپنے اندر پرانی تاریخ بھی لئے ہوئے ہے، نئے احکامات بھی لئے ہوئے ہے اور دنیاوی لحاظ سے جو نئی ایجادات ہیں ان کی پیش خبری بھی پہلے سے قرآن کریم نے دے دی ہے اور جوں جوں کوئی نئی دریافت ہوتی جاتی ہے اس کی تائید قرآن کریم سے ملتی جاتی ہے۔ بلکہ مسلمان سائنسدان اگر غور کریں اور غور کر کے اپنی ریسرچ (Research) قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے حوالے سے کریں یا اُس علم کے حوالے سے کریں جو قرآن کریم میں ایک خزانے کی صورت میں موجود ہے تو نئی ریسرچ کی بہت سی راہنمائی قرآن کریم سے ملے گی۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی قرآن کریم کے علم کی روشنی میں اپنی ریسرچ کی تھی اور جیسا کہ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ ان کے غور کے مطابق قرآن کریم میں سات سو کے قریب ایسی آیات ہیں جو سائنس سے متعلق ہیں، یا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے سائنس کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے۔ تو یہ ان کا غور ہے جو انہوں نے کیا۔ ہو سکتا کہ کوئی اور احمدی مسلمان سائنسدان اس وسیع سمندر میں غوطہ لگائے تو قرآن کریم میں سے اس سے بھی زیادہ علم کے موتی تلاش کر کے لے آئے۔

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تکمیل ہدایت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو گئی۔ کوئی علمی، دینی، سائنسی، روحانی بات یا علم نہیں جو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے یا آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم کے ذریعہ سے تکمیل نہ پا گیا ہو۔ لیکن اس زمانے میں بعض چیزیں پردہ غیب میں تھیں اور سامنے نہیں آئی تھیں۔ اس لئے گزشتہ لوگوں سے چھپی رہیں۔ لیکن مسیح موعود کے زمانے میں یہ نئی ایجادات سامنے آ کر تکمیل اشاعت ہدایت کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج یہ نئی ایجادات جو انسان کے فائدے کے لئے ہیں آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت میں کام آ رہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں پریس وغیرہ کی مثالیں دی ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں، سیٹلائٹ وغیرہ ہیں اور بہت ساری چیزیں ہیں۔ پس یہ جو آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق اور مسیح الزمان کا زمانہ ہے اس میں ایسی ایسی باتیں سامنے آ رہی ہیں یا ان کی مدد سے دین کی اشاعت ہو رہی ہے یا قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم، مقام اور مرتبہ کی کاملیت کے ایسے ایسے اسلوب اور زاویے نظر آتے ہیں جو ایک مومن کے دل اور ایمان کو مزید تقویت دیتے ہیں اور یہ چیزیں پھر ہمیں آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔''
(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جنوری 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 23/ جنوری 2009ء)

☆...☆...☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شجاعت علمی اور غیرت دینی

”پیارو! یقیناً سمجھو کہ جب تک آسمان کا خدا کسی کے ساتھ نہ ہو ایسی شجاعت کبھی نہیں دکھاتا کہ ایک دنیا کے مقابل پر استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے“

(طارق محمود بلوچ۔مربی سلسلہ ربوہ)

قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر ایک بہت ہی کمزوری کا زمانہ آئے گا جب اندرونی طور پر بھی خرابیاں اسے تباہ حال کر دیں گی اور بیرونی حملوں سے بھی وہ نڈھال ہو گا۔ایسے زمانے میں خدا تعالیٰ اسلام کی حمایت میں ایک عظیم پہلوان کو کھڑا کرے گا جو اپنی روحانی طاقت سے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ ایمان اگر ثریا پر بھی جا چکا ہو گا تو اسے وہاں سے واپس کھینچ لائے گا اور اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ۔ وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔(سورۃ الجمعۃ:2تا4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْکَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔(سورۃ الصّف:10)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ایسے وقت میں دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کی مہم لے کر کھڑے ہوئے جب بظاہر یہ دین کس مپُرسی کی حالت میں تھا اور دین کے حامی شعراء اس کی موجودہ حالت پر نوحے لکھ رہے تھے۔خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک فارسی شعر میں فرمایا کہ

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدیں

اپنے اردو منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دین احمدؐ پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور ان کے وہ وار
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے کے اسلام کا پر شوکت منظر تھا اور ایک طرف یہ بھیانک تصویر تھی مردار بتوں کے پجاریوں کو بھی یہ مجال ہوئی کہ بڑھ بڑھ کر اسلام پر حملہ آور ہونے لگے اور ان کے حوصلے یہاں تک بلند ہوئے کہ سیوا جی نے راجا سنگھ کے نام اپنے خط میں لکھا:

”میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے۔افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ضرورت کے لیے میان سے نکالنی پڑی۔اسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بن کر گرنا چاہیے تھا جن کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ انہیں انصاف کرنا آتا ہے۔میری بادلوں کی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ خونی مینہ برسائیں گی کہ دکن کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سارے مسلمان اس خون میں بہہ جائیں گے اور ایک مسلمان کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔“

(منقول از اخبار الجمیعہ دہلی۔بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ15)

ہندوؤں کے احیائے نو کی ایک تحریک آریہ سماج کے نام سے اٹھی جس کا اولین مقصد ہندومت کو اسلام پر اس طرح غالب کرنا تھا کہ ہندوستان میں بھولے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے۔چنانچہ اخبار پرکاش نے لکھا کہ

”ہندوستان میں سوائے ہندو راج کے دوسرا راج قائم نہیں رہ سکتا۔ایک دن آئے گا کہ ہندوستان کے سب مسلمان ایک دن شدھی کے ذریعہ آریہ سماجی ہو جائیں گے۔یہ بھی ہندو بھائی ہیں آخر صرف ہندو ہی رہ جائیں گے۔یہ ہمارا آدرش ہے یہ ہماری آشا ہے۔سوامی جی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اسی اصول کو لے کر ڈالی۔“

(پرکاش۔لاہور 26/اپریل 1925ء
بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ16)

ایک طرف ہندوؤں کی یہ کیفیت تھی تو دوسری طرف پنجاب کی سرزمین میں سکھ راج نے مسلمانوں پر آفت ڈھا رکھی تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کے دستِ تعدّی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ ان کی دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان کے کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔“

(روئیداد جلسہ دعا، روحانی خزائن جلد15 صفحہ624)

اس حالتِ زار کے وقت انگریزی حکومت کے آجانے سے اگرچہ امن و امان کا دور دورہ ہوا لیکن افسوس کے ان کے ساتھ آنے والا عیسائیت کا پیغام مسلمانوں کے لیے تباہی کا پیغام بن کر آیا۔اور اسلام پر عیسائیت نے بھرپور یلغار کی اور ہندوستان میں اس قدر ان کو کامیابی حاصل ہونے لگی کہ فتح کے نشے میں بدمست عالمی شہرت یافتہ عیسائی پادری یہ بلند بانگ دعوے کرنے لگے کہ

”دنیائے عیسائیت کا عروج آج اس درجہ زندہ حقیقت کی صورت اختیار کر چکا ہے کہ اس درجہ عروج اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ذرا ہماری ملکہ عالیہ وکٹوریہ کو دیکھو جو ایک ایسی سلطنت کی سربراہ ہے جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔“ (بیروز لیکچرز۔صفحہ 19،20)



پھر ڈاکٹر بیروز خاص اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا بڑے فاتحانہ انداز میں ذکر کرتا ہے۔وہ کہتا ہے:

”اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔یہ صورتحال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے، حتی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعہ مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہو گی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو اور یسوع مسیح کو جانیں جس کو تو نے بھیجا ہے۔“

(بیروز لیکچرز۔صفحہ 42)

غرض اس مذہبی جنگ کے میدان میں یہ نقشہ تھا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس میدانِ کارزار میں قدم رکھا۔آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یا رب سخت ہے یہ کارزار
اے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نامدار

پس خدا نے اپنی رحمت سے آپؑ کی تائید و نصرت فرمائی اور آپؑ نے اس شان اور قوت اور فنی مہارت اور بے مثال فراست کے ساتھ اہل اسلام کی کمان سنبھالی کہ گذشتہ تیرہ سو سالوں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔آپؑ کا جہاد فی سبیل اللہ بارگاہ الٰہی میں اس قدر مقبول ہوا کہ الہاماً آپ کو جَرِیُ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ (تذکرہ صفحہ 63) کا لقب عطا کیا گیا یعنی فرمایا گیا کہ دیکھو خدا کا پہلوان نبیوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے میدانِ کارزار میں اترا ہے۔

آپ نے اس شجاعت اور جوانمردی اور کاری وار سے اس دفاع کا آغاز کیا کہ غیر بھی پکار اٹھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اول کے بعد آپ کے علاوہ کسی کو ایسی توفیق نہیں ملی۔

اس سلسلہ میں آپؑ کی سب سے پہلی تصنیف لطیف براہین احمدیہ گویا اہل اسلام کے لیے جدید اور مضبوط ہتھیاروں کا ایک اسلحہ خانہ ثابت ہوئی جس نے دشمن کے کیمپ میں ایک کھلبلی مچا دی۔عیسائیت اور آریہ کی جڑوں پر تبر رکھ دیا۔اور اپنوں کو نئی جرأت اور اعتماد اور طاقت حاصل ہوئی۔آپؑ نے للکارا کہ کسی میں جرأت ہے تو اس کتاب کے دلائل کے پانچویں حصے کا ہی جواب لکھ کر دکھا دے۔اسی کتاب پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے وہ تاریخی خراج عقیدت پیش کیا جو رہتی دنیا تک یاد کیا جاتا رہے گا۔مولوی صاحب موصوف نے لکھا:

”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔“

(اشاعۃ السنۃ جلد 7 نمبر 6 صفحہ:348۔بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 172)

مولوی صاحب موصوف نے تو یہ کہا کہ آج تک اس کتاب کی نظیر نہیں اور آئندہ کی خبر نہیں، مگر جناب مولانا محمد شریف بنگلوری مدیر اخبار منشور محمدی نے لکھا کہ

”لَا الٰہ الا اللّٰہ حق اور محمد رسول اللہ برحق ہم تو فخریہ یہ کہتے ہیں کہ جواب ممکن نہیں ہاں قیامت تک محال ہے۔“

(منشور محمدی بنگلور۔25 رجب المرجب 1300ھ۔
بحوالہ تاریخ احمدیت جلد1 صفحہ 176)

غرض اس براہین احمدیہ جیسی عظیم کتاب کے ساتھ اس غلبہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے بعد تمام بڑے بڑے مذاہب عیسائیت، ہندومت، وغیرہ کو جو اسلام پر حملہ آور تھے، اسی طرح مغربی فلسفہ کے زہریلے اثر کو آپؑ نے نہ صرف آسمانی

نشانوں سے پارہ پارہ کیا بلکہ دلائل و براہین قاطعہ کے ساتھ بھی ان کا ایسا منہ توڑ جواب دیا اور ان کا ایسا ناطقہ بند کیا اور اس دفاع کے بعد اسلام کی طرف سے ایسے زور دار حملے کیے کہ انہیں میدان سے بھاگنے کے سوا چارہ نہ رہا اور جو پہلے فتح کے شادیانے بجا رہے تھے اچانک سوگوار ہو کر اپنی ناکامیوں پر ماتم کرنے لگے اور ان کی حالت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کے مطابق ہوگئی کہ

ایک دم میں غم کدے ہوجائیں گے عشرت کدے
شادیاں کرتے تھے جو پیٹیں گے ہو کر سوگوار

آپؑ نے اس روشنی کے زمانہ میں دلائل اور براہین کے ہتھیاروں سے ہر مذہب کے ہر باطل عقیدے کو خواہ اس کی جڑیں سینکڑوں سال سے دلوں اور دماغوں میں پیوست تھیں، جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اور پھر ہر مذہب کے پیروکار کو نہایت شجاعت و بہادری سے علمی مقابلہ کے لیے بھی پکارا کہ اگر ہمت ہے تو میرے پیش کردہ علمی دلائل کو رد کر کے دکھا دو۔ اور آسمانی نشانوں کے مقابلہ کے لیے بھی پکارا کہ اگر اسلام کے سوا کوئی اور بھی زندہ مذہب ہے تو اس کی زندگی ثابت کرو۔ مگر شیر خدا کے آگے کھڑے ہونے کی کسے جرأت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ مقابلہ کے وقت خدا کی نصرت مومنوں کے ہی شاملِ حال ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کے اندر ایسی شجاعت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر میدان میں بے خوف اور نڈر ہو کر اتر پڑتے ہیں، خواہ علمی مقابلہ کا میدان ہو، خواہ روحانی مقابلہ کا، کیونکہ ان کی غیرت دینی ایسے موقع پر جوش میں ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”کیا انہوں نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا کہ عند المقابلہ نصرت الٰہی مومنوں کے ہی شاملِ حال ہوتی ہے۔ اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اے مومنو! مقابلہ سے ہمت مت ہارو اور کچھ اندیشہ مت کرو اور انجام کار غلبہ تمہیں کا ہے اگر تم واقعی طور پر مومن ہو۔ اور فرماتا ہے لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا یعنی خدا تعالیٰ ہر گز کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دے گا۔“

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 333 تا 334)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت دینی کا جوش ہی تھا جس نے اسلام کی نازک حالت دیکھ کر آپ کو اس کے دفاع کے لیے کھڑا کیا۔ اس لحاظ سے آپؑ کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک عمل آپ کی غیرت دینی کا گواہ ہے۔ آپ کے اس فطری نور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے تائیدات کا نور نازل ہوا جس نے آپ کو دشمن کے مقابلے کے لیے بے شمار طاقتیں بخشیں اور آپ کے اندر ایسی شجاعت پیدا کر دی جس کے آگے ہر دشمن خس و خاشاک کی طرح اڑ گیا۔ اگرچہ آپؑ اسلام کے سپہ سالار کے طور پر دوسرے مذاہب کے خلاف برسر پیکار تھے اور دینی غیرت رکھنے والے مسلمان نہ صرف آپ کے مداح بلکہ شکر گزار تھے مگر کوتاہ اندیش طائفہ مولوی آپ کے معاون و مددگار بننے کی بجائے آپ کے مخالف بن کر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ آپؑ نے دیگر مذاہب کے مخالفین کے ساتھ ساتھ مولویوں کو بھی اپنی شجاعت علمی کے نمونے دکھا کر ان کو شرمسار اور کالمیت کر دیا۔

آپ علیہ السلام کی شجاعت علمی اور دینی غیرت کا اظہار آپؑ کے الفاظ میں ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ آپ کا سارا لٹریچر ہی آپ کی شجاعت علمی پر گواہ ہے تاہم مضمون کی طوالت کی مناسبت سے چند ایک حوالہ جات پیش ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”چونکہ میں حق پر ہوں اور دیکھتا ہوں کہ خدا میرے ساتھ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے میں بڑے اطمینان اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر میری ساری قوم کیا پنجاب کے رہنے والے اور کیا ہندوستان کے باشندے اور کیا عرب کے مسلمان اور کیا روم اور فارس کے کلمہ گو اور کیا افریقہ اور دیگر بلاد کے اہل اسلام اور اُن کے علماء اور اُن کے فقراء اور اُن کے مشائخ اور اُن کے صلحاء اور اُن کے مرد اور اُن کی عورتیں مجھے کاذب خیال کر کے پھر میرے مقابل پر دیکھنا چاہیں کہ قبولیت کے نشان مجھ میں ہیں یا اُن میں۔ اور آسمانی دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا اُن پر۔ اور وہ محبوب حقیقی اپنی خاص عنایات اور اپنے علوم لدنیہ اور معارف روحانیہ کے القاء کی وجہ سے میرے ساتھ ہے یا اُن کے ساتھ۔ تو بہت جلد اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ خاص فضل اور خاص رحمت جس سے دل مورد فیوض کیا جاتا ہے اسی عاجز پر اس کی قوم سے زیادہ ہے۔ کوئی شخص اس بیان کو تکبّر کے رنگ میں نہ سمجھے بلکہ یہ تحدیث نعمت کی قسم میں سے ہے وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 478 تا 479)

ایک موقع پر آپؑ اپنی محمدی اور عیسوی شان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر اس بات کو جانتا ہوں کہ جو دنیا کی مشکلات کے لئے میری دُعائیں قبول ہوسکتی ہیں دوسروں کی ہر گز نہیں ہوسکتیں۔ اور جو دینی اور قرآنی معارف حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت اور فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہر گز نہیں لکھ سکتا۔ اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کے لئے آوے تو مجھے غالب پائے گی۔ اور اگر تمام لوگ میرے مقابل پر اُٹھیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا ہی پلہ بھاری ہو گا۔ دیکھو میں صاف صاف کہتا ہوں اور کھول کر کہتا ہوں کہ اس وقت اے مسلمانو! تم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو مفسّر اور محدّث کہلاتے ہیں اور قرآن کے معارف اور حقائق جاننے کے مدعی ہیں اور بلاغت اور فصاحت کا دم مارتے ہیں اور وہ لوگ بھی موجود ہیں جو فقراء کہلاتے ہیں اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی وغیرہ ناموں سے اپنے تئیں موسوم کرتے ہیں۔ اُٹھو! اور اس وقت اُن کو میرے مقابلہ پر لاؤ۔ پس اگر میں اس دعوے میں جھوٹا ہوں کہ یہ دونوں شانیں یعنی شانِ عیسوی اور شانِ محمدی مجھ میں جمع ہیں۔ اگر میں وہ نہیں ہوں جس میں یہ دونوں شانیں جمع ہوں گی اور ذوالبروزین ہو گا تو میں اس مقابلہ میں مغلوب ہو جاؤں گا ورنہ غالب آ جاؤں گا۔ مجھے خدا کے فضل سے توفیق دی گئی ہے کہ میں شانِ عیسوی کی طرز سے دنیوی برکات کے متعلق کوئی نشان دکھلاؤں یا شانِ محمدی کی طرز سے حقائق و معارف اور نکات اور اسرارِ شریعت بیان کروں اور میدانِ بلاغت میں قوتِ ناطقہ کا گھوڑا دوڑاؤں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اور محض اُسی کے ارادے سے زمین پر بجز میرے ان دونوں نشانوں کا جامع اور کوئی نہیں ہے۔ اور پہلے سے لکھا گیا تھا کہ ان دونوں نشانوں کا جامع ایک ہی شخص ہو گا جو آخر زمانہ میں پیدا ہو گا اور اُس کے وجود کا آدھا حصہ عیسوی شان کا ہو گا اور آدھا حصہ محمدی شان کا سو وہی مَیں ہوں جس نے دیکھنا ہو دیکھے جس نے پرکھنا ہو پرکھے مبارک وہ جو اب بخل نہ کرے۔ اور نہایت بدبخت وہ جو روشنی پا کر تاریکی کو اختیار کرے۔“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 407 تا 408)

قرآن اور زبان قرآن کا خارق عادت علم

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر قرآن کے حقائق و معارف سکھائے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے نہ صرف بے شمار حقائق و معارف بیان فرمائے بلکہ نہایت شوکت اور شجاعت سے ہر منکر کو مقابلہ کی دعوت بھی دی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”اگر اس امر میں شک ہو کہ قرآن شریف کیونکر تمام حقائق الٰہیات پر حاوی ہے تو اس بات کا ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب طالبِ حق بن کر یعنی اسلام قبول کرنے کا تحریری وعدہ کر کے کسی کتاب عبرانی، یونانی، لاطینی، انگریزی، سنسکرت وغیرہ سے کسی قدر دینی صداقتیں نکال کر پیش کریں یا اپنی ہی عقل کے زور سے کوئی الٰہیات کا باریک دقیقہ پیدا کر کے دکھلاویں تو ہم اس کو قرآن شریف میں سے نکال دیں گے۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 272 تا 277)

آپ نے خاص طور پر قرآن مجید کی تفسیر کے مقابلہ کے لیے بھی بار بار للکارا مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپؑ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بھی بالمقابل عربی میں تفسیر لکھنے کا چیلنج دیا مگر اس نے گریز کی راہ اختیار کی۔ ملاحظہ فرمائیں کہ حضور علیہ السلام نے کس شجاعت اور تحدی سے اس چیلنج کے حوالے سے درج ذیل الفاظ بیان فرمائے:

”پیر صاحب دلگیر نہ ہوں۔ ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لیے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسین بھین وغیرہ کو بلا لیں۔ بلکہ اختیار دیتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔“

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 484)

عربی زبان کا خارق عادت نشان

جیسا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشان کے طور پر قرآن کا خاص علم دیا گیا ویسے ہی آپ کو خارق عادت طور پر عربی زبان کا بھی علم دیا گیا اور ہر دو میں مقابلہ کا آپ کا بہادرانہ چیلنج کسی کو قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مجھے ایک دفعہ یہ الہام ہوا کہ الرَّحمٰن علّم القراٰن۔ يَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ۔ یعنی خدا نے تجھے اے احمد قرآن سکھلایا اور تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی۔ اور اس الہام کی تفہیم مجھے اِس طرح پر ہوئی کہ کرامت اور نشان کے طور پر قرآن اور زبان قرآن کی نسبت دو طرح کی نعمتیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ معارف عالیہ فرقان حمید بطور خارق عادت مجھ کو سکھلائے گئے جن میں دُوسرا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (۲) دوسرے یہ کہ زبانِ قرآن یعنی عربی میں وہ بلاغت اور فصاحت مجھے دی گئی کہ اگر تمام علماء مخالفین باہم اتفاق کر کے بھی اِس میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں تو ناکام اور نامراد رہیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ جو حلاوت اور بلاغت اور فصاحت لسان عربی مع التزام حقائق و معارف و نکات میری کلام میں ہے وہ ان کو اور ان کے دوستوں اور ان کے استادوں اور ان کے بزرگوں کو ہرگز حاصل نہیں۔ اس الہام کے بعد میں نے قرآن شریف کے بعض مقامات اور بعض سورتوں کی تفسیریں لکھیں اور نیز عربی زبان میں کئی کتابیں نہایت بلیغ و فصیح تالیف کیں اور مخالفوں کو ان کے مقابلہ کے لئے بلایا بلکہ بڑے بڑے انعام ان کے لئے مقرر کئے اگر وہ مقابلہ کرسکیں اور ان میں سے جو نامی آدمی تھے جیسا کہ میاں نذیر حسین دہلوی اور ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السُّنہ ان لوگوں کو بار بار اس امر کی طرف دعوت کی گئی کہ اگر کچھ بھی ان کو علم قرآن میں دخل ہے یا زبان عربی میں مہارت ہے یا مجھے میرے دعویٰ مسیحیت میں کاذب سمجھتے ہیں تو ان حقائق و معارف پُر از بلاغت کی نظیر پیش کریں جو میں نے کتابوں میں اِس دعویٰ کے ساتھ لکھے ہیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بالاتر اور خدا تعالیٰ کے نشان ہیں مگر وہ لوگ مقابلہ سے عاجز آ گئے۔ نہ تو وہ ان حقائق معارف کی نظیر پیش کر سکے جن کو میں نے بعض قرآنی آیات اور سورتوں کی تفسیر لکھتے وقت اپنی کتابوں میں تحریر کیا تھا اور نہ اُن بلیغ اور فصیح کتابوں کی طرح دو سطر بھی لکھ سکے جو میں نے عربی میں تالیف کر کے شائع کی تھیں۔ چنانچہ جس شخص نے میری کتاب نور الحق اور کرامات الصادقین اور سرّ الخلافۃ اور اتمام الحجّۃ وغیرہ رسائل عربیہ پڑھے ہوں گے اور نیز میرے رسالہ انجام آتھم اور نجم الھُدیٰ کی عربی عبارت کو دیکھا ہو گا وہ اِس بات کو بخوبی سمجھ لے گا کہ ان کتابوں میں کس زور شور سے بلاغت فصاحت کے لوازم کو نظم اور نثر میں بجالایا گیا ہے اور پھر کس زور شور سے تمام مخالف مولویوں سے اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ علم قرآن اور بلاغت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں تو ان کتابوں کی نظیر پیش کریں ورنہ میرے اس کاروبار کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر میری حقّیت کا نشان اس کو قرار دیں لیکن افسوس کہ ان مولویوں نے نہ تو انکار کو چھوڑا اور نہ میری کتابوں کی نظیر بنانے پر قادر ہو سکے۔ بہر حال ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہوگئی اور وہ اُس الزام کے نیچے آ گئے جس کے نیچے تمام وہ منکرین ہیں جنہوں نے خدا کے مامورین سے سرکشی کی۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 230 تا 231)

آپؑ کے درج ذیل الفاظ میں کیا ہی شوکت پائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

”میں عربوں کے دعویٰ ادب و فصاحت و بلاغت کو بالکل توڑنا چاہتا ہوں۔ یہ لوگ جو اخبار نویس ہیں اور چند سطریں لکھ کر اپنے آپ کو اہل زبان اور ادیب قرار دیتے ہیں وہ اس اعجاز کے مقابلہ میں قلم اٹھا کر دیکھ لیں۔ ان کے قلم توڑ دیئے جائیں گے اور اگر ان میں کچھ طاقت ہے اور قوت ہے تو وہ اکیلے اکیلے یا سب کے سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ پھر انہیں معلوم ہو جائے گا اور یہ راز بھی کھل جائے گا جو یہ ناواقف کہا کرتے ہیں کہ عربوں کو ہزار ہا روپے کے نوٹ دے کر کتابیں لکھائی جاتی ہیں۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ کون عرب ہے جو ایسی فصیح و بلیغ کتاب اور ایسے حقائق و معارف سے پر لکھ سکتا ہے۔ جو کتابیں یہ ادب و انشا کا دعویٰ کرنے والے لکھتے ہیں ان کی مثال پتھروں کی سی ہے کہ سخت، نرم، سیاہ، سفید پتھر جمع کر کے رکھے جائیں مگر یہ تو ایک لذید اور شیریں چیز ہے جس میں حقائق اور معارف قرآنی کے اجزا ترکیب دیے گئے ہیں۔ غرض جو بات روح القدس کی تائید سے لکھی جاوے اور جو الفاظ اس کے القا سے آتے ہیں وہ اپنے ساتھ ایک حلاوت رکھتے ہیں اور اس حلاوت میں ملی ہوئی شوکت اور قوت ہوتی ہے جو دوسروں کو اس پر قادر نہیں ہونے دیتی۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 375، ایڈیشن 1984ء)

......باقی صفحہ 46 پر......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قوت جذب

''آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی، رعب تھا، برکت تھی، موانست تھی، بات میں اثر تھا، دعا میں قبولیت تھی...''

(مرزا طلحہ احمد بشیر۔ ربوہ)



آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوت جذب عطا کر رکھی تھی کہ ہر ایک ہی آپ کی طرف کھنچا چلا آتا تھا۔ بے شک آپؐ کے دور میں بھی بعض بدقسمت لوگ اپنی فرعونی صفات کے سبب اس نور سے منور نہ ہو پائے مگر وہ تمام نیک فطرت لوگ جو سچے دل سے زمین و آسمان کے مالک کی پہچان کے خواہاں تھے، ان کو آپ کی مقناطیسی کشش اپنی طرف موڑ لیتی۔ ایک عورت جو مکہ میں اس وجہ سے خوف کی حالت میں داخل ہوئی کہ اس کو بتایا گیا تھا کہ اس شہر میں ایک جادوگر بستا ہے، آپ کی ایک ہی ملاقات نے اس پر روحانیت کا ایسا جادو کر دیا کہ اس کی خوف کی حالت امن میں تبدیل ہوگئی۔ پس یہ مقدر تھا کہ مسیح محمدیؑ کے ظہور کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جس جری اللہ کو مبعوث کیا جانا تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی ہی کشش کی ایک جھلک دکھلاتا تا اپنے مقناطیسی جذب کے نتیجہ میں ایمان کو ثریا سے کھینچ کر زمین پر لے آئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں ایسی ہی ایک کشش پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص جس کا تعلق مردان سے تھا اور سلسلہ کا شدید مخالف تھا بیمار ہوگیا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خلیفۃ المسیح الاوّل) سے علاج کی غرض سے قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت میاں محمد یوسف صاحب مردانی کا جاننے والا تھا۔ سلسلہ کے لیے اس کی نفرت اس کو اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ قادیان کا رخ کرے مگر میاں یوسف صاحب مردانی کے شدید اصرار پر اس شرط پر راضی ہوگیا کہ قادیان میں اسے احمدیوں کے محلہ سے باہر ٹھہرایا جائے تا اس کو کبھی اس محلہ میں داخل نہ ہونا پڑے۔ قادیان میں اس کا علاج شروع ہوا اور جب کچھ روز بعد اس کو کچھ افاقہ ہوا تو واپس جانے لگا۔ میاں محمد یوسف صاحب نے اس سے کہا کہ تم قادیان آئے ہو اب جاتے ہوئے ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ اس نے انکار کیا مگر میاں محمد یوسف صاحب کے ایک بار پھر اصرار پر اس شرط پر راضی ہوگیا کہ اسے ایسے وقت میں وہاں لے کر جایا جائے جب وہاں کوئی احمدی نہ ہو اور نہ ہی مرزا صاحب ہوں۔ چنانچہ میاں محمد یوسف صاحب ایسا وقت دیکھ کر اسے مسجد مبارک میں لائے مگر قدرت خدا کہ ادھر اس نے مسجد میں قدم رکھا اور ادھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور کسی کام کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ اس شخص کی نظر حضور کی طرف اٹھی اور وہ بیتاب ہو کر حضور کے سامنے آگرا اور اسی وقت بیعت کر لی۔

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ اوّل، صفحہ 54، روایت نمبر 73)

یہ واقعہ اس قوت جذب کی عکاسی کرتا ہے جس سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شخصیت مالا مال تھی۔ آپ کی پاک سیرت اپنے اندر ایسے اعلیٰ اخلاق اور خوبیوں کو سمیٹے ہوئی تھی کہ آپ کی ایک ملاقات ہی بہتوں کے ایمان کو تازہ کر دیتی۔ کیا اپنے اور کیا دشمن ہر ایک نے اقرار کیا کہ آپ کوئی عام آدمی نہ تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اعلیٰ معیار قائم کیے۔ محبت کے بیج کو ہر طرف بکھیرا۔ جہاں بھی قدم رکھا روحانیت کی خوشبو کو پھیلاتے چلے گئے اور یہ مہک ہر ایک نیک فطرت کو آپ کی طرف کھینچ کر لے آتی۔ ہر ایک جو خالص ہو کر حق کی تلاش میں نکلا اس نے آپ ہی کے قدموں میں اپنی منزل کو پایا۔

آپ کے چہرہ مبارک میں بہت کشش تھی۔ آپ کی عادات میں بھی کشش تھی۔ آپ کی ہر محفل میں کشش تھی اور ہر ایک ہی کھنچا چلا آتا تھا۔ آپ کے رشتہ داروں اور دوستوں سے حسن سلوک میں کشش تھی۔ آپ کی اپنوں سے درگزر کی عادت میں کشش تھی۔ دشمنوں سے عفو کی عادت میں کشش تھی۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق میں کشش تھی۔ ارشادات اور تحریرات میں کشش تھی۔ قبولیت دعا میں کشش تھی۔ آپ کے نشانات میں بھی کشش تھی۔ وہ نشانات جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کی صداقت کے نشان تھے اور بیماروں کی شفا کے باعث بنے۔ غرض یہ کہ آپ کی زندگی اور آپ کی شخصیت کا ہر پہلو لوگوں کو آپؑ اور آپؑ کے سلسلہ کی طرف کھینچنے والا تھا۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی سیرت پر تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی، رعب تھا، برکت تھی، موانست تھی، بات میں اثر تھا، دعا میں قبولیت تھی، خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کر آپ کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور دلوں سے زنگ خود بخود دھلتا جاتا تھا۔''

(سیرت المہدی، جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 825، روایت نمبر 975)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نور آپ کو عطا کیا گیا وہ آپ کے چہرہ مبارک پر روز روشن کی طرح واضح تھا۔ تقویٰ کی چادر میں لپٹے ہوئے اس مبارک چہرے کی ایک جھلک بہت سی بے تاب روحوں کو راہ راست پر لانے کا سبب بنی۔ مضمون کے آغاز میں جس واقعہ کو قلم بند کیا گیا ہے وہ آپ کی قوت جذب کے گہرے سمندر کی ایک بوند ہے۔ اور یہ شاذ و نادر کے طور پر نہ تھا بلکہ اکثر لوگ آپ کو دیکھ کر ہی آپ کے قائل ہو جایا کرتے تھے۔ ایک کم عقل شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ بعض مرتبہ کم فہم لوگ آسانی سے متاثر ہو جایا کرتے ہیں مگر یہاں تو ملک کے نامور علماء بھی آپ کی ایک جھلک پر آپ کے قدموں میں اپنی جانیں نچھاور کرنے کو تیار ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ سے اپنی پہلی ملاقات کا اسی رنگ میں ذکر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہی نورالدین ہے جس کا ملک میں چرچا عام تھا۔ قرآن مجید، حدیث، فقہ، کلام منطق اور فلسفہ وغیرہ میں ان کے علم کا کوئی جواب نہ تھا۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی آپ کے قائل تھے۔ وہی نورالدین جن کے بارہ میں سرسید احمد خان صاحب نے یہ کہا تھا کہ جب جاہل ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے، جب مزید ترقی کرتا ہے تو فلسفی کہلاتا ہے پھر اور ترقی کر جائے تو صوفی بن جاتا ہے اور اگر صوفی ترقی کر جائے تو نورالدین بن جاتا ہے۔ آپ اس وقت ریاست جموں میں شاہی طبیب کے طور پر کام کر رہے تھے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اشتہار نے آپ کے دل میں ان سے ملنے کی خواہش کو جنم دیا اور آپ کو قادیان کھینچ لایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''اس اشتہار کے مطابق اس امر کی تحقیق کے واسطے قادیان کی طرف چل پڑا اور روانگی سے پہلے اور دوران سفر اور پھر قادیان کے قریب پہنچ کر قادیان کو دیکھتے ہی نہایت اضطراب اور کپکپا دینے والے دل سے دعائیں کیں۔ جب میں قادیان پہنچا۔ تو جہاں میرا یکہ ٹھہرا وہاں ایک بڑا محراب دار دروازہ نظر آیا جس کے اندر چارپائی پر ایک بڑا ذی وجاہت آدمی بیٹھا نظر آیا۔ میں نے یکہ بان سے پوچھا کہ مرزا صاحب کا مکان کونسا ہے جس کے جواب میں اس نے اسی رشائل مشبہ داڑھی والے کی طرف جو اس چارپائی پر بیٹھا تھا اشارہ کیا کہ یہی مرزا صاحب ہیں مگر خدا کی شان اس کی شکل دیکھتے ہی میرے دل میں ایسا انقباض پیدا ہوا کہ میں نے یکے والے سے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا اور وہاں میں نے تھوڑی دیر کے واسطے بھی ٹھہرنا گوارا نہ کیا۔ اس شخص کی شکل ہی میرے واسطے ایسی صدمہ دہ تھی کہ جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ آخر طوعاً و کرہاً میں اس مرزا کے پاس پہنچا۔ میرا دل ایسا منقبض اور اس کے شکل سے متنفر تھا کہ میں نے السلام علیک تک نہ کہی کیونکہ میرا دل برداشت ہی نہیں کرتا تھا۔ الگ ایک خالی چارپائی پڑی تھی اس پر میں بیٹھ گیا اور دل میں ایسا اضطراب اور تکلیف تھی کہ جس کے بیان کرنے میں وہم ہوتا ہے کہ لوگ مبالغہ نہ سمجھیں۔ بہر حال میں وہاں بیٹھ گیا۔ دل میں سخت متحیر تھا کہ میں یہاں آیا کیوں۔ ایسے اضطراب اور تشویش کی حالت میں اس مرزا نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے نہایت روکھے الفاظ اور کبیدہ دل سے کہا کہ پہاڑ کی طرف سے آیا ہوں۔ تب اس نے جواب میں کہا کہ آپ کا نام نورالدین ہے؟ اور آپ جموں سے آئے ہیں؟ اور غالباً آپ مرزا صاحب کو ملنے آئے ہوں گے؟ بس یہ لفظ تھا جس نے میرے دل کو کسی قدر ٹھنڈا کیا۔ اور مجھے یقین ہوا کہ یہ شخص جو مجھے بتایا گیا ہے مرزا صاحب نہیں ہیں۔ میرے دل نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ میں اس سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں۔ میں نے کہا ہاں اگر آپ مجھے مرزا صاحب کے مکانات کا پتہ دیں تو بہت ہی اچھا ہو گا۔ اس پر اس نے ایک آدمی مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجا اور مجھے بتایا کہ ان کا مکان اس مکان سے باہر ہے اتنے میں حضرت اقدس علیہ السلام نے اس آدمی کے ہاتھ لکھ بھیجا کہ نماز عصر کے وقت آپ ملاقات کریں۔ یہ بات معلوم کر کے میں معاً اٹھ کھڑا ہوا اور اس جگہ نہ ٹھہرا''

''چنانچہ آپ اس وقت سیڑھیوں سے اترے تو میں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ بس یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں'' (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 211-212)

ہر ایک ہی جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کا اثر پایا آپ کی محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ محبت کے تیروں سے آپ نے بہت سوں کو گھائل کیا۔ آپ کے صحابی حضرت منشی اروڑا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سناتے ہیں:

''1916ء میں مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی، ایم، سی، اے کے سیکرٹری تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لئے قادیان آئے تھے۔ انہوں نے قادیان میں یہ خواہش کی کہ مجھے بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے صحابی سے ملایا جائے۔ اس وقت منشی اروڑا صاحب مرحوم قادیان میں تھے۔ مسٹر والٹر کو منشی صاحب مرحوم کے ساتھ مسجد مبارک میں ملایا گیا۔ مسٹر والٹر نے منشی صاحب سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا کہ آپ پر جناب مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا۔ منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا۔ مگر مجھ پر جس بات نے سب سے زیادہ اثر کیا وہ حضرت صاحب کی ذات تھی۔ جس سے زیادہ سچا اور زیادہ دیانت دار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ باقی میں تو ان کے منہ کا بھوکا تھا۔ مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں ہے۔ یہ کہہ کر منشی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں اس قدر بے چین ہو گئے کہ پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگے اور روتے روتے انکی ہچکی بندھ گئی۔''
(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 94)

جب سے دیکھا ہے اسے اس کا ہی رہتا ہے خیال
اور کچھ بھی مجھے اب اس کے سوا یاد نہیں
(کلام محمود)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: ''پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو ان کے لئے نرم ہوگیا۔ اور اگر تو تندخو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر''
(آل عمران آیت 160 ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح رابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

آنحضرت ﷺ کے اس غلام صادق نے اپنے آقا کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے رویہ میں اس قدر نرمی اور محبت کو اختیار کرلیا تھا کہ جو شخص بھی آپ کی طرف ایک بار رخ کرتا وہ آپ کا ہی ہوجایا کرتا تھا۔ کسی کے دل میں اس قدر محبت اور عقیدت پیدا کرنا جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ کے دلوں میں پیدا کی کوئی عام آدمی نہ کرسکتا تھا۔ آپ کی محفل میں کوئی چھوٹا یا بڑا نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دنیاداروں بلکہ دین کے میدان میں پیروں اور سجادہ نشینوں تک میں عام طور پر یہ طریق ہے کہ ان کی مجلسوں میں مختلف لوگوں کے لئے ان کی حیثیت اور حالات کے لحاظ سے الگ الگ جگہ ملحوظ رکھی جاتی ہے مگر اپنے آقا آنحضرت ﷺ کی سنت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں قطعاً ایسا کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ آپ کے ساتھ اس طرح ملے جلے بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک خاندان کے افراد گھر میں مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس بے تکلفانہ انداز کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بظاہر ادنیٰ جگہ پر بیٹھ جاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو غیر شعوری طور پر اچھی جگہ مل جاتی تھی۔'' (سیرت طیبہ صفحہ 111 تا 112)

انہی محفلوں کے ذریعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے صحابہ کی تعلیم و تربیت کے لیے مختلف ارشادات اور نصائح فرمایا کرتے۔ ہر ایک سے خوش ہوکر ملتے، محبت بھرے انداز میں گفتگو فرماتے، انتہائی مشفقانہ طریق پر صحابہ کی تربیت کرتے۔ اور جو بات آپ کی محفل میں نمایاں تھی وہ یہ کہ آپ کی ملاقات اور صحبت ہر ایک پر گہرا اثر چھوڑتی تھی۔ آپ کے اسی اثر نے صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ شہید جیسا جاں نثار سپاہی پیدا کیا۔ صاحبزادہ صاحب کی شہادت کا واقعہ پڑھ کر کوئی بھی دل میں خدا کا خوف رکھنے والا شخص یہ انکار نہیں کرسکتا کہ صاحبزادہ صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں محو ہو چکے تھے۔ یہ دراصل آپ کی ذات کی کشش تھی جس نے صاحبزادہ صاحب کو اس دنیا سے بے پروا بنا دیا تھا اور پھر اس راہ میں جان دینے سے بھی نہ رکے۔

جہاں صحابہ آپؑ پر دل و جان سے فدا تھے وہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنے صحابہ کی بہت قدر تھی۔ صحابہ پر جس طرح آپؑ محبت نچھاور کرتے، یہ بات ان کو آپ سے دور نہ جانے دیتی۔ آپ میں وفا کا مادہ بھی بہت تھا۔ جب ایک بار آپ کسی سے تعلق جوڑ لیتے تو اس کو عمر بھر نبھاتے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کر دینا چاہئے۔ اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اِغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہیئے''
(سیرت طیبہ صفحہ 56)

پس کیا ایک شخص جس کے دل میں اپنے دوستوں کے لیے اس حد تک ہمدردی اور محبت پائی جاتی ہو، اس کے دوست کبھی اس کا ساتھ چھوٹ جانا گوارہ کرسکتے ہیں؟ اسی طرح ایک اور وصف جو آپ کی ذات میں نمایاں تھا وہ آپ کی مہمان نوازی تھی۔ دوست احباب دور دراز علاقہ جات سے آتے۔ راستے کے مصائب اور مشکلات برداشت کرتے ہوئے اپنے گھر سے دور جب اپنے آقا کے دربار میں حاضری لگاتے تو آقا کی محبت کا دل فریفتہ انداز سفر کی تھکان کو چند لمحوں میں دور کر دیتا۔ آنے والوں کو آپ کی یہی خوبی بار بار قادیان لے آتی۔ ایسے واقعات تو سینکڑوں ہیں جن سے آپ کی اس خوبی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ایک واقعہ درج کیا جارہا ہے جو آپ کی اس صفت کی عکاسی کرتا ہے۔

سیرت طیبہ میں حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ

''ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دکان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہوگیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ کہیں سے دودھ آ گیا تھا۔ میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ کی عادت ہو گی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں! یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔''
(سیرت طیبہ صفحہ 69 تا 70، روایت نمبر 13)

یہ ایک عام حقیقت ہے کہ انسان کی زندگی میں ایسی باتیں ہو جایا کرتی ہیں کہ بعض اوقات اس کے لیے اپنے جذبات اور غصہ پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے مگر ایسے شخص کم دیکھے ہیں جو غصہ کو ہر بار شکست دیتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات میں غصہ بہت کم تھا اور اگر کبھی آیا تو صرف خدا اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی غیرت میں۔ اس کے علاوہ آپ نے ہمیشہ درگزر کی عادت کو فوقیت دی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

''محمود (حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ) چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگادی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں۔ سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہوا۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت کے ملانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش! اس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دئے۔ عورتیں، بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدنداں کہ اب کیا ہو گا۔ اور درحقیقت عادتاً ان سب کو علیٰ قدر مراتب بری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں: ''خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہو گی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔''
(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ 106 تا 107 جلد اول)

جہاں اپنوں سے درگزر کیا وہاں دشمنوں سے انتہائی حسن سلوک کرتے ہوئے عفو کی عادت کو اپنایا۔ یہ دشمن اس لیے نہ تھے کہ حضور نے ان سے خود دشمنی کی بلکہ یہ لوگ اپنی نادانی میں سلسلہ کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے اور آپ کی ذات پر انہوں نے ہر قسم کے وار کیے۔ ہر طریق پر آپ کو دکھ اور تکلیف دینے کی کوشش کرتے رہے۔ ایک ایسا شخص جس کے ذمہ اتنا بڑا کام ہو اور پوری دنیا کے اصلاح نفس کے لیے اس کو مبعوث کیا گیا ہو اور اس کے سامنے ایک گروہ کھڑا ہو جائے جو راستے میں کئی قسم کے رخنے پیدا کرنے کی کوشش کرے تو ایسا شخص ان کو کس نگاہ سے دیکھے گا؟ بے شک ایک عام آدمی ایسے ......باقی صفحہ 44 پر......

اس کی ہر بات میں ہے شاہِ جہاںؑ کا لہجہ

میرے محبوب سے آتی ہے خدا کی خوشبو
اُس کے ہونٹوں پہ سدا حمد و ثنا کی خوشبو
اس کی ہر بات میں ہے شاہِ جہاںؑ کا لہجہ
اس کے ہر فعل میں ہے صدق و صفا کی خوشبو
بولتا ہے یہ کوئی اور زباں سے اُس کی
اس سے مخصوص ہے اک طرزِ ادا کی خوشبو
دل کی آواز پہ وہ یارِ نہاں آتا ہے
پھیل جاتی ہے فضاؤں میں دعا کی خوشبو
ایک نشہ ہے جو بے خود کیے رکھتا ہے مجھے
جب سے دیکھی ہے ان آنکھوں میں حیا کی خوشبو
باغِ احمدؑ میں کھلا ہے گُلِ رعنا تازہ
صاف کہتی ہے یہی ارض و سماء کی خوشبو
اس میں رنگین ہوا کارواں سارا اس کا
راہرو بانٹتے ہیں راہنما کی خوشبو
اپنی تائید سے نصرت کی چلائی ہے ہوا
ہر طرف دنیا میں پھیلائی وفا کی خوشبو
سرخ رو ہوتا ہے مولا کی نظر میں بے شک
جو لگا لیتا ہے خوں رنگ حنا کی خوشبو
اس کی تحریروں سے یوں لطف لیا ہے میں نے
مجھ میں رچ بس گئی اس ماہ لقا کی خوشبو

(امۃ الباری ناصر)

شرائط بیعت اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی انقلاب

حضور علیہ السلام بیعت کرنے کے لیے ایک کمرے میں ہر ایک کو الگ الگ بلاتے تھے اور بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلی بیعت آپ نے حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ سے لی

(باسل احمد بشارت۔ مربی سلسلہ، ربوہ)

رسول اللہ ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپؐ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (الجمعۃ:4) کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ! وہ دوسرے کون لوگ ہوں گے جن کی طرف بھی (آپؐ کو مبعوث کیا گیا ہے) اور جو ابھی ملے بھی نہیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ سائل نے اپنا سوال دو تین دفعہ دہرایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں یعنی حضرت سلمانؓ کی قوم میں سے کچھ لوگ یا ایک مرد اسے واپس لے آئے گا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

انیسویں صدی کے وسط میں اسلام کی جو دگرگوں حالت تھی وہ بھی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت تھا۔ ہندوستان میں تمام مذاہب کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر توہین آمیز حملے کیے جا رہے تھے اور کوئی مرد مجاہد ایسا نہ تھا جو ان حملوں کے آگے سینہ سپر ہو کر اسلام کا دفاع کرتا۔ مسلمان زندہ مذہب کو چھوڑ کر جوق در جوق دیگر مذاہب خصوصاً عیسائیت کی آغوش میں گرتے چلے جا رہے تھے اور کوئی ان کو بچانے والا نہ تھا۔ اسلام ایک ایسا قلعہ رہ گیا تھا جس کا کوئی حاکم نہ تھا اور فوج بغیر کماندار کے دشمنوں کے سامنے نہتی شکستہ دل کھڑی تھی۔ اور یہ وہ پُرآشوب زمانہ تھا جو قرآنی آیت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:42) اور رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ (شعب الایمان جزء3 صفحہ318) کا مصداق تھا۔

اس زمانہ کے لوگ بھی اس صورت حال سے بخوبی آگاہ تھے چنانچہ الطاف حسین حالی مرحوم نے 1879ء میں اپنی مشہور مسدس میں لکھا:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدس حالی بند نمبر 108)

پھر اسلام کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں:

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں زندگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے راکھ جس کے جلانے کے قابل

(مسدس حالی بند نمبر 111)

مسلمان کی اخلاقی و روحانی حالت بیان کرتے ہوئے اقبال لکھتا ہے:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

(بانگ درا۔ زیر عنوان جواب شکوہ)

پھر مسلمانوں کی عملی حالت کا نقشہ یوں کھینچتا ہے کہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

پس وہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں تھا اور علماء سمیت تمام مسلمان کسی مسیحا کے متلاشی تھے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق ایک رجل فارس میدان میں آیا جس نے ایمان کو ثریا سے لا کر دنیا میں قائم کیا اور زندہ مذہب اسلام کی حقانیت اور صداقت کو تمام ادیان باطلہ پر ثابت کر دکھایا اور دشمنان اسلام کو چاروں شانے چت کر دیا۔ وہ جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعودؑ ہیں۔ جنہوں نے 1882ء کے اوائل میں مسجد اقصیٰ میں ایک کشف دیکھا کہ ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور آپؑ اس کے مالی مقرر ہوئے ہیں۔

(حیات احمد جلد اول حصہ دوم صفحہ 305)

یہ ماموریت کی پہلی بشارت تھی۔ پھر آپؑ نے براہین احمدیہ جیسی معرکہ آراء تصنیف میں اسلام کی صداقت کے سینکڑوں ثبوت پیش کیے اور زندہ خدا کے زندہ نشانات دکھانے کی تمام اہل دنیا کو دعوت دی۔ جس پر جہاں اہل اسلام میں خوشیوں کی لہر دوڑی وہاں مخالفین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ آپؑ نے کیا ہندو، کیا آریہ، کیا عیسائی، سب مخالفین کو چیلنج دیا کہ وہ اسلام پر اپنے مذہب کی برتری ثابت کر دکھائیں۔ لیکن کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپؑ کے اس چیلنج کو قبول کرتا۔ مسلمانوں کو تو ایک ناخدا مل گیا جو اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو کنارہ پر لے آیا۔

براہین احمدیہ حصہ سوم کا حاشیہ تحریر فرمانے کے دوران حالت کشف میں رسول اللہ ﷺ سے زیارت و معانقہ کا شرف پایا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے نور کی کرنیں نکل نکل کر آپؑ کے اندر داخل ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد آپؑ پر الہام الٰہی کا سلسلہ بکثرت شروع ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا الہام نازل ہوا جو کم و بیش ستر فقرات پر مشتمل تھا، جس کا آغاز يَا أَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ سے ہوا۔

آپ کی اسلام کے لیے ان خدمات جلیلہ کی وجہ سے آپ کے معتقدین یہ بات جانتے تھے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی اسلام کی شان و شوکت کو دوبارہ قائم کر سکتا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔ اگرچہ مخلصین کے دلوں میں آپ کی بیعت کی تحریک جاری تھی اور لدھیانہ کے ایک بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ پر حسن اعتقاد رکھتے تھے نے فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

اسی طرح مولوی عبد القادر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے بیعت لینے کا کہا مگر آپ کا یہی جواب ہوتا: لَسْتُ بِمَاْمُوْرٍ یعنی میں مامور نہیں ہوں۔



دار البیعت، لدھیانہ کی ایک تصویر

آپؑ نے بیعت نہ لینے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”چونکہ بیعت کے بارے میں اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں۔ اس لئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔“

(حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ 150)

لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو بیعت لینے کا واضح حکم ملا تو یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے ”تبلیغ“ کے نام سے اشتہار میں بیعت کا اعلان عام کرتے ہوئے فرمایا:

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 188)

اس اشتہار میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ استخارہ کے بعد بیعت کے لیے حاضر ہوں۔

اس اعلان میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے لیے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط تحریر نہیں فرمائی تھیں۔ مگر جس دن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی ولادت 12؍ جنوری 1889ء کو ہوئی تو اسی دن آپ نے ”تکمیل تبلیغ“ کے نام سے ایک اشتہار تحریر فرمایا اور اس میں بیعت کی دس شرائط تحریر فرمائیں۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ اور پسر موعود حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش توام (جڑواں) ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 23؍ مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلہ جدید میں دس شرائط پر بیعت لی اور تاریخی ریکارڈ کے لیے ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس کا نام ”بیعت توبہ برائے تقویٰ و طہارت“ رکھا گیا۔ اس زمانہ میں حضور علیہ السلام بیعت کرنے کے لیے ایک کمرے میں ہر ایک کو الگ الگ بلاتے تھے اور بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلی بیعت آپ نے حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ سے لی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں نے اپنی بیعت توبہ کا حق ادا کر دکھایا اور اصحاب رسول ﷺ کے

نمونے پھر زندہ کر دیے۔جس طرح صحابہؓ کو خدا اور اس کا رسولؐ ہر چیز سے زیادہ پیارے تھے اور عبادت الٰہی میں وہ راتوں کو زندہ کرتے اور سجود و قیام میں راتیں گزارتے تھے اور اپنے خالق و مالک کے احکام کی بجا آوری کرنے والے تھے وہی مثالیں دَور آخرین کے اصحاب احمد نے بھی قائم کیں۔

شرائط بیعت اور

صحابہ حضرت مسیح موعود کا روحانی انقلاب

اجتناب شرک

پہلی شرط بیعت یہ ہے کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ نے شرائط بیعت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اندر حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کیں اور وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مصداق بنے۔محبت الٰہی ان کے دلوں میں رچ بس گئی اور غیر اللہ سے نفرت پیدا ہوگئی اور مشرکانہ اعتقادات والوں سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی اور خدا کا دامن مضبوطی سے تھام لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ

''مولوی محمد حسین بٹالوی احمدیت سے بہت پہلے کے میرے دوست تھے۔ایک دفعہ وہ چینیاں والی مسجد لاہور میں نماز پڑھا رہے تھے کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور اپنی علیحدہ نماز ادا کی۔مولوی صاحب نماز سے فارغ ہو کر مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر سمجھے کہ شاید میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور بہت خوش ہوئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جو بھی مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا تو الگ رہا مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی غیر احمدی میرے پیچھے نماز پڑھے۔مولوی صاحب متعجب ہو کر کہنے لگے کہ دوسرے احمدیوں کا تو یہ عقیدہ نہیں تو میں نے کہا کہ خدا فرماتا ہے: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِي قُرْبٰى (التوبة :113) تو کیا آپ کے عقائد مشرکانہ نہیں؟ مجھے تو آپ کے عقائد مشرکانہ لگتے ہیں اور یوں بھی میں بحیثیت امام اپنے غیر احمدی مقتدی کے لیے کیا دعا کروں گا کہ یا اللہ مجھے بخش اور اس کو بھی بخش دے جو تیرے مسیح کا منکر ہے اور اسے گالیاں دیتا ہے۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 81 تا 82)

شرافت علی صاحب ابن حضرت مولوی جلال الدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

''حضرت مولوی جلال الدین صاحب متوکل انسان تھے۔ بیان کیا کرتے تھے کہ ہم کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے خدا تعالیٰ خود ہی مہیا فرما دیتا ہے۔ہمیں ضرورت نہیں ہوتی کہ کسی سے کہیں۔کہا کرتے تھے کہ مجھے... انجمن نے ملازم رکھا۔ بیس پچیس روپے دینے مقرر کئے۔ ان دنوں غلہ بہت گراں تھا... منشی فرزند علی خاں صاحب ناظر بیت المال فیروز پور میں تھے۔ والد صاحب ان کے تحت تھے۔ ایک دن یہ کہہ بیٹھے کہ آپ کو تنخواہ ملتی ہے۔ اس لئے آپ تن دہی سے کام کرتے ہیں۔ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ بات مجھے اچھی نہ لگی اور میں نے کہہ دیا کہ میں نے کیا آپ سے تنخواہ مانگی تھی۔اب نہیں لوں گا۔ خاں صاحب فرمانے لگے کہ کام پہلے کی طرح یا اپنی مرضی سے۔فرمایا کہ پہلے سے بھی زیادہ تن دہی سے اور اصل اطاعت سے۔ یہ بات کہہ کر اپنے تبلیغی وعدہ پر چلا گیا۔ پیدل جا رہا تھا۔ کہ رستے میں یہی خیالات آنے شروع ہو گئے کہ ان روپوں سے وقت کٹ جاتا تھا۔آجکل تنگی ہے۔اب کس طرح وقت کٹے گا۔ والد صاحب بیان کرتے تھے کہ میں انہی خیالات میں جا رہا تھا کہ ناگہاں ایک گرج کی سی آواز آئی۔جس سے میرا دل دہل گیا۔آگے اتنی مدت تم کو کوئی تنخواہ دیتا آیا ہے کیا تنخواہ لے کر تم اتنے بڑے ہوئے ہو؟ اس آواز اور زجر کا میرے کان میں پڑنا ہی تھا کہ میرے تمام ہم و غم کافور ہو گئے۔اور میں نے نہایت ہی عاجزی سے عرض کی کہ یا باری تعالیٰ مجھ کو ان کی تنخواہوں کی کیا ضرورت ہے۔ تیرے مقابلہ میں یہ کیا ہستی رکھتے ہیں۔ اس کے بعد میرا وقت آگے سے بھی اچھا گزرنے لگا۔مولوی صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ خان صاحب میرے دیرینہ دوست تھے۔ یہ لفظ ویسے ان کی زبان سے نکل گئے۔ جو کہ بعد میں تنخواہ والے شرک کو توڑنے کا باعث بنے۔

(رجسٹر روایات نمبر 12 غیر مطبوعہ)

حضرت مولانا محمد ابرہیم صاحب بقاپوریؓ بیان کرتے ہیں کہ

''1904ء میں میں نے اپنی مذہبی حالت کے پیش نظر مولوی عبد الجبار صاحب وغیرہ کو جوابی خطوط لکھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں صرف پوسٹ کارڈ بھیجا۔ ان سب کا مضمون یہ تھا کہ میں زبان سے تو بے شک خدا تعالیٰ کا اور حشر و نشر کا مقر ہوں اور مسجدوں میں وعظ بھی کرتا ہوں مگر امر واقعہ اور کیفیت قلبی یہ ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ کے وجود میں ہی شک ہے اس لئے مجھے ایسے مرشد کی تلاش ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا وجود مع اس کی عظمت اور محبت کے دل میں جاگزیں ہو جاوے وغیرہ وغیرہ۔ دوسروں کی طرف سے تو کوئی جواب نہ آیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریری ارشاد آیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی غرض اور ایسی بیماریوں کے لئے ہی بھیجا ہے۔ آپ یہاں آجاویں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ وَمَنْ اَتیٰ اِلیّ شِبْراً۔ پس خاکسار حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ عرصہ رہ کر بیعت سے مشرف ہو گیا۔''

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 252 تا 253)

معاصی سے بچنا

دوسری شرط یہ ہے کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ نے شرک سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کے اعلیٰ معیار کو بھی قائم کیا اور آئندہ احمدیت میں شامل ہونے والوں کے لیے ایک نمونہ قائم فرمایا۔

حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ اوائل 1903ء میں قادیان تشریف لے گئے اور وہاں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے والوں کا روحانی انقلاب یوں بیان کرتے ہیں کہ

''ان دنوں ایک دکاندار شیخ غلام احمد صاحب نومسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شیر فروشی کا کام کرتے تھے ان کی دکان پر بعض لوگ خود ہی حسب ضرورت دودھ پی لیتے اور خود ہی قیمت رکھ جاتے۔ جماعت احمدیہ کی دینی و اخلاقی حالت نہایت اعلیٰ دیکھی گئی۔ ایک دفعہ میں مسلسل ایک ماہ قادیان میں رہا جب میں اپنے گاؤں کریام آیا۔ ایک شخص کو گالی نکالتے سنا۔ میں نے کہا پورے ایک ماہ بعد یہ آواز ناشائستہ میرے کانوں (میں) پڑی ہے۔''

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 80 تا 81)

حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کے بارہ میں ملک صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

''آپ نہایت صادق اور امین مشہور تھے۔اغیار بھی اپنے مقدمات میں آپ کو ثالث مقرر کر لیتے چنانچہ ایک غیر احمدی خاندان کی جائیداد کی تقسیم کا جھگڑا آپ کے فیصلہ سے طے ہوا وہ سب چاہتے تھے کہ آپ جو فیصلہ کریں گے انہیں منظور ہو گا...۔

حضرت حاجی صاحب لین دین کے معاملات میں نہایت محتاط تھے اور ہر ایک سے معاملہ صاف رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حاجی صاحب کو دو تین صد روپیہ قرض کی ضرورت تھی۔ میں روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ باوجود میرے انکار کے آپ نے فوراً ایک ورق پر رسیدی ٹکٹ لگا کر مجھے پرونوٹ لکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب لین دین کرو تو تحریر میں لے آیا کرو۔ اسی طرح ایک دفعہ مجھے ضرورت پیش آئی آپ کے پاس موضع کریام پہنچا۔ آپ نے قرض دیا۔ اور ساتھ ہی کاغذ اور رسیدی ٹکٹ دے کر مجھ سے پرونوٹ لکھوالیا۔ ایک دفعہ آپ گاؤں واپس جا رہے تھے کہ میرے پاس ڈاکخانہ نواں شہر میں (جہاں میں ملازم تھا) تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں فلاں سے (جو وہاں سب ججی میں ملازم تھے) پانچ روپے یہ کہہ کر لے آیا کہ کل واپس کر دونگا اب یاد آیا کہ کل تو جمعہ ہے اس لئے کل تو نہیں آسکتا اس لئے آپ میری طرف سے کل ان کو پانچ روپے دیدیں تا کہ وعدہ خلافی نہ ہو۔ میں نے کہا کہ وہ تو اپنا آدمی ہے اس میں کیا مضائقہ ہے آپ جب چاہیں ادائیگی کر دیں لیکن آپ نے وعدہ خلافی کو ناپسند کیا۔ اور آپ کی تاکید کے مطابق میں نے ادائیگی کر دی۔متعدد بار ایسا ہوا کہ قادیان میں یا نواں شہر میں کسی دکان پر ہم نے اکٹھی چائے یا سوڈا پیا۔ اور میں نے رقم ادا کر دی تو آپ باصرار اپنے حصہ کی رقم ادا فرماتے اور میں قبول کرنے سے انکار کرتا تو فرماتے کہ دکان نہ میرا گھر ہے نہ آپ کا یہ مشترکہ جگہ ہے۔ اس لئے میں پیسے دیتا ہوں۔''

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 110 تا 112)

ملک صلاح الدین ایم اے بیان کرتے ہیں:

''قاضی اشرف علی صاحبؓ مرحوم کو غیبت اور چغلی بہت ناپسند تھی۔ چنانچہ اقارب کی مستورات کو ہمیشہ ہی اس بات سے اجتناب کی تاکید کرتے تھے۔ مبالغہ کی حد تک امین تھے کوئی امانت رکھے تو بعینہ وہ رقم پوٹلی میں باندھ کے رکھتے اور عند الطلب واپس کرتے اس امر کو ناپسند سمجھتے تھے کہ امانت کی رقم بعینہ اور اصل ہی واپس نہ کی جائے۔''

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 204)

حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ نرم طبع تھے اس لیے جو کوئی سوال کرتا امداد حاصل کر لیتا۔ ایک تحصیلدار ایک روز کہنے لگا سیٹھ صاحب! لوگ آپ کو دھوکہ دے کر روپیہ لے جاتے ہیں۔ آپؓ ہنس کر فرمانے لگے کہ شکر ہے میں کسی کو دھوکہ نہیں دیتا۔ اسی شخص نے شدید ضرورت بتا کر ایک ہزار روپیہ آپ سے قرض لیا جو سترہ سال گذرنے پر اب تک ادا نہیں کیا۔

(اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 224)

محمد اکبر صاحب ولد اخوند رحیم بخش خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''چودھری نذر محمد صاحب ساکن ادرحمہ ...اپنا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے ان کی حالت اچھی نہ تھی۔ اور انہوں نے اپنی اہلیہ کو متروک کر رکھا تھا۔ جب وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تو ان کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شوق ہوا۔ چنانچہ اس شوق میں وہ قادیان روانہ ہو گئے۔ مگر قادیان جا کر معلوم ہوا کہ حضرت اقدس کسی مقدمہ کی وجہ سے گورداسپور تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ گورداسپور چلے گئے اور ایسا موقع میسر آیا کہ حضرت اقدس اکیلے چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضور کو مٹھیاں بھرنی شروع کر دیں اور دعا کے لئے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا ''ہم دعا کرینگے''۔ اتنے میں کوئی اور دوست حضور کی زیارت کے لئے آئے۔ انہوں نے دوران ملاقات میں بیان کیا کہ انکے سسرال نے ان کو بڑا تنگ کیا کہ اس کی بیوی کو نہ بھیجتے تھے۔ اب ان کی بیوی ان کے پاس آ گئی ہے اور انہوں نے عہد کیا ہے کہ وہ اس کو اپنے میکے نہ بھیجیں گے۔ جب اس دوست نے یہ بات بیان کی تو حضور کا چہرہ غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور حضور نے بڑے غصہ سے اس کو کہا کہ ''فی الفور چلا جائے کہیں اس کی وجہ سے ہم پر بھی عذاب نہ آجاوے''۔ چنانچہ وہ دوست اٹھ کر چلا گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا اور کہا کہ حضور! میں نے توبہ کی ہے۔ مجھے معاف فرمایا جاوے۔ جس پر حضور نے پھر اس کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ چوہدری صاحب مرحوم سنایا کرتے تھے کہ جب انہوں نے یہ واقعہ دیکھا تو وہ دل میں سخت نادم ہوئے اور سوچا کہ اس دوست کی بات تو معمولی تھی۔ لیکن انہوں نے ایک عرصہ سے اپنی بیوی پر ظلم روا رکھا ہوا ہے اور اپنے سسرال سے بُرا سلوک کیا ہوا ہے۔ ان کا قصور اس دوست سے کئی گنا بڑھ کر ہے اور اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو خدا جانے کتنا بڑا عذاب آویگا۔ اس لئے وہیں بیٹھے بیٹھے توبہ کی اور عہد کیا کہ اب جا کر اپنی بیوی اور سسرال کو راضی کرونگا۔ چنانچہ واپسی پر لاہور سے اپنی بیوی کے لئے کئی تحائف خریدے اور ڈیرہ غازی خان پہنچ کر اپنی بیوی کے پاس جا کر اس کو تحفے دیئے اور اس سے معافی مانگی کہ پچھلا قصور اس کا معاف کر دیوے آئندہ اس سے بدسلوکی نہ ہو گی۔ بیوی حیران رہ گئی کہ اس میں اتنا عظیم الشان تغیر کس طرح ہو گیا ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ احمدی ہو گیا ہے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے موقع پر یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس لئے اس نے توبہ کی ہے۔ اس پر ان کی بیوی بہت خوش ہوئی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہزار ہزار دعائیں دینے لگی کہ انہیں کی برکت سے اس کا اجڑا گھر آباد ہوا ہے۔ ورنہ اس کی کوئی امید نہ تھی اور اسکے سسرال بھی اس پر خوش ہو گئے۔'' (رجسٹر روایات جلد 3)

حضرت عزیز الدینؓ صاحب بیان فرماتے ہیں:

''ایک وقت میں قادیان میں تھا کہ سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراس والے وہاں آئے ہوئے تھے جن کا اسباب کا لدا ہوا جہاز گم ہو گیا تھا اور وہ ابتلاء میں تھے۔ حضرت صاحب سے مشورہ لیتے تھے کہ جہاز گم ہو گیا ہے اور روپے کی زیر باری ہو گئی ہے۔ قرض خواہ قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرتے ہیں تو پھر کیا دیوالیہ نکال دیا جائے یا اور جو تجویز آپ فرماویں عمل میں لائی جائے اور دعا بھی کریں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ جو کچھ بھی آپ کے پاس ہے یعنی ظاہری جائیداد اور باریک در باریک چیزیں قیمتی بھی جو

تمہارے پاس ظاہر اور نہاں ہیں قرض خواہوں کے آگے پیش کر دیں اور ہم انشاء اللہ دعا بھی کریں گے۔

چنانچہ سیٹھ صاحب نے ایسا ہی کیا یعنی وہ چیزیں جو نہاں در نہاں پردہ میں ان کے پاس تھیں انہوں نے سب قرض خواہوں کو بلا کر پیش کر دیں۔ جب قرض خواہوں نے ظاہر جائیداد کے علاوہ اور قیمتی چیزیں بھی دیکھیں جو ان کے خواب خیال میں بھی نہیں آسکتی تھیں کہ ان کے پاس ہوں گی تو تمام قرض خواہ سیٹھ صاحب کی ایمانداری پر قربان ہو گئے اور انہوں نے ان کی تمام جائیداد زیورات اور قیمتی چیزیں سب کی سب واپس کر دیں اور کہا کہ ہمارا دل مطمئن ہو گیا ہے۔ تم اس روپے سے یا اور ضرورت ہو تو ہم سے لے کر اپنا کاروبار جاری رکھو اور جب تمہارے پاس روپیہ ہو جائے تو ہمارا قرض ادا کر دیں۔ خدا کی قدرت کہ تین سال بعد گم شدہ جہاز کہیں پکڑا گیا اور آخر وہی جہاز مع تمام اسباب کے ان کو دستیاب ہو گیا۔ یعنی تقریباً تین لاکھ کا مال ان کو مل گیا جس سے سیٹھ صاحب نے تمام قرض بھی اتار دیا اور ان کا حال بھی آسودہ ہو گیا۔ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی تجویز پر عمل کرنے اور دعا سے سیٹھ صاحب کی بگڑی بن گئی۔‘‘

(تین سو تیرہ اصحاب صدق و صفا صفحہ 86 تا 87)

پنجوقتہ نماز، تہجد، درود، استغفار، شکر

تیسری شرط یہ ہے کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریمؐ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ اپنی جماعت کو ہمیشہ یہ نصیحت فرماتے تھے کہ ’’تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس پاک تعلیم پر خود عمل کر کے اپنے اصحاب کو نمونہ دیا۔ آپ پنجوقتہ نماز باجماعت کے ساتھ تہجد کے بھی پابند تھے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب جو نواب بہاولپور کے پیر تھے فرماتے ہیں کہ ’’مولوی حکیم نور الدین صاحب ... ایک دفعہ میرے پاس بہاولپور آئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں مرزا صاحب کا جو مرید ہوا ہوں ان کی اور کرامات دیکھ کر نہیں ہوا بلکہ تین امر دیکھ کر ہوا ہوں۔ ان میں سے ایک یہ کہ ہم نے حضرت مرزا صاحب کو رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف و مشغول دیکھا ہے۔‘‘

(حیات نور باب چہارم صفحہ 203)

حضرت مسیح موعودؑ نے 1863ء میں قادیان کی گلیوں میں پھرنے والے ایک پندرہ سولہ سالہ نابینا لڑکے حافظ معین الدین صاحب کو اپنے ساتھ اکٹھے نمازیں پڑھنے اور اس کو قرآن شریف یاد کرانے کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے دل میں نماز باجماعت کے اہتمام کے لیے کس قدر جوش تھا۔

اس بیعت کے نتیجہ میں روحانی انقلاب کی بے شمار مثالوں میں سے ایک حضرت میاں محمد دین پٹواری صاحب کی ہے جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ کے مطالعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین کے ساتھ ایسی محبت پیدا ہوئی جس نے ان کی نمازوں کو زندہ کر دیا۔ خود بیان کرتے ہیں:

’’براہین کیا تھی آبِ حیات کا بحر ذخّار تھا۔ براہین کیا تھی ایک تریاق کوہِ لانی تھا یا تریاق اربعہ دافع صرع ولقوہ تھا۔ براہین کیا تھی ایک عین روح القدس یا روح مکرم یا روح اعظم تھا۔ براہین کیا تھی يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ تھی ایک نورِ خدا تھا جس کے ظہور سے ظلمت کافور ہو گئی۔ آریہ، برہمو، دہریہ لیکچراروں کے بداثر نے مجھے اور مجھ جیسے اکثروں کو ہلاک کر دیا تھا اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا کہ براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے جب میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کو پڑھتا ہوں صفحہ 90 کے حاشیہ نمبر 1 پر اور صفحہ 149 کے حاشیہ نمبر 11 پر پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہو گئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا... زندہ ہو جاتا ہے۔‘‘ (اخبار الحکم 14/ اکتوبر 1938ء)

’’سردی کا موسم جنوری 1893ء کی 19 تاریخ تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ جب (براہین کا مطالعہ کرتے ہوئے) وہ ’’خدا ہونا چاہیے‘‘ اور ’’خدا ہے‘‘ کے مقام پر پہنچے تو کہتے ہیں: پڑھتے ہی میں نے... توبہ کی۔ کورا گھڑا پانی کا بھرا بار صحن میں پڑا تھا سرد پانی سے... تہہ بند پاک کیا۔ میرا ملازم مسمّی منگتو سو رہا تھا وہ جاگ پڑا۔ وہ مجھ سے پوچھتا تھا کہ... کیا ہوا؟ لاچہ (تہہ بند) مجھ کو دو، میں دھوتا ہوں مگر اس وقت ایسی شراب پی چکا تھا کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ آخر منگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہو گیا اور میں نے گیلا لاچہ پہن کر نماز پڑھنی شروع کی اور منگتو دیکھتا رہا۔ محویت کے عالم میں نماز اس قدر لمبی ہوئی منگتو تھک کر سو گیا اور میں نماز میں مشغول رہا۔ پس یہ نماز براہین نے پڑھائی کہ بعد ازاں آج تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک عظیم معجزہ کا اثر تھا۔ اس پر میری صبح ہوئی تو میں وہ محمد دین نہ تھا جو کل شام تک تھا۔‘‘

(تین سو تیرہ اصحاب صدق و صفا صفحہ 24 تا 25)

یہ تو ایک مثال ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے دین اسلام کو ازسرنو زندہ کر کے اپنی تعلیم اور فیض صحبت سے ایسے کئی محمد دین پیدا کیے۔ جنہوں نے محبت الٰہی سے سرشار ہو کر عبادت اور دعاؤں کے اعلیٰ نمونے دکھائے۔ ان میں سب سے پہلے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے خلفاء حضرت مولانا نور الدین صاحب اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہیں پھر آپؑ کے اہل بیت ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پاک صحبت کا ہی یہ حیرت انگیز اثر ہے کہ آپؑ کی مبشر اولاد بھی اسی اسوہ پر ہمیشہ قائم رہی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تو اس مرتبہ میں الہام کے مطابق ’’قمر الانبیاء‘‘ کے مقام پر فائز ہوئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے اپنا ذاتی واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں رات کو سویا ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی باری امّ ناصر کے ہاں تھی۔ آدھی رات کو اچانک بڑے ہی دردناک رونے کی آواز سے میری آنکھ کُھل گئی۔ میں خوف سے سہم گیا کہ خدایا کیا ہوا ہے؟ کیونکہ کسی کے رونے کی بڑی دردناک آواز آرہی تھی۔ کچھ دیر بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آواز ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ آپ تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے اور بڑے ہی کرب سے درد اور الحاح سے دعا کر رہے تھے اور ایسے رو رہے تھے جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔ صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے کہ بلا مبالغہ میں آدھ گھنٹہ تک جاگتا رہا اور حضور اتنے درد سے رو رو کر ایک ہی فقرہ ’’اھدنا الصراط المستقیم‘‘ بار بار دہرا رہے تھے۔

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 11)

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دادا محترم کے بارہ میں الہام ہوا: ’’وہ بادشاہ آیا‘‘ اور وہ دین و دنیا کے بادشاہ ٹھہرے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف صاحب نماز باجماعت کا بہت خیال رکھتے تھے۔

مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت صاحبزادہ صاحب تاکید فرمایا کرتے تھے کہ سفر میں نماز کو ہمیشہ پہلے وقت پڑھ لینا چاہیے۔ اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ کافی وقت ہے پڑھ لیں گے۔ ہمیشہ اول وقت میں نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ آپؓ کو نماز کا کتنا خیال ہوتا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ ایک موقع پر گجرات میں دورہ کے سلسلہ میں 6 بجے شام پہنچنا تھا لیکن مجبوراً یہ پروگرام بدلنا پڑا اور تار دے دی کہ رات بارہ بجے بذریعہ ٹرین پہنچیں گے لیکن تار بھی وقت پر نہ پہنچ سکی اور میاں صاحب کوئی ایک بجے چوہدری اعظم علی صاحب سیشن جج (جو کہ اس وقت گجرات کی جماعت کے امیر تھے) کے مکان پر پہنچے، رات کھانے سے فارغ ہوئے تو دو بج گئے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا اب تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اور اس کے بعد صبح کی نماز پڑھ کر سوئیں گے۔ کیونکہ اگر اب سو گئے تو صبح کی نماز ضائع ہو جائیگی۔‘‘

(سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب صفحہ 30 تا 31)

حضرت مولوی شیر علی صاحب جن کے بارے الہام ہوا کہ ’’شیر علی فرشتہ‘‘ ایسے وجود تھے کہ محبت الٰہی سے معمور تھے اور خلوت و جلوت میں آپ کی زبان پر ذکر الٰہی جاری رہتا۔ پاس بیٹھنے والا انسان آپ کی تسبیح و تحمید و تمجید کو بخوبی سن سکتا تھا۔ یہ آپ کا عزیز ترین مشغلہ تھا۔ بوقت وفات بھی آپ کی زبان پر لا الٰہ الّا اللہ کا ورد جاری تھا۔

محترم ملک غلام فرید صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی غیر موجودگی میں ایک بار حضرت مولوی صاحبؓ نے نماز جمعہ پڑھائی اور پھر سنتیں شروع کیں تو اتنی لمبی ہو گئیں کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی۔ مجھے کسی دوست کا انتظار تھا اس لئے بیٹھا رہا۔ آپؓ نماز پڑھتے رہے، پڑھتے رہے یہاں تک کہ میں بھی چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد دوست کے ہمراہ واپس مسجد پہنچا تو مولوی صاحبؓ وہاں اکیلے اپنے بازوؤں کا تکیہ بنائے سو رہے تھے۔ شدید گرمیوں کے دن تھے۔ میں نے اپنے دوست کو بتایا کہ یہ مولوی صاحبؓ آجکل ہمارے امیر ہیں اور ہم ان کی اسی طرح فرمانبرداری کرتے ہیں جیسے امیر المومنین کی لیکن یہ غریب دل انسان کس سادگی سے خالی زمین پر سو رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی نماز کے متعلق فرمایا کہ

’’میں نے دیکھا کہ اکثر وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر اس طرح اٹک جاتے جس طرح ریکارڈ کی سوئی اٹک جائے۔ اتنا پڑھتے تھے اتنا پڑھتے تھے کہ گویا ابھی دل کی تسکین نہیں ہوئی۔‘‘

(خطاب جلسہ سالانہ ماریشس 20/ دسمبر 1993ء بحوالہ النجم الہدیٰ صفحہ 8)

فاضل دیوبند حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں آکر فنافی اللہ وجود ہو گئے۔ آپ انتہائی سوز و گداز کے ساتھ لمبی نماز پڑھتے جس میں آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب کر ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ نماز سے کافی دیر پہلے آکر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد کے طور پر ضرور پڑھتے تھے۔ یعنی اپنی نماز کا آغاز مسنون طریق پر رب العزت کے حضور نوافل کے تحفہ سے کرتے۔ سخت سردی اور سخت گرمی اور بارش بھی باجماعت ادائیگی نماز میں روک نہ بنتی تھی بلکہ بسا اوقات سخت بخار کی حالت میں بھی آپ مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کو نماز باجماعت کا جس قدر احساس تھا کہ آپ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ اذان ہو گئی۔ آپ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سپرد کر کے مسجد چلے گئے۔ بعد نماز جلدی سے اٹھ کر واپس آنے لگے تو کسی نے ایسی جلدی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ نزع کی حالت میں بچی کو چھوڑ آیا تھا اب فوت ہو چکی ہو گی۔ اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ بعض دوسرے دوست بھی گھر تک ساتھ آئے اور بچی وفات پا چکی تھی۔

(رفقائے احمد جلد 5 حصہ سوم صفحہ 82 بحوالہ حضرت سید سرور شاہ صاحب صفحہ 26)

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ نے پرتعیش زندگی چھوڑ کر قادیان آکر حضرت مسیح موعودؑ کے در پہ درویشانہ زندگی اختیار کر لی اور آپ کی دامادی کا شرف پایا۔ نواب صاحب نماز باجماعت کے پابند اور تہجد گزار تھے جس کا التزام سفر میں بھی رکھتے۔ آپ نمازیں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے۔ آپ کی اہلیہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اس بارہ میں بیان فرماتی ہیں:

’’رات کو تہجد میں دعائیں کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا نور کمرہ میں نازل ہو رہا ہے اور اس طرح دعائیں کرتے اور اس قدر گریہ وزاری کرتے کہ نیند اڑ جاتی۔‘‘

(حضرت نواب محمد علی خان صاحب از فخر الحق شمس صفحہ 26)

پھر ان کے صاحبزادے حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحبؓ بھی نماز کے عاشق تھے۔ اور آپ پنجوقتہ نماز باجماعت کے نہایت شدت کے ساتھ پابند تھے۔ میں نے اپنی زندگی کے پچاس سال ان کے ساتھ گزارے۔ میں ایمانداری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپ کی طرح تمول اور تنعم میں پرورش پایا ہوا نماز کا ایسا پابند انسان ساری عمر نہیں دیکھا... جن حالات میں آپ نے پرورش پائی ان کو دیکھتے ہوئے ان کا ایسا پابند صوم و صلوٰۃ ہونا ان کے باخدا انسان ہونے کی ایک زندہ دلیل ہے۔ سوائے نماز کے ان کو کبھی روتے نہیں دیکھا گیا۔

(الفضل 30/ ستمبر 1961ء)

حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی اور زبردست مقرر حضرت مولانا عبد الکریمؓ صاحب سیالکوٹی جن کے بارے میں مسلمانوں کے لیڈر کا الہام ہوا، کثرت پیشاب کی شدید تکلیف میں بعض دفعہ غش کھانے کے قریب ہو جاتے مگر نماز باجماعت کے لیے مسجد تشریف لاتے۔ جس پر حضرت ......باقی صفحہ 47 پر......

رپورٹ

جماعت احمدیہ عالمگیر اور جلسہ ہائے یوم مصلح موعودؓ



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کے شرف اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صداقت وعظمت کے اظہار کے لیے 1886ء میں ایک پسر موعود کی عظیم الشان خوشخبری عطا فرمائی گئی تھی، جس کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے 20 فروری 1886ء کے اشتہار کے ذریعہ فرمایا۔ الحمد للہ کہ یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت المصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس عظیم الشان پیشگوئی کی مناسبت سے جماعت احمدیہ عالمگیر ہر سال جلسہ ہائے یوم مصلح موعود کا انعقاد کرتی ہے جن میں حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا ہے اور تمام احمدی اس تاریخی دن کے حوالہ سے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا اعادہ کرتے ہیں۔

19/ ممالک سے موصولہ رپورٹس کے مطابق سال 2020ء میں اس مبارک موقعے پر 1,682 جلسہ ہائے یوم مصلح موعود کا انعقاد کیا گیا جن میں مجموعی طور پر 129,247/ احباب وخواتین اور بچوں نے شمولیت اختیار کی۔ جبکہ 3,626/ غیر از جماعت مہمان بھی اس موقع پر تشریف لائے۔

دنیا بھر میں ہونے والے ان جلسوں میں مختلف عناوین پر تقاریر کی گئیں۔ ان میں سے چند عناوین نمونۃً درج ہیں:

پیشگوئی مصلح موعود ؓ اور اسکا پس منظر، پسر موعود کا عظیم مرتبہ، حضرت مصلح موعودؓ کی دلکش یادیں، پیشگوئی پسر موعود کی صداقت، پیشگوئی مصلح موعود اور اعلائے کلمہ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حضرت مصلح موعودؓ کی اہم نصائح، حضرت مصلح موعودؓ تاریخ احمدیت کے آئینہ میں، سیرت حضرت مصلح موعودؓ، روئیداد پیشگوئی مصلح موعود، حضرت مصلح موعودؓ اور حفاظت اسلام کی مہم، حضرت مصلح موعودؓ کی تصنیفات، پیشگوئی مصلح موعود کی باون علامات، پیشگوئی مصلح موعود سے حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی پوری ہوئی، حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے، حضرت مصلح موعودؓ اور مالی قربانی کی تحریکات، پیشگوئی مصلح موعود کی حقیقت، حضرت مصلح موعودؓ کے علوم روحانی سے پر کیے جانے کی حقیقت، ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ برائے پیشگوئی مصلح موعود، اصلاح اعمال کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات، سبز اشتہار کے عناوین، قیام نماز کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات، تبلیغی میدان میں حضرت مصلح موعودؑ کی مہم و دیگر۔

☆... ادارہ الفضل انٹرنیشنل کو مختلف ممالک کے نمائندگان الفضل انٹرنیشنل کی جانب سے انتہائی محنت سے تیار کردہ ان جلسوں کی رپورٹس موصول ہوئی ہیں، ذیل میں تلخیص کے ساتھ یہ رپورٹس پیش کی جاتی ہیں۔

☆...اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال جماعت احمدیہ بینن کو ملک کے درج ذیل 14 ریجنز میں یوم مصلح موعودؓ منانے کی توفیق ملی:

Cotonou, Malanville, Lokossa, Azové, Pobé, Bassila, Djougou, Natitingou, Tanguita, Kandi, PortoNovo, Nikki, Savé, Dassa اور Parakou

(رپورٹ: منتظر احمد۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆... کونگو برازاویل کو ملک کے درج ذیل سینٹرز میں یوم مصلح موعودؓ منانے کی توفیق ملی:

1.Pointe-Noire, 2. Soleil 3. Mouyondzi 4. Talbassa 5. Mayalama 6.Itali 7.Engankou 8.Gamboma 9.Instiana 10.Nkayi 11.kiossi 12.Jean Desil 13.Ngomabitodi 14.Brazzaville 15.Pk45 16.Imbimi

(رپورٹ: سعید احمد۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ کونگو کنشاسا کو ملک کے درج ذیل ریجنز میں متعدد مقامات پر یوم مصلح موعودؓ منانے کی توفیق ملی:

Kikwit, Kivu, Maniema, Kisangani, Bandundu, Kananga اور Inongo

(رپورٹ: شاہد محمود۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ ڈنمارک کو مرکزی مشن کوپن ہیگن کے ساتھ ساتھ جماعت ناکسکو اور آرہوس میں یوم مصلح موعودؓ منانے کی توفیق ملی۔

(رپورٹ: نعمت اللہ بشارت۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ فرانس کو مرکزی مشن مسجد مبارک، Saint Prix کے ساتھ ساتھ درج ذیل جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی:

Beuvrage, Strasbourg, Chelles, Lyon, Caen اور Besançon

(رپورٹ: منصور احمد مبشر۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ فجی کو امسال ملک بھر کی مندرجہ ذیل جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کرنے کی توفیق ملی:

صُووا، مارو، ناندی اور لٹوکا۔

☆...جماعت احمدیہ گھانا کو ملک کے 19 زونز کی 137 جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان زونز کے اسماء درج ذیل ہیں:

Sewfi, Nalerigu, Yendi, Accra, Bolga, Kasoa, Obuasi, Damongo, Koforidua, Upper West, Mankessim, Assin, Kumasi, Sunyani, Nkawkaw, Abura, Techiman, Tarkwa اور Tema

(رپورٹ: فہیم احمد خادم۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ جاپان کو امسال ناگویا اور ٹوکیو شہر میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

(رپورٹ: حزقیل احمد۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ نائیجر کو ملک بھر کے 9/ ریجنز کے 115/ مقامات پر جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

ان ریجنز کے نام درج ذیل ہیں: نیامے، دوسو، تلہ بیری، ڈوگن ڈوچی، ماداوا، تاوا، گڈاں روجی، مارادیا اور گایا۔

(رپورٹ: کوثر جمیل۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ سینیگال کو ملک کے 6/ ریجنز کی متعدد جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان ریجنز کے نام ہیں:

ڈاکار، چئیس، سینٹ لوئس، زنگا شور، کولڈا اور تانبا کنڈا۔

(رپورٹ: حافظ مصور احمد۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ سیرالیون کو ملک کے 15/ ریجنز کی متعدد جماعتوں اور سکولوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان ریجنز کے نام ہیں:

فری ٹاؤن، واٹرلو، مشاکا، لُنسر، مکینی، کونو، پورٹ لوکو، روکُوپور، لنگی، مائل 91، مویامبا، بو، کینیما، دارو اور گبیند یبو۔

(عبد الہادی قریشی۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ تنزانیہ کو ملک بھر کے 18/ ریجنز میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان ریجنز کے نام ہیں:

دار السلام، رووما، ٹبورا، موروگورو، مبیا، ڈوڈوما، موانزا، گے ایشا، ٹانگا، مٹوارا، لینڈی، شیانگا، سیمیو، اروشا، ارنگا، مارا، ٹنڈورا، کوسٹ و جامعہ احمدیہ تنزانیہ۔

(رپورٹ: عبد الناصر مومن۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ یوگنڈا کو ملک بھر کے 19 ریجنز کی متعدد د جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان ریجنز کے نام ہیں:

Budiope, Kiboga, Fort Portal, Mayuge, Kamwenge, Masaka, Mbale, Buduuda, Mukono, Kampala, Luuka, Jinja, Kamuli, Iganga, Kadama, Kibaale, Mbarara, Kyankwanzi اور Bujiri۔

(رپورٹ: زکی احمد۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ امریکہ کو ملک بھر کی پچاس ریاستوں

رپورٹ جلسہ یوم مصلح موعودؓ جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر

(الفضل انٹرنیشنل کو موصول ہونے والی رپورٹس کے مطابق درج ذیل اعداد و شمار ہدیہ قارئین ہیں)

ملک	تعداد مقامات	تعداد شاملین	غیر از جماعت شاملین
بینن	165	5973	458
کونگو برازاویل	316	123	132
کونگو کنشاسا	32	1150	194
ڈنمارک	3	237	1
فرانس	7	400	
فجی	4	218	3
گھانا	137	13706	522
جاپان	2	102	2
کبابیر	2	205	
نائیجر	115	6801	182
سینیگال	18	2099	359
سیرالیون (جماعتیں)	294	19569	–
سیرالیون (سکولز)	129	46326	–
تنزانیہ	167	8408	1462
یوگنڈا	95	7405	124
امریکہ	62	4500	8
انڈونیشیا	61	10084	129
کینیا	71	1808	83
مارشل آئی لینڈ	1	70	3
مقدونیہ	1	63	



بینن

کی متعدد جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ امریکہ کی ریاستوں کے نام ہیں:

Alabama, Alaska, Arizona, Arkansas, California, Colorado, Connecticut, Delaware, Florida, Georgia, Hawaii, Idaho, IllinoisIndiana, Iowa, Kansas, Kentucky, Louisiana, Maine, Maryland, Massachusetts, Michigan, Minnesota, Mississippi, Missouri, MontanaNebraska, Nevada, New Hampshire, New Jersey, New Mexico, New York, North Carolina, North Dakota, Ohio, Oklahoma, Oregon, PennsylvaniaRhode Island, South Carolina, South Dakota, Tennessee, Texas, Utah, Vermont, Virginia, Washington, West Virginia, Wisconsin اور Wyoming۔

(رپورٹ: سید شمشاد احمد ناصر۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ انڈونیشیا کو امسال ملک بھر کے 61/ ریجنز میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان ریجنز کے نام ہیں:

مرکز، شمالی سماٹرا 1، شمالی سماٹرا 2، ریاؤ 1، ریاؤ 2، ریاؤ جزائر، مغربی سماٹرا 1، مغربی سماٹرا 2، جامبی، جنوبی سماٹرا، بنگ کولو، بنگ کا، جزائر بنگکا بلیٹو نگ، لامپونگ، بانتین 1، بانتین 2، جکارتا، مغربی جاوا 1 تا 11، وسطی جاوا 1 تا 4، خصوصی علاقہ یوگیا کارتا، مشرقی جاوا 1، مشرقی جاوا 2، مشرقی جاوا 3، مغربی کالیمانتان 1، مغربی کالیمانتان 2، مغربی کالیمانتان 3، جنوبی کالیمانتان، وسطی کالیمانتان 1، وسطی کالیمانتان 2، مشرقی کالیمانتان 1، مشرقی کالیمانتان 2، مشرقی کالیمانتان 3، بالی، مغربی نوسا ٹنگارہ، مشرقی نوسا ٹنگارہ، مغربی سولاویسی، جنوبی سولاویسی 1، جنوبی سولاویسی 2، جنوبی سولاویسی 3، وسطی



کونگو برازاویل



ڈنمارک

سولاویس، شمالی سولاویسی 1، شمالی سولاویسی 2، جنوبی مشرقی سولاویسی، گورونٹالو، مولوکو، شمالی مالوکو، مغربی پاپوا اور پاپوا۔

(فضل فاروق۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ کینیا کو امسال ملک بھر کے 10 ریجنز کی 71/ جماعتوں میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ ان ریجنز کے نام ہیں:

نیروبی، نکورو، ایلڈوریت، ساؤتھ کوسٹ، ممباسی، نیانزہ، مچاکوس ایسٹرن ریجن، ٹاوینا، مابیرا اور ویسٹرن ریجن۔

(محمد افضل ظفر۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ مارشل آئلینڈ کو بھی امسال جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی جس میں 70/ احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: ساجد اقبال۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...جماعت احمدیہ مقدونیہ کو بھی امسال جلسہ یوم مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی جس میں 63/ احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: وسیم احمد سروعہ۔ مبلغ سلسلہ)

☆...☆...☆



فرانس



جاپان



گھانا



سیرالیون



جامعۃ المبشرین گھانا



نائیجر



کبابیر



یوگنڈا



مارشل آئی لینڈز

امریکہ



کونگو کنشاسا



انڈونیشیا



سینیگال





اوپر کی دونوں تصویریں تنزانیہ کی ہیں۔ 1۔ دارسلام۔ 2۔ جامعۃ المبشرین

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کا قوت جذب......از صفحہ نمبر 36

از صفحہ نمبر 36

لوگوں سے متنفر ہو کر ان کو حقارت کی نظر سے دیکھے گا مگر اس مسیح محمدی نے، جو کہ محبت کا ایک پیکر تھا، نہ صرف بشاشت کے ساتھ دشمن کے اپنی ذات پر تمام واروں کو برداشت کیا بلکہ ہر مرتبہ جب خدا کی قدرت نے آپ کو موقع دیا کہ آپ ایسے دشمن سے بدلہ لیں تو آپ نے انتہائی مشفقانہ سلوک کرتے ہوئے نہ صرف ان کو معاف کیا بلکہ اپنی ذات کو تکلیف میں ڈال کر بھی دشمن کو راحت پہنچانے کے سامان کیے۔

چنانچہ ایک مرتبہ سکھوں اور بعض برہمنوں کے ایک گروہ نے آپ کے صحابہ پر حملہ کیا اور پھرانہی کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:’’اسی مقدمہ کے دوران ایک شخص سنتہ سنگھ بانگرو بھی ملزم تھا۔ اس کا ایک چچا نہال سنگھ بانگرو تھا۔ ادھر اس نے فریق مخالف کو مقدمہ دائر کرنے پر آریوں کے ساتھ مل کر اکسایا تھا۔ چند ہی روز بعد اسے مشک کی ضرورت پڑی اور یہ ظاہر بات ہے کہ وہ نہایت قیمتی چیز ہے۔ میں اس وقت موجود تھا جبکہ وہ حضرت اقدس کے دروازہ پر گیا اور دستک دی۔حضرت صاحب باہر تشریف لائے۔ اس نے کہا کہ ’’مرزا صاحب مشک کی ضرورت ہے کسی جگہ سے ملتی نہیں۔ آپ کچھ مشک دیں۔‘‘ حضرت صاحب کو علم تھا کہ یہ اس فتنہ میں ایک لیڈر کی طرح حصہ لیتا ہے۔حضرت صاحب نے بجز اس کے کچھ جواب نہیں دیا کہ ٹھہرو میں لاتا ہوں۔ چنانچہ آپ اندر تشریف لے گئے۔ اور قریباً نصف تولہ مشک اس کے حوالہ کر دی۔ یہ ہے عفو و عطا کی ایک عدیم المثل نظیر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کیریکٹر میں پائی جاتی ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول
مصنفہ حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 121)

یہ واقعہ آپ کے دشمن کے ساتھ عفو کے سلوک سے تعلق رکھتا ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ آپ کی کشش صرف اپنوں تک محدود نہ تھی بلکہ غیر بھی ہر مشکل میں آپ کی طرف ہی کھنچے چلے آتے تھے مگر دشمنوں کا آپ کی طرف یہ کھچاؤ صرف ضرورت کے وقت نہ تھا بلکہ بعض ایسے دشمن بھی جو آغاز میں اپنی جلد بازی میں آپ کے خلاف تلوار نکال کر کھڑے ہو گئے تھے جب انہوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا، جب آپ کی شخصیت کا مشاہدہ کیا تو آپ کی طرف سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے ایک صحابی مولوی غلام نبی صاحب رضی اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے۔ یہ سن 1891ء کی بات ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ان دنوں قیام لدھیانہ میں تھا۔ ’’مولوی صاحب نے حضرت اقدسؑ کا ذکر سن رکھا تھا اور اپنے علمی زُعم میں انہی ایام میں لدھیانہ چلے آئے۔مولوی صاحب ہر گلی میں تھوڑی تھوڑی دیر آپؑ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے تھے۔ ایک روز وہ اس کوچہ میں بھی آ گئے جس میں حضرت اقدس کا قیام تھا۔ اس مکان کی بیٹھک سڑک کے کنارہ پر تھی۔ اور زنانہ حصہ مکان کے عقب میں تھا اور زنانہ حصہ سے بیٹھک کے اندر جانے کے لئے سڑک پر سے گزرنا ہوتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ مولوی صاحب اس کوچہ میں باتیں کر رہے تھے۔حضورؑ عقبی حصہ مکان سے بیٹھک کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ جب مولوی صاحب نے برکات انوار الٰہیہ سے روشن حضورؑ کے روئے مبارک کو دیکھا تو تاب نہ لا سکے اور ایسا معجزانہ تصرف الٰہی ہوا کہ یا تو وہ حضور کے برخلاف کئی روز سے بول رہے تھے یا حضور کا مبارک چہرہ دیکھتے ہی فوراً حضور پُر نور کی طرف لپکے اور تقریر وغیرہ سب بھول گئے۔حضورؑ نے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ دے دیا۔ وہ حضورؑ کا ہاتھ پکڑے حضور کے ساتھ اندر بیٹھک میں داخل ہو گئے اور پاس بیٹھ گئے اور عقیدت کا اظہار کرنے لگے۔ آپ کے تمام ساتھی باہر گلی میں کھڑے اس ماجرے کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے اور باہر کھڑے انتظار کرتے رہے مگر مولوی صاحب تھے کہ اندر سے باہر نہ آتے تھے۔ ادھر مولوی صاحب تائب ہو کر ایمان لے آئے اور ان کی درخواست پر حضور اقدسؑ نے ان کی بیعت قبول فرمالی۔ ان کے ساتھیوں نے جو برابر باہر انتظار میں تھے مولوی صاحب کو بلانے کے لئے اندر پیغام بھیجا۔ مگر یہاں سماں ہی کچھ اور تھا۔ یہ علم ہونے پر ان کے تمام ساتھی مولوی صاحب کو گالیاں دیتے ہوئے منتشر ہو گئے۔‘‘

(تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا صفحہ 185)

لہٰذا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پر کشش شخصیت ہر ایک نیک فطرت کو آپ اور آپ کے سلسلہ کی طرف مائل کر دیتی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ لوگ جو آپ کی مخالفت میں اندھے ہو چکے تھے باوجود اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت، صداقت کو پہچان نہ پائے۔ تاہم حضرت مولوی غلام نبی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح دیگر احباب جو حقیقت میں حق کی تلاش کر رہے تھے وہ آپ کی اعلیٰ شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ پاتے۔مولانا ابو الکلام آزاد کے بڑے بھائی ابو نصر آہ 1905ء میں قادیان تشریف لائے۔ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:’’مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا اور بردباری کی شان نے انکساری کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ صفحہ 145)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی شخصیت انتہائی پر کشش تھی مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ کی تحریرات میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت عطا کر رکھی تھی کہ کوئی دوسرا اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ آپ نے اسلام کے دفاع کے لیے جو قلم کا جہاد کیا اس نے موجودہ زمانہ میں اسلام پر کیے گئے تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیا۔ یہاں اپنوں کی گواہی دی جائے تو کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ اس میں مبالغہ کا خدشہ ہے، اس لیے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی گواہی درج کی جارہی ہے۔ آپ علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ کی جب اشاعت مکمل ہو گئی تو مولوی صاحب نے اس پر ایک انتہائی زبردست ریویو تحریر کیا۔ چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

’’ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں ...اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے...ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 1 صفحہ 172 باب یازدہم)

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت بخشی کہ ان کے ذریعہ بہت سے مردوں کو روحانی زندگی کے پانی سے سیراب کیا گیا۔ اسی طرح آپ علیہ السلام کی ذات اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی کھینچنے والی تھی اور ان گنت خدائی نشانات سے آپ کی مدد فرمائی گئی۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کی رحمت اور محبت کے نشان تھے جن سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بنی نوع سے محبت کا معمولی سا اندازہ لگا سکتا ہے۔ دوسری طرف ایسے نشان تھے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور عذاب کے طور پر ظہور میں آئے۔ رحمت کے نشانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعامیں قبولیت کی طاقت تھی جو آپ کو عطا کی گئی۔ یہ نشان بھی ایسا تھا جس نے بہت سے لوگوں کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف کھینچا۔صحابہ، جن کا آپ سے محبت کا انتہائی مضبوط تعلق تھا، نے اللہ تعالیٰ کے اس فضل سے وافر حصہ پایا اور صحابہ کو آپ کی دعا کی طاقت پر کامل یقین تھا۔ ایک واقعہ تاریخ میں کچھ اس طرح درج ہے:

’’عزیز عبد الحفیظ کی تولید پر جب حفصہ (اہلیہ حضرت مفتی فضل الرحمن صاحب رضی اللہ تعالیٰ) کو موسم سرما میں کزاز یعنی Tetnus ہوا (جس مرض سے ان ایام میں بہت سی عورتیں تلف ہوئی تھیں)۔ تو جب نماز مغرب کے بعد مفتی فضل الرحمٰن صاحب نے جا کر حضورؑ سے عرض کیا کہ اس کی گردن میں کچھ درد اور کشش ہے۔ تو فوراً فرمایا کہ یہ تو کزاز کا ابتداء ہے۔مولوی صاحب کو بتلاؤ۔مفتی صاحب نے کہا کہ انہوں نے حب شفا بتلائی ہے۔ تو فوراً خود تشریف لے آئے اور مریضہ کو خود آ کر دیکھا۔فرمایا: دس رتی ہینگ دے دو اور ایک گھنٹہ کے بعد اطلاع دو۔ جب مفتی صاحب نے جا کر اطلاع دی کہ کچھ افاقہ نہیں ہوا تو فرمایا دس رتی کونین دے دو۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد اطلاع دو۔ پھر کہا گیا کہ کوئی افاقہ نہیں۔فرمایا دس رتی مشک دے دو۔ اور مشک اپنے پاس سے دیا۔ گھنٹہ کے بعد عرض کیا کہ مرض بڑھ رہا ہے۔ فرمایا دس تولہ کسٹرائل دے دو۔ کسٹرائل دینے کے بعد مریضہ کو سخت قے ہوئی اور حالت نازک ہو گئی۔ سانس اکھڑ گیا۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔مفتی صاحب بھاگے ہوئے گئے فوراً حضور نے پاؤں کی آہٹ سن کر دروازہ کھولا۔عرض کیا گیا۔فرمایا دنیا کے اسباب کے جتنے ہتھیار تھے وہ ہم چلا چکے ہیں۔ اس وقت کیا وقت ہے؟ عرض کیا گیا بارہ بج چکے ہیں۔تم جاؤ میرے پاس صرف ایک دعا کا ہتھیار باقی ہے۔ میں اس وقت سر اٹھاؤں گا جب وہ اچھی ہو جاوے گی۔ چنانچہ مفتی صاحب کا ایمان دیکھو کہ گھر میں آ کر الگ کمرہ میں چار پائی ڈال کر سو رہے کہ وہ جانے اور اس کا خدا۔ مجھے اب کیا فکر ہے۔مفتی صاحب کہتے ہیں کہ جب صبح میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برتنوں کو درست کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہا کوئی دو گھنٹہ کے بعد آرام ہو گیا تھا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم
مصنفہ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب، صفحہ 203-204)

قبولیت دعا کے ایسے واقعات صحابہ کو آپ کی طرف مزید کھینچنے کا باعث بنتے اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کے ساتھ وقت بتایا ان پر یہ واضح ہو گیا کہ آپ کا خدا تعالیٰ سے ایک پختہ تعلق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نشان کی دوسری قسم نے بھی بہت سے لوگوں کو آپ کی صداقت کا قائل بنایا۔ چنانچہ الٰہی تقدیر کے ماتحت جب ملک بھر میں اور پنجاب میں بھی طاعون پھیلی تو بہت سے لوگوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ آپ کی جماعت کو غیر معمولی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وبا سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’اس عرصہ میں جماعت احمدیہ نے اس حیرت انگیز رنگ میں ترقی کی کہ بعض اوقات ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی بیعت کے خطوط پہنچتے تھے اور دنیا گھبرا کر خدا کے مسیح کا دامن پکڑنے کے لئے ٹوٹی پڑتی تھی۔ لوگوں کا یہ غیر معمولی رجوع کسی وہم کی بنا پر نہیں تھا بلکہ ہر غیر متعصب شخص کو یہ صاف نظر آرہا تھا کہ اس عذاب کے پیچھے خدا کا ہاتھ مخفی ہے جو اپنی قدیم سنت کے مطابق ماننے والوں اور انکار کرنے والوں میں امتیاز کرتا چلا جارہا ہے۔ بے شک جیسا کہ الہام میں بھی اشارہ تھا بعض خال خال موتیں احمدیوں میں بھی ہوئیں کیونکہ بسا اوقات جنگ میں فاتح فوج کے بعض سپاہی بھی مارے جاتے ہیں لیکن ان شاذ و نادر اموات کو اس خطرناک ہلاکت سے کوئی نسبت نہیں تھی جو طاعون نے حضرت مسیح موعود کے منکرین میں برپا کی۔ پس لوگوں کا یہ رجوع وہم پر مبنی نہیں تھا بلکہ بصیرت پر مبنی تھا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ اس وقت خدا کے عذاب کا حقیقی علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کے مسیح کی غلامی کو قبول کیا جاوے۔ الغرض ان ایام میں جماعت احمدیہ نے نہایت خارق عادت رنگ میں ترقی کی اور پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دئے۔‘‘

(سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 118)

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کو ایک نمایاں قوت جذب سے نوازا جس کے سبب لوگ جوق در جوق آپ کی طرف مائل ہوئے اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی عنایت کردہ یہ کشش آج بھی کام کر رہی ہے۔ بہت سے ہیں جو آج بھی آپ علیہ السلام کی تحریرات کے ذریعہ اس خدائی کارخانے کا حصہ بن رہے ہیں۔ بہت سے ہیں جو آپ کی تصویر کی ایک جھلک دیکھ کر آپ کی صداقت کو پہچان رہے ہیں۔ بہت سے ہیں جو آپ کے حقیقی جانشین یعنی خلافت احمدیہ کی صحبت میں رہ کر آپ کی کشش کی ایک جھلک کو پا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ تو نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔

آخر پر حضرت میر حامد شاہ صاحبؓ کے آپ علیہ السلام کے متعلق ایک قول کا ذکر کر کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اے خدا کے پیارے اور محمد کے دلارے۔ مسیح موعود تجھ پر ہزار ہزار سلام ہوں کہ تو اپنے خادموں کے ساتھ کیسا مہربان تھا۔ تیری محبت ہمارے ایمانوں کے لئے اکسیر تھی۔ جس سے ہمارے مسِ خام کو کندن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تیرے اخلاق کریمانہ اب بھی یاد آ آ کر خدا تعالیٰ کے حضور میں ہمارے قرب کا موجب ہو رہے ہیں۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول
مصنفہ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 139)

☆...☆...☆

تصویر:
https://ahmadiyyatimes.wordpress.com/2011/07/01/india-rs-240-cr-railway-link-between-beas-and-qadian/

تکمیل اشاعت ہدایت کے لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تڑپ

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں۔''

(فرخ راحیل۔ مربی سلسلہ، الفضل انٹرنیشنل، لندن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تکمیل ہدایت ہوگئی تھی لیکن اُس زمانہ میں وہ وسائل موجود نہیں تھے جن سے اشاعت ہدایت کی تکمیل ہو سکے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ثانی کے وقت اس فرض کی ادائیگی آپؐ کے غلام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد ہوئی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہوگئی جیسا کہ آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (المائدۃ:4) اور نیز آیت یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (البیّنۃ:3-4) اس پر گواہ ہے۔ لیکن اس وقت تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی۔ اور غیر زبانوں تک دین کو پہنچانے کے لئے اور پھر اس کے دلائل سمجھانے کے لئے اور پھر ان لوگوں کی ملاقات کے لئے کوئی احسن انتظام نہ تھا اور تمام دیار بلاد کے تعلقات ایسے ایک دوسرے سے الگ تھے کہ گویا ہر ایک قوم یہی سمجھتی تھی کہ اُن کے ملک کے بغیر اور کوئی ملک نہیں۔ جیسا کہ ہندو بھی خیال کرتے تھے کہ کوہ ہمالیہ کے پار کوئی آبادی نہیں اور نیز سفر کے ذریعے بھی سہل اور آسان نہیں تھے اور جہاز کا چلنا بھی صرف باد شرط پر موقوف تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4) اور نیز حسب منطوق آیت قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (الاعراف:159) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 262 تا 263)

جس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اس وقت ہر جہت سے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر دل خراش حملے ہو رہے تھے لیکن آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ جس تڑپ، جوش اور جاں فشانی کے ساتھ تکمیل اشاعت ہدایت کا فرض ادا کیا اس کی نظیر ہمیں کہیں نہیں ملتی۔ اس تڑپ اور جوش کا اظہار آپؑ نے نثر اور نظم دونوں میں بارہا فرمایا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ آپؑ نے اپنی ساری زندگی دین مصطفیٰ ﷺ کی اشاعت کے لیے قربان کر دی تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

جانم فدا شود برہ دین مصطفٰے
ایں است کام دل اگر آید میسرم

میری جان محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین پر فدا ہو۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے کاش یہ مقصد مجھے مل جائے۔

1885ء میں اشاعت ہدایت کے لیے آپؑ کی تڑپ کا اظہار اس وقت بھی ہوا جب حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی سفرِ حج پر جانے لگے۔ آپ علیہ السلام نے اُن کو درج ذیل دعا لکھ کر دی اور ہدایت فرمائی کہ وہ یہ دعا خاص طور پر خانہ کعبہ اور میدان عرفات میں کریں۔

''اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجّت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر۔''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 265)

مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار
وہ لگادے آگ میرے دل میں ملّت کے لئے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بے شمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 147)

آپؑ کے اندر اشاعت ہدایت کے لیے اتنا جوش موجزن تھا کہ اس کا اندازہ کرنا انسانی فکر و فہم سے باہر ہے۔ آپؑ نے اپنی تحریرات میں اس تڑپ کا اظہار کئی بار فرمایا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''مَیں اُس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ مَیں اس دنیا کے لوگوں سے تمام امیدیں قطع کر چکا ہوں مگر خدا تعالیٰ پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں۔ سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ مَیں اکیلا ہوں مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اُس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں اُسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ رُوح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔ اس کام پر اُس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے میں رُک نہیں سکتا۔۔۔ اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو۔ اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 35 تا 36)



سن 1899ء کے فونوگراف کی ایک تصویر

ایک اور موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اُس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچا لیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 219۔ ایڈیشن 2003ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیّبہ کا ہر لمحہ اشاعت ہدایت کے لیے آپؑ کی تڑپ پر صاد کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی فتح دین صاحب دھرم کوٹی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں جیسے کہ ماہی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکرمند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حالت جاتی رہی۔

صبح میں نے اس واقعہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میاں فتح دین! کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں ان کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔''

(سیرت المہدی، حصہ سوم صفحہ 29)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت پیر سراج الحق نعمانی رضی اللہ عنہ کو بھی حضور کے قرب میں رہنے کا خوب موقع ملا۔ اشاعت ہدایت کے حوالے سے آپؑ کے جذبے اور تڑپ کی گواہی حضرت پیر صاحبؓ نے ان الفاظ میں دی کہ

''آپؑ اکثر سوتے کم تھے اور بہت کم لیٹتے تھے اور رات اور دن کا زیادہ حصہ مخالفوں کے رد اور اسلام کی خوبیاں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت رسالت و نبوت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل اور توحید باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں لکھنے میں گزرتا تھا اور اس سے جو وقت بچتا تو دعاؤں میں خرچ ہوتا۔ دعاؤں کی حالت میں نے آپ کی دیکھی ہے کہ ایسے اضطراب اور ایسی بے قراری سے دعا کرتے تھے کہ آپ کی حالت متغیر ہو جاتی۔ اور بعض وقت اسہال ہو جاتے اور دوران سر ہو جاتا۔''

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 11)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشاعت ہدایت کے لیے جذبہ اس قدر تھا کہ غیروں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھا:

''دین اسلام کی حمایت کے لئے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوتِ اسلام بھیجی ہے اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔ آپ کی تمام تر سعی جد و جہد یہ ہے کہ تثلیث و صلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر و الحاد ہے صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور اس کی بجائے اسلامی توحید قائم ہو جائے۔

(تاریخ احمدی جلد اوّل صفحہ 476)

اشاعت اسلام کے لیے یہ آپؑ کی تڑپ ہی تھی کہ ہر آن آپؑ نئے نئے ذرائع کی تلاش میں رہتے تھے۔ چنانچہ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ نشر و اشاعت کے کام میں مدد دینے والی اکثر و بیشتر اہم ایجادوں کا زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور حیات (1835ء-1908ء) کے گرد چکر لگاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ایجاد ایسی ہے جس کا وجود حضرت مسیح موعودؑ کے بین الاقوامی

مشن کو فروغ دینے کے لیے ازبس ضروری تھا۔ ان ایجادات میں سے ایک فونوگراف بھی ہے۔... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکتوبر 1901ء میں اطلاع ہوئی کہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے فونوگراف خریدا ہے تو حضورؑ جو دنیا میں اپنی آواز پہنچانے کی صبح و شام نئی نئی راہیں سوچتے تھے بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''جب وفد نصیبین جائے تو ہم اپنی ایک تقریر جو عربی زبان میں ہو اور قریباً چار گھنٹہ کے برابر ہو اس میں بند کر دیں جس میں ہمارے دعاوی اور دلائل بیان کئے جائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ جہاں جہاں یہ لوگ جائیں گے وہاں اس تقریر کو اس کے ذریعہ سنائیں۔ اس سے عام تبلیغ ہو جائے گی اور گویا ہم ہی بولیں گے اور یوں مسیحؑ کے سیاح ہونے کے معنی پورے ہو جائیں گے۔ آج تک اس فونوگراف سے صرف کھیل کی طرح کام لیا گیا ہے مگر حقیقت میں خدا نے ہمارے لئے یہ ایجاد رکھی ہوئی تھی اور بہت بڑا کام اس سے نکلے گا۔''

قادیان میں فونوگراف کا چرچا ہوا تو دوسرے لوگوں میں بھی اس کے دیکھنے کی بڑی خواہش پیدا ہوئی۔ قادیان کے آریہ سماجی لالہ شرمپت رائے کو تو اس قدر اشتیاق ہوا کہ انہوں نے براہ راست حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بھی درخواست کر دی۔ یہ 20/ نومبر 1901ء کا واقعہ ہے۔ حضورؑ نے نماز ظہر کے وقت حضرت نواب صاحب سے اس کا تذکرہ فرمایا تو نواب صاحب نے اس کی بخوشی اجازت دے دی۔ ان لوگوں کا فونوگراف دیکھنا تو محض تماشائی کے رنگ میں تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اسے تبلیغ کا ایک بھاری ذریعہ بنالیا اور وہ یوں کہ حضورؑ نے چند منٹوں میں خاص اس تقریب کے لیے ایک لطیف اور تبلیغی نظم کہی جس کے ابتدائی دو شعر یہ تھے ؎

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دل پاک صاف سے
کم تر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے

افسوس وفد نصیبین کے التواء کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تقریر کے ریکارڈ کی تجویز رہ گئی اور جماعت کو قیامت تک کے لیے حضور کی آواز سے محروم ہونا پڑا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 192-194)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام جس عالمگیر اشاعت اسلام کے مقصد کو لے کر مبعوث ہوئے اس کی تکمیل آپ نے تمام میسر ذرائع سے دن رات کو ایک کر کے کر دی تھی۔

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تحریرات، ملفوظات، اشتہارات اور آپ کی حیات طیّبہ کے واقعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تکمیل اشاعت ہدایت کے لیے آپؑ نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرضِ منصبی جو آخری زمانہ میں مقدر تھا پورا کر دکھایا۔

کیا ہم یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ جس پیغام کی اشاعت کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی قربان کر دی تھی اس پیغام کی اشاعت کے لیے آرام سے بیٹھے رہیں؟ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''تکمیل اشاعت ہدایت کا کام اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ ہدایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُل انسانیت کے لئے لائے تھے اور جس کے پھیلانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین تھے اس کی تکمیل کا یہ زمانہ ہے جب سب ذرائع میسر ہیں۔ جس طرح یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا گیا تھا اسی طرح اب یہ کام آپؑ کے ماننے والوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ ان کے سپرد ہے جو یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/ نومبر 2016ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 2/ دسمبر 2016ء صفحہ 6)

اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو اشاعت ہدایت میں بھرپور حصہ ڈالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے میں ہرگز ضائع نہیں ہوسکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔''

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23 تا 24)

تصویر:
https://commons.wikimedia.org/wiki/File:EdisonPhonograph.jpg

☆...☆...☆

ہدیہ عقیدت بحضور امام الزماں مسیح دوراں حضرت مہدی آخر الزماں

مسیح ملت خیر الوریٰ سلام علیک
حبیب مرسل ہر دوسرا سلام علیک
اے آنکہ آئینہ مصطفیٰ سلام علیک
اے آنکہ مظہر نور خدا سلام علیک
جھکا دیا ترے دعویٰ نے پرچم تثلیث
صلیب ٹوٹ گئی واہ وا سلام علیک
ترے جلالِ خلافت کا واہ کیا کہنا
تجھے رسولِ خدا نے کہا سلام علیک

(عزیز اللہ خان اثر شاہجہان پوری)

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کی شجاعت علمی......از صفحہ نمبر 34

دعاوی اور تحقیقات علمی

آپ اپنے دعاوی پر بھی نہایت شجاعت سے قائم تھے اور ان کو ہر طرح سے ثابت کرنے کے لیے ہر وقت مستعد اور تیار تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے دار الندوہ کے علماء کو مخاطب کر کے فرمایا:

''... میرے معجزات اور دیگر دلائل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے طلبِ ثبوت کے لئے بعض منتخب علماء ندوہ کے قادیان میں آویں اور مجھ سے معجزات اور دلائل یعنی نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا ثبوت لیں پھر اگر سنّت انبیاء علیہم السلام کے مطابق مَیں نے پورا ثبوت نہ دیا تو مَیں راضی ہوں کہ میری کتابیں جلائی جائیں'' (تحفۃ الندوہ، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 101)

حیات مسیح کا عقیدہ جو سینکڑوں سالوں سے مسلمانوں کے دلوں میں میخ کی طرح گڑا ہوا تھا اور جس کے بل بوتے پر عیسائیوں نے ایک عاجز انسان کو خدا بنانے کی تمام عمارت کھڑی کی ہوئی تھی آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس باطل عقیدہ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا اور بے شمار عقلی و نقلی دلائل اس پر جمع کر دیے۔ اس میدان میں آپ کی شجاعت علمی درج ذیل الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ مولوی سید نذیر حسین دہلوی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

''اگر آپ یا حضرت!! ایک جلسہ بحث مقرر کر کے میرے دلائل پیش کردہ جو صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی رو سے بیان کروں گا توڑ دیں۔ اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پر پیش کریں اور آیات صریحہ بینہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور تمام کتابیں جو اس مسئلے کے متعلق تالیف کی ہیں جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلا دوں گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 242، ایڈیشن 1989ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے میدان میں اترنے سے قبل پادریوں کے غرور سے بھرے الفاظ کا ذکر ابتدا میں کیا گیا۔ حضورؑ کی بعثت کے بعد ان کی حالت حضورؑ کے اپنے الفاظ میں پیش ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مجھے خدا نے اپنی طرف سے قوت دی ہے کہ میرے مقابل پر مباحثہ کے وقت کوئی پادری ٹھہر نہیں سکتا اور میرا رُعب عیسائی علماء پر خدا نے ایسا ڈال دیا ہے کہ اُن کو طاقت نہیں رہی کہ میرے مقابلہ پر آسکیں۔ چونکہ خدا نے مجھے رُوح القدس سے تائید بخشی ہے اور اپنا فرشتہ میرے ساتھ کیا ہے اس لئے کوئی پادری میرے مقابل پر آہی نہیں سکتا یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں ہوا کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی اور اب بُلائے جاتے ہیں پر نہیں آتے اس کا یہی سبب ہے کہ ان کے دلوں میں خدا نے ڈال دیا ہے کہ اس شخص کے مقابل پر ہمیں بجز شکست کے اور کچھ نہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 149 تا 150)

غرض ہر ایک کے لیے یہ مقام غور کے لائق ہے کہ دین اسلام کی حالت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل کیسی تھی اور جب آپ غیرت دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تن تنہا اسلام کے دفاع کے لیے سینہ سپر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے آپ نے اس کو کس طرح تمام ادیان پر غالب کر دکھایا اور کجا وہ حالت کس مپرسی اور کجا بعد کی حالتِ شوکت و شجاعت۔ کوئی جھوٹا جس کے ساتھ آسمان کا خدا نہ ہو ہرگز ایسی شجاعت کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس نے آپ اپنے مکالمہ میں اس عاجز کی نسبت فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا اور میں کبھی امید نہیں کرسکتا کہ وہ حملے بغیر ہونے کے رہیں گے گو ان کا ظہور میرے اختیار میں نہیں۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔ پیارو! یقیناً سمجھو کہ جب تک آسمان کا خدا کسی کے ساتھ نہ ہو ایسی شجاعت کبھی نہیں دکھاتا کہ ایک دنیا کے مقابل پر استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور ان باتوں کا دعویٰ کرے جو اس کے اختیار سے باہر ہیں جو شخص قوت اور استقامت کے ساتھ ایک دنیا کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے کیا وہ آپ سے کھڑا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ اس ذات قدیر کی پناہ سے اور ایک غیبی ہاتھ کے سہارے سے کھڑا ہوتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام زمین و آسمان اور ہر ایک روح اور جسم ہے سو آنکھیں کھولو اور سمجھ لو کہ اس خدا نے مجھ عاجز کو یہ قوت اور استقامت دی ہے جس کے مکالمہ سے مجھے عزت حاصل ہے۔''

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 333)

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

☆...☆...☆

بقیہ: شرائط بیعت اور صحابہؓ کا روحانی انقلاب......

از صفحہ نمبر 39

مسیح موعودؑ بھی تعجب کا اظہار فرماتے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید کی عبادت کا بھی اپنا رنگ تھا۔ جب قادیان سے واپس تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں ٹمٹم میں بھی آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو نماز اتر کر پڑھی اس اثناء میں بہت سخت بارش ہوئی لیکن شہید مرحوم نے بارش کی کوئی پرواہ نہ کی اپنے مزہ سے خوب نماز پڑھائی۔

(شہید مرحوم حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ کے چشمدید واقعات از سید نور احمد کابلی صفحہ 12)

حضرت میاں کرم الٰہی صاحبؓ... کی شدید خواہش ہوتی تھی کہ حسب سابق وہ مسجد مبارک میں امام کے قریب کھڑے ہوکر باجماعت نماز ادا کریں اور اپنے بعض رفقاء کو ساتھ لے کر آنے کی تاکید کرتے تھے۔ نماز ظہر کے لیے بالعموم بہت پہلے آجاتے اور ظہر و مغرب کے بعد دیر تک نوافل ادا کرتے اور مغرب کے وقت آکر عشاء پڑھ کر ہی اپنی قیام گاہ کو جاتے۔ اور جو شخص ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو سیڑھیوں تک لے جاتا ایسے شخص کی رفاقت تک اس کے لیے ہی دعائیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک نیت بنائے وغیرہ۔ اگر کوئی ان کو قیام گاہ تک پہنچاتا تو دریافت کرتے کہ کون ہو۔ کس مکان میں قیام ہے۔ اور اس کی خدمت کے باعث دعائیں دیتے۔ غرض ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز دعائیں کرنا ہی تھا۔ کئی سال سے شنوائی میں بھی بھاری پن آگیا تھا اور ایک سال سے تو بہت مشکل سے بات سن سکتے تھے۔ اور بالعموم اپنی چارپائی پر نوافل ادا کرتے دیکھے جاتے تھے۔ غریب طبع اور صابر شاکر تھے۔ معذوری سے قبل بھی کم گو ہی پائے گئے۔ خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہہ کر دیار محبوب کی آبادی کے لیے آجانا۔

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 199)

نافع الناس وجود

چوتھی شرط یہ ہے کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

''حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ ابن حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بہت خیال رکھتے تھے... آپ طبیعت کے بہت حلیم اور بردبار تھے۔ کسی شخص نے کتنا ہی دکھ دیا ہو لیکن اگر وہ گھر پر آجاتا اور امداد کی درخواست کرتا تو بڑی محبت سے پیش آتے... طبیعت میں غصہ نہیں تھا اگر آتا تھا تو پی جاتے تھے اور زیادہ سے زیادہ اپنے برادر بزرگ سے جاکر کل واقعہ کہہ دیتے تھے۔ جھڑکی دینے یا ناراض ہونے کی عادت نہ تھی۔''

(سید محمود اللہ شاہ حیات و خدمات از احمد طاہر مرزا صفحہ 82)

اسی طرح حضرت مولوی ابراہیم بقاپوری صاحبؓ تھے جنہیں جب کسی پر غصہ آتا تو اسے گلے لگا لیا کرتے تھے۔

(حیات بقاپوری صفحہ 357)

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ اگرچہ تعلیم یافتہ اور بڑے زمیندار خاندان سے تھے اور دنیاوی و دینی لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے مگر پھر بھی اپنے غریب ساتھیوں سے اس طرح باتیں کرتے تھے کہ جس طرح دو برابری کے دوست باہم بے تکلف ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا حال دریافت کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور مسائل بھی دریافت کرتے اور ان کے حل کے لیے مناسب مشورہ بھی دیتے اور اپنی طرف سے ہر ممکن امداد بھی کرتے۔ آپ بہت مہمان نواز تھے اگر کسی مہمان کی تکلیف کا علم ہوتا تو آپ کو بہت دکھ ہوتا۔ آپ اپنے ساتھی کارکنان کو ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام فرمایا تھا کہ ''لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ''۔ آپ فرماتے کہ حضورؑ آئے اور خدا کے پاس چلے گئے ان الہامات کے مخاطب حضورؑ کے بعد ہم لوگ ہیں اس لیے ہر آنے والے کو خوش خلقی اور فراخ دلی سے ملو اور ہر آنے والا تم سے مل کر خوش ہو اور اس کا دل تسلی پائے... حضرت چوہدری صاحب مظلوموں کی مدد کو اپنا فرض جانتے تھے اور علاقہ کا ہر مظلوم بغیر تفریق رنگ و نسل و مذہب حضرت چوہدری صاحب کو اپنا ہمدرد اور غمگسار سمجھتا تھا مظلوموں کی امداد ایسے رنگ میں فرماتے تھے کہ مظلوم کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوتا۔''

(حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب صفحہ 17 تا 18)

خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری، راضی بقضا اور ذلت و دکھ قبول

پانچویں شرط یہ ہے کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہرحالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ نے وفاداری کی عظیم الشان مثال قائم کی کہ اللہ کی راہ میں اپنے وطن، گھر بار کو خیرباد کہہ دیا۔ اپنا مال و متاع اسلام کی خدمت میں بے دریغ قربان کر دیا۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ جو ایک رئیس جوان تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرکے رئیسوں کے بے جا طریقوں اور چلنوں سے نفرت پیدا کر لی اور منکرات اور مکروہات سے مجتنب ہوگئے۔ جائیداد، محل، نوکر چاکر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر محض خدا تعالیٰ کی خاطر قادیان میں ڈیرے لگا لیے۔ اور حضرت اقدسؑ سے عرض کیا کہ آپ گواہ رہیں میں نے تمام گناہوں سے آئندہ کے لیے توبہ کر لی۔ اپنے بھائی نواب احسن علی خاں صاحب کے بلانے پر یہی جواب دیا کہ

''میرے پیارے بزرگ بھائی! میں یہاں خدا کے لیے آیا ہوں اور میری دوستی اور محبت بھی خدا ہی کے لیے ہے۔''

(اصحاب احمد جلد 2 صفحہ 118)

حضرت مولوی غلام نبی صاحب خوشابیؓ مخالفانہ خیالات سے توبہ کرکے سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے تھے اور کمال محبت کا نمونہ دکھایا۔

''جب حضرت اقدس علیہ السلام زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے تو مولوی صاحب بے قرار اور دیوانہ ہو جاتے تھے اور کبھی ٹہلتے اور کبھی بیٹھے بیٹھے رویا کرتے تھے اور کسی پہلو چین نہ پڑتا اور بار بار کہتے کہ اتنے روز جو میری طرف سے مخالفت ہوئی یا میری زبان سے الفاظ گستاخانہ نکلے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ پھر استغفار کرتے اور سخت بے قراری اور ندامت سے روتے۔ جب حضرت اقدس علیہ السلام تشریف لاتے تو مولوی صاحب کو چین آتا اور دل کو تسلی ہوتی۔'' (حیات احمد جلد اول صفحہ 141) پرانے دوستوں کی مخالفت کے باوجود نہایت استقامت سے آخر دم تک ڈٹے رہے۔

اللہ کی راہ میں ذلت و دکھ قبول

جب حضرت مسیح موعودؑ سفر سیالکوٹ سے واپس قادیان جانے لگے تو حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمیؓ بھی آپ کو الوداع کہنے کے لیے اسٹیشن پر گئے۔ جب لوگ حضرت مسیح موعودؑ کو چھوڑ کر واپس آرہے تھے تو انہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کر دیں۔ مولوی صاحب کے پیچھے بھی واپسی پر غنڈے لگ گئے اور آپ پر گند پھینکا... دیکھنے والوں نے بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحب کو جبراً پکڑ کر ان کے منہ میں زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا ''واہ او برہانیا! الحمد للہ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح موعودؑ نے روز روز آناں وے؟ یعنی الحمد للہ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں۔ کیا مسیح موعودؑ جیسا انسان روز روز آسکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقع ملے۔'' (الفضل 10/ اکتوبر 1945ء صفحہ 2)

حضرت حافظ محمد فیض الدین صاحبؓ کے آباء و اجداد عرب سے آکر سیالکوٹ میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کے دادا میاں حسن صاحب اور والد بزرگوار مولوی غلام مرتضیٰ صاحب ایک وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے اور ان کی خاندانی بزرگی کا عوام پر یہ اثر تھا کہ ان کا خاندان ''اللہ لوک'' (یعنی اللہ والے لوگ) مشہور تھا اور جس محلہ میں آباد تھا وہ ''محلہ اللہ لوکاں'' کہلاتا تھا۔ آپؓ کی والدہ بھی مشہور سجادہ نشین خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ قبول احمدیت کے ساتھ ہی آپ کی شدید مخالفت شروع ہوگئی لیکن آپؓ نے صبر و استقامت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ اپنے ہی خاندان سے شدید گالیاں اور صلواتیں سنیں۔ آخر آپؓ کی بیوی کو بھی ترک تعلقات پر مجبور کرکے دھوکہ سے میکہ بھجوا دیا گیا جہاں وہ طاعون سے فوت ہوگئی۔ آپ پر مقدمات کیے گئے۔ تلوار سے قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ بھینسوں کی زبانیں باندھ کر دمیں کاٹ دی گئیں۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔

حضرت حافظ غلام رسول صاحبؓ وزیرآبادی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں قادیان پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اپنے مقدمات کا ذکر کیا کہ مخالفین نے جھوٹے مقدمات کرکے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر میرا مکان چھین لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ''حافظ صاحب! لوگ لڑکوں کی شادی اور ختنہ پر مکان برباد کر دیتے ہیں۔ آپ کا مکان اگر خدا کے لئے گیا ہے تو جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس سے بہتر دے دے گا۔'' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ پاک الفاظ سنتے ہی میرے دل سے وہ خیال ہی جاتا رہا بلکہ میرے دل میں وہ زلیخا کا شعر یاد آیا:

جمادے چند دادم جان خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

یہ مشہور ہے کہ زلیخا نے مصر کے خزانے دے کر یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا۔ اُس وقت کہا تھا کہ چند پتھر دیے ہیں اور جان خرید لی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بہت ہی سستا سودا خریدا ہے۔ کہتے ہیں مَیں بھی اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس مقدس بستی قادیان میں جگہ دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہیں آگئے اور مکان اُس سے کئی درجہ بہتر دیا۔ بیوی بھی دی اور اولاد بھی دی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 132-133 روایات حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی)

راضی بقضاء

حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ ایک امیر کبیر تاجر تھے۔ سلسلہ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار اور مالی امداد بھی بہت زیادہ کرتے تھے۔ غریبوں سے خاص کر محبت کرتے تھے اور کئی غریب لڑکیوں کی شادی کروائی۔ جو کوئی بھی آپ سے روپیہ مانگنے آتا اسے کبھی نا نہ کرتے۔ اور کچھ نہ کچھ ضرور دیتے اگر اپنے پاس اس وقت نہ ہوتا تو کہتے کہ کسی سے قرض لے لو میں اسے ادا کر دوں گا۔ اسی وجہ سے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ کو تجارت میں لاکھوں کا نقصان ہوا۔ گھر کے لوگ اور ملازمین سارے پریشان تھے۔ ان دنوں ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی مالیت کے بارہ دیوانی مقدمات آپ پر دائر ہو چکے تھے آپ رنگون تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ گھر سے فوری واپسی کے لیے تار آیا۔ آپ دعائیں کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ جب جہاز مدراس کی گودی میں لنگر ڈال رہا تھا۔ تو آپ کی زبان پر بار بار لَاَغْلِبَنَّ لَامْرِی یا۔ لَاَغْلِبَنَّ عَلَی اَمْرِی کے الفاظ جاری ہوئے۔ چنانچہ آپ کو کامل اطمینان ہوگیا۔

مخالفین سلسلہ نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ چونکہ سیٹھ صاحب نے جھوٹے سلسلہ کی خاطر مال و دولت خرچ کی اس لیے ان کا گھر برباد ہوگیا شیخ حسن اب ختم ہوا اب اس کا زندہ رہنا مشکل ہے چنانچہ ایک دفعہ جمعہ کے بعد آپ نے مسجد احمدیہ یادگیر میں کہا کہ میں دوستوں کو کچھ سنانا چاہتا ہوں لوگ میرے خسارہ کو دیکھ کر ایسی باتیں کرتے ہیں میں مسجد میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ تجارت کی حالت پہلے جیسی نہ ہو جائے نیز فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 224)

بد رسوم سے بچنا

چھٹی شرط بیعت یہ ہے کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

حضرت چوہدری محمد علی صاحبؓ آف کریام کے بارہ میں ہے کہ

''عموماً آپ ایسی مجالس میں شرکت سے احتراز کرتے تھے جہاں رسومات وغیرہ بجالائی جاتیں۔ چنانچہ اپنے ایک بھائی کی شادی میں جو قریب کے موضع کریہہ میں ہوئی تھی۔ رسومات باجا اور آتش بازی کے باعث آپ نے اس میں شرکت نہ کی کہ آپ ان امور کو خلاف شریعت سمجھتے تھے۔ آپ خلاف شریعت امور دیکھ کر دلیری سے اور بغیر ہچکچاہٹ کے نفرت کا اظہار کر دیتے تھے۔'' (اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 156)

حضرت حاجی غلام محمد صاحبؓ کے بارہ میں لکھا ہے کہ

''آپ نے اصلاح رسومات کی ایک کمیٹی بنائی جس کے آپ صدر تھے۔ اس کے ذریعہ شادی بیاہ وغیرہ کی فضول رسوم۔ باجا۔ راگ رنگ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ دیہات سدھار کمیٹی آپ کی زیر نگرانی کام کرتی تھی گاؤں کے مشترکہ فنڈ سے جو آپ کے پاس رہتا تھا سڑکوں اور گلیوں کی فرش بندی اور صفائی کا کام ہوتا۔ شادی بیاہ کے لئے دیگیں اور دریاں خریدی گئیں۔ آپ کے حسن تدبر تلقین اور ذاتی قربانی سے اشتمال اراضی کا کام

سرانجام پایا۔ چنانچہ اس بارہ میں آپکو افسران کی طرف سے پروانہ خوشنودی بھی عطا ہوا۔'' (اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 110)

حضرت منشی فیاض علی صاحب آف کپور تھلہ حقّہ نوشی کے عادی تھے۔ جالندھر میں حضرت اقدسؑ نے وعظ فرماتے ہوئے حقّہ نوشی کی مذمّت فرمائی۔ حضرت منشی صاحب نے حضرت اقدسؑ سے عرض کی کہ حقہ چھوڑنا مشکل ہے دعا فرمائی جائے تو چھوٹ جائے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آؤ ابھی دعا کریں چنانچہ دعا کروائی گئی۔ اس کے بعد حضرت منشی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت نفیس حقہ آپ کے سامنے لایا گیا آپ نے حقہ کی نَے منہ سے لگانی چاہی تو نَے سیاہ سانپ بن کر لہرانے لگی۔ اس سے دل میں خوف پیدا ہوا اور آپ نے سانپ کو مار دیا اور پھر حقہ نوشی نہیں کی اور اس سے نفرت ہوگئی۔

(تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا صفحہ 44 تا 45)

عاجزی

ساتویں شرط یہ ہے کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

محترم مولوی تاج الدین صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ناظر دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ جلسہ سیرۃ النبیؐ میں تقریر کیلئے جالندھر جاؤں۔ میں نے بخار کی وجہ سے معذرت کر دی۔ اگلے روز آپؓ نے ہدایت کی کہ ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ پیش کروں جو میں نے بھیج دیا۔ جلسہ سے ایک روز پہلے آپؓ میرے مکان پر تشریف لائے اور حال دریافت کرنے کے بعد مجھے کچھ رقم دے کر فرمایا یہ جالندھر جانے کا خرچ ہے... مجھے کوئی اور موزوں آدمی نہیں مل سکا اسلئے آپ تشریف لے جائیں میں آپ کی صحت کیلئے دعا کروں گا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے کچھ اس انداز سے جانے کا ارشاد فرمایا کہ میں انکار نہ کرسکا اور اگلے روز علی الصبح گاڑی پر سوار ہونے کیلئے پلیٹ فارم پر پہنچا تو دیکھا کہ آپؓ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ میں نے مصافحہ کیا تو حضرت مولوی صاحبؓ مجھے ایک طرف لے گئے اور فرمایا: ''میں ایک جاہل اور بیوقوف آدمی ہوں۔ دراصل اپنے کلرک کے کہنے پر میں نے آپ سے ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ طلب کرلیا تھا ورنہ میری طبیعت ایسا نہیں چاہتی تھی۔ میں بہت شرمسار ہوں اور معافی مانگنے آیا ہوں''... یہ سراپا عجز وانکسار وہ شخص تھا جسے حکومت نے سول جج کا عہدہ پیش کیا تھا۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے ایک عزیز مکرم بدر سلطان صاحب کا بیان ہے کہ میں نو دس برس کا تھا جب پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ پر قادیان آیا اور آپؓ کے ہم راہ جلسہ گاہ پہنچا۔ آپ جوتوں کے قریب ہی خالی جگہ پر بیٹھ گئے تو یہ امر مجھے طبعاً ناگوار گزرا اور میں نے فوراً پوچھا کہ چچا جان لوگ تو آگے بڑھ بڑھ کر اپنی جگہ تلاش کرتے ہیں آپ کیوں جوتوں میں بیٹھتے ہیں۔ فرمایا ''بیٹا! میں نے جوتوں میں ہی رہ کر سب کچھ حاصل کیا ہے!'' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ 195)

حضرت حاجی غلام احمد صاحب کے بارہ میں ملک صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

''مرحومؓ اس درجہ فروتن اور منکسر المزاج تھے کہ اس کی کوئی حد نہ تھی۔ میں نے کئی سفران کے ساتھ کئے۔ اگر سواری کا پورا انتظام نہیں ہوا تو جو سواری ملی وہ ساتھی کے لئے وقف کر دیتے۔ ساتھی خواہ کتنا ہی اصرار سے عرض کرتا کہ یہ خلاف ادب ہے آپ ہر رنگ میں آرام کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر بھی آپ نہ مانتے۔ میرے معاملہ میں تو اکثر میرے موٹاپن اور عادات کی سستی پر رحم فرما کر مجھے سوار کرا دیتے کبھی اگر میں بہت اصرار کر کے اتنی سی بات منوانے میں کامیاب ہو بھی جاتا کہ مرحوم کو سوار ہونے پر مجبور کرلوں تو جب گاؤں نزدیک آتا تو اتر پڑتے اور مجبور کر کے مجھے سوار کرا لیتے۔ جہاں قیام فرماتے جو اونچی اور اچھی چارپائی اور اچھا بستر ہوتا وہ دوسرے کو دیتے۔ اگر دوسرا نہ مانتے تو اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ فرما کر بھی اپنی بات منوا لیتے۔

ایک دفعہ اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ یہ عاجز حضرت مسیح موعودؑ کے پاؤں دبا رہا ہے۔ بعض مجبوریوں کی بنا پر عاجز قادیان نہیں جاسکتا تھا۔ اس لئے خیال آیا کہ کریام جاؤں اور حضرت حاجی صاحب جو حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں، کے پاؤں دبا کر خواب پورا کروں۔ چنانچہ یہ عاجز کریام گیا۔ سردیوں کا موسم تھا خاکسار نے مسجد میں ہی بستر بچھوا لیا۔ عشاء کے بعد حضرت حاجی صاحبؓ مرحوم اور یہ عاجز اکیلے رہ گئے تو عاجز نے اپنا خواب سنا کر پاؤں دابنے کی درخواست کی۔ حضرت حاجی صاحبؓ نے سختی کے ساتھ میری درخواست رد کر دی۔ میں نے پھر اصرار کیا تو پاؤں آگے کر دیا۔ اور کوئی ایک دو منٹ کے بعد کھینچ لیا۔ اور فرمایا اب تم پاؤں آگے کر وایسا نہ ہو کہ میرا نفس موٹا ہو جائے کہ کسی نے میرے پاؤں دبائے ہیں۔''

(اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 128)

جان ومال و وقت وعزت کی قربانی

آٹھویں شرط یہ ہے کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

جان کی قربانی

حضرت شہزادہ عبد اللطیف صاحبؓ شہید بڑے رئیس اور عالم تھے۔ پچاس ہزار ان کے مرید تھے۔ شاہِ کابل کے مقرب تھے۔ مگر مسیح موعود و امام مہدی کو پہچان کر قبول کر لیا تو اس کے لیے اپنا جان، مال، فرزند سب قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ فرماتے ہیں:

''عبد اللطیف کے لیے وہ دن جو اس کی سنگساری کا دن تھا کیا مشکل تھا۔ وہ ایک میدان میں سنگساری کے لیے لایا گیا۔ اور ایک خلقت اس تماشا کو دیکھ رہی تھی مگر وہ دن اپنی جگہ کس قدر قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اگر اس کی باقی ساری زندگی ایک طرف ہو اور وہ دن ایک طرف تو وہ دن قدر و قیمت میں بڑھ جاتا ہے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 516 تا 517)

مالی قربانی

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کی مالی قربانی کے بارہ میں 1926ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا:

''اُن کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپؑ پر مقدمہ گورداسپور میں... تھا اور اس میں روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں کو تحریک کی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ تو دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور دوسرا گورداسپور میں۔ اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے۔ لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اُسی دن اُن کو تنخواہ تقریباً 450 روپے ملی تھی۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضور کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ تو گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب ان کو مالی قربانی کی ضرورت نہیں۔''

(تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا صفحہ 296)

''منارۃ المسیح بنانے کی تجویز حضرت اقدسؑ کے زیر غور تھی۔ ان دنوں آپ (حضرت منشی شادی خانصاحب) راجہ امر سنگھ جموں کے ہاں ملازم تھے۔ حضرت اقدسؑ نے دس ہزار کا تخمینہ لگایا اور دس ہزار کو سو، سو کے حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ حضرت منشی شادی خانؓ کے ذمہ بھی روپیہ لگا تھا۔ انہوں نے اپنے گھر کا تمام سامان بیچ کر تین سو روپیہ پیش کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''شادی خان صاحب سیالکوٹی نے بھی وہی نمونہ دکھایا ہے جو حضرت ابو بکرؓ نے دکھایا تھا کہ سوائے خدا کے اپنے گھر میں کچھ نہیں چھوڑا۔'' حضرت میاں شادی خان صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو گھر میں جو چارپائیاں تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ان کی رقم حضرت صاحبؑ کے حضور پیش کر دی...'' (تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا صفحہ 181)

ایک سائیں دیوان شاہ نارووال کے رہنے والے تھے اور وہ پیدل قادیان جایا کرتے تھے۔ راستہ میں قاضی قمر الدین صاحب کے پاس بھی رکتے۔ قاضی قمر الدین صاحبؓ نے جب کبھی ان سے پوچھا کہ آپ کو قادیان شریف جانا کوئی خاص کام کی وجہ سے ہے یا شوق ملاقات سے جا رہے ہیں تو سائیں صاحب کہتے کہ ''میں چونکہ غریب آدمی ہوں، چندہ تو دے نہیں سکتا، اس لیے قادیان جا رہا ہوں کہ مہمان خانے کی چارپائیاں ہی بُن آؤں تا کہ میرے سر سے چندہ اتر جائے۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات نمبر 2 غیر مطبوعہ، روایت قاضی قمر الدین صاحب گورداسپور)

اور اس طرح وہ مہمانوں کے لیے لنگر خانے کی چارپائیوں کی بنائی کر کے خدمت کی توفیق پاتے۔

وقت کی قربانی

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ اپنا وطن، گھر بار، ہسپتال قربان کر کے مسیح محمدی کے آستانہ پر آپڑے۔ اسی طرح حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ جیسے عالم سیالکوٹ سے، حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب ہزاروں مریدوں کو چھوڑ کر حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں آبیٹھے۔

عزت کی قربانی

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کر دینے کے لیے فرمایا مگر وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صاحبزادی امۃ الحیٔ صاحبہ جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آگئیں۔ حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سن کر جوش سے فرمانے لگے کہ ''مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی لڑکی کو نہالی (مہترانی) کے لڑکے کو دیدو تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا۔'' یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا۔ مگر نتیجہ دیکھ لو کہ بالآخر وہی لڑکی حضور علیہ السلام کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعودؑ کا حسن و احسان میں نظیر تھا (یعنی حضرت مصلح موعودؓ)۔''

(حیات نور جلد 4 صفحہ 187 تا 188)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''میں نے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے، جس کو چور اور قزاق نہیں لے جا سکتا۔ مجھے وہ ملا ہے جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنے والوں کو نہیں ملا۔ پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑ کر مَیں چند روزہ دنیا کے لئے مارا مارا پھروں؟ مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے میں نہیں رہ سکتا۔ ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں، پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے۔ پس میری دولت میرا مال، میری ضرورتیں اس امام کے اتباع تک ہیں اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں۔''

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 132)

خدمت خلق

نویں شرط یہ ہے کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ محض للہ خلق خدا کی خدمت میں مشغول رہتے۔ خلیفہ صباح الدین تحریر کرتے ہیں کہ خاکسار نے ایک دوست سے یہ واقعہ سنا کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب اپنے مکان سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ کسی ضرورتمند نے آپؓ سے اپنی ضرورت بیان کی۔ آپ نے اپنی جیب دیکھی جس میں سو روپے کا نوٹ تھا۔ آپؓ نے وہی اس کو عنایت فرمایا۔ اس سے بڑھ کر بادشاہی اور غریب پروری اور کیا ہوسکتی ہے۔

ایک دفعہ ربوہ کی ایک بیوہ عورت کی لڑکی دماغی عارضہ میں مبتلا ہوئی ڈاکٹروں نے اسے فوراً ہسپتال میں داخل کرنے کا مشورہ دیا۔ آپؓ نے اس غریب بیوہ کی لڑکی کو اپنے ایک خادم کے ہمراہ اپنے خرچ پر لاہور بھجوایا اور ساتھ سفارشی خط بھی تحریر فرما کر ہر سہولت مہیا فرمائی نیز گاہے گاہے اس کے لواحقین سے اس کی خیریت دریافت فرماتے رہتے تھے۔''

(سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب صفحہ 19 تا 20)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''(آپ) یتیموں کی خبر گیری کی طرف بہت توجہ دیتے تھے اور دار الیتامیٰ میں اتنے یتیم تھے، دار الشیوخ کہلاتا تھا تو ان کے بارہ میں روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ بخار میں آرام فرما رہے تھے اور شدید بخار تھا۔ نقاہت تھی، کمزوری تھی۔ کارکن نے آکر کہا کہ کھانے کے لئے جنس کی کمی ہے اور کہیں سے انتظام نہیں ہو رہا۔ لڑکوں نے صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا ہوا۔ آپ نے

فرمایا فوراً تانگہ لے کر آؤ اور تانگے میں بیٹھ کر مخیر حضرات کے گھروں میں گئے اور جنس اکٹھی کی اور پھر ان بچوں کے کھانے کا انتظام ہوا۔ تو یہ جذبے تھے ہمارے بزرگوں کے کہ بخار کی حالت میں بھی اپنے آرام کو قربان کیا اور یتیم بچوں کی خاطر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17/اکتوبر 2003ء)

ایک دفعہ موسم سرما میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نماز فجر کے بعد مسجد مبارک کی سیڑھیاں اتر رہے تھے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں ایک غریب مسافر ہوں اور سردی سے بچنے کے لیے مناسب کپڑے نہیں ہیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے اُسی وقت اپنے کندھوں پر سے اٹلی کا بنا ہوا نیا کمبل اتار کر اُسے دے دیا اور خود بغیر کمبل کے اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ غرباء و مساکین اور خصوصاً بیوگان کی خبر گیری اس توجہ سے کرتے تھے کہ آپؓ کی وفات پر متعدد بیوہ مستورات نے بے حد صدمہ کا اظہار کیا کہ اب ہم مفلوک الحال ہوئی ہیں۔ (اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 85)

حضرت مرزا رسول بیگ صاحبؓ کے دل میں غربا اور خصوصاً بیوگان کے لیے بے حد درد تھا اور ان کی خبر گیری بہت ہمدردی اور توجہ سے کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سائل کو خالی واپس نہیں کرنا چاہیے۔ اگر پاس کچھ نہ ہو تو لطیفہ یا دلجوئی کی بات سنا کر ہی اسے خوش کر دینا چاہیے۔

حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے امارت کے ساتھ ہی حد درجہ فیاض دل بھی عطا کیا تھا۔ آپؓ غربا، یتامیٰ اور بیوگان کی اپنے گھر میں عزیزوں کی طرح پرورش کرتے اور انہیں کبھی خادم خیال نہ کرتے۔ کسی کے سوال کو ردّ کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ جذامیوں کے ایک پورے خاندان کی اُن سب کی وفات تک پرورش کی۔ آپؓ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ غرباء اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ کئی خاندانوں کو روپیہ دے دیا تا کہ چھوٹا موٹا کاروبار کر کے آہستہ آہستہ رقم ادا کرتے جائیں۔

(اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 224)

حضرت حاجی غلام احمد صاحب آف کریام رضی اللہ عنہ مخلوق خدا کے لیے کیسا پرشفقت دل اپنے سینہ میں رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مقدمہ تھا جس میں احمدی مدعیان اور ایک غیر احمدی عورت مدعیٰ علیہا تھی۔ قانونی لحاظ سے احمدیوں کا مقدمہ مضبوط تھا۔ عورت کے والد کو یہ بات سوجھی کہ وہ حضرت حاجی صاحبؓ کے پاس گیا اور عرض کی کہ شرعی لحاظ سے عورت کو بھی کچھ نہ کچھ حق پہنچتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؓ نے اس عاجز سے ذکر کیا۔ اور راضی نامے کی ایک صورت نکل آئی۔ اس دن افسر مال کا مقام قصبہ کرتار پور میں تھا۔ میں نے نواں شہر کی کچہری سے جو اسٹیشن سے میل سوا میل کے فاصلے پر ہے جانا تھا۔ کچہری سے مدعیان اور مدعیٰ علیہا حضرت حاجی صاحب اور یہ عاجز پیدل اسٹیشن کے لیے چل پڑے ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ گاڑی کی سیٹی کی آواز آئی۔ اب اس مقدمہ میں اگر کسی کو فائدہ پہنچتا تھا یا مدعیان اور مدعیٰ علیہم تھے۔ اور یا یہ عاجز تھا جس نے محنتانہ لیا ہوا تھا لیکن گاڑی کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے بے اختیار جو ٹکٹوں کے لیے دوڑ پڑا وہ ہمارے عمر رسیدہ بزرگ حضرت حاجی صاحب تھے۔ جنہیں دنیوی لحاظ سے مقدمہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ صرف خدا کی رضا کا شوق رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا۔ جو انہیں دوڑنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ اور رگوں میں بوڑھے کو جوانوں سے زیادہ جوان ہمت بنائے رکھتا تھا۔ تھوڑی دور دوڑنے پر اطلاع ملی کہ ابھی یہ گاڑی راہوں جائے گی پھر واپس آئے گی۔ اس پر حضرت حاجی صاحب ٹھہر گئے۔ (اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 131)

اطاعت

دسویں شرط یہ ہے کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اپنے مطب میں بیٹھے تھے اور ارد گرد لوگوں کا حلقہ تھا۔ ایک شخص نے آ کر کہا کہ مولوی صاحب! حضورؑ یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے۔ گویا دل میں یہ تھا کہ حضور کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ پھر جب خلیفہ ہو گئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو نور الدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نور الدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اسے اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا۔ یہی کامل اخلاص و وفا اور اطاعت کا نمونہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: مولوی نور الدین صاحب اس طرح میری پیروی کرتے ہیں جس طرح انسان کی نبض اس کے دل کی حرکت کے پیچھے چلتی ہے۔ نیز فرمایا:

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کے لئے آیا اور ایک بڑی عمارت بنتی چھوڑ آیا۔ حضرت صاحبؑ نے مجھ سے فرمایا۔ اب تو آپ فارغ ہیں۔ میں نے عرض کیا ارشاد۔ فرمایا آپ رہیں۔ میں سمجھا دو چار روز کے لئے فرماتے ہیں۔ ایک ہفتہ خاموش رہا۔ پھر فرمایا آپ تنہا ہیں ایک بیوی منگوا لیں۔ تب میں سمجھا زیادہ دنوں رہنا پڑے گا۔ تعمیر کا کام بند کرا دیا۔ چند روز بعد فرمایا کتابوں کا آپ کو شوق ہے یہیں منگوا لیجئے۔ تعمیل کی گئی۔ فرمایا: اچھا دوسری بیوی بھی یہیں منگوا لیں۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب سے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے لَا تَصبون الی الوطن فیہ تہان وتمتحن (وطن کی طرف واپس جانے کا کبھی خیال بھی نہ کر کیونکہ اس میں تیری اہانت ہو گی اور تجھے تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی)۔ یہ الہام نور الدین کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ مجھ سے فرمایا: وطن کا خیال چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے چھوڑ دیا اور کبھی خواب میں بھی وطن نہیں دیکھا''۔

حضرت منشی محمد خان صاحبؓ کا حضرت مسیح موعودؑ سے صدق و اخلاص کا ایسا تعلق تھا کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کے صاحبزادے بشیر اول کی وفات ہوئی تو آپ نے صدمہ سے ان جذبات کا اظہار کیا کہ ''اگر میری ساری اولاد بھی مرجاتی اور ایک بشیر جیتا رہتا تو کچھ رنج نہ تھا۔'' حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب نے اس موقع پر فرمایا کہ ''یہ شخص تو ہم سے بھی آگے نکل گیا ہے۔''

حضرت مسیح موعودؑ کے لیے میاں صاحب بہت غیرت رکھتے تھے۔ جب میاں صاحب فوت ہوئے تو حضرت اقدسؑ کو الہام ہوا:

''اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے'' حاضرین کو تعجب ہوا۔ دریں اثناء اسی مجلس میں حضرت میاں محمد خانؓ کی وفات کی خبر ملی تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ الہام انہی کے بارہ میں تھا (آپ کی وفات یکم جنوری 1904ء کو ہوئی) پھر حضرت اقدسؑ نے اپنے اس عاشق کے بارہ میں فرمایا:

''مجھے 2 جنوری کو ایسی حالت طاری ہوگئی تھی جیسے کوئی نہایت عزیز مر جاتا ہے۔ ساتھ ہی الہام ہوا۔ اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا'' چنانچہ میاں صاحب کے فرزند اکبر منشی عبدالمجید خانؓ صاحب آپ کے بعد افسر بگھی خانہ مقرر ہوئے اور بالآخر ترقی کرتے کرتے وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہوئے اور اسی عہدہ سے پنشن پائی۔ اسی طرح باقی خاندان بھی اس الہام کا مصداق ٹھہرا۔ (313 اصحاب صدق و صفا صفحہ 36 تا 37)

پس یہ تھا روحانی انقلاب جو دس شرائط بیعت پر عمل کے نتیجہ میں صحابہ حضرت مسیح موعودؑ میں پیدا ہوا اور وہ اپنے بعد آنے والوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے۔ اس مضمون میں تو چند مثالیں ہی پیش کی جا سکی ہیں جبکہ ہزار ہا بیعت کنندگان میں حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسیہ اور شرائط بیعت پر عمل سے عظیم روحانی انقلاب برپا ہوا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ اُن کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ مَیں اپنے ہزار ہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیرو ان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص اور صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی مَیں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں''۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 150)

بیعت کے نتیجہ میں صحابہ میں ہونے والے روحانی پاک انقلاب کا غیروں نے بھی اعتراف کیا۔ اقبال نے لکھا کہ

''پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔''

(قومی زندگی اور ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر صفحہ 84)

عبدالرحیم اشرف آزاد نے تحریر کیا کہ

''ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیاوی نقصانات برداشت کئے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں... ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اسے حقیقت سمجھ کر اس کے لئے مال و جان اور دنیاوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بعض افراد نے کابل میں سزائے موت کو لبیک کہا۔ بیرون ملک دور دراز علاقوں میں غربت و افلاس کی زندگی اختیار کی۔''

(ہفت روزہ المنبر لائلپور 2/مارچ 1952ء صفحہ 10)

☆...☆...☆

مسیحِ وقت امام عالی غلام احمدؑ

زمیں کے ماتھے پہ دے دو بوسہ کرو دعائیں مسیحؑ آیا
کہ جا بجا اب بجاؤ ڈنکا کرو دعائیں مسیحؑ آیا
ہاں مثلِ کعبہ یہ دل بنا ہے طواف کرتے ہیں دائرے میں
محبتوں کا ادا ہو سجدہ کرو دعائیں مسیحؑ آیا
اداس لوگو نراس فرقو ادھر تو آؤ ادھر تو دیکھو
شبِ قدر پر ہے چاند چمکا کرو دعائیں مسیحؑ آیا
نجات اپنی تلاش کر لو رہن میں رکھا شعور کھولو
اٹھائے اپنی دعا کا بیڑہ کرو دعائیں مسیحؑ آیا
کہ خواہشوں کی بلی چڑھی تھی صدا جو اقراء کی سنی تھی
خدا نے پورا کیا ہے وعدہ کرو دعائیں مسیحؑ آیا
مسیحِ وقت امام عالی غلام احمدؑ عطا ہوا ہے
ہر ایک دھڑکن میں جو سمایا کرو دعائیں مسیحؑ آیا
زمین زادو اے شب گزیدو تمھارا کوئی دیا نہیں ہے
ہمارا روشن ہوا منارہ کرو دعائیں مسیحؑ آیا

(دیا جیم)

حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں مغربی ممالک سے قادیان آنے والے افراد

یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

(اسفندیار منیب۔انچارج شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتدائے دعویٰ سے ہی یہ خبر دی تھی کہ

یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔

یعنی اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گی اور وہ مدد ہر ایک دُور کی راہ سے تجھے پہنچے گی اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راستے لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایسی ہی بہت سی پیش خبریوں کے عین مطابق یہ باتیں پوری ہوئیں اور اکناف عالم کی کئی اقوام سے تعلق رکھنے والے مختلف رنگ و نسل کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے رہے۔اور پھر ان میں سے کئی سعید روحوں نے قبول احمدیت کی بھی توفیق پائی اور اپنی قوم و ملک کے لیے ایک حجت ٹھہرے۔

زیر نظر مضمون میں ایسے ہی افراد کا تذکرہ کیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حین حیات میں قادیان دار الامان حاضر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور زانوئے تلمذ تہ کرتے رہے اور شرف ملاقات سے مشرف ہوتے رہے۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ مغربی ممالک سے قادیان آنے والے افراد کی یہ ایک ابتدائی فہرست ہے۔امید ہے کہ مزید تحقیق سے کئی اور اشخاص کے نام اور اُن کے سوانح بھی سامنے آئیں گے۔اس سلسلہ میں اہل قلم احباب سے تعاون کی بھی درخواست ہے۔

مسٹر جان ویٹ

(Ernest John Sombre White)

مسٹر جان ویٹ کے قبول حق کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مولانا نورالدین صاحب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ سردار ویٹ خان خلف الرشید مسٹر جان ویٹ کہ ایک جوان تربیت یافتہ قوم انگریز دانشمند مدبر آدمی انگریزی میں صاحب علم آدمی ہیں اور کرنول احاطہ مدراس میں بعہدہ منصفی مقرر ہیں۔آج بڑی خوشی اور ارادت اور صدق دل سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔‘‘

(مکتوب گرامی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بتاریخ 13/ جنوری 1892ء از مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 131)

مسٹر جان ویٹ (ERNEST JOHN SOMBRE WHITE) کی تاریخ پیدائش 19/ جولائی 1859ء ہے۔انہوں نے 15/ نومبر 1879ء کو سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔ ابتدائی عہدہ ہیڈ کلرک ریذیڈنسی مجسٹریٹ کورٹ مدراس تھا بعد ازاں ترقی پاکر بطور ڈسٹرکٹ منصف مقرر ہوئے۔ 20/اگست 1888ء کو کرنول میں تقرری ہوئی اور اسی دوران جان ویٹ 1892ء میں قادیان آئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی توفیق پائی لیکن بعد ازاں یہ اپنے عہد بیعت پر قائم نہ رہ سکے۔

John White نے جلد ہی ایک الگ مکتبِ فکر قائم کرلیا اور اسلام اور عیسائیت کی مشترکہ تعلیمات پر مشتمل عقائد کا پرچار کرنے لگے۔عورتوں کو قدرے آزادی کے ساتھ مسجد میں عبادت کرنے کی بھی اجازت دی۔ John White نے اردو زبان میں ایک دعائیہ کتاب بھی شائع کی۔1893ء میں انہی مشترکہ تعلیمات پر مزید پمفلٹس شائع کیے، جس میں اپنے پیروکاروں کو ہدایت دی کہ وہ ان قوانین کی پابندی کریں جنہیں حضرت عیسیٰؑ نے مکمل کیا اور پولوس کی تحریرات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔اس کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت کی کہ وہ توحید کے متعلق جاننے کے لیے قرآن کریم کا مطالعہ کریں۔اس نے ناصرہ کا حج اپنے فرقہ کے اہم ترین فرائض میں سے قرار دیا۔کرنول میں بہت ہی تھوڑے افراد نے اس کا ساتھ دیا، گو ان چند افراد میں کرنول کے نواب خاندان کے افراد بھی شامل تھے۔لیکن بہت ہی تھوڑی مدت تک یہ مکتبۂ فکر قائم رہ سکا۔

(Modern Religious Movements in India by John Nicol Fraqohar. The Disintegration of Islam by Samuel M. Zwemer p.148 to 149)

(نیز ماخوذ از تحقیق مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب ریسرچ سیل + مکرم آصف محمود باسط صاحب کیوریٹر احمدیہ آرکائیوز اینڈ ریسرچ سینٹر)

ہیروی ڈیوٹ گرس وولڈ

(Hervey De Witt Griswold)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں:

’’19 اپریل 1901ء کو لاہور سے فورمین کالج امریکن مشن



کے دو پادری مع ایک دیسی عیسائی کے قادیان آئے تھے۔ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ملے اور اُنہوں نے کچھ سوالات ... کئے جن کا جواب حضرت اقدس علیہ السلام دیتے رہے۔ ہم چونکہ بعد میں پہنچے تھے اس لئے ابتدائی سوال اور اس کا جواب نہ لکھ سکے۔ ہمارے ایک بھائی نے اسے لکھا تھا مگر افسوس ہے کہ وہ اس کو محفوظ نہ رکھ سکے اور وہ کاغذ ان سے گم ہو گیا...‘‘

(ڈائری 19/ اپریل 1901ء بحوالہ الحکم 10/ مئی 1901ء صفحہ 1)

الحکم کی رپورٹنگ میں لاہور سے آنے والے ان صاحبان کے نام تحریر نہیں ہیں لیکن بعض قوی قرائن سے یہ علم ہوتا ہے کہ ان آمدہ افراد میں سے ایک شخص ہیروی ڈیوٹ گرس وولڈ بھی تھے۔

ہیروی ڈیوٹ 24/ مئی 1860ء کو Dryden نیو یارک میں بنجیمن اور لاؤرا الیزا گرس وولڈ (Benjamin And Laura Eliza Griswold) کے ہاں پیدا ہوئے۔ہیروی ڈیوٹ نے 1881ء تا 1885ء میں Schenectady کے یونین کالج اور پھر 1885ء تا 1888ء نیو یارک شہر کے Union Theological Seminary میں تعلیم حاصل کی۔اگلے دو سال انہوں نے آکسفرڈ اور برلن یونیورسٹی کے رکن کی حیثیت سے گزارے۔ہیروی ڈیوٹ نے 1890ء میں جھانسی ہندوستان میں Presbyterian چرچ کے فارن مشنز کے لیے بطور مبلغ اپنی خدمات کا آغاز کیا۔

1894ء میں ہیروی ڈیوٹ فارمین کرسچن کالج لاہور میں فلاسفی کے پروفیسر بنے اور ساتھ ہی تاریخ اور انگریزی بھی پڑھانے لگے۔ لائبریری فارمین کرسچن کالج میں انہوں نے بطور لائبریرین بہت سی مذہبی اور فلسفہ کی کتب کا اضافہ کیا۔انہوں نے Presbyterian مشنز انڈین کونسل کے سیکرٹری کی حیثیت سے بھی کام کیا۔اس دوران ہیروی ڈیوٹ نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور 1900ء میں Cornell University سے اپنے مقالہ بعنوان برہمن (ہندوستانی فلاسفی) کے ساتھ PhD کی اور 1910ء میں Doctor of Divinity کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔

ہیروی ڈیوٹ گرس وولڈ کئی کتب اور کتابچوں کے مصنف بھی تھے۔انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی دو پیپرز لکھے:

(i) The Mehdi And Messiah of Qadian (1902)

یہ پیپر انڈیا کے شہر میسور میں پڑھا گیا جس میں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

“I heard from his own lips at Qadian”

یعنی میں نے یہ بات (حضرت) مرزا صاحب کے منہ سے خود قادیان میں سنی ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قادیان گئے تھے۔

(ii) Messiah of Qadian (1905)

یہ پیپر لندن میں پڑھا گیا تھا۔ان کے اس پیپر میں حضرت اقدس علیہ السلام سے وہی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو کہ الحکم کی رپورٹنگ میں اس وفد سے گفتگو کے ضمن میں درج کی گئی ہیں۔

ہیروی ڈیوٹ گرس وولڈ اپنے تبلیغی کام سے 1926ء میں ریٹائر ہوئے۔ان کی تاریخ وفات 11/ مئی 1945ء ہے۔

(The Burke Library Archives MRL section 3; Hervey Dewitt Gris Wold Papers, 1893--1941)

(نیز ماخوذ از مضمون غلام مصباح بلوچ صاحب بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 18/ مارچ 2016ء صفحہ 11)

مسٹر ڈی-ڈی- ڈکسن

(Mr D.D Dixon)

مسٹر ڈی ڈی ڈکسن ایک برطانوی سیاح تھے جو قادیان آئے تھے۔ان کا تفصیلی تعارف ابھی تلاش کیا جا رہا ہے۔سردست ان کی آمد اور قادیان میں بعض مصروفیات کی تفصیل دی جا رہی ہے۔

17/ نومبر 1901ء کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام حسب معمول سیر کے لیے گئے اور واپسی پر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے مطب میں بیٹھ گئے۔اسی دوران ایک یورپین السلام علیکم کہتے ہوئے مطب میں آپہنچے۔حضرت اقدس علیہ السلام کے ایماء پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ترجمان مقرر ہوئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اُن کے آنے کا سبب دریافت فرمایا۔معلوم ہوا کہ ڈی۔ ڈی ڈکسن نامی ایک فرنگی سیاح ہیں جو عرب، کربلا اور کشمیر کی سیاحت کرتے ہوئے یہاں صرف ایک دن کے قیام کا پروگرام لے کر آئے ہیں اور آئندہ مصر، الجیریا اور سوڈان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔حضرت اقدس علیہ السلام نے ان سے باصرار کہا کہ جب آپ نظارہ عالم کے لیے گھر سے نکلے ہیں تو قادیان میں بھی ایک ہفتہ کے لیے ٹھہریئے مگر اصرار کے باوجود صرف ایک رات رہنے پر رضامند ہوئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام یہ ہدایت دے کر کہ شیخ مسیح اللہ خانساماں ان کے حسب منشاء کھانا تیار کریں اور اُن کو گول کمرہ میں ٹھہرایا جائے، اندرون خانہ تشریف لے گئے۔مولوی محمد علی صاحب اور بعض دوسرے احباب انہیں مدرسہ تعلیم الاسلام دکھانے لے گئے۔سکول کی لائبریری میں ناٹووچ روسی سیاح کی کتاب ’’مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات‘‘ دیکھ کر ڈکسن نے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی جسے پورا کر دیا گیا۔کتاب لیے وہ گول کمرے میں آئے جہاں حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب مناسب رنگ میں انہیں تبلیغ کرتے رہے۔

مسیح کی قبر کشمیر، عربی ام الالسنہ اور جماعت احمدیہ کی امتیازی خصوصیات کے بارے میں خصوصاً گفتگو ہوتی رہی۔عصر کی نماز کے بعد انہوں نے حضرت اقدسؑ کے تین فوٹو لیے۔ دو فوٹو آپ کے خدام کے ساتھ اور ایک فوٹو صرف آپ کا الگ لیا۔ دوسرے دن صبح چونکہ ڈکسن صاحب نے بٹالہ کی طرف واپس جانا تھا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان کی مشایعت کے لیے بٹالہ کی طرف ہی سیر کو نکلے اور نہر کے پل تک تشریف لے گئے اور انہیں الوداع کہا۔ دوران سیر حضورؑ نے ڈکسن صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے دعویٰ کی غرض و غایت بتائی کہ پاک زندگی جو گناہ سے بچ کر ملتی ہے وہ ایک لعل تاباں ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ نے وہ لعل تاباں مجھے دیا ہے۔اور مجھے اس نے مامور کیا ہے کہ میں دنیا کو اس لعل تاباں کے حصول کی راہ بتادوں۔ اس راہ پر چل کر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص یقیناً یقیناً اس کو حاصل کرے گا۔ فلاسفر آسمان اور زمین کو دیکھ کر اور دوسرے مصنوعات کی ترتیب ابلغ و محکم پر نظر کر کے صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی صانع ہونا چاہیے۔مگر میں اس

سے بلند تر مقام پر لے جاتا ہوں۔

مسٹر ڈکسن حضرت اقدس علیہ السلام کے دینی خیالات آپ کے حسن سلوک اور مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوئے اور بالخصوص یہ دیکھ کر تو وہ دنگ ہی رہ گئے کہ کس طرح آپ کی شخصیت نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جس میں دنیاوی اعتبار سے کوئی کشش موجود نہیں مشرقی و مغربی علوم کے ماہر جمع کر دیئے ہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 195 تا 197)

ڈاکٹر ٹی ایل پنیل

(Dr.Theodore Leighton Pennell)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ڈاکٹر ٹی ایل پنیل کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بنوں میں ایک بہت جوشیلے پادری ڈاکٹر پینل نام ہوا کرتے تھے جن کو اشاعت عیسویت کا بڑا جوش تھا اور انہوں نے اپنے کام کے واسطے بنوں کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ 1904ء میں جب کہ عاجز راقم قادیان تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا، ایک صبح پادری پینل صاحب بائیسکل پر سوار قادیان پہنچے۔ ایک اور نوجوان بھی ان کے ساتھ دوسرے بائیسکل پر سوار تھا جس کو وہ اپنا بیٹا کہتے تھے اور بظاہر وہ مسلمان تھا۔ پادری صاحب نے گیروی رنگ کے کپڑے دیسی طرز کے پہنے ہوئے تھے۔ سر پر پگڑی تھی۔ پاؤں میں جرابیں نہ تھیں اور سرحدی طرز کی ایک چپلی پہنے ہوئے تھے۔ میں ان کی شکل دیکھتے ہی پہچان گیا کہ



یہ کوئی انگریز ہے جو دیسی لباس پہنے ہوئے ہے اور میں نے انگریزی میں اس سے بات شروع کی۔ لیکن انہوں نے جواب اردو میں دیا، اور معلوم ہوا کہ انہوں نے ارادہ کیا ہے کہ چند ماہ پنجاب کے مختلف شہروں میں دورہ کر کے مسلمانوں کے صوفیاء اور فقراء سے ملاقاتیں کریں۔ میں نے جلدی سے ان کے ٹھہرانے کے لئے مدرسہ کے ایک کمرہ میں انتظام کر دیا۔ لنگر خانہ سے کھانا منگوایا گیا جو انہوں نے بے تکلفی سے ہندوستانیوں کی طرح ہاتھ سے کھایا اور پھر حضرت مولوی نور الدین صاحب کے درس حدیث میں اور لوگوں کے درمیان چٹائی پر بیٹھ کر درس سنتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت علیل ہونے کے سبب پادری صاحب کی ملاقات ان سے نہ ہو سکی۔ ان کا پروگرام قادیان میں صرف ایک ہی دن ٹھہرنے کا تھا لیکن میں نے ان کو نہایت مفصل احمدیت کی تبلیغ کی۔ اس تقریر کا ایک حصہ اخبار الحکم جنوری 1904ء میں شائع ہوا تھا۔'' (ذکر حبیب صفحہ 312 تا 313)

ڈاکٹر ٹی ایل پنیل (Dr.Theodore Leighton Pennel,MD,FRCS) ایک برطانوی مشنری تھے۔ جنہوں نے میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی چرچ مشنری سوسائٹی کو پیش کر دی اور اسی کے تحت ان کی تقرری بنوں (صوبہ خیبر پختون خواہ۔ پاکستان) میں ہوئی۔ جہاں انہوں نے قریباً 20 سال گزارے۔ یہاں یہ ایک اردو اخبار ''تحفہ سرحد'' کے بھی پروپرائٹر رہے جس میں وقتاً فوقتاً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مضامین شائع ہوتے تھے۔ 1904ء میں ڈاکٹر پنیل نے بذریعہ سائیکل بنوں سے لے کر پورے پنجاب کا سفر کیا۔ اس سفر میں انہوں نے قادیان کو بھی اپنی منزل بنایا اور 4 / جنوری کو قادیان آئے۔

ڈاکٹر پینل نے قادیان کے اس قیام کا ذکر اپنی ایک کتاب میں کیا ہے جس میں وہ مدرسہ احمدیہ کے طلباء وسٹاف کے متعلق لکھتے ہیں:

"... In Particular I noticed that, though the next morning was chilly and drizzly, yet all were up at the first streak of dawn, and turned methodically out of their warm beds into the cold yard, and proceeded to the mosque, where all united in morning prayers, after which most of them devoted themselves to reading the Quran for half an hour to one hour. Many of the masters, too, seemed very earnest in their work, and had given up much higher emoluments to work for quite nominal salaries in the cause to which they had devoted themselves.

... We had been kindly and hospitably received, and there was something inspiring in seeing a number of educated men thoroughly zealous and keen in the active pursuit of religion..."

(Among the Wild Tribes of The Afghan Frontier By T.L Pennell Page 248,249 published by service & co limited. 38 Great Russell Street, London, 1909)

ترجمہ: خاص طور پر میں نے یہ نوٹ کیا کہ گو اگلی صبح سرد ہوا اور ہلکی بارش تھی لیکن پھر بھی سب فجر کے پہلے حصے میں بیدار ہو چکے تھے اور منظم طور پر اپنے گرم بستروں سے باہر نکل کر باہر ٹھنڈے صحن سے ہوتے ہوئے مسجد کی طرف بڑھے جہاں سب نے مل کر صبح کی نماز ادا کی جس کے بعد اکثریت نے نصف گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک اپنا وقت تلاوت قرآن کریم کے لیے وقف کیا۔ کئی اساتذہ بھی، اپنے کام میں نہایت ایماندار معلوم ہوئے اور وہ بڑی بڑی تنخواہیں چھوڑ کر اس مقصد کے لئے جس کی خاطر اپنے آپ کو وقف کیا تھا، معمولی تنخواہ پر کام کرتے ۔۔۔

ہمارا استقبال خوش دلی اور خاطر داری سے کیا گیا اور ایسے متعدد تعلیم یافتہ آدمیوں کو دیکھ کر جو مذہب کی جستجو میں جوش و خروش سے سرگرم تھے، ایک متاثر کن بات پائی جاتی تھی۔ (ماخوذ از مضمون غلام مصباح بلوچ صاحب بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 18 / مارچ 2016ء صفحہ 11)

مسٹر چارلس فرانسس سیورائٹ

(Mr.Charles Francis Sievwright)

آپ اگرچہ آسٹریلیا سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد ازاں امریکہ منتقل ہو جانے کی وجہ سے اس فہرست میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

مسٹر چارلس فرانسس نے کئی سال ''برٹش اینڈ انڈین ایمپائر لیگ'' کے نمائندے کے طور پر انڈیا کا سفر کیا۔ ایک ایسے ہی سفر کے دوران اکتوبر 1903ء میں آپ کی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی جس کی وجہ یہ بنی کہ لاہور میں آپ کی ملاقات حضرت میاں معراج الدین عمر صاحب اور طبیب نور محمد احمدی صاحب سے ہوئی جنہوں نے آپ کو قادیان چلنے کی تحریک کی۔ چنانچہ آپ 22 / اکتوبر 1903ء کو قادیان پہنچے جہاں آپ کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ آپ دو دن قادیان میں رہے جہاں آپ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے درس قرآن کریم کے معارف سے مستفید ہوئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ملاقات کی اور بعض سوالات پوچھے۔ (البدر 23 / اکتوبر 1903ء صفحہ 317 تا 318 البدر 29 / اکتوبر 1903ء صفحہ 322 تا 325)

Mr. Charles Francis Sievwright

میلبورن میں 1862ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا ایک کیتھولک گھرانے سے تعلق تھا اور ایک سعادت مند آسٹریلوی باشندہ تھے مسٹر چارلس نے 1896ء میں اسلام قبول کر کے اپنا نام ''محمد عبد الحق'' رکھ لیا تھا۔ آپ 22 / اکتوبر 1903ء کو قادیان پہنچے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت محمد عبد الحق صاحب دو روز قادیان میں رہنے کے بعد واپس چلے گئے اور ہندوستان سے سنگاپور، ویسٹرن آسٹریلیا اور پھر ساؤتھ آسٹریلیا سے ہوتے



ہوئے واپس میلبورن آ گئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جب آپؓ آسٹریلیا واپس آئے تو دو اڑھائی سال کی تحقیق اور دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی پھر 1906ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

آپ کا احمدیت میں شمولیت کا اعلان اپریل 1906ء کے رسالہ ''Review of Religions'' میں شائع ہوا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپؓ امریکہ شفٹ ہو گئے اور ساؤتھ کیلیفورنیا میں اپنے طور پر تبلیغ کرتے رہے۔ جب 1920ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب بطور مبلغ امریکہ پہنچے تو آپؓ کا حضرت مفتی صاحبؓ سے باقاعدہ رابطہ رہا۔

1922ء میں جماعت احمدیہ امریکہ کے رسالہ ''The Muslim Sunrise'' کے شمارہ نمبر 4 میں آپؓ کا ایک مضمون شائع ہوا اور آپؓ کی تصویر بھی شائع ہوئی جس میں آپ نے اپنے احمدی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ آپ اپنے اس مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''میرے مشرق بعید کے اس سفر کے دوران مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں خبردار کیا گیا تھا لیکن قادیان میں میرے سارے شکوک و شبہات دُور ہو گئے اور ایک عجیب روحانی احساس کے ذریعہ مجھے اس بات کا ثبوت مل گیا کہ جو الٰہی پیشگوئیاں مسیح موعود کے بارے میں کی گئی تھیں وہ آپ (حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ) کے وجود میں پوری ہو گئیں۔ 1903ء میں قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات اسلام کی صداقت کا ایک حیرت انگیز ثبوت تھا کہ جس وجود کے بارے میں وہ الفاظ جو تیرہ صدیاں قبل کہے گئے تھے، آپؑ کی ذات میں پورے ہو گئے۔ میرے لیے اپنی زندگی میں تمام سفروں کے دوران پیش آنے والے مختلف واقعات میں سے اس سے حیرت انگیز واقعہ نہیں گزرا۔ جب میں قادیان کی بستی میں اس کے مسیح کے سامنے تھا اور آخر کار جب مجھے ان کے سامنے پیش کیا گیا اور ہماری آنکھیں ملیں تو مجھے دیکھتے ہی وہ جان گئے کہ میں حق اور سچائی کا متلاشی ہوں اور **انہیں دیکھتے ہی مَیں جان گیا کہ یہ وہی الٰہی وجود ہے جس کو اس زمانہ میں مومنوں کے اکٹھا کرنے اور اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔** مجھے یقین ہے کہ اس ملاقات کا اہتمام اللہ تعالیٰ ہی نے میرے لیے کیا تھا اور وہی ہے جس نے میرے جسم اور میری روح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ڈالی۔ بالآخر کئی ماہ کی سوچ، تحقیق اور دعا کے بعد میں نے اپریل 1906ء میں یہ اعلان کیا کہ میں جماعت احمدیہ آف قادیان کا ایک ممبر ہوں اور اس طرح میں ساری دنیا میں اسلامی تعلیمات کو پھیلانے والی سب سے منظم اور فعال محمڈن مشنری ایسوسی ایشن کے ساتھ منسلک ہوا اور یہ اعلان دنیا کے ایک دُور دراز ملک نیوزی لینڈ سے بھجوایا گیا تھا۔

جو الفاظ میں نے اوپر لکھے ہیں، مَیں اپنے دل کی گہرائیوں سے ان پر یقین رکھتا ہوں اور آج سے 19 سال قبل جب میں نے اپنے آقا کو قادیان میں الوداع کہا تھا، میں تب سے ان کی صداقت کا قائل ہوں اور مفتی محمد صادق صاحبؓ کی یہاں آمد کے بعد میں اس آرٹیکل کے ذریعہ اپنے عہد کی تجدید کر رہا ہوں کہ میں جماعت احمدیہ سے منسلک ہوں اور پہلے بھی مفتی محمد صادق صاحبؓ کی یہاں آمد کے بعد ان کی مدد کرتا رہا ہوں اور آئندہ بھی اسلامی تبلیغ کی مساعی میں مدد کرتا رہوں گا۔''

(The Moslem Sunrise pg. 143 to 145)

امریکہ گورنمنٹ کے ریکارڈ سے ثابت ہے کہ حضرت عبد الحق صاحبؓ نے امریکہ کی طرف 1906ء میں اپنی بیوی روزلین (Rosaline) کے ساتھ ہجرت کی اور پہلے Fresno, California میں مقیم رہے۔ پھر 1914ء میں Los Angeles منتقل ہو گئے۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں، پہلی بیٹی Carroll جو 1908ء میں پیدا ہوئی اور دوسری Iris جو 1913ء میں پیدا ہوئی۔

1923ء میں حضرت محمد عبد الحق صاحبؓ نے رمضان کے مہینے میں Los Angeles Examiner کے اخبار میں انٹرویو دیا اور رمضان کی حقیقت بیان کی۔ اس کے ایڈیٹر نے حضرت محمد عبد الحق صاحبؓ کو وہاں کا Minister قرار دیا اور یہ بھی ساتھ لکھا کہ ان کے مطابق اور بھی کئی مسلمان اس شہر میں رہتے ہیں۔

انہیں ایام میں حضرت محمد عبد الحق صاحبؓ نے نہ صرف تبلیغ کے ذریعہ اسلام اور احمدیت کی خدمت کی بلکہ مالی قربانی اس رنگ میں کی کہ قرآن کریم خریدتے تھے اور The Muslim

Sunriseمیں باقی لوگوں کو بھی تلقین کرتے تھے کہ وہ بھی قرآن کریم کو خریدیں اور اس کو پڑھنا روز کا معمول بنائیں۔

آپ کی وفات لاس اینجلیز میں ہی ہوئی اور تدفین لاس اینجلیز کے قبرستان"Forest Lawn-Glendne" میں ہوئی۔ آپ کی وفات کا سال ابھی واضح طور پر ریکارڈ میں نہیں آیا، ممکن ہے کہTombstone سے مٹ گیا ہو یا قبرستان نے فی الحال شائع نہ کیا ہو۔ تاہم ایک تحقیق کے مطابق آپ کی وفات 1933ء میں ہوئی ہے۔

آپ کی قبر کی تفصیل درج ذیل ہے:

قبرستان:Forest Lawn- Glendale

جگہ: Section Acacia ,Map 1, Lot 179, Space 4

آپ کی اہلیہ کی وفات 1967ء میں ہوئی اور ان کی قبر بھی اسی قبرستان میں آپ کی قبر سے ملحق ہے۔

(سہ ماہی اسماعیل اپریل تا جون 2014ء صفحہ 37 تا40)

(تحقیق محترم انعام الحق کوثر صاحب حال امیر جماعت آسٹریلیا از تاریخ احمدیت آسٹریلیا غیر مطبوعہ)

(myheritage.com/names/Charles_sievwright)

سر جیمز ولسن فنانشل کمشنر پنجاب
(Sir James Wilson)
چارلس مانٹیگو کنگ ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور
(Charles Montague King)

سر جیمز ولسن صاحب فنانشل کمشنر پنجاب ایک روزہ دورہ پر 21/ مارچ 1908ء صبح گیارہ بجے قادیان آئے۔ ان کے ہم راہ چارلس مانٹیگو کنگ صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور و مہتمم بندوبست ضلع اور ایک پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔ پھر یہ وفد 22/ مارچ 1908ء کو قادیان سے واپس چلا گیا۔ ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

i. سر جیمز ولسن فنانشل کمشنر پنجاب

سر جیمز ولسن 1853ء میں پیدا ہوئے، آپ ریورنڈ جان ولسن (ڈاکٹر آف ڈونیٹی)PerthShire کے بیٹے تھے۔ ابتدائی تعلیم Perth Academy میں حاصل کی اور پھر Edinburgh University اور Balliol College Oxford میں داخل رہے۔ پنجاب میں 1875ء میں C.S.I میں داخل ہوئے اور 1900ء میں ڈپٹی کمشنر بنے۔ 1898ء میں گورنمنٹ کے چیف سیکرٹری کے طور پر اور 1899ء میں سیٹلمنٹ کمشنر نیز ممبر آف لیجسلیٹو کونسل کے طور پر کام کیا۔ سر جیمز ولسن 1903ء میں ہندوستانی گورنمنٹ کے سیکرٹری اور 1907ء سے تین سال پنجاب کے فنانشل کمشنر رہ کر 1910ء میں ریٹائر ہو گئے۔ سر جیمز ولسن کی وفات 22/ ستمبر 1926ء کو Annieslea,Crieff سکاٹ لینڈ میں ہوئی۔

(The Times 24 Dec 1926)

ii. چارلس مانٹیگو کنگ ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

چارلس مانٹیگو کنگ نے سینٹ پال سکول سے تعلیم حاصل کی اور بعد ازاں بیلیوئل کالج سے تعلیم حاصل کی۔ 1890ء میں سول سروس میں شامل ہوئے اور 1901ء میں ڈپٹی کمشنر بنے۔ چارلس 1918ء میں کمشنر پنجاب بنے اور پھر 1923ء میں فنانشل کمشنر بن گئے۔ یہ پنجاب گورنمنٹ کے ریونیو سیکرٹری بھی رہے اور 1928ء میں ریٹائر ہوئے۔

(Who, s who 1931. An Annual biographical Dictionary with which is incorporated Men and Women of the Time, Page 1837)

قادیان آمد اور حضرت اقدس علیہ السلام سے فنانشل کمشنر صاحب کی ملاقات

سر جیمز ولسن صاحب اور چارلس مانٹیگو کنگ صاحب ایک روزہ دورہ پر 21/ مارچ 1908ء صبح گیارہ بجے قادیان آئے۔ ان معزز مہمانوں کے استقبال کے لیے مدرسہ تعلیم الاسلام کی مجوزہ زمین کے کھلے میدان میں خیمے نصب کیے گئے۔ داخلہ کے لیے ایک دروازہ بھی بنایا گیا جس پر سنہری حروف میں (Welcome) یعنی خوش آمدید لکھا ہوا تھا۔ 20/ مارچ کی شام کو خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فنانشل کمشنر کے استقبال کے لیے آگے جانا چاہیے۔ حضورؑ نے فرمایا مجھے ان تکلفات سے نفرت ہے۔ باقی استقبال وغیرہ کرنا کمیٹیوں کا کام ہے۔ آپ چند آدمی اپنے ساتھ لے لیں اور ان کا استقبال کریں۔ چنانچہ خواجہ صاحب موصوف حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور خواجہ جمال الدین صاحب کے ساتھ 21/ مارچ کی صبح کو گھوڑوں پر سوار ہو کر قادیان سے بغرض استقبال گئے۔ کوئی گیارہ بجے صبح ڈپٹی کمشنر ضلع اور پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ قادیان میں داخل ہوئے۔ خیمہ کے ساتھ مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلبہ دورویہ قطار میں کھڑے تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام نے جو (جو صف کے سرے پر کھڑے تھے) استقبال کیا۔ کمشنر صاحب نے ان سے مدرسہ کے حالات دریافت کیے۔ آگے چبوترہ پر جماعت احمدیہ کے معزز اراکین بیٹھے تھے جن میں سے اکثر وہ تھے جو خاص طور پر اس تقریب کے لیے باہر سے آئے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے ان کا تعارف کروایا اور خواجہ کمال الدین صاحب نے جماعت کی طرف سے شام کے کھانے کی پیش کش کی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ چنانچہ حضورؑ کے ارشاد کے مطابق لنگر سے پکا پکایا کھانا کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ اثنائے گفتگو میں فنانشل کمشنر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کے لیے خواہش کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ حضورؑ اپنے بعض خدام کے ساتھ شام کے پانچ بجے تشریف لے گئے۔ اس وقت عجیب نظارہ تھا کیمپ کے اردگرد مخلوق خدا کا ایک تانتا بندھا تھا۔ فنانشل کمشنر صاحب نہایت اخلاق و اکرام سے احتراماً آگے آئے اور اپنے خیمہ کے دروازہ پر حضورؑ کا شایان شان استقبال کیا۔ حضرت اقدسؑ اور دوسرے احباب کرسیوں پر بیٹھ گئے اور نہایت اچھے ماحول میں سلسلہ کلام شروع ہوا۔ حضورؑ پون گھنٹہ تک اسلام کی خوبیوں اور اپنے سلسلہ کے اغراض و مقاصد مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ فنانشل کمشنر صاحب حضورؑ کی ملاقات پر بہت ہی خوش ہوئے۔ ازاں بعد حضورؑ واپس تشریف لے آئے۔ واپسی پر اتنا ہجوم تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ خدام نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر حضورؑ کے اردگرد حلقہ بنالیا۔ حضورؑ بہت ہشاش بشاش تھے۔ رستہ میں حضورؑ نے خود ہی بتایا ہم نے خوب کھول کھول کر فنانشل کمشنر کو اسلام کی خوبیاں سنائیں اور اپنی طرف سے حجت پوری کر دی۔ مہدی خونی کے بارے میں بھی صاحب نے سوال کیا ہم نے بتایا کہ ہمارے فلاں فلاں رسالہ کو دیکھو۔ ہم خونی مہدی کے عقیدہ کو غلط سمجھتے ہیں ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ دین اسلام دلائل قویہ اور نشانات آسمانی سے پھیلا ہے اور اسی سے آئندہ پھیلے گا اور جو جنگیں اسلام میں ہوئیں وہ سب دفاعی تھیں۔ اسلام کا تلوار سے پھیلنے کا غلط عقیدہ مخالفوں کی اختراع ہے۔ صاحب فنانشل کمشنر نے اور بھی باتیں کرنا چاہیں وہ دنیاوی باتیں تھیں۔ میں نے کہا آپ دنیاوی حاکم ہیں خدا نے ہمیں دین کے لیے روحانی حاکم بنایا ہے جس طرح آپ کے وقت کاموں کے مقرر ہیں اسی طرح ہمارے بھی کام مقرر ہیں اب ہماری نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم کھڑے ہو گئے۔ فنانشل کمشنر بھی کھڑے ہو گئے اور خوش خوش ہمارے ساتھ خیمہ تک باہر آئے اور ٹوپی اتار کر سلام کیا اور ہم چلے آئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 517 تا518)

مسٹر جارج ٹرنر بمعہ اہلیہ لیڈی بارڈون

مورخہ 7/ اپریل 1908ء کو قادیان میں شکاگو کے ایک سیاح مسٹر جارج ٹرنر اپنی لیڈی بارڈون اور ایک سکاچ مین مسٹر بانسر کے ہمراہ قریباً دس بجے قادیان آئے۔ مسجد مبارک کے نیچے دفاتر میں ان کو بٹھایا گیا۔ اور چونکہ انہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کی درخواست کی تھی اس لیے حضرت اقدسؑ بھی وہیں تشریف لے آئے۔ ڈپٹی مجسٹریٹ علی احمد صاحب ایم۔ اے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ترجمان بنے۔ سیاح نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے مسٹر ڈوئی کو کوئی چیلنج دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے۔ ہم نے ڈوئی کو چیلنج دیا تھا۔

اس کے بعد سوال و جواب کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ کچھ دیر بعد امریکن سیاح نے سوال کیا کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے اس کی سچائی کے دلائل کیا ہیں؟ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ **خود آپ کا اتنے دور دراز ممالک سے یہاں اک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ہماری صداقت کی ایک بھاری دلیل ہے کیونکہ ایسے وقت میں جب کہ ہم بالکل گمنامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ یعنی** اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے اور خدا کی مدد ایسی راہوں سے آئے گی کہ وہ لوگوں کے بہت چلنے سے گہرے ہو جائیں گے سیاح نے سوال کیا کہ آپ کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ حضورؑ نے اس کا مفصل جواب دیا۔

اس گفتگو کے بعد ان کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ اس دوران میں انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے پوچھا کہ مرزا صاحب (علیہ السلام) کی وفات کے بعد کیا ہو گا۔ حضرت مفتی صاحبؓ نے یوں جواب دیا کہ آپ کی وفات کے بعد وہ ہو گا جو خدا کو منظور ہو گا اور جو ہمیشہ انبیاء کی موت کے بعد ہوا کرتا ہے۔ کھانے کے بعد یہ لوگ مدرسہ تعلیم الاسلام میں گئے جہاں ایک طالب علم نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائیں جسے سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور رخصت ہو کر بٹالہ چلے گئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 519) (نوٹ: مسٹر جارج ٹرنر اور لیڈی بارڈون کے تفصیلی تعارف کی تلاش جاری ہے)

کلیمنٹ لنڈلے ریگ
(Clement Lindley Wragge)

کلیمنٹ ریگ اپنی اہلیہ اور ایک بچے کے ہم راہ 12/ مئی 1908ء کو لاہور میں مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے گھر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا شرف پایا۔ یہ حضرت اقدس علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے آخری ایام تھے۔ آپ اس ملاقات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ دوبارہ درخواست کر کے 18/ مئی کو پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے بعض سوالات عرض کر کے جوابات سے مستفید ہوئے۔

ان کے بارے تاریخ احمدیت جلد دوم میں درج ہے کہ انگلستان کے ماہر ہیئت دان پروفیسر ریگ ہندوستان کی سیاحت کر رہے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے ان سے ملاقات کی اور حضرت اقدس علیہ السلام کے دعاوی اور دلائل وغیرہ ان کو سنائے جس پر پروفیسر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ چنانچہ 12/ مئی 1908ء کو قبل ظہر ان کو شرف باریابی نصیب ہوا۔ پروفیسر صاحب نے دوران ملاقات حضورؑ سے کئی سوالات کئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 528-529)

محترم کلیمنٹ ریگ صاحب 18/ ستمبر 1852ء میں انگلستان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایک لمبا عرصہ آسٹریلیا میں علم ہیئت کے شعبہ میں خدمات سرانجام دیں اور موسمی پیشگوئیوں کے شعبہ میں آپ نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے کہ انہیں Father of Modern Day Meteorology یعنی جدید موسمیات کا بانی کہا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ آپ کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے۔ اور اب تک مؤقر جرائد میں ان کے بارے میں مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اپنی زندگی میں آپ نے کئی رصد گاہیں (Observatories) پہاڑوں پر تعمیر کیں۔ کلیمنٹ ریگ نے ہی پہلی بار سمندری طوفانوں کے نام رکھنے کی روایت ڈالی۔

ریٹائرمنٹ کے بعد آک لینڈ میں 8-Awanui Street , Birkenhead پر اپنا گھر بنایا اور Wairta Tropical Garden نامی باغ بھی تیار کیا جس میں کئی قسم کے پھلدار درخت لگائے نیز وہاں ادرک اور ہلدی بھی کاشت کرتے تھے۔ آپ نے اپنا ذاتی موسمیات کا ادارہ بھی بنایا جس کا نام Wragge Institute and Museum تھا۔ کلیمنٹ ریگ 10/ دسمبر 1922ء کو ستر سال کی عمر میں نیوزی لینڈ میں وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کے بعد اس ادارہ کا سربراہ آپ کا بیٹا Kismet K Wragge بنا۔ اور اسی نے اپنے والدین کی قبروں پر (جو اکٹھی ایک ہی احاطہ میں ہیں) پر کتبہ لگوایا تھا۔

2006ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان ممالک کے دورہ پر تشریف لائے تو 7 مئی 2006ء کو نیوزی لینڈ کے شہر آک لینڈ میں واقع ان کی قبر پر بھی دعا کے لیے تشریف لے گئے۔ ان کی قبر Pompallier قبرستان کے ایک حصہ Anglican قبرستان کے بلاک B کے پلاٹ نمبر 47 میں ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 13/ مئی 2011ء صفحہ 12 الفضل انٹرنیشنل 30/ جون 2006ء صفحہ 3)

(پروفیسر کلیمنٹ ریگ کے متعلق اسی شمارے میں الگ سے ایک مفصل مضمون شامل اشاعت ہے۔)

الغرض حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پاس آپ کی زندگی میں کئی لوگ مغربی ممالک سے قادیان آئے جن میں سے بعض نے اس نور کو بھی قبول کیا جس کے ساتھ آپؑ مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا قادیان جیسی گم نام بستی میں اُس زمانے میں پہنچنا اپنی ذات میں معجزے سے کم نہیں۔

☆...☆...☆

احمدیت کا مقدمہ

چند تحریکیں...ایک جائزہ

(پروفیسر نصیر احمد حبیب۔ لندن)

سقوطِ بغداد کے بعد اسلامی سلطنت کے مشرقی اور مغربی کناروں نے قیادت کا بیڑہ اٹھایا۔ اسلامی تہذیب کی ترکیب میں کچھ ایسے لافانی جوہر پوشیدہ تھے کہ یہ تہذیب دو خوفناک مرحلوں سے یوں سنبھل کر نکلی کہ کوئی اس امر کا قیاس نہیں کر سکتا تھا، یہ تھے یونانی فلسفہ اور تاتاریوں کی خوفناک یلغار۔ لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی میں اسے ایک بار پھر چیلنج کا سامنا تھا۔ یہ دعوتِ مقابلہ ماضی کی دعوت ہائے مقابلہ سے اس اعتبار سے مختلف تھی کہ ماضی میں یونانیوں کی سیاسی برتری کا طلسم پاش پاش ہو چکا تھا اور تاتاریوں کے پاس کوئی اپنا مربوط نظامِ فکر نہیں تھا۔ لیکن اس بار ایک طرف مغربی اقوام کی سیاسی برتری کا سیلاب تیزی سے اسلامی سلطنتوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا تو دوسری طرف فکری لحاظ سے بھی زمانہ قیامت کی چال چل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ سماجی تبدیلیوں کا عمل اس قدر روز افزوں تھا کہ انسانی تاریخ نے ہزاروں سال سے اس کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ یہ مرحلہ اربابِ فکر کے لیے حد درجہ نازک اور اہم تھا۔ ایک طرف تو انہیں بدلے ہوئے سیاسی حالات سے سمجھوتہ کر کے کوئی نئی راہ نکالنی تھی تو دوسری طرف اس بات کو بھی ثابت کرنا تھا کہ دینی تعلیمات جو کہ عالمگیر ہیں نہ صرف ہر قسم کے ترقی یافتہ سماجی نظام کا ساتھ دینے کے اہل ہیں بلکہ اس کی رہنمائی کے لیے بھی اپنے اندر صلاحیت رکھتی ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اس بات کا تعین کیا جائے کہ اسلام کا اصل پیغام اور اس کی بنیادی روح کیا ہے۔ گذشتہ صدیوں میں اسے ایک مخصوص قسم کے سماجی نظام میں جن پارچوں میں لپیٹ دیا گیا ہے اسے احتیاط سے ان سے الگ کیا جائے کہ نہ تو اس عمل میں اس کی بنیادی روح مسخ ہو جائے اور نہ ہی وہ گرد جو مرورِ ایام سے اس پر پڑ چکی باقی رہے یہ صورتحال کسی ایسی شخصیت کی متقاضی تھی کہ جو بے مثال فکری صلاحیتوں کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ حق الیقین کی اس منزل پر ہو کہ تہذیبِ جدید کی چکا چوند کے سامنے معذرت خواہانہ رویے کی بجائے للکار کر کہہ سکے ''کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیّار ہو گا''

آیئے ہم یہاں جدید دور کی مختلف تحریکیں اس معیار پر پرکھتے ہیں کہ وہ کس حد تک اس دعوت مقابلہ سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

بابی تحریک

سب سے پہلے ہم بابی تحریک کا ایک مختصر جائزہ لیں گے۔ اس تحریک کے بانی جناب علی محمد باب نے ایران میں دعویٰ کیا کہ جس مہدی صاحب الامر کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ میں ہی ہوں۔ وہ اپنی کتاب 'بیان' میں فرماتے ہیں:

''جناب محمد کے مخاطب وحشی اور بدوی لوگ تھے اس لحاظ سے کہ وہ بعثت، معاد، جنت، نار وغیرہ کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ آنحضرت ان کے مفہوم مادی صورتوں میں ان کے سامنے پیش کرتے تھے تا کہ وہ آسانی سے سمجھ سکیں لیکن دورہ بیان میں مخاطب دانا اور متمدن لوگ یعنی ایرانی ہیں اس لیے الفاظ اور اصطلاحاتِ مذکورہ کو دوسری طرز میں بیان کیا گیا اور ان الفاظ کے ایسے معنی مراد لیے گئے جو عقل و فہم سے زیادہ قریب تھے مثلاً قیامت سے مراد ہر زمانے میں شجر حقیقت کا ظہور رہے قیامت کے لیے کوئی مردہ قبروں سے نہیں اٹھے گا بلکہ بعثت یہی ہے کہ اس زمانہ کے پیدا ہونے والے لوگ زندہ ہو جاتے ہیں۔ قیامت کا دن بھی دوسرے دنوں کی مانند ہے۔''

اب ہم یہاں اس بات کا جائزہ لیں گے کہ یہ تحریک اپنی اس تمثیلی تفسیر اور اپنے اس علم الکلام کے انداز کے ساتھ کس حد تک منفرد اور اچھوتا پہلو اپنے اندر رکھتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ تحریک بھی ایران کی اس مخصوص مذہبی فضا سے پوری طرح منسلک ہے جو کہ مختلف فرقوں اور تحریکوں کی آماجگاہ رہی ہے۔

اسماعیلی فرقہ اور بابی تحریک

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسماعیلی باطنی جب کسی شخص کو اپنے حلقے میں شامل کرتے تو اسے 9 مراحل سے گزرنا پڑتا جس کے بعد وہ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا۔ چھٹے مرحلے پر ان تازہ واردان بساط سیاست کو جو تعلیم دی جاتی پروفیسر براؤن اپنی کتاب 'لٹریری ہسٹری آف پرشیا' میں تحریر کرتے ہیں:

''یہاں نووارد کو اسلامی فرائض و عادات کے تمثیلی معنوں سے آگاہ کیا جاتا اور اس بات کی ترغیب دی جاتی کہ ان کی ظاہری بجا آوری کسی اہمیت کی حامل نہیں اور اسے ترک کیا جا سکتا ہے کیونکہ اسے دانا اور اہل دانش شریعت دینے والوں نے صرف وحشی اور جاہل لوگوں کو نظم و ضبط میں رکھنے کے لیے وضع کیا ہے۔''

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات کی مماثلت سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ بابی مذہب کا یہ طرز استدلال اسماعیلی فرقہ سے ماخوذ ہے اور اپنے اندر کوئی ندرت نہیں رکھتا جیسا کہ BAHAULLAH AND THE NEW ERA کے مصنف کا دعویٰ ہے۔

بابیوں کے ہاں قیامت سے مراد مخصوص معنی لیے جاتے ہیں ہمیں اس پر اعتراض نہیں لیکن اس کے حقیقی معنی سے صرف نظر کرنا اور اس کے محض مخصوص معنی پر اصرار کرنا کوئی ایسا عمل نہیں جو ان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس سے قبل بھی فاطمین مصر کے زمانہ میں باطنی داعی اور درزی اس کا استعمال کر چکے ہیں۔ چنانچہ مصر کے ایک فاطمی خلیفہ حاکم کو اس کے بعض پیروؤں نے مجسم خدا سمجھنا شروع کر دیا اس سے درزی شیعوں کی ایک شاخ نکلی۔ چنانچہ ایک باطنی داعی فرغانی نے کرمانی کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اپنے چند عقائد ظاہر کیے مثلاً حاکم مجسم خدا ہے اعمال شریعت کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ جس نے امام کو پہچان لیا وہ مرتبہ انبیاء اولیاء سے بڑھ گیا۔ دنیا کا دور ختم ہو گیا ہے قیامت قائم ہو چکی ہے۔ (تاریخ فاطمین مصر از ڈاکٹر زاہد علی)

اس سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ بابی تحریک اپنے اندر کی اصطلاحات کی تکرار لیے ہوئے ہے جس کا اعادہ اس کی پیشرو تحریکوں میں ہو چکا ہے۔ بغداد میں بنی بویہ اور شام میں ہمدانیوں کے برسرِ اقتدار آ جانے سے جب فرقہ باطنیہ کو فروغ ہوا تو انہوں نے تاویل کو اپنے مذہب کی اساس قرار دیا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ہر ظاہر کا صدور باطن سے ہوتا ہے جس کا وہ مظہر ہوتا ہے۔

امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ فرقۂ باطنیہ کے ذکر میں لکھتے ہیں:

''وحی اور نزولِ ملائکہ سے انکار کرتے ہیں اور وہ ایسی باتوں کو اشارے اور استعارے سمجھتے ہیں جن کو عام لوگ نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک موسیٰ کے اژدہا سے ظاہر قرآن کے موافق اژدہا مراد نہیں بلکہ موسیٰ کی حجت مراد ہے اور بادلوں کا سایہ کرنے سے موسیٰ کا اپنی قوم پر حاکم ہونا مراد ہے۔''

(بحوالہ تاویلاتِ اقبال از علی عباس جلال پوری)

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسماعیلی باطنیوں نے یہ تاویل اور تمثیل کا عمل کیسے اختیار کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بڑی حد تک اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی حالات کی بنا پر تھا۔ چنانچہ ڈی بوئر اپنی کتاب THE HISTORY OF PHILOSOPHY IN ISLAM میں لکھتے ہیں:

''مشرق میں جہاں ہر مذہب ایک سلطنت کی حیثیت موجودہ سلطنت کے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ ہر سیاسی فرقہ ہمیشہ ایک خاص مذہبی فرقہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اس کو پیرو مل سکیں۔''

چنانچہ ایران میں زمانہ قبل از اسلام میں جب مانی اور مزدکی مذاہب کا ظہور ہوا تو زرتشتی پیشواؤں نے سیاسی طاقت کے بل بوتے پر انہیں کچل کر رکھ دیا چنانچہ یہ لوگ زیر زمین چلے گئے اور انہوں نے نہ صرف اپنا خفیہ تبلیغ کا ایک نظام وضع کیا بلکہ فلسفہ سے واقفیت بہم پہنچا کر تاویل کا ایک حیرت انگیز فن بھی ایجاد کر لیا تا کہ عوام کو بہلایا پھسلایا جا سکے۔ چنانچہ جب اسماعیلی باطنیوں نے حصولِ اقتدار کے لیے کشمکش کا آغاز کیا تو انہوں نے یہ تمام اسرار و رموز مانیوں اور مزدکیوں سے سیکھنے شروع کیے۔ اس لحاظ سے بابیوں کی جڑیں نہ صرف اسماعیلیوں، درزیوں تک پھیلی ہوئی ہیں بلکہ زرتشتیوں مزدکیوں اور مانوی مذاہب تک تلاش کی جا سکتی ہیں چنانچہ زرتشتیوں کا یہ تصور کہ ہر ہزار سال کے بعد نیا دَور شروع ہوتا ہے بابیوں کا ایک اساسی عقیدہ ہے۔ اسی لیے اسماعیلہ، قرامطہ، صبّاحیہ، بابکیہ اور فاطمئین کے لٹریچر کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر براؤن اس نتیجہ پر پہنچا:

''یہ غالی شیعہ فرقے جن کے بارے میں ہم نے غور کرنا ہے اور جنہوں نے مقنع (خراسان کا نقاب پوش مدعی نبوت) بابک اور دوسروں کی قیادت میں ایسی شورش بپا کر کے حلول و تجسیم کی اسی روایت کا اعادہ کیا ہے جیسا کہ بعد میں اسماعیلہ، باطنیہ، قرامطہ اور حشیشین نے کیا اور یہ روایت (حلول و تجسیم) ایران میں اس طرح سے رچی بسی ہے کہ ہر وقت کسی مناسب محرک کی موجودگی میں وبا کی صورت اختیار کرنے کو تیار رہتی ہے ہمارے وقت میں یہ بابی تحریک کی صورت میں ایک مرتبہ پھر ظاہر ہوئی ہے۔ ان فرقوں میں مشابہت (جن کی تاریخ پچھلی گیارہ صدیوں میں واضح طور پر تلاش کی جا سکتی ہے) اس قدر نمایاں ہے کہ جزئیات تک پھیلی ہوئی ہے۔''

(پروفیسر براؤن۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا صفحہ 311)

تاویل

اس سے پہلے کہ ہم اس بحث کو مزید آگے بڑھائیں ہم یہاں مختصراً تاویل یا تفسیر کے بارے میں ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ یہ نہایت اہم مسئلہ ہے۔ تاویل کے لغوی معنی کسی بات کے نتیجے کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسا لفظ جو ظاہری مطلب سے ہٹا ہوا ہو۔ قدیم رسوماتی مذاہب میں کوئی شے ایسی نہیں جس کا فلسفہ مخالفت کرے لیکن جب اعلیٰ مذاہب کا ظہور ہوا تو حقیقت ایک متنازعہ فی ذہنی حلقہ بن گئی۔ فلسفہ اور الہام کے لیے زندہ رہو اور زندہ رہنے دو کے اصول پر کاربند رہنا ناممکن ہو گیا۔ بعد ازاں فلسفہ کو اجازت مل گئی کہ وہ انبیاء کے پیغامات کی تشکیل از سرِ نو فلسفیانہ انداز میں کرے۔

سب سے پہلے فیلو یہودی اور نوفلاطونی عیسائی متکلم کلیمنٹ ولی نے فلسفہ اور تورات و انجیل کے نصوص میں توفیق و تطبیق کی کوشش کی۔

فیلو یہودی کی فلسفہ عقل و نقل میں تطبیق کی یہ پہلی کوشش تھی جس نے بعد میں عیسائی اور مسلمان صوفیاء اور حکماء کو بہت متاثر کیا ہے۔ بیشتر محققین کے نزدیک جب نوفلاطونی افکار کی اشاعت دنیائے اسلام میں ہوئی تو مسلمان متکلمین بھی تاویل کو بروئے کار لا کر مذہب اور فلسفہ کے درمیان مفاہمت کرنے لگے۔ جعد بن درہم نے کہا کہ خدا عرش پر متمکن نہیں ہے۔ راسخ العقیدہ علماء نے اس کی سخت مخالفت کی۔ سب سے پہلے اخوان الصفّا نے جو باطنی العقیدہ تھے تاویل آیات کر کے اسلامی شعائر کو از سرِ نَو افلاطونیت کی بنیادوں پر مرتّب کرنے کی کوشش کی۔ اخوان الصفّا کے رسائل سے فلاسفہ، متکلمین اور صوفیاء نے بیش از پیش استفادہ کیا۔ بقول ڈی بوئر امام غزالی نے بھی ان کے نظریات سے استفادہ کیا۔ فلاسفہ میں ابن رشد سے لے کر ملّا ہادی سبزواری تک اور صوفیاء میں منصور حلاج سے لے کر شیخ اکبر نے ان نظریات سے استفادہ کیا۔

(تاویلات اقبال از علی عباس جلالپوری)

مگر ہم یہاں ان محققین سے اختلاف کی جسارت کریں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں تاویل، تفسیر اور تصوف کی روایت تمام کی تمام بیرونی اثرات کا نتیجہ ہے اگرچہ ہم ان کے جزوی اثرات سے انکار نہیں کر سکتے۔ بعض فرقوں کے معاملے میں تو کُلّی اثرات سے بھی انکار ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک تاویل کا تعلق ہے قرآن میں خود اس کی مثال موجود ہے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام سے قیدیوں کا خواب بیان کرنا اور اس کی تعبیر کا واقعہ۔

درحقیقت ہر کلچر ابتدا میں ایک بیج کے مشابہ ہوتا ہے گو اس

میں اس وقت ایک مکمل شجر بننے کے تمام امکانات موجود ہوتے ہیں لیکن اگر اس وقت کوئی مُصِر ہو کہ بیج میں تنا اور شاخیں بھرپور شکل میں دکھاؤ تو یہ ممکن نہیں۔

چنانچہ تاویل کی مثال خود قرآن نے دی ہے اور اس سلسلہ میں ایک درمیانی راہ متقاضی ہے۔ نہ ہی یہ عمل درست ہے کہ باطنیوں کی طرح مخصوص مقاصد ذہن میں رکھ کر ہر نص کی تاویل کی جائے اور نہ ہی اربابِ ظاہر کی طرح تاویل کو یکسر فراموش کر کے خدا کو ایک معین اور محدود ہستی سمجھ لیا جائے جو کہ ایک کرسی پر ایک بشری انداز میں انسانی دنیا سے دور الگ بیٹھی ہے۔ چنانچہ بعد کے دور میں یہ درمیانی راہ کہیں کھو گئی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جن علاقوں میں اسلام پھیلا وہاں پر موجود روایات اور تصورات کے لیے دو راستے تھے یا تو انہیں مسترد کر دیا جاتا یا انہیں قبول کر لیا جاتا۔ لیکن ہوا یہ کہ بقول آئی۔ ایچ۔ قریشی:

’’کسی چیز کو مسترد کرنا شعوری عمل ہے جو کہ جائزہ اور جانچ پرکھ پر مشتمل ہوتا ہے لیکن کسی چیز کو جذب کرنا ہمیشہ شعوری نہیں ہوتا یہ بڑی حد تک تحت الشعوری عمل ہوتا ہے اور نئے تصورات ہمارے عقائد میں بغیر کسی تنقیدی جائزے کے داخل ہو جاتے ہیں۔‘‘ (مسلم کیمونٹی ان انڈو پاکستان)

چنانچہ یہ بیرونی اثرات اس طرح لاشعوری طور پر ہماری روایت میں داخل ہو گئے اور حقیقت خرافات میں کھو گئی۔ تاویل کے ضمن میں یہ بات ضرور تحریر کریں گے کہ الفاظ چراغ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اُن سے معنی اس طرح پھوٹتے ہیں جیسے چراغ کے پاس کھڑے قدموں سے سایہ پھوٹتا ہے۔ اگر ہم چراغ سے آگے نکلتے ہیں تو یہ سایہ مناسب فاصلے تک ہماری رہنمائی کرتا ہے لیکن اگر ہم چراغ سے بہت دور نکل جائیں تو یہ سایہ ہماری رہنمائی کی بجائے لمبا ہوتا ہوا تاریکی میں شامل ہو جائے گا اور ہماری گمراہی کا باعث ہوگا۔ یہی کچھ باطنیوں اور ربانی تاویلوں میں ہوا ہے۔ ان کی تاویلیں اور تفسیریں چراغ سے دور نکل جانے کے باعث محض لفظی گورکھ دھندا بن کر رہ گئی ہیں۔

(ہندوستان) پس منظر

ہندوستان کی اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی کی اصلاحی تحریکوں کا جائزہ لینے سے پیشتر ایک نگاہ واپسیں ڈالنا بے جا نہ ہوگا۔ ہندوستان میں اسلام کا پھیلاؤ بڑی حد تک صوفیاء کا رہینِ منت رہا ہے لیکن جب تصوف کی عجمی روایت کے حامل صوفیاء نے ہندو جوگیوں کو بھی وہی معارف بیان کرتے سنا جو وہ اپنے مرشد سے ایران میں سُن چکے تھے تو انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ روحانی ترقیات کے حصول کے لیے کسی خاص عقیدہ کا حامل ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ وسیع المشربی (HETRODOXTY) کی یہی زیریں لہر تھی جو کہ بالآخر دینِ الٰہی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اس وجہ سے ہم دین الٰہی کو محض اکبر کی ذہنی خرافات نہیں کہہ سکتے۔ قدامت پسند علماء جن کو بیشتر عرصہ دربار کی حمایت بھی حاصل رہی ہمیشہ قدامت پرستی کا مظاہرہ کرتے رہے اور انہوں نے قطع نظر اس بات کے کہ کوئی تحریک اپنے اندر مثبت یا منفی پہلو رکھتی ہے بلا امتیاز اپنا تختہ مشق بنایا۔ چنانچہ انہوں نے مہدوی تحریک پر جو کئی اعتبار سے اپنے اندر مثبت پہلو لیے ہوئے تھی بے دریغ مشک ناز کی۔ ان قدامت پسند علماء نے مقامی روایت اور حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی قسم کی تخلیقی صلاحیت یا اجتہاد کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ رہنمائی کے لیے وسط ایشیا ایران اور عرب کی طرف دیکھتے رہے۔ برصغیر میں انگریزوں کی سیاسی برتری سے ذرا پیشتر اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلنا شروع ہو گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس امر کا احساس کیا اور مختلف اسلامی فرقوں میں یک جہتی اور ہم آہنگی کے فروغ کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے ایک طرف فقہی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی تو دوسری طرف وحدت الشہود اور وحدت الوجود کے جھگڑے کو یہ کہہ کر ختم کیا کہ یہ محض لفظی نزاع ہے۔ حضرت سیّد احمد شہید بریلوی کی تحریک گو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول میں ناکام ہو گئی لیکن اس تحریک نے مسلمانوں میں ہندوؤں سے الگ جداگانہ تشخص قائم کرنے میں عظیم کردار ادا کیا۔

علی گڑھ تحریک

1857ء کے سانحہ کے بعد مسلمانوں کا وہ طبقہ جو کہ قیادت کے منصب پر فائز تھا ذلت و ادبار کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گیا۔ سرسید نے ان تمام واقعات کا مشاہدہ دیدۂ عبرت سے کیا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر مسلمانوں نے اپنے آپ کو بدلتے ہوئے حالات سے ہم آہنگ نہ کیا تو وہ بحیثیت قوم حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیں گے چنانچہ انہوں نے اسلام کو بدلتے ہوئے سماجی تقاضوں اور نئے نئے علمی انکشافات سے ہم آہنگ کرنے کی خاطر کوششوں کا آغاز کیا۔ پہلے پہل تو انہوں نے قرآن کے سیدھے سادھے معنی لینا چاہے لیکن بعد ازاں اسے موزوں نہ پا کر اخوان الصفّا کی طرز پر تمثیلی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا۔ اس جوشِ تطابق میں انہوں نے بالعموم اور ان کے رفقاء نے بالخصوص حدیث، فقہ اور اجماع کو ناقابل اعتبار قرار دے کر نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ سمتھ اپنی کتاب ’’ماڈرن اسلام ان انڈیا‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’یہ سرسید ہیں جنہوں نے قدیم فقہ کو مسترد کر کے اس کے متبادل کوئی نئی فقہ پیش نہیں کی نہ ہی ان کے کسی پیَرو نے ایسا کیا۔ چنانچہ پیشگوئیوں کی حامل مکی دور کی آیات زیادہ سے زیادہ اور قانونی نوعیت کی مدنی دَور کی آیات کم سے کم پیش کی جاتیں۔‘‘
(ماڈرن اسلام اِن انڈیا)

سرسید آگے بڑھے اور مذہب کو تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے معاملے میں ثانوی حیثیت دے دی اور اخلاقیات کو بھی مذہب سے جدا کر دیا۔ ان کے رفقاء ایک قدم اور آگے بڑھے اور اسلامی تعلیمات کے بنیادی ماخذوں کو نذرِ خطِ تنسیخ کر کے یہ کہا کہ قرآنی تعلیمات کا غالب حصہ احکام، اخلاق، تاریخی امور، کہانیوں اور پیش گوئیوں پر مشتمل ہے جن کا نسل انسانی کی اجتماعی، تہذیبی اور سیاسی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔
(بحوالہ سرسید سے اقبال تک مصنف قاضی جاوید)

سرسید اور مولوی چراغ علی اس بات کو نظر انداز کر گئے کہ جن سماجی تقاضوں اور علمی انکشافات کی قربان گاہ پر وہ اپنا سارا ورثہ قربان کرنے پر تُلے ہوئے ہیں وہ کوئی مستقل اور پائیدار سچائیاں اپنے اندر نہیں رکھتے ممکن ہے آنے والے وقت کی گردشیں ان بظاہر پائیدار نظر آنے والی حقیقتوں کو سراب ثابت کر دیں۔ چنانچہ علی گڑھ تحریک کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ نئی نسل اپنی روایات سے بیگانہ ہو گئی۔ وہ ایک طرح سے دو تمدنوں کے درمیان تقسیم ہو کر رہ گئی لہٰذا وہ کسی قسم کی خلاقیت کا کوئی مظاہرہ نہ کر سکی۔ احساس کمتری کا یہ عالم تھا کہ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کے مثالی کردار یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں ’’یہ ہے پادری صاحب کی اعلیٰ اخلاقیات والی کتاب۔‘‘ مذہب کے مابعد الطبیعاتی کردار کو ختم کر کے اور مذہب کو تہذیب و تمدن سے لاتعلق ثابت کر کے وہ بقول ٹائن بی اس بات کو نظر انداز کر گئے:

’’جب کبھی بھی لوگوں نے اپنے مذہب پر اعتقاد کھو دیا تو ان کی تہذیب سماجی تشتت و افتراق کا شکار ہو کر رہ گئی۔‘‘
(CHOOSE LIFE Page 288)

ردِّ عمل

اس کے برعکس علماء کا ایک ایسا طبقہ بھی تھا کہ جس نے اقتضائے وقت کا کچھ احساس نہیں کیا۔ اس طبقے کی نمائندگی دارالعلوم دیوبند، مولانا شبلی اور ان کے رفقاء کر رہے تھے۔ دیوبند کے لوگ تو دنیا سے یکسر الگ ہو کر بیٹھ رہے اور آزمائشوں سے محفوظ رہے۔ ان کے برعکس جو لوگ اپنی قدیم ڈگر کے ساتھ کارزارِ حیات میں شریک ہوئے ان کے قول و فعل میں ایک عظیم تضاد پیدا ہو گیا۔ بقول پروفیسر اکرام ’’خواب تو ہندوستان میں حکومت الٰہیہ‘‘ قائم کرنے کے دیکھتے اور عملی استعداد کا یہ عالم ہوتا کہ کاغذ کی کمیابی کے زمانے میں 50 صفحہ کا ایک رسالہ جاری نہ رہ سکتا۔

ان تحریکوں کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان تحریکوں میں سے کوئی تحریک بھی ایسی صفت اپنے اندر نہیں رکھتی تھی کہ مسلمانوں کے تمام طبقوں میں مقبول ہو سکے اور ان کے درد کا درماں اپنے اندر رکھتی ہو۔ ان میں سے ہر ایک تحریک سماجی تبدیلیوں کی کسی خاص چیز پر ظاہر ہوئی اور کسی مخصوص طبقے کی مقتضیات کی تشفی کر کے نقش بر آب ہو گئی۔

ہم جب اس امر پر غور کرتے ہیں کہ یہ تحریکیں آخر کس وجہ سے کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکیں تو سید سلیمان ندوی کی کتاب ’’خطبات مدارس‘‘ کا یہ اقتباس ہمارے دامن گیر ہوتا ہے:

’’ہم اوائل فروری 1924ء میں حجاز و مصر سے سے واپس آ رہے تھے۔ اتفاق سے مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور بھی اس پر واپس ہو رہے تھے۔ ان سے سوال کیا کہ برہمو سماج کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟ حالانکہ اس کے اصول بہت منصفانہ، صلح کل کے تھے۔ اس میں عقل اور منطق کے خلاف کوئی چیز نہیں تھی ... فلسفی شاعر نے جواب میں... نکتہ بیان کیا... کہ یہ اس لیے ناکامیاب ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت نہ تھی جو ہماری توجہ کا مرکز بنتی اور ہماری نیکوکاری کا نمونہ بنتی۔‘‘

یہی وجہ اسلامی دنیا کی جدید اصلاحی تحریکوں کی ناکامی کا سبب بنی۔ کسی تحریک کے قائد یا رہنما جو کہ روحانی تجربے کی لذت سے ناآشنا تھے طبائع میں وہ انقلاب آفریں ایمان پیدا نہ کر سکے جو کہ کشمکشِ حیات میں ان کا چراغ راہ اور اصل سرمایۂ حیات بنتا۔ ایک مابعد الطبعیاتی ایمان قوم اور تہذیبوں کی زندگی میں ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے کہ جس کے بغیر کوئی قوم کوئی تہذیب کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی بلکہ اب تو یہ انسانیت کی نجات کے لیے بھی اس قدر ناگزیر ہے کہ مشہور مؤرخ ٹائن بی دنیا کی 26 تہذیبوں کے مطالعے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا:

’’تہذیب کی کشتی تاریخ کے سمندر میں پانچ یا چھ ہزار سال کا فاصلہ طے کر آئی ہے اب وہ چٹانوں کی طرف بڑھ رہی ہے جن سے چکر کھا کر نکل جانا کشتی چلانے والے کے بس میں نہیں۔‘‘
(ٹائن بی مطالعہ تاریخ تلخیص سومرویل۔ ترجمہ غلام رسول مہر)

تو ضرورت کسی ایسے مردِ حق کی تھی جس کی زندگی سیرتِ محمدیہ کا کامل نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس امر پر بھی شاہد ہو کہ

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

ایک طرف وہ دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت ثابت کر دے تو دوسری طرف مذہب کے مابعد الطبعیاتی کردار پر پڑنے والے شکوک وشبہات کی پرچھائیوں کو یہ کہہ کر فنا کر سکے کہ ’’آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔‘‘

چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک طرف تو دین حق کی حقانیت دلائل و براہین سے ثابت کی تو دوسری طرف خدائی تائید و نصرت سے ایسے نشانات ظاہر کیے کہ لوگوں کا ایک زندہ خدا پر ایمان قوی ہو گیا۔ آپ نے اسی قرآنی تعلیمات کی شمع فروزاں میں (جس سے دور نکل جانے کے باعث بابیوں کی تفسیریں لفظی گورکھ دھندہ بن گئیں) ایک جہانِ معنی پوشیدہ دیکھا۔

آپ نے اسی قرآن میں ہر زمانے کے لیے حیات آفرین روشنی پائی جو کہ فقدانِ نیر الہام کے باعث عقلی تحریکوں کے رہنما نہ پا سکے۔ آپ نے قرآن کی روح کو مجروح کیے بغیر ایسی تفاسیر کیں کہ دل قرآن کی صداقت اور آپ کی بصیرت پر عش عش کر اٹھے اور جب تفسیر حرف یَنۡسِلُوۡنَ پر انگلی رکھی تو روحیں جھوم کے پکار اٹھیں

’’تم مسیحا بنو خدا کے لیے‘‘

اس دور کا منظر یوں لگتا ہے جیسے چراغ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی سرگرم ستیز ہو اور ذہن شکوک وشبہات میں اس طرح پراگندہ و پریشان ہوں جیسے تیز آندھی میں بکھرتے ہوئے پتے ہر کھڑکی ہر دریچہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس طرح کہ جیسے سامنے کوئی پل صراط ہے اسے پار کرنا ہو اور کوئی اسے پار کرنے کی جرأت دل میں نہ پاتا ہو۔ کسی نے اسے پار کرنے سے انکار کر دیا ہو اور کسی نے پار کرتے ہوئے کبھی قرآن کو چھوڑا ہو اور کبھی سنت کو، کبھی حدیث کو ترک کیا ہو کبھی اجماع کو۔ اچانک جب یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وقت اپنے بے رحم ہاتھوں سے اس امت کی تقدیر کا فیصلہ لکھ دے گا۔ قادیان کے گمنام گوشے سے ایک شخص باہر نکلا اور پکار کر کہا سنو! قرآن کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہوگا اور وہ آگے بڑھا اس پل کو اس طرح پار کیا کہ نہ قرآن کو ہاتھ سے چھوڑا نہ حدیث کو۔ نہ سنت کو ترک کیا نہ اجماع کو اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات باجود کی مرکزیت پر کوئی زد آنے دی۔ وہ اپنے کارواں کو لے کر یوں پار نکلا کہ تاریکیاں سمٹ سمٹ کر راستہ دینے لگیں اور نگاہوں کے سامنے صراطِ مستقیم روشن ہو گئی۔ ذہنوں کے افق وسیع ہوئے اور بے یقینی کی اس کڑی دھوپ میں تحریک احمدیت ایسے شجرِ سایہ دار کی صورت اختیار کر گئی جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان میں ہوں جو کہ اپنی وسعتوں میں نہ صرف ایک امت کو بلکہ پوری انسانیت کو سمیٹ لینے کے امکانات رکھتی ہو اور ان کے درد کا درماں اپنے اندر رکھتی ہو۔

اس بام سے نکلے گا تیرے حُسن کا خورشید
اس کُنج سے پھوٹے گی کرن رنگِ حنا کی
اس در سے بہے گا تیری رفتار کا سیماب
اس راہ پہ پھولے گی شفق تیری قبا کی

(بشکریہ ماہنامہ انصار اللہ۔ اپریل 1991ء)

☆...☆...☆

سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

''اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں''

(امۃ الباری ناصر)

دنیا کی کسی بھی زندہ زبان کو مثال بنا کر جائزہ لیا جائے تو اس میں ارتقائی عمل جاری و ساری نظر آئے گا۔ رواں دواں وقت کے ساتھ قدیم وجدید کی تقسیم جاری رہتی ہے۔ ہمیشہ کچھ الفاظ، محاورے اور طرزِ بیان پرانے اور متروک ہوتے رہتے ہیں۔ تغیر زمانی کے ساتھ تغیر مکانی سے بھی زبان میں مختلف تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ زبانوں کے نقطۂ عروج اور معیار کے بارے میں بھی آراء مختلف ہوتی ہیں کوئی قدیم انداز کو معیاری خیال کرتا ہے کوئی جدت پسند ہوتا ہے۔ اسی طرح زبانوں کے مستقبل بھی موضوعِ گفتگو بنتے رہتے ہیں۔ دراصل ہر علم تمام و کمال، اللہ تعالیٰ کو ہے وہ مالک جسے چاہے جس قدر عنایت فرما دے۔ اردو زبان کی خوش قسمتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے الہامی زبان بنایا اور اپنے فضل واحسان سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جناب سے اس درویش زبان پر قدرت عطا فرمائی ہے اور اس زبان کا نقطۂ عروج اور مستقبل دونوں آپ کی ذات سے وابستہ کر دیے۔

اردو کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر میں صوفیاء عظام اور علمائے کرام نے اسے ذریعۂ اظہار بنایا اور قرآن پاک کے تراجم سے لے کر اصلاحی ملفوظات ومنظومات کے ضخیم ذخائر اردو زبان کے قابلِ فخر سرمایے میں شامل کر دیے۔ بابائے اردو مولوی عبد الحق صاحب نے اپنی تصنیف ''قاموس الکتب'' میں اردو میں شائع ہونے والی مذہبی کتب کی ایک طویل فہرست شائع کی ہے۔ یہ ایک طرح سے اردو زبان کی خدمت دین کی اہلیت حاصل کرنے کی تیاریاں تھیں۔ سنجیدہ مذہبی موضوعات نے اسے صاحبان علم کی پسندیدہ زبان بنا دیا۔ فارسی، عربی اور ہندی کی آمیزش سے کرّہ زمین کے ایک بہت بڑے حصے پر رہنے والوں کے لیے یہ زبان اپنائیت رکھتی ہے۔ اپنی اس حیثیت پر نازاں ہو کر اسے بھی زبان مل گئی۔ اس کی ترجمانی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک روح پرور بیان پڑھیے

''... خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ (الجمعة:4) اور نیز حسب منطوق آیت قُلۡ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (الاعراف:159) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل وجان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجّت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوشِ مذاہب واجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ ءجمیع مِلَل ونِحَل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 262 تا 263)

اللہ تعالیٰ نے دَورِ آخرین میں آنحضرت ﷺ کے بروز کو سلطان القلم قرار دیا اور اردو کو اس بادشاہ کے اسلحہ خانے کا ہتھیار بنا دیا۔ آپ کے قلم کو 'ذوالفقار علی' قرار دیا اور اشاعت وحمایتِ دین کے دلائل و براہین کی آسمانی بارش کے ساتھ زبردست قوتِ بیان عطا فرمائی۔ معرفت وعرفانِ الٰہی کے پُر شوکت بیان سے معطّر آپ کی تصانیف، نثر و نظم، نے اردو زبان کو اہمیت، افادیت اور عظمت عطا فرمائی۔ اردو زبان کا نصیب جاگا اور یہ قرآنی پیشگوئی وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ (التکویر) کی تکمیل میں کام آئی۔ اور الٰہی وعدہ لِیُظۡھِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ کے موافق تمام مذاہب سے دلائل کی جنگ میں نہ صرف پوری اُتری بلکہ فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑ دیے۔

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا کہ سیف (تلوار) کا کام قلم سے لیا جاوے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جاوے۔ اس لئے اب کسی کو شایاں نہیں کہ قلم کا جواب تلوار سے دینے کی کوشش کرے۔

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اسوقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو۔ سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اُس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اُتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھاؤں....۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 50 تا 51، ایڈیشن 2016ء)

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

اس سلطان القلم نے براہین احمدیہ سے پیغام صلح تک تقریباً 90/ کتب جو دس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں (ان میں قریباً 22/ عربی زبان میں ہیں) اپنے معجز نما قلم سے تحریر فرمائیں۔ 20/ ہزار سے زائد اشتہارات مشتہر فرمائے نوے ہزار سے زائد مکتوبات تحریر فرمائے عربی، اردو اور فارسی میں گراں قدر منظوم کلام کے الٰہی چشمے اچھال دیے اور اس شاہانہ انداز میں گویا کہ مالک الملک آپ کے ہاتھ سے خود لکھوا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''... میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اردو یا فارسی دو حصہ پر مشتمل ہوتی ہے (۱) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہے اور میں اس کو لکھتا جاتا ہوں اور گو اُس تحریر میں مجھے کوئی مشقّت اُٹھانی نہیں پڑتی مگر دراصل وہ سلسلہ میری دماغی طاقت سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا یعنی الفاظ اور معانی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمہ فطرت خواص انسانی ہے کسی قدر مشقت اُٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر اُن مضامین کو مَیں لکھ سکتا۔ واللہ اعلم۔ (۲) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح رُوح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے زبان پر جاری کرتا ہے اور اس وقت مَیں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔ ... مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی عادت اللہ میرے ساتھ ہے اور یہ نشانوں کی قسم میں سے ایک نشان ہے جو مجھے دیا گیا ہے جو مختلف پیرایوں میں امور غیبیہ میرے پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 434 تا 435)

آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا:

''در کلامِ تو چیزے است کہ شعراء را در آں دخلے نیست۔

کَلَامٌ اُفۡصِحَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ رَبٍّ کَرِیۡمٍ '' (تذکرہ صفحہ 508)

ترجمہ: ''تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 106)

جس مقدس وجود نے اللہ تعالیٰ سے تعلیم پائی ہو اُس کی وجاہت وبلاغت کا قلم کی جادوگری اور اسلوب وبیان کی خوبیاں بیان کرنا آسان کام نہیں۔ یہ آسمانی سلسلے ہیں۔ کلمات قدسیہ ہیں۔ جن کی سمجھ بھی خدا کے فضل واحسان سے عطا ہوتی ہے۔



تبرکات: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوات

اس انوکھی جادوگری کا اقرار اگر اغیار کی طرف سے ہو تو زیادہ جاذبِ توجہ ہوتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا اخبار وکیل امرتسر میں پیش کیا ہوا اخراجِ تحسین ملاحظہ ہو۔

''وہ شخص بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا، جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا... دنیا سے اُٹھ گیا... ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ وہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیات کہ وہ اسلامک مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر ومنزلت آج جب کہ وہ اپنا فرض پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے''

(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ بدر 18/ جون 1908ء)

کرزن گزٹ دہلی میں شائع ہونے والی اس کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی کی 1908ء کی درج ذیل تحریر آج بھی زندہ ہے

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان

ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا... **اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں... اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے‘‘**

(اخبار ’’کرزن گزٹ‘‘ دہلی یکم جون 1908ء)

مستقبل کی زبان

اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو یہ اعزاز بھی عطا فرمایا کہ اسے الہامی زبان بنا دیا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر عربی کے بعد سب سے زیادہ الہام اردو میں ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

’’چونکہ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عربی کے بعد اردو میں الہام زیادہ کثرت سے ہوا میں سمجھتا ہوں کہ اس کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ زبان ہندوستان کی اردو ہو گی اور دوسری کوئی زبان اس کے مقابل پر ٹھہر نہ سکے گی۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 444)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرز تحریر بالکل جداگانہ ہے۔ اس کے اندر اتنی روانی، زور اور سلاست پائی جاتی ہے کہ وہ باوجود سادہ الفاظ کے باوجود اس کے کہ وہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے جس سے عام طور پر دنیا ناواقف نہیں ہوتی اور باوجود اس کے کہ انبیاء کا کلام مبالغہ، جھوٹ اور نمائشی آرائش سے خالی ہوتا ہے اس کے اندر ایک ایسا جذب اور کشش پائی جاتی ہے کہ جوں جوں انسان اسے پڑھتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے الفاظ سے بجلی کی تاریں نکل نکل کر جسم کے گرد لپٹتی جا رہی ہیں۔ اور جس طرح جب ایک زمیندار گھاس والی زمین پر ہل چلانے کے بعد سہاگہ پھیرتا ہے تو سہاگہ کے ارد گرد گھاس لپٹتا جاتا ہے اسی طرح معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر انسانوں کے قلوب کو اپنے ساتھ لپیٹتی جا رہی ہے۔ اور یہ انتہاء درجہ کی ناشکری اور بے قدری ہو گی اگر ہم اس عظیم الشان طرزِ تحریر کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے طرز کو اس کے مطابق نہ بنائیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ جولائی 1931ء مطبوعہ خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 217)

جماعت احمدیہ پر یہ خاص فضل خداوندی ہے کہ آپ کی تحریرات کے خزانہ کی وارث ہے۔ ان تحریروں سے وابستگی خدا تعالیٰ سے وابستگی کی ضامن ہے۔ اسی مقصد سے ہمارے خلفائے کرام بھی ہمیں اس عظیم الشان لٹریچر سے افادہ کی برکات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں اور اردو زبان سیکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

’’میں آپ کو ایک نصیحت تو یہ کروں گا کہ اردو کو نئی زندگی دو اور ایک نیا لباس پہنا دو آپ لوگوں کو چاہیے کہ ہمیشہ اسی زبان میں گفتگو کیا کریں.... اور اسے اتنا رائج کر دیا جائے کہ آہستہ آہستہ یہ ہماری مادری زبان بن جائے... میرے نزدیک اردو زبان کو ہی ہمیں اپنی زبان بنا لینا چاہیے اور اسے رواج دینا چاہیے۔‘‘

(الفضل 12/ اگست 1960ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے درج ذیل ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کا انداز تحریر ہی اردو کا نقطہ عروج اور مستقبل ہے۔

’’حضرت مسیح موعودؑ نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ اردو میں شامل ہو کر رہیں گے کیونکہ اب اردو کے حامل احمدی ہوں گے یا یہ کہ اردو کے حامل احمدی ہو جائیں گے... زمانہ خود اردو زبان کو اس طرف لے جا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو الفاظ استعمال کئے وہ اردو کے سمجھے جائیں گے... ان کی اردو نمونہ کے طور پر ہے اور وہی اردو دنیا میں قائم رہے گی۔‘‘ (الفضل 7/ اگست 1933ء)

’’پس میں اپنی جماعت کے مضمون نگاروں اور مصنفوں سے کہتا ہوں کسی کی فتح کی علامت یہ ہے کہ اس کا نقش دنیا میں قائم ہو جائے۔ پس جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش قائم کرنا جماعت کے ذمے ہے، آپ کے اخلاق کو قائم کرنا اس کے ذمے ہے، آپ کے دلائل کر قائم رکھنا ہمارے ذمے ہے، آپ کی قوتِ قدسیہ اور قوتِ اعجاز کو قائم کرنا جماعت کے ذمے ہے، آپ کے نظام کو قائم کرنا جماعت کے ذمے ہے وہاں آپ کی طرزِ تحریر کو قائم رکھنا بھی جماعت کے ذمے ہے۔ اور یہ مصنفوں اور مضمون نگاروں کا کام ہے... چاہیے کہ ہماری تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رنگ میں رنگین ہوں‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ جولائی 1931ء مطبوعہ خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 218)

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر اپنے اندر ایسا جذب رکھتی ہے کہ اس کی نقل کرنے والے کی تحریر میں بھی بہت زیادہ زور اور کشش پیدا ہو جاتی ہے... اگر ہمارا طرزِ تحریر وہی ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے تو پھر دیکھو کتنا اثر ہوتا ہے دلائل بھی بیشک اثر کرتے ہیں مگر سوز اور درد اس سے بہت زیادہ اثر کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں دلائل کے ساتھ ساتھ درد اور سوز پایا جاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا پانی ہے جس میں ہلکی سی شیرینی ملی ہوئی ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ جولائی 1931ء مطبوعہ خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 219)

حضرت اقدسؑ کا اسلوبِ بیان حاصل کرنے کا طریق

جماعت کے صاحبانِ قلم کو ایک اعلیٰ اور ارفع مقصد دینے کے ساتھ آپ نے اس کے حصول کا طریق بھی بتایا کہ زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریرات کا مطالعہ کیا جائے۔ آپؓ کے طرز تحریر کو اپنانے کی شعوری کوشش کی جائے تا کہ جماعت کے قلمکاروں کا ایک منفرد رنگ ہو جو دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنو سے ہٹ کر دبستانِ قادیان کا اسلوب رکھتا ہو۔ آپ نے اس کے لیے جدوجہد کی اور اپنی تصنیفات سے پہلے حضرت اقدسؑ کی تحریروں کا بغور مطالعہ کیا حتی کہ یہ ارادی کوشش فطرت ثانیہ بن گئی اور آپ کے معجز رقم قلم نے حضرت اقدسؑ کی خوبو کو منعکس کیا۔

میں نے یوں ڈوب کے تحریریں پڑھی ہیں اس کی
مجھ میں رچ بس گئی اس ماہ لقا کی خوشبو

صرف ونحو کے مروج اصولوں سے ماورا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’صرف اور نحو ایک ایسا علم ہے جس کو ہمیشہ اہل زبان کے محاورات اور بول چال کے تابع کرنا چاہئے اور اہل زبان کی مخالفانہ شہادت ایک دم میں نحو وصرف کے بناوٹی قاعدہ کو رد کر دیتی ہے۔ ہمارے پر اللہ اور رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف ونحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیدیں کہ باوجودیکہ ہم پر کافی اور کامل طور پر کسی آیت کے معنے کھل جائیں اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف یا نحو کو ترک نہ کریں اس بدعت کے الزام کی ہمیں حاجت کیا ہے۔ کیا ہمارے لئے کافی نہیں کہ اللہ اور رسول اور صحابہ کرام ایک صحیح معنے ہم کو بتلاویں۔ نحو اور صرف کے قواعد اطراد بعد الوقوع ہے‘‘

(الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 183)

حضرت اقدس علیہ السلام کی نثر اور نظم پڑھنے کا ذوق رکھنے والے آپ کے منفرد انداز کا اپنے اپنے رنگ میں حسبِ استطاعت اثر لیتے ہیں۔ آپ کے الفاظ، تراکیب، محاوروں، جملوں کا دروبست، چستی، نکھار اور روانی کا حسن بیان کرنے کے لیے اردو ادب کو نئی تراکیب تراشنی ہوں گی حضرت اقدسؑ کی اردو زبان پر ایک فاتح سلطان کی طرح حاکمانہ گرفت مبہوت کر دیتی ہے۔ آپ نے اردو زبان کو اسلام کی خاطر جہاد میں ہتھیار کے طور پر استعمال فرمایا بلحاظ زبان و بیان اس کی استعداد میں ہر جہت سے بہتر اضافے فرمائے۔ اس سلطنت کو جس حال میں پایا تھا اس سے بہت بہتر اور بلند و بالا شان عطا فرما کے ترقی کرتے رہنے کے اسلوب سکھائے۔

آپؑ نے اردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ شامل فرمائے۔ جس سے اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں کثیر اضافہ ہوا۔ ایک ترقی کرنے والی زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ جذب کرنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ آپ کی تحریروں میں فارسی، عربی، سنسکرت اور انگریزی کے الفاظ جملوں میں اس روانی سے آتے ہیں گویا نگینوں کی طرح جڑے ہوں۔ آپ کی تحریر کو سمجھنے کے لیے صرف اردو ڈکشنری ہی نہیں عربی اور فارسی کی ڈکشنری بھی کھولنی پڑتی ہے۔

مستجاب الدعوات، مجمع الدیار، اجتباء، اصطفاء، انفکاک، انفاخ، انفاق فی سبیل اللہ، خلیع الرسن وغیرہ کے لیے عربی لغت۔

روبخدا، منبت، مرایا، تدارس، سائغ، اطراء، فارسی لغت میں ملیں گے۔

اندھکار، مکتی، کڑاڑا، چنگے بھلے، تیا گنا، ہندی کے الفاظ ہیں۔

سیاپا، ھرکا، جندرے، کوٹھا، وغیرہ پنجابی سے۔

مورکھ سنسکرت سے۔

اور کانشنس، اپیل، ڈوئل وغیرہ انگریزی سے آئے ہیں۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔

واحد کی جمع اور جمع الجمع بنانے میں اردو عربی اور فارسی تینوں زبان کے جمع بنانے کے اصول شامل ہیں۔ چند مثالیں دیکھیے۔

دواہیر۔ ابیات۔ بیتوں۔ دخانات۔ تدلیات۔ افترات۔ الاذیب۔ تعالیم۔ علماآں۔ جورواں۔ ضرورات۔ گواہیئیں۔ مقادیر۔ نزاعیں۔ شرّوں۔ بسائط۔

تراکیب و محاورات کا انداز بھی منفرد ہے۔ مفہوم سے مطابقت کے لیے انداز بدل کے استعمال فرمانا آپ کا اپنا اسلوب ہے۔ رائے لگانا، رائے ملنا، رائے حاصل کرنا، دعوت کرنا، روگردان کیا، تعلیم کیا، فراری کر دیا، انتظار لگنا، لرزہ پڑنا، پرتو کیا، ناک دیا، عیب جو، عیب چین، عیب گیر۔ تہمت تراشنا، تہمت باندھنا، تہمت لگانا مفہوم کے باریک فرق کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔

اردو میں جب دو لفظ اکٹھے لکھے جائیں تو فعل بعد والے لفظ کے مطابق آتا ہے مثلاً ’دن رات‘ میں رات کے مطابق اور ’شب وروز‘ میں روز کے مطابق ہوتا ہے جبکہ حضرت سلطان القلم کے استعمال میں تنوع ہے مثلاً

’’دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 326)

’’دوسرے درجہ کی نسبت اس مرتبہ میں قوتِ ایمانی اور تعلق بھی خدا تعالیٰ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 231)

’’اُس وقت آپ کی دن رات خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و بُکا اور طلب استعانت اور دعا میں گزرتی تھی۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 423، ایڈیشن 1988ء)

حضرت اقدسؑ کے کلام میں مذکر ومؤنث کے استعمالات بھی آپ کا اپنا انداز لیے ہوئے ہیں۔ اس جائزے کی طرف ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی تھی۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں قدرے تفصیل سے اس پہلو کو مدِنظر رکھ کر روحانی خزائن کا جائزہ لیا تو قلم کے فرمانروا کا انداز یہاں بھی منفرد نظر آیا۔

اسماء کے مذکر یا مؤنث استعمال کی سند کے طور پر اساتذہ کے کلام سے مثالیں دی جاتی ہیں۔ مگر سلطان القلم کا اپنا انداز ہے۔ چند مثالیں پیش ہیں۔

☆... تکرار

لفظ ’تکرار‘ آپ نے مذکر مونث دونوں طرح استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً

’’ایک اور جگہ بھی قرآن شریف میں یہ آیت آئی ہے اور جس قدر تکرار اس آیت کا قرآن شریف میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کسی آیت میں اس قدر تکرار نہیں پایا جاتا‘‘

(براہین احمدیہ حصہ جہارم، روحانی خرائن جلد 1 صفحہ 414 حاشیہ نمبر 11)

’’ان الہامات کی ترتیب بوجہ بار بار کی تکرار کے مختلف ہے کیونکہ یہ فقرے وحیٔ الٰہی کے کبھی کسی ترتیب سے کبھی کسی ترتیب سے مجھ پر نازل ہوئے ہیں...‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 72 حاشیہ)

☆... فکر

لفظ ’فکر‘ دونوں طرح موجود ہے

’’سیٹھ صاحب موصوف اول درجہ کے مخلصین میں سے ہیں اس لئے ان کی بیماری کی وجہ سے بڑا فکر اور بڑا تردد ہوا...‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 338)

’’نااہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگارنگ کے بہتان ان کے حق میں باندھتے ہیں اور ان کے نابود کرنے کی فکر میں گلے رہتے ہیں‘‘ (پرانی تحریریں، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 315)

☆... قلم

لفظ ’قلم‘ آپ نے زیادہ تر مونث استعمال فرمایا ہے

’’...ان کے اجرام میں خدا کی طاقت ایسے طور پر پیوست ہو رہی ہے کہ جیسے قلم کے ساتھ ہاتھ ملا ہوا ہے اگرچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قلم لکھتی ہے مگر قلم نہیں لکھتی بلکہ ہاتھ لکھتا ہے‘‘ (نسیمِ دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 423)

☆... جنگ

لفظ جنگ بھی دونوں طرح آتا ہے

’’...ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ نے جبراً دین کو پھیلانے کے لئے کوئی جنگ نہیں کیا بلکہ کافروں کے بہت سے حملوں پر ایک زمانہ دراز تک صبر کر کے آخر نہایت مجبوری سے محض دفاعی طور پر جنگ شروع کیا گیا تھا...‘‘ (چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 396 تا 397)

......باقی صفحہ 26 پر......

بقیہ: اعجاز المسیح......از صفحہ نمبر 76

کہ پیر مہر علی شاہ نے جو الزامات حضور علیہ السلام پر لگائے انہی الزامات کی زد میں خود آ گیا۔ گویا اپنے ہی خون میں رنگا گیا۔ اس ساری سرگزشت کو حضور علیہ السلام صرف دو الفاظ میں (تَشَحَّطَ بِدَمِهِ) کنایۃً بیان فرمایا۔

علم المعانی

علم بلاغت کی دوسری شاخ علم المعانی کہلاتی ہے۔ اس شاخ کو عبدالقاہر جرجانی ''نظریۃ النظم'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔علم المعانی میں کلمہ اور اس کے معانی ومدلولات پر بحث ہوتی ہے۔علم المعانی کے ذریعہ لفظ اور اس کے مرادی معنی کی ادائیگی میں غلطی سے بچا جاسکتا ہے۔ اس میں دوسرا اساسی نوعیت کا مبحث تنافر حروف اور تنافر کلمات پر بھی بحث ہوتی ہے۔علم دلالت الفاظ اس علم (علم المعانی) کی ایک مرکزی شاخ ہے۔علم الدلالۃ ایک نئی اصطلاح ہے۔جس کو فرانسیسی زبان میں Semantique یا انگریزی زبان میں Semantics کہتے ہیں۔

یہ اصطلاح ایک فرانسیسی ماہر لسانیات Bréal (بریال) نے 1897ء میں استعمال کی۔ آجکل دنیا میں اس علم سے مراد ایک ایسا علم ہے جس میں معین طور پر الفاظ اور اس کے مدلولات کی ہیئت اور ان کی تمام تر جزئیات کا مطالعہ ہو۔

لغوی دلالت کی اقسام

علماء نے دلالت لغوی کی مختلف اقسام بیان کی ہیں جن میں اساسی اہمیت کی حامل یہ ہیں۔ دلالت صوتی، دلالت صرفی، دلالت اَساسی اور دلالت اِضافی۔

☆...دلالت صوتی

دلالت صوتی سے مراد وہ دلالت ہے جو بعض حروف کی قدرتی صوت سے تعلق رکھتی ہے۔مثلاً خضم اور قضم

خضم کا مطلب ہے کوئی تر چیز کھانا جیسا کہ تربوز یا ککڑی یا اسی جیسی اور اشیاء، اور قضم کا فعل کسی سخت اور خشک چیز کے کھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔مثلاً قضمت الدابۃ شعیرھا کہ جانور نے خشک چارہ کھایا۔ ان دو الفاظ (خضم اور قضم) میں صرف ایک حرف (خ/ق) کا اختلاف ہے جس سے معنیٰ میں نہ صرف فرق آ گیا بلکہ معنیٰ ایک لحاظ سے الٹ ہوگیا۔ اس طرح کی دلالت جو کہ صوت کے بدلنے سے ہو، کو دلالت صوتی کہتے ہیں۔

☆...دلالت صرفی

دلالت صرفی وہ دلالت ہے جو کہ لفظ کے اندر ہونے والی صرفی تبدیلیوں (صیغوں اور اوزان) کی وجہ سے ظہور میں آئے۔ مثلاً فعّال اور استفعل کے صیغے کلمہ کے بنیادی جذر سے زیادہ وسیع معانی رکھتے ہیں۔ اول الذکر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور اس میں پیدا ہونے والا معنیٰ جذر الکلمہ سے زائد فائدہ دے رہا ہے۔ اور ثانی الذکر باب استفعال سے ہے جو کہ طلب پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے استغفر اس نے بخشش طلب کی مگر یہ معنیٰ بنیادی جذر غفر میں نہیں۔

☆...دلالت معجمی

اس سے مراد وہ دلالت ہے جو کہ معجم یا لغت میں مستعمل ہو جس کا استعمال کثرت سے عرب محاورہ میں موجود ہو۔ اس دلالت کو الدلالۃ الاجتماعیۃ یا دلالت اساسی بھی کہتے ہیں۔

☆...دلالت اضافی

اس طرز کی دلالت کو دلالت عرضی یا دلالت تضمینی بھی کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد وہ معنیٰ یا دلالت ہے جو کہ کسی لفظ کے اساسی معنوں کے علاوہ کسی اور اضافی معنیٰ پر بھی اطلاع دے۔مثلاً اگر کسی شخص کو عربی زبان میں ''اسد'' کہا جائے تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ شخص شیر کی مانند بہادر یا شجاع ہے۔ اس کلمہ کی اساسی دلالت تو ایک معروف جانور کی ہے مگر اس کی اضافی دلالت شجاعت و بہادری کی ہے۔

اعجاز المسیح میں دلالت صوتی کی نظائر

حضور علیہ السلام اپنی تصنیف منیف اعجاز المسیح میں فرماتے ہیں:

''ونشرِ الصلاح والخیر واجاحۃ الطلاح والضیر''
(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 135)

یعنی (انبیاء باقی سب لوگوں سے) خیر وصلاح اور نیکیوں کی تلقین میں اور ظلم وفساد کو جڑھ سے ختم کرنے (میں تفوق حاصل کرتے ہیں)

یہاں اس جملہ میں چار الفاظ قابل غور ہیں۔ الصلاح، الخیر، الطلاح اور الضیر۔ اس ایک چھوٹے سے جملہ میں دلالت صوتی اپنی کمال خوبصورتی سے نظر آ رہی ہے۔ الفاظ الصلاح اور الطلاح میں فاء الفعل کا اختلاف ہے باقی حروف مشترک ہیں مگر یہ دونوں الفاظ معنی میں قریباً متضاد ہیں۔ اسی طرح الخیر اور الضیر میں بھی فاء الفعل کا اختلاف ہے باقی حروف مشترک ہیں اور یہ دونوں الفاظ بھی معنی میں متضاد ہیں۔یعنی ایک ہی جملہ میں ایک جیسے صوتی اشتراک رکھنے والے الفاظ کو استعمال فرمایا مگر دونوں کے معنیٰ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اسی طرح ایک اور مثال دیکھیے:

''وأُعطوا جَناحًا یطیر إلی السماء بعد قصّ ھذا الجَناح''
(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 5)

اور ان کو (مومنین کو) گناہ سے الگ ہونے کے بعد ایسے پَر دیے گئے کہ جن سے وہ آسمانِ روحانیت پر پرواز کرنے لگے۔

اس جملہ میں حضور علیہ السلام نے ایک ہی لفظ (جَناح) کو دہرایا مگر مرادی معنیٰ ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں۔ اس میں دلالت صوتی کے اعتبار سے کوئی بھی فرق نہیں ہے مگر معنیٰ اور اس کی ذاتی دلالت میں دونوں الفاظ ایک دوسرے سے بالکل الگ معنیٰ دے رہے ہیں۔

اعجاز المسیح میں دلالت صرفی کی نظائر

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''إنھا نار أذابت قلوبنا، وجنّبتْ جنوبَنا، وثقّلتْ علینا خطوبنا۔'' (اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 14)

یعنی یہ (اسلام پر مصائب) ایک ایسی آگ ہے جس نے ہمارے دلوں کو پگھلا دیا۔ اور اس نے ہمارے پہلوؤں کو ٹیڑھا کر دیا ہے اور ہمارے کاموں کو ہمارے لیے ثقیل کر دیا ہے۔

اس مثال میں حضور علیہ السلام نے عربی زبان کے عام قاعدہ یعنی فعل، فاعل اور مفعول بہ کی ترتیب سے ہٹ کر فاعل (نار) کو مقدم رکھا اور فعل (اذابت) کو مؤخر کر دیا جس سے جملہ میں ایک غیر معمولی شوکت اور زور پیدا ہوگیا۔ اسی طرح اگلے حصہ میں ایک ہی مادہ (جنب) سے فعل وفاعل کو استعمال فرمایا جس سے جملہ میں معنوی حسن کے ساتھ ساتھ لفظی حسن بھی پیدا ہوگیا۔

''صُبّتْ علی المسلمین مصائبُ وخُرّبتْ تلك الربوع'' (اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 18)

یعنی مسلمانوں پر کثرت سے مصائب وآلام ٹوٹ پڑے اور آبادیاں سخت تباہ حال ہوگئیں۔

اس جملہ میں حضور علیہ السلام نے ایک لفظ (خُرّبتْ) باب تفعیل سے استعمال فرمایا جو کہ ثلاثی مزید کا ایک باب ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ زیادۃ اللفظ لزیادۃ المعنیٰ یعنی اگر کسی لفظ میں حروف بڑھتے جائیں گے تو اس لفظ میں موجود معنیٰ میں وسعت، زیادتی اور گہرائی بھی آتی چلی جائے گی۔ اب اس لفظ کو اگر ثلاثی مجرّد میں ہی استعمال کیا جاتا تو معنیٰ کی ادائیگی تو ہو جاتی مگر اس کو ثلاثی مزید میں استعمال کر کے اس لفظ کو مسلمانوں کی اصل حالت کو بیان کرنے کے لیے وسیع، گہرے اور پُرزور انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اعجاز المسیح میں دلالت معجمی کی نظائر

''ما بارزَ بل خدع وخَبَّ، وإلی جُحرہٖ أَبَّ. وتراءی نحیفًا ضعیفا وکان یُرِی نفسَہ رجلاً بَبّا. وأخلدَ إلی الارض وشابہَ الضبَّ. وما صعِد وما ثَبَّ، وجمَع الاوباش وما دعا الربَّ. وحقّرنی وشتم وسبَّ، وتبِع الحیلَ وما صافی اللہَ وما أحبَّ، وما قطَع لہ العُلَقَ وما جَبَّ. وقال إنی عالم والآن نجمُ علمِہ أَزَبَّ، وکلُّ ما دبّر تَبَّ.''
(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 49 تا 50)

وہ میرے مقابل پر نہ نکلا اور اس نے داؤ لگایا اور دھوکہ دہی سے کام لیا اور اپنے بل میں گھس گیا۔ اور نہایت کمزور اور نحیف طور پر نظر آیا حالانکہ وہ اپنے آپ کو بڑا بھاری بھرکم، تندرست وتوانا ظاہر کرتا تھا۔ وہ زمین کی طرف جھک گیا اور گوہ سے مشابہت اختیار کر لی۔ وہ نہ ہی (آسمان روحانیت کی طرف) بلند ہوا اور نہ ہی تمکنت سے قرار پکڑا۔ اس نے اوباش جمع کیے اور رب کو نہ پکارا۔ اس نے میری تحقیر کی اور برا بھلا کہا اور گالی گلوچ کیا۔ حیل وحجت کی پیروی کرتے ہوئے اللہ سے اپنے معاملے صاف نہیں کئے اور نہ ہی اس (اللہ) سے محبت کر سکا۔ اور

آمد امام زمان

سنو اے سننے والو جہاں میں انقلاب آیا
سبھی تھے منتظر جس کے وہ رشک ماہتاب آیا
مبارک ہو تجھے اے امت محبوب سبحانی
پلٹ کر حسب وعدہ پھر ترا عہد شباب آیا
جہاں کو نور قرآں سے منور کر دیا جس نے
محمد مصطفیٰؐ کا وہ بروز لاجواب آیا
گلستان حبیب کبریا کی پاسبانی کو
اسی فیض مجسمؐ سے وہ ہو کر فیضیاب آیا
ترستے تھے جو دید مہدی دوراں کو صدیوں سے
بحمد اللہ ان کی التجاؤں کا جواب آیا
مسیح و مہدی آخر زماں جو آنے والا تھا
بفضلِ ایزدی مثل طلوع آفتاب آیا
تجلی قدرتِ ثانی کی دیکھی چشم بینا نے
فلک سے مہر جب رخصت ہوا تو ماہتاب آیا
جہاں میں ہر طرف جنگوں کے شعلے یہ بتاتے ہیں
بشر پھر کبر و نخوت کے سبب زیر عتاب آیا
سزا دیتا نہیں مولا کسی کو بے سبب ہرگز
گنہ جب بڑھ گیا حد سے تو دنیا پر عذاب آیا

(مولانا محمد صدیق امرت سری)

اپنے رب کے لیے غیر سے تعلق نہیں توڑا۔ اور اس نے کہا کہ میں عالم ہوں، جبکہ اس کے علم کا ستارہ ڈوب گیا۔

اس حوالہ میں بعض کلمات کو استعمال فرمایا گیا ہے۔ ان کے معانی مختلف لغات سے دیے گئے ہیں۔ ان کلمات، ان کے معانی اور حضور علیہ السلام کے تخیل (بیان فرمودہ مضمون) میں کوئی بھی تناقض نہیں۔ اسی کا نام دلالت معجمی ہے۔

خَبَّ: وقد خَبَّبَ غلامي فلانٌ، أي خدعه

(الصحاح زیر کلمہ خبب)

أَبَّ: أَبَّ يَؤُبُّ أَبّاً وأَباباً وأَبابَةً: تَهَيَّأَ للذهاب وتَجَهَّزَ ابن الأعرابي: أَبَّ إِذا حَرَّك، وأَبَّ إِذا هَزَم بِحَمْلةٍ لا مَكْذُوبةَ فيها. والأَبُّ: النِّزاعُ إِلى الوَطَنِ. وأَبَّ إِلى وطَنِه يَؤُبُّ أَبّاً وأَبابةً وإِبابةً: نَزَعَ۔ (لسان زیر کلمہ ابب)

بَبّا: يوصف به الأَحْمَقُ الثَّقِيلُ. والبَبَّةُ: السَّمِينُ، وقيل: الشابُّ المُمْتَلئُ البَدنِ نَعْمةً۔ (لسان زیر کلمہ ببب)

الضبَّ: : الضَّبُّ: دُوَيْبَّة من الحشرات معروف، وهو يشبه الوَرَلَ۔ (لسان زیر کلمہ ضبب)

جَبَّ: جَبَّه يَجُبُّه جَبّاً وجِباباً واجْتَبَّه وجَبَّ خُصاه جَبّاً: اسْتَأْصَلَه۔ (الصحاح زیر کلمہ جبب)

تَبَّ: التَّبُّ: الخَسارُ. والتَّبابُ: الخُسْرانُ والهَلاكُ.

(لسان زیر کلمہ تبب)

اعجاز المسیح میں دلالت اضافی کی نظائر

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وإنّا اخترنا الفاتحة لهذا الامتحان، فإنها أُمُّ الكتاب ومفتاح الفرقان، ومنبعُ اللؤلؤ والمرجان“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 41)

اور ہم نے سورہ فاتحہ کو اس مقابلہ کے لیے چنا ہے۔ یہ ام الکتاب ہے اور مفتاح الفرقان ہے۔ اور موتیوں اور گوہروں کا سرچشمہ ہے۔

اس جملہ میں حضور علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کو موتیوں اور گوہروں کا منبع قرار دیا۔ اب عربی لفظ اللؤلؤ اور المرجان کے معروف معنیٰ تو موتی یا مرجان کے ہیں مگر یہاں حضور علیہ السلام کی مراد معارف کے موتی ہے۔ گویا حضور ان الفاظ سے اضافی معنیٰ مراد لے رہے ہیں۔

ایک اور مقام پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وما ذبح كَبْشَ نفسه وما سَمَطَ وما قَمَطَ“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 27)

اور اس نے اپنے نفس کے مینڈھے کو ذبح نہیں کیا۔ نہ اس کو لٹکایا نہ اس کی کھال اتاری۔

یہاں حضور علیہ السلام لفظ کَبْش سے مراد معروف جانور (مینڈھا) مراد نہیں لے رہے بلکہ اس سے مراد انسانی نفس لے رہے ہیں۔ جو کہ دلالت اضافی ہے۔

علم البدیع

عربی لفظ بدیع کا معنیٰ ہے بنانے والا، موجد، نیا، نادر، انوکھا، علم بلاغت میں اس سے مراد وہ علم ہے جس کی بدولت یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام، گفتگو یا تحریر میں خوبصورتی کیسے پیدا کی جاسکتی ہے۔ کلام کی آرائش وزیبائش کن طریقوں سے ہوتی ہے۔ یہ وہ علم ہے جو کلام کے حسن و جمال، زیب و زینت اور اس کی خوبیوں کی بحث کرتا ہے۔ اس کی دو بنیادی اقسام ہیں

☆...محسنات لفظیه

☆...محسنات معنویه

محسنات لفظیه میں جناس، اقتباس اور سجع وغیرہ ہوتے ہیں۔ جبکہ محسنات معنویه میں طباق، حسن التعلیل اور مقابلہ وغیرہ ہوتے ہیں۔

اب اس کتاب میں سے ایسے مقامات پیش کیے جائیں گے جن میں محسنات لفظیه اور محسنات معنویه بڑی آب و تاب سے نظر آتے ہیں۔

”وترون أنه كيف خلق أسبابًا جديدة، ووسائل مفيدة، وصنائع لم يُرَ مِثلها فيما مضى، وعجائبَ لم يوجد مِثلها في القرون الاولى، وترون تجدُّدًا في كل ما يتعلق بالمسافر والنزيل والمقيم وابن السبيل، والصحيح والعليل، والمحارب والمُصالح المُقيل، والإقامة والرحيل، وجميعِ أنواع النعماء والعراقيل، كأن الدنيا بُدّلتْ كل التبديل“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 159 تا 160)

اور تم دیکھتے ہو کہ (اللہ نے) کیسے نئے اسباب، سودمند وسائل اور ایسی صنعتیں جو پچھلے زمانوں میں دیکھی تک نہ گئیں۔ اور ایسے عجائب جن کی نظیر پچھلی صدیوں میں نہیں ملتی۔ اور تم دیکھتے ہو کہ مسافر اور مقیم، ٹھہرنے والے اور کوچ کرنے والے، تندرست و بیمار، جنگ کرنے والے یا صلح پسند یا اقامت اختیار کرنے والے یا رختِ سفر باندھنے والے (اسباب) کے تعلق میں حتیٰ کہ ہر ایک آسائشوں اور مشکلات میں ایک تنوّع نظر آئے گا۔ جیسا کہ دنیا مکمل طور پر تبدیل ہو چکی ہے۔

”فحاصل الكلام، أن كمال الرحمانية يجعل الله محمّدًا ومحبوبًا، ويجعل العبدَ أحمدَ ومُحِبًّا يستقري مطلوبًا، وكمال الرحيمية يجعل اللهَ أحمدَ ومُحِبًّا، ويجعل العبدَ محمّدًا وحِبًّا. وستعرف من هذا المقام شأنَ نبيّنا الإمام الهُمام، فإن الله سمّاه محمّدًا وأحمدَ، وما سمّى بهما عيسى ولا كليمًا، وأشركه في صفتيه الرحمن والرحيم بما كان فضله عليه عظيمًا. وما ذكر هاتين الصفتين في البسملة إلا ليعرف الناس أنهما لله كالاسم الاعظم وللنبي من حضرته كالخِلْعة“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 107 تا 108)

حاصل کلام یہ ہے کہ (صفت) رحمانیت کا کمال یہ ہے کہ یہ اللہ کو محمد (تعریف کیا گیا) ومحبوب بناتی ہے۔ اور عبد کو احمد (تعریف کرنے والا) اور ایسا محبت کرنے والا بناتی ہے جو اپنے مطلوب کی تلاش میں لگا رہتا ہے۔ اور (صفت) رحیمیت کا کمال اللہ کو احمد (تعریف کرنے والا) اور محبت کرنے والا بنا دیتی ہے۔ اور عبد کو محمد اور محبوب بنا دیتی ہے۔ اور اس سے تُو ہمارے نبی اور عالی المرتبت امام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جان سکتا ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد اور احمد دونوں نام دیے۔ اور ان ناموں سے نہ ہی عیسیٰ کو نوازا نہ ہی موسیٰ کلیم اللہ کو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بے پایاں فضل و احسان کے سبب اپنی ان دو صفات رحمٰن اور رحیم میں شریک کیا۔ ان دونوں صفات کو بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اس لیے بیان فرمایا کہ تا لوگ جان لیں کہ کہ یہ اللہ کے لیے اسم اعظم کی حیثیت رکھتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص جناب الٰہی سے بطور خلعت کے ہیں۔

خاتمہ

علم بلاغت، اس کی ذیلی اصناف، ان کی تعریفوں اور ان کی مثالوں سے تعارف کے بعد جب حضرت مسیح موعودؑ کے بے نظیر کلام کو دیکھا تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کا کلام ایک چمکتے ہوئے آفتاب جیسا ہے جس کو لدنّی ہونے کی وجہ سے جہاں آفاقیت حاصل ہے وہاں ایک عدیم المثال فصاحت و بلاغت بھی۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اس فصاحت و بلاغت سے بھری عربی تحریر کا کیا مقابلہ کرتے۔ عافیت اسی میں جانی کہ راہ فرار اختیار کریں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اُسی کے مُنہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اُس کو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی غلطی ہے۔ اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اِس بات کے لئے چشم پُرآب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنّث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب اِن لوگوں میں سے اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سُستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا۔ اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر میں حیّ و قیّوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اِسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 49 تا 50)

☆...☆...☆

یہ شکل جھوٹوں والی نہیں ہے

حضرت منشی عبد العزیز صاحب اوجلوی بیان کرتے ہیں کہ میں 1890ء کے قریب موضع جگت پور کولیاں تحصیل گورداسپور میں پٹواری تھا۔ سن 1891ء میں کوشش کرکے میں نے اپنی تبدیلی موضع سیکھواں تحصیل گورداسپور میں کروالی۔ اس وقت میں احمدی نہیں تھا لیکن حضرت صاحب کا ذکر سنا ہوا تھا۔ مخالفت تو نہیں تھی لیکن زیادہ تر یہ خیال روک ہوتا تھا کہ علماء سب حضرت صاحب کے مخالف ہیں۔ سیکھواں جاکر میری واقفیت میاں جمال الدین و امام الدین و خیر الدین صاحبان سے ہوئی۔ انہوں نے مجھے حضرت صاحب کی کتاب ازالہ اوہام پڑھنے کے لئے دی۔ میں نے دعا کرنے کے بعد کتاب پڑھنی شروع کی۔ اس کے پڑھتے پڑھتے میرے دل میں حضرت صاحب کی صداقت میخ کی طرح گڑ گئی اور سب شکوک رفع ہو گئے۔ اس کے چند روز بعد میں میاں خیر الدین کے ساتھ قادیان گیا تو گول کمرے کے قریب پہلی دفعہ حضرت صاحب کی زیارت کی۔ حضرت صاحب کو دیکھ کر میں نے میاں خیر دین صاحب کو کہا کہ یہ شکل جھوٹوں والی نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم صفحہ 617)

☆...☆...☆

ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

’’...یادرکھیں کہ یہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ ہے...اس لئے اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے ثبات قدم اور استقامت مانگتے ہوئے ہمیشہ اور ہر وقت صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کریں‘‘

(فرید احمد نوید، پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل، گھانا)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں کی آمد کا سلسلہ دو غرض سے ہوا کرتا ہے ایک جانب تو وہ ایمان لانے والوں کے لیے بشارات لے کر آتے ہیں اور ان کا دور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی موسلا دھار بارش کا دور ہوا کرتا ہے تو دوسری طرف وہ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے انذار اور اتمام حجت کا کام بھی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرتے ہوئے دنیا کو ہی اپنا مقصد حیات سمجھ بیٹھتے ہیں۔ان کی آمد سے دنیا ایک نئے رنگ میں آجاتی ہے، گویا ایک انقلاب برپا ہوجاتا ہے اور عام چلنے والے قوانین قدرت بھی خاص قوانین کے تابع ہوجاتے ہیں۔ایسے خاص حالات میں نافرمان لوگ حرف غلط کی طرح مٹا دیے جاتے ہیں اور صرف وہی لوگ حقیقی نجات پاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مامورین کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی ان کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزارتے ہیں جو مومن بن کر قوت یقین میں ترقی کرتے ہیں۔صرف وہی لوگ خود کو محفوظ خیال کرسکتے ہیں جو امام وقت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر حوادث زمانہ سے بچنے کے لیے ایک مضبوط قلعہ کی چار دیواری میں آجاتے ہیں کیونکہ اس سے باہر عافیت کا تصور بھی محال ہوا کرتا ہے۔قرآن کریم نے اس اصول کو سمجھانے کے لیے ہمیں بہت سی مثالیں بھی دی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کی مثال دیتا ہے تو کبھی عاد، ثمود اور قوم لوط کی تباہی کی کہانی بیان کرتا ہے۔کبھی تمام تر طاقت کے مالک فرعون کی غرقابی کا قصہ چھیڑتا ہے تو کبھی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے مخالفین کو یہ بتاتا ہے کہ اب نجات صرف اور صرف آپ کے وجود کے ساتھ وابستہ کردی گئی ہے اور اس قلعہ سے باہر رہ کر امن، سکون، سلامتی اور نجات کا خواب محض ایک خواب ہی ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔

جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ محفوظ ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’...اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّافَقَدْاٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (الحدیث) جو شخص میرے ولی کا مقابلہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اب دیکھ لو کہ متقی کی شان کس قدر بلند ہے اور اس کا پایہ کس قدر عالی ہے۔جس کا قرب خدا کی جناب میں ایسا ہے کہ اس کا ستایا جانا خدا کا ستایا جانا ہے تو خدا اس کا کس قدر معاون و مددگار ہوگا۔

لوگ بہت سے مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں، لیکن متقی بچائے جاتے ہیں بلکہ ان کے پاس جو آجاتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔مصائب کی کوئی حد نہیں۔ انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزارہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ ان سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 10 ایڈیشن 1988ء)

دنیا کے جنگل میں موجود درندے

دنیا میں آج جس طرف بھی نگاہ دوڑائی جائے نفسا نفسی، دنیا طلبی اور مادہ پرستی کا دور دورہ نظر آتا ہے۔دنیا میں آج زیادہ پیسے کے حصول کو کامیابی سمجھ لیا گیا ہے اور دنیاوی ترقیات کو زندگی کی معراج۔اگر یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور تعلیمات کے دائرے میں رہتے ہوئے حاصل ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں ورنہ یہ انسان کے لیے اسی دنیا میں جہنم کا ایندھن بنتی چلی جاتی ہیں۔یہ بدعادتیں، شیطانی افعال اور تقویٰ کے برخلاف طور طریقے وہ درندے ہیں جو انسان کو عافیت کے حصار میں جانے سے پہلے ہی چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں اور انسان کو بچنے یا سنبھلنے کا موقعہ بھی نہیں ملتا۔دنیا کے جنگل میں موجود درندوں میں ہر وہ امر اور بری عادت اور گناہ شامل ہے جو ہمیں عافیت کے اس قلعے میں نہیں جانے دیتا جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانے میں ہماری حفاظت کے لیے بنایا ہے۔ شیطان کی طرف سے بچھایا گیا ہر ایک جال ہمیں امن و سلامتی کے راستے سے ہٹا کر ان درندوں کے منہ میں پھینکنے والا ہے۔اگر ہم ان درندوں کو پہچانیں گے نہیں اور اپنے حقیقی دشمن کی شناخت نہیں کریں گے تو نجات کے حصن حصین اور عافیت کے حصار تک پہنچنا بھی ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ نے اسی مضمون کو نہایت خوبصورتی سے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ

فَانَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِن أَحَدِکُم مَجْرَی الدَّمِ۔ قُلْنَا وَمِنْكَ؟ قَالَ وَمِنِّیْ وَلَکِن اللّٰہَ أَعَانَنِی عَلَیهِ فأَسْلَمَ۔

(سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات)

شیطان تو انسان کے خون میں دوڑتا پھرتا ہے، پوچھا کہ پھر آپ یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی اور میرا شیطان مسلمان اور فرمانبردار ہوچکا ہے۔

پس اگر ہم آج کے اس دجالی دور کے فتنوں اور ان زہروں اور خوفناک روحانی امراض کو نہیں جانیں گے جو ہمیں ہلاک کرسکتی ہیں تو نجات اور حفاظت ممکن نہیں ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ دنیا کے لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا کردہ ایک معمولی سے وائرس سے بچاؤ کے لیے تو ہر ایک حیلہ اور وسیلہ اختیار کرلیتے ہیں لیکن روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے کوئی خاص توجہ اپنے اندر نہیں پاتے اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ وہ ان زہرناک بیماریوں سے بے خبر ہیں جو دراصل ان کی ہلاکت کی وجہ بن سکتی ہیں۔

یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے

یہ تقویٰ جو انسان کو دنیا میں خدا تعالیٰ کا ولی بنا دیتا ہے اور اس کا چہرہ دکھا دیتا ہے اس کا حصول کوئی معمولی بات نہیں ہے۔یہ راہ جو تقویٰ کی منزلوں کی طرف لے کر جاتی ہے بہت باریک اور تنگ راہ ہے لیکن چلنے والوں کے لیے آسان کردی جاتی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
دلبر کی مرنے والوں پہ ہردم نگاہ ہے



قادیان دار الامان کی ایک تصویر

بہت سے لوگ یہ خیال کرلیتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان کردیا کہ میرا وجود عافیت کا حصار ہے تو گویا اس مضمون میں ہر اس شخص کی حفاظت کی ضمانت دے دی ہے جو آپ پر ایمان لے آتا ہے خواہ وہ خود ان درندوں سے بچنے کے لیے کوئی بھی کوشش اور جدوجہد نہ کرے۔یہ خیال ہرگز درست نہیں کیونکہ حضورؑ نے اپنی بے شمار تحریرات اور فرمودات میں اس مضمون کو کھول کر بیان فرمایا کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کچھ نہیں جب تک ہم آپ کے اسوہ اور تعلیم کے مطابق خود کو دنیا کے جنگل میں موجود درندوں سے محفوظ نہ کرلیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہوجاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں...۔‘‘

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 10)

تزکیۂ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی ہو۔ جو نقشہ اپنی جماعت کی تبدیلی کا میرے دل میں ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے۔لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔(الشعراء:4) میں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لیے جاویں۔اس سے کچھ فائدہ نہیں۔تزکیۂ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیحؑ کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثہ کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔اسی پر بس نہیں ہے۔یہ تو ایک غلطی تھی، جس کی ہم نے اصلاح کردی، لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض ابھی اس سے بہت دُور ہے اور وُہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ، اس لیے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وُہ اس راز کو سمجھے اور ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ مَیں اور ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 351-352)

گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کرلی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار

سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہّد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اُس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص امورِ معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعل ساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 18-19)

بیماری کی شناخت سے علاج آسان ہوجاتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ بالا تعلیم میں دنیا میں موجود تقریباً تمام روحانی زہرناک بیماریوں کا تذکرہ فرمادیا ہے۔ ان کی ایک پہچان اور خلاصہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے اور یہ انسانی تجربہ ہے کہ دنیا میں جب بھی کوئی ہلاکت خیز بیماری پھیلتی ہے تو اس کے علاج کی پہلی شرط اس بیماری کو پھیلانے والے امور کی شناخت ہوا کرتی ہے۔ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ مرض پھیلانے کا سبب کون سا وائرس ہے تو اس کے خلاف مدافعتی نظام بنانا بھی آسان ہوجاتا ہے اور اس سے بچاؤ کے ذرائع بھی سوچے جاسکتے ہیں۔ پس یہ امور جنہیں حضور نے ''تعلیم'' کے نام سے اپنی کتاب کشتی نوح کا حصہ بنایا ہے اور جن کو مان کر اور جن پر عمل کر کے ہم آپ کی پیروی کرنے والوں میں شمار ہوسکتے ہیں بہت ہی واضح ہیں اور درحقیقت ہمیں عافیت کے اس حصار میں لے کر جانے والے ہیں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پھیلنے والی شدید طاعون ہو یا آج سے ٹھیک ایک سو سال پہلے 1918 سے 1920 تک پھیلنے والا تاریخ کا مہلک ترین انفلوئینزا جس میں مختلف اندازوں کے مطابق پانچ سے دس کروڑ افراد لقمہ اجل بن گئے تھے، SARS کی تباہ کاریاں ہوں، افریقہ میں چند سال قبل پھیلنے والا ایبولا وائرس ہو یا اس وقت دنیا بھر کو خوفزدہ کرنے والا COVID-19 یہ تمام وبائیں اور تباہ کاریاں کسی غیر کے خیال میں اگر ہمیشہ عذاب کے طور پر نہ بھی آئیں تب بھی بنی نوع انسان کے لیے ان میں بہت سے سبق اور اشارے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد تو نمایاں شدت آچکی ہے۔ یہ وبائیں بنی نوع انسان کے لیے پیغام لے کر آتی ہیں کہ جس طرح تم دنیاوی معاملات میں قوانین قدرت کی معمولی سی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے تکلیف میں پڑجاتے ہو بالکل ایسے ہی دینی معاملات میں بھی اللہ کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل میں ہی نجات ہے اور بھلائی ہے۔

جس طرح تمام دنیا ان معمولی وائرس اور جراثیموں کے خلاف متحد ہوکر پوری کوشش سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مستعد اور تیار کھڑی ہوجاتی ہے، خدارا اپنی ان روحانی بیماریوں کی بھی فکر کرو جو نہ صرف اس دنیا بلکہ دونوں جہانوں میں انسان کو عذاب میں ڈالنے والی ہیں۔ کیا چند سال کی یہ زندگی کسی بھی اعتبار سے ایک لامتناہی اور لامحدود زندگی پر مقدم ہوسکتی ہے۔

جس طرح اس معمولی وائرس کے نقصان سے بچنے کے لیے ظاہری صفائی کی تلقین کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اپنے ہاتھوں اور جسم کو صاف رکھو بالکل اسی طرح روح کی بیماریوں سے بچنے کی غرض سے روحانی صفائی اور طہارت کی ضرورت ہے جو انسانوں کو ہلاکت کی راہوں سے بچا سکتی ہے۔

جسم کو مل مل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھوئے وہی ہے پاک نزد کردگار

جس طرح ان وباؤں کے ایام میں ہر شخص ان لوگوں سے دور رہنا پسند کرتا ہے جو بیماری کا شکار ہوچکے ہوں یا جن کے متعلق بیماری کا شائبہ بھی ہو، یہاں تک کہ دنیا کے بعض ممالک میں تو اس حوالے سے غیر معمولی جذبات بھی دیکھنے میں آتے ہیں بالکل اسی طرح روحانی طور پر بیمار لوگوں سے بچنا بھی لازم ہے تا کہ ان کی صحبت کہیں باقیوں کی ہلاکت کا باعث نہ بن جائے۔

جس طرح ان بیماریوں سے بچنے کے لیے انسان اپنے منہ، جسم اور دیگر اعضاء کو ڈھانپ رہا ہے، کیا روحانی بیماریوں سے بچنے کے لیے بھی یہ ایک اچھا اور موثر طریق نہیں ہے؟

جس طرح ان آفتوں سے بچنے کے لیے شہروں اور ملکوں کے راستے بند کیے جارہے ہیں کیا روحانی امراض سے بچاؤ کے بھی ہر اس راستے کو بند کرنا ضروری نہیں ہے جو ہمیں روحانی ہلاکت کی جانب لے کر جاسکتا ہے؟

جس طرح ان ایام میں معمولی نزلہ زکام اور کھانسی بھی فکر مند کردیتی ہے کہ کہیں یہ وبائی مرض کی شروعات نہ ہو بالکل اسی طرح دن رات اپنی روحانی حالتوں کا جائزہ لینا ضروری ہے اور کسی معمولی سی روحانی کمزوری کی علامت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے مبادا وہ کسی بڑی ہلاکت کا پیش خیمہ بن جائے۔

غرضیکہ یہ اور ایسی ہی بہت سی احتیاطی تدابیر انسان اپنے اس فانی جسم کی حفاظت کے لیے اختیار کرتا ہے لیکن بدقسمتی سے اپنی روحانی حالتوں سے بے خبر رہتے ہوئے اپنی عاقبت تباہ و برباد کر بیٹھتا ہے۔ ہم سب کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقی امن اور سلامتی صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے میسر آسکتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ اسلامی اور قرآنی تعلیم ہی ہے جو ہمیں حقیقی عافیت کے حصار میں لاسکتی ہے کیونکہ اس سے باہر تو کوئی بھی خود کو محفوظ خیال نہیں کرسکتا۔

ہمارے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہر احمدی جانتا ہے کہ یہ آسمانی اور زمینی آفات جو دنیا میں آرہی ہیں اور ہورہی ہیں مسیح موعود کی تائید میں ہیں۔ کاش کہ دنیا اس کو سمجھ جائے۔ یہ عذاب جو دنیا میں آتے ہیں یہ ہمیں بے چین بھی کردیتے ہیں کہ اگر دنیا نے خدا تعالیٰ کے اشاروں کو نہ سمجھا تو بڑی تباہی بھی آسکتی ہے۔ اور اس بے چینی میں پھر ہمارا رُخ اپنے پیدا کرنے والے خدا کی طرف ہوتا ہے۔ اپنے اللہ کی طرف ہوتا ہے جو دنیا کی اصلاح کے لئے اپنے پیاروں کو مبعوث فرماتا ہے۔ دنیا کو بچانے کے لئے اپنے فرستادوں کو بھیجتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8/اکتوبر 2010ء،
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 29/اکتوبر 2010ء صفحہ 6)

میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں

گذشتہ ایک صدی سے جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مامور کو دنیا میں بھیجا ہے دنیا کو جھنجوڑنے اور بیدار کرنے کے لیے ان آفتوں اور طوفانوں میں بھی شدت آتی چلی جارہی ہے اور اگر دنیا اپنے خدا کی طرف اور اس کی بیان کردہ تعلیمات کی جانب واپس نہ آئی تو یہ طوفان شدید سے شدید تر بھی ہوسکتے ہیں جن سے امن میں رہنا اللہ تعالیٰ کے رحم کے سوا کسی کے لیے بھی ممکن نہ ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

کیا گذشتہ ایک صدی میں دنیا بھر میں آنے والے سینکڑوں زلزلے، بیسیوں تباہ کن طوفان اور تاریخی سونامی، بیماریوں اور آفتوں کی یلغار جنہوں نے بسا اوقات دنیا کی ایک چوتھائی آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور لاکھوں کا صفایا کر ڈالا، جنگ عظیم اوّل اور دوم کی تباہ کاریاں اور اس کے نتیجے میں روتی بلکتی انسانیت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس انذار کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہے؟

نفس کا جہاد ضروری ہے

دنیا بھر میں جیسے جیسے مادہ پرستی بڑھتی جارہی ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کا خیال بھی دلوں سے نکلتا چلا جارہا ہے۔ روزمرہ آنے والی نت نئی ایجادات انسان کو اس تکبر میں مبتلا کردیتی ہیں کہ گویا وہ قادر مطلق بن چکا ہے لیکن پھر ہر چند سال بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا کوئی امتحان یہ ثابت کردیتا ہے کہ انسانی ترقیات اور سائنسی کمالات بسا اوقات ایک نئے وائرس، ایک نئے زلزلہ، ایک نئے طوفان یا ایک نئے حادثے کے مقابل پر بے بس ہو جاتے ہیں اور ان مواقع پر اگر کوئی چیز انسان کو بچا سکتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو وہ اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں کو عطا کرتا ہے اور جس کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ اور امام وقت کی اطاعت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس غضب سے بچنے اور عافیت کے حصار میں آنے کے لیے اپنی اصلاح اور نفس کا جہاد کس قدر ضروری ہے اس کا ذکر فرماتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''... یاد رکھیں کہ یہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپ اس فوج میں داخل ہوئے ہیں جو اس زمانے کے امام نے بنائی۔ اس لئے اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے ثبات قدم اور استقامت مانگتے ہوئے ہمیشہ اور ہر وقت صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے آگے مزید جھکیں۔ آخری فتح انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی ہی ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ہے کہ ان شیطانی اور طاغوتی قوتوں کو شکست دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم فرمایا ہے۔ لیکن ایک بات ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ بیرونی شیطان کو شکست دینے کے لئے جو اندرونی شیطان ہے اس کو بھی زیر کرنا ہوگا۔ کیونکہ ہماری فتح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جڑنے کی وجہ سے ظاہری اسباب سے نہیں ہونی بلکہ دعاؤں سے ہونی ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلنے والا بنانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے نفس کا جہاد بھی بہت ضروری ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6/مارچ 2009ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27/مارچ 2009ء صفحہ 6)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

مسیح و مہدی کا مقام

حضرت امام باقر علیہ السلام (51ھ تا 114ھ) فرماتے ہیں:

''جب امام مہدی آئے گا تو یہ اعلان کرے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰؑ اور یوشعؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰؑ اور یوشعؑ ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی عیسیٰؑ اور شمعونؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ عیسیٰؑ اور شمعونؑ میں ہی ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور امیر المومنین (علیؓ) کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور امیر المومنین میں ہی ہوں۔''

(بحارُ الانوار جلد نمبر 13 صفحہ 202)

سچے عاشقِ رسولؐ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربت اور تربیت کا ثمرہ

صحابہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(غلام مصباح بلوچ۔ استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کی ایک اہم شہ سرخی ''عشق رسولؐ'' ہے، یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے آپؑ کی تحریرات اور سیرت کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ آپؑ کے اس وصف کو نہ صرف اپنوں نے مشاہدہ کیا بلکہ غیروں نے بھی اس کی شہادت دی، ایک مسیحی پادری J. Murray Mitchell حضرت اقدس علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

"Although Ghulam Ahmad never mentions the name of Mohammed without invoking the blessing of God upon him,yet on very important points he abandons the doctrines of the Koran."

(The Missionary Review of the World, Vol: XVII (new series) February 1904 page 98, Funk & Wagnallis Company New York)

یعنی گو کہ (حضرت مرزا) غلام احمد کبھی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام آپؐ پر درود پڑھے بغیر نہیں لیتے مگر پھر بھی بعض اہم باتوں میں قرآنی عقائد کو بھی نہیں مانتے۔ (یہاں قرآنی عقائد کو نہ ماننے سے مراد وفات مسیحؑ اور جہاد وغیرہ جیسے مسائل ہیں۔ ناقل)۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت نہایت عظیم الشان، بے مثال اور قابل رشک ہے یہی تو وہ جام تھا جو لبالب آپؑ نے اپنے دل کو پلایا تھا۔

محبت رسولؐ کا ہونا ایمان کا لازمی جزو ہے اور اگر یہ جزو مفقود ہو تو ایمان بے معنی ہے۔ جس زمانے میں آپؑ مبعوث ہوئے اس میں مسلمانوں کے حُبّ رسولؐ کے زبانی دعوے تو تھے لیکن عملاً بدعات اور رسومات کی پیروی زیادہ حاوی تھی، سنت نبویؐ کی اتباع کی بجائے اولیاء پرستی کو مدار نجات سمجھے بیٹھے تھے۔ کوئی حدیث کو قرآن پر مقدم کر رہا تھا اور کوئی سرے سے ہی حدیث کا منکر تھا۔ کوئی آپؐ کے لائے ہوئے انقلاب کو تلوار کا مرہون منت قرار دے رہا تھا تو کوئی اسلامی جنگوں پر مغربی حملوں کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اپنائے ہوئے تھا غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق مسلمان افراط و تفریط کا شکار تھے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''...اس میں کیا شک ہے کہ مدار نجات و رضامندی حضرت باری عزّ اسمہٗ، اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ لیکن اس دوسری بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ آج کل جو دو گروہ اس ملک میں پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک گروہ اہل حدیث یا موحد کہلاتے ہیں اور دوسرے گروہ اکثر حنفی یا شافعی وغیرہ ہیں اور دونوں گروہ اپنے تئیں اہل سنت سے موسوم کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ نے تفریط کی راہ لی اور دوسرے گروہ نے افراط کی اور اصل منشا نبوی کو یہ دونوں گروہ اس تفریط و افراط اور غلو کی وجہ سے چھوڑ بیٹھے ہیں۔'' (الحکم 24/ستمبر 1901ء صفحہ 12)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ، روحانی فیض، مقام ختم نبوت، مقام قَابَ قَوۡسَیۡنِ وغیرہ سے یہ لوگ غافل تھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس جملے کا مصداق تھے:

''...افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119)

آپؑ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''لَوۡ کَانَ الۡاِیۡمَانُ عِنۡدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوۡ رَجُلٌ مِنۡ ھٰؤُلَاءِ'' (بخاری کتاب التفسیر) کے مطابق ایمان کے اس پہلو کے احیاء میں بھی اہم کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع مقام و مرتبہ کی شناخت کرائی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''اور میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے اُس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں اور اتّباع نبویؐ میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور اُن کو اُس علمی و عملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ کم توجہی اُن پر محیط ہو رہی ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 34 تا 35)

ذیل میں چند صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقرار نامے درج کیے جاتے ہیں کہ کس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقام و مرتبہ کی پہچان آپؑ کے ذریعے ہوئی۔

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب رضی اللہ عنہ (وفات: 11/اکتوبر 1905ء) فرماتے ہیں:

''اے میرے مرشد! میرے آقا مسیح موعودؑ! اللہ تعالیٰ کا سلام تجھ پر ہو... تیرے طفیل سے ہم نے خدا کو، قرآن کو اور حامل قرآن کو (علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات) پایا۔''

(اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ 28، جدید ایڈیشن)

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ رئیس مالیر کوٹلہ (وصیت نمبر 137۔ وفات: 10/فروری 1945ء) بیان کرتے ہیں:

''... مرزا صاحبؑ نے آ کر ہم پر خدا اور اسلام اور قرآن شریف حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اصل حقیقت روز روشن کی طرح کھول کر دکھلا دی اور وہ موہنی اور پیاری صورت ان چیزوں کی دکھلائی، وہ حسن و احسان دکھلایا (کہ) ہم کو ان کا عاشق بنا دیا۔ اب کوئی چیز ہم کو اس سے ہٹا نہیں سکتی۔ پھر پورا نمونہ حسن و احسان محمد مصطفیٰؐ اپنے عمل سے دکھایا کہ ہم لوگوں کو تمام طرف سے ہٹا کر... محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق بنا دیا۔''

(اصحاب احمد جلد دوم صفحہ 509، جدید ایڈیشن)

حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ (وفات: 23/فروری 1928ء) نے ایک مرتبہ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں لکھا:

''میرے مولیٰ تو نے تو خدا اور رسول کا پتہ دیا... ہم اِسمی اور رَسمی مسلمان تھے تُو نے ہی ہم کو حقیقی اسلام سے آگاہی بخشی ... رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا، اطوار کا، اخلاق کا، عادات کا، ریاضات کا، مجاہدات کا، محاربات کا کامل نمونہ آپ کی ذات میں مشاہدہ کرتے ہیں۔''

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 376-378)



حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابرکت معیت میں آپؑ کے بعض صحابہؓ کرامؓ

ہندو مت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والے حضرت منشی عبدالرحیم شرما صاحب رضی اللہ عنہ (بیعت: 1904ء۔ وفات: 25/اکتوبر 1964ء) الٰہی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''اے میرے ربّ!... میرا علم اتنا کہاں تھا کہ میں جانتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (میری جان ان پر فدا ہو) کون تھے؟ اور نبی کس کو کہتے ہیں؟ تو نے خود میری مشکل کو حل کر دیا اور پکڑ کر ایک رہنما کے قدموں میں لا ڈالا اور اس منبع نور و ہدایت کی محبت سے میرے دل کو اس حد تک بھر دیا کہ میں بیعت کے لیے خود بخود کھنچا چلا گیا۔'' (اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 69، جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رضائے الٰہی کے حصول کی کنجی ''قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ'' (آل عمران: 32) سے خود بھی بہت فائدہ اٹھایا اور بھٹکے مسلمانوں کو بھی اس سے آگاہی بخشی۔ آپؑ کے عشق رسولؐ کا نظارہ نہایت ہی ایمان افروز اور دل کش ہے جسے دیکھ کر دوسرے عاشقان رسولؐ دم بخود ہو جاتے ہیں اور آپؑ سے محبت رسولؐ کے انداز سیکھتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ پر ایمان لانے والوں کا ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جس نے آپؑ کے عشق رسولؐ سے اپنی محبت رسولؐ کی پیاس بجھائی ہے۔ عشق رسولؐ سے پُر آپ کی تحریرات کا نمونہ جب متلاشیان حق تک پہنچا تو وہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق کے عشق میں گرفتار ہو گئے، سینکڑوں ایسے احباب تھے جو آپ کے اِس حسین پہلو کی وجہ سے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے، صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ سونگھڑہ ضلع کٹک (صوبہ اڈیشہ۔ انڈیا) کے پہلے صحابی حضرت سید عبدالرحیم صاحب کٹکی رضی اللہ عنہ (وفات: 12/جنوری 1916ء) کی بیعت کے متعلق لکھا ہے کہ جب حضرت میر محمد سعید صاحب رضی اللہ عنہ آف حیدر آباد دکن نے انہیں ازالہ اوہام پڑھ کر سنائی، شروع میں تو وہ کچھ کچھ لڑتے جھگڑتے رہے۔ جلد اوّل کے ختم ہوتے ہی چپ ہو گئے اور جب ''جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود'' شروع ہوا تو پھر زار زار رونے لگے خصوصاً اس شعر پر

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت میر صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ ازالہ اوہام ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ مولوی صاحب لیٹے لیٹے اٹھ بیٹھے اور مجھے کہتے کہ مولوی صاحب اب دیر کیا ہے حق ظاہر ہو گیا۔

(الحکم۔ 28/مئی، 7/جون 1939ء)

اسی طرح حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وفات 15/دسمبر 1963ء) اپنی بیعت کے پس منظر میں کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' کے مطالعے کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب میں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی:

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

میں اس نظم نعتیہ کو اوّل سے آخر تک پڑھتا گیا مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے۔ جب میں آخری شعر پر پہنچا کہ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحب کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع مل جاتا۔ اس کے بعد جب میں نے ورق الٹا تو حضور اقدس علیہ السلام کا یہ منظومہ گرامی تحریر پایا:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چنانچہ اسے پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا کہ

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضور اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجّال وغیرہ رکھتے تھے بے حد تاسف پیدا ہوا۔ پہلا جملہ جو میری زبان سے حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ ﷺ کا عاشق نہیں ہوا ہوگا۔'' (حیات قدسی۔ جلد اوّل، صفحہ 16 تا 19)

عشق و سرور کی اس وجدی کیفیات سے پُر زندگی میں جب عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی ذات اطہر پر گستاخانہ اور بے باکانہ حملوں کی بات آپؑ کے علم میں آئی تو آپؑ کا دل بہت ہی مضطرب اور گداز ہوا اور آپؑ نے اپنے محبوب رسولؐ کی بابت کیے گئے اعتراضات کو جمع کرنا شروع کیا اور معترضین کو اُن کے تسلی بخش جوابات دے کر ہی دم لیا، آپؑ فرماتے ہیں:

''ہمیں تو اسلام کی خوبیاں اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل دیتے اور ثبوت نبوت محمد ﷺ میں یہاں تک استیلا اور غلبہ ہے کہ ہمیں نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پانی نہ نیند۔'' (تذکرۃ المہدی صفحہ 16)

چنانچہ امت مسلمہ کے وہ عاشقان رسولؐ جو آنحضور ﷺ پر لگائے جانے والے اعتراضات کی وجہ سے بے چین تھے اور جوابات کی تلاش میں مختلف علماء سے بھی مایوسی دیکھ چکے تھے، ان کے اطمینان اور خوشی کا باعث آپؑ کی ہی تحریرات ثابت ہوئیں۔ حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ (وفات: 8/ جنوری 1969ء) بیان کرتے ہیں:

''...مَیں اندرمن مرادآبادی کی کتابوں میں چند اعتراضات پڑھ چکا تھا، اُن میں سے یہ اعتراض مجھے بہت بے چین کرنے کا موجب ہوا کہ قرآن شریف میں نبی کریم ﷺ کے متعلق ضَال موجود ہے۔ میں نے اپنے اس زمانے کی حالت کے مطابق بہت کوشش کی کہ مجھے اس کا صحیح حل معلوم ہو جائے... مگر تسلی بخش بات مجھے معلوم نہ ہوئی۔ جب محمد خان صاحبؓ (کپورتھلوی۔ ناقل) کی بھیجی ہوئی کتابیں عبدالکریم خان صاحب رسالدار میجر بہادر کے پاس پہنچیں تو... سب سے پہلے جن اوراق پر میرا ہاتھ پڑا وہ آئینہ کمالات اسلام کے اجزا تھے... سب سے پہلے جو صفحہ میرے سامنے آیا اس پر موٹے قلم سے لکھا تھا ''وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ'' (الضحیٰ: 8) اور یہ وہی چیز تھی جس کا میں دنوں سے متلاشی تھا۔ میں نے وہیں سے پڑھنا شروع کر دیا اور آخر تک پڑھ گیا اور مجھے وہ راحت، فرحت اور سرور حاصل ہوا جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ اس مضمون نے میرے دل میں یہ امر راسخ کر دیا کہ صاحب مضمون نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشق کے اس درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جس کی نظیر موجودہ لوگوں میں نہیں مل سکتی۔ صرف اسی بات نے مجھے آپ کو راستباز اور صادق مان لینے پر مجبور کر دیا۔ میری راہ میں نہ تو حیات و ممات کا مسئلہ حارج ہوا اور نہ نزول کا... آئینہ کمالات اسلام نے میرے خیالات کو بہت پختہ کر دیا کیونکہ وہ ساری کی ساری کتاب نبی کریم ﷺ کے محامد اور اوصاف سے پر ہے۔ اسی رنگ میں کہ نہ اس سے پہلے میں نے یہ انداز کسی کی تصنیف میں پایا اور نہ اس کے بعد۔''
(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 13، صفحہ 92 تا 94)

آنحضرت ﷺ پر لگائے جانے والے اعتراضات کے جواب میں غیرت رسولؐ میں لکھی گئی آپؑ کی ایک کتاب ''نور القرآن حصہ دوم'' بھی ہے، حضرت ڈاکٹر پیر رحمت علی نوشاہی صاحب رضی اللہ عنہ آف رنمل ضلع گجرات (وفات: 10/ جنوری 1904ء) بیان کرتے ہیں:

''مجھے اس امام صادق کی ایک کتاب نور القرآن حصہ دوم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے پڑھنے کے بعد ہی میں نے خدا کے فضل سے امام کی بیعت کر لی اور مجھے دوسری کتاب کے دیکھنے کی اُس وقت ضرورت نہ پڑی کیونکہ اس کتاب میں اس جری اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی عزت کے لیے ایسی غیرت ظاہر کی ہے کہ جب تک کوئی فنافی الرسول نہ ہو ہرگز نہیں دکھا سکتا۔''
(ضمیمہ اخبار بدر 28/ نومبر و 5/ دسمبر 1902ء صفحہ 2)

اصحاب احمدؑ کی یہ چند مثالیں ہیں جنہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریرات سے ہی اپنی محبت رسولؐ کی پیاس بجھائی، گو کہ محبت رسولؐ فطرتاً اُن کے دلوں میں موجود تھی لیکن اس عاشق رسولؐ کی محبت دیکھ کر یہ محبانِ رسولؐ حبّ رسول کے مزید اسباق سیکھنے کے لیے آپؑ کے پیچھے ہو لیے۔ حضرت اقدسؑ کے عشق رسولؐ کا رنگ ان صحابہ نے ابھی صرف تحریرات میں ہی دیکھا تھا لیکن جب یہ صحابہ آپؑ کی صحبت میں آ کر رہے تو عشق رسولؐ کے اور بھی ایمان افروز نظارے مشاہدہ کیے۔ آپؑ کا ذرّہ ذرّہ عشق محمد میں فنا تھا، اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد آپ کے دل میں حضرت محمد ﷺ کی بے انتہا اور لازوال محبت تھی، آپؑ کا اکثر وقت ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ کثرت سے درود شریف کے پڑھنے میں گذرتا۔ حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ عنہ (وصیت نمبر 2737۔ وفات: مارچ 1948ء مدفون فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ) بیان کرتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی جب بھی آپ لیا کرتے تو فرمایا کرتے تھے: ''ہمارے آنحضرت ﷺ۔ بہت دفعہ کثرت سے میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے آنحضرت ﷺ کا ذکر سنا جب بھی آپ ذکر کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے: ہمارے آنحضرت ﷺ'' (الحکم 7/ مارچ 1935ء صفحہ 3 کالم 2)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ (وفات: 13/ جنوری 1957ء) بیان کرتے ہیں:

''لدھیانہ میں ٹمپرنس سوسائٹی (Temperance Society) کا جلسہ تھا اُس میں حضرت اقدس بھی چلے گئے، مختلف فرقوں کے لوگ جمع تھے۔ حاضرین کے عمائد نے بہت اصرار کیا کہ آپ بھی کچھ تقریر فرمائیں مگر آپ نے ان کی درخواست کو باوجود اصرار کے منظور نہ فرمایا۔ جب ڈیرے پر تشریف لائے تو پوچھا گیا کہ حضور نے تقریر کیوں نہ فرمائی؟ ارشاد کیا اگر میں تقریر کرتا تو ضرور تھا کہ میں بیان کرتا شراب سے روکنے والوں کا سردار محمدؐ رسول اللہ ہے، اس کی ان لوگوں نے اجازت نہ دینی تھی اور میں اس تقریر کو جس میں میرے آقا کا نام لیا جانے کی اجازت نہ ہو، پسند نہیں کرتا۔''
(الفضل 24/ اگست 1922ء صفحہ 2 کالم 1,2)

''آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کون سی ادا پیاری لگی؟'' کے جواب میں حضرت بابو محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر دھرم پورہ لاہور (وفات: 16/ اکتوبر 1966ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) بیان کرتے ہیں:

''مجھے حضور علیہ السلام کا وہ کلام جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہے اور حضور کا وہ عشق جو حضور کو سرور کائنات ﷺ سے تھا، بہت پیارا لگتا ہے۔'' (الحکم 26/ مئی 1935ء صفحہ 24 کالم 3)

عشق رسولؐ کے پیار بھرے یہ سبق جہاں آپؑ نے باہر دنیا کو سکھائے وہاں گھر میں بھی اپنے بچوں میں بچپن ہی سے آنحضور ﷺ کے واقعات اور آپؑ کے اعلیٰ اوصاف کے ذریعہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت کا درس دیا، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا (وفات: مئی 1977ء) بیان کرتی ہیں:

''...مَیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ رسول کریم ﷺ کا ذکر کرتے ہوں اور آپؑ کی آنکھیں اشک آلود نہ ہوگئی ہوں... خود میرے دل میں بھی بہت چھوٹی عمر میں آپؑ کے اثر سے بہت ہی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے پیدا ہوتی تھی اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کو دل تڑپا کرتا تھا۔ سنا تھا کہ آپؐ کو ٹھنڈا دودھ پسند تھا تو مَیں سوچا کرتی تھی کہ کسی طرح برف اور کیوڑہ ڈال کر ٹھنڈے دودھ کا گلاس مَیں آپ کو پلا دوں۔

بے شک میری یہ بچپن کی نادان سوچیں تھیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہ کس وجود کی باتوں کا اثر تھا۔'' (الفضل 3/ جنوری 1974ء صفحہ 3)

عاشق رسولؐ باپ کی اس عظیم بیٹی کی شاعری بھی عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی ہے جو آپ کی دلی محبت اور پیار کی مظہر ہے، آپ کا یہ پیارا شعر زبان زد عام ہے

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمدؐ مصطفیٰ سب نبیوں کا سردار

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ (ولادت: 1890ء۔ وفات: 17/ مارچ 1944ء) بھی تھے، آپؓ کے عشق رسولؐ کا ہی اثر تھا جس نے بچپن سے ہی حضرت میر صاحبؓ کے دل میں آنحضور ﷺ کی محبت کا جوش پیدا کیا، حضرت میر صاحب لکھتے ہیں:

''مجھے خدا کی بزرگ کتاب قرآن مجید کے بعد حضور رسول مقبول ﷺ کی احادیث سے عشق ہے اور سرورِ کائنات کا کلام میرے لیے بطور غذا کے ہے کہ جب تک روزانہ اچھی غذا نہ ملنے کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح بغیر سید کونین کے کلام کو ایک دو دفعہ پڑھنے کے میری طبیعت بے چین رہتی ہے۔ جب کبھی میری طبیعت گھبراتی ہے تو بجائے اس کے کہ میں باہر سیر کے لیے کسی باغ کی طرف نکل جاؤں مَیں بخاری یا حدیث کی کوئی اور کتاب نکال کر پڑھنے لگتا ہوں اور مجھے اپنے پیارے آقا کے کے پیارے کلام کو پڑھ کر خدا کی قسم وہی تفریح حاصل ہوتی ہے جو ایک غم زدہ گھر میں بند رہنے والے کو کسی خوشبودار پھولوں والے باغ میں سیر کر کے ہوسکتی ہے اور میری تو یہ حالت ہے کہ

باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمدؐ ہے''

(الفضل 20/ دسمبر 1940ء صفحہ 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عشق رسولؐ کے جو طریق صحابہ کو سکھائے تھے اُن میں سے ایک درود شریف کا کثرت سے ورد بھی ہے بلکہ آپؑ نے شرائط بیعت کی تیسری شرط میں حتی الوسع نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے میں مداومت اختیار کرنے کو بھی شامل فرمایا۔ وہ لوگ جو آپؑ کی بیعت سے قبل پیروں فقیروں اور گدی نشینوں کے بتائے ہوئے بدعتی وظیفوں، چلّوں اور نذر نیاز کے چڑھاووں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے بلکہ خود ایسے بعض گدی نشین جو تعویذ کیا کرتے تھے آپؑ کی بیعت میں آنے کے بعد ان چیزوں سے نکل کر حقیقی ذکر تسبیح و تحمید اور درود شریف کے عادی ہو گئے۔ طوالت کے ڈر سے اُن تفصیلات کا یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا اور نہ درود شریف کی اہمیت و برکات کے متعلق بھی آپؑ کی تعلیم و تاکید نہایت ایمان افروز ہے، اسی تعلیم و تربیت کا ثمرہ تھا کہ صحابہ کی ایک جماعت نے (جس میں بعض بعد کے مخلصین بھی شامل تھے) بڑی محبت اور محنت سے ایک رسالہ ''درود شریف'' بطور ہدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا اور دعا کی درخواست کی کہ ''اس کے ذریعہ سے تمام عالم میں آنحضرت ﷺ کے احسانات کو یاد کر کے نہایت محبت اور کمال اخلاص سے آپؐ پر آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لیے اور آپؐ کی کامیابیوں کے واسطے درود اور سلام بھیجنے کی ایک نہایت پُر زور اور کبھی نہ ختم ہونے والی اور ہر آن میں بے حد ترقی کرنے والی تحریک پیدا ہو جائے''
(رسالہ درود شریف مرتبہ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلالپوری رضی اللہ عنہ صفحہ ج)

اس کے ساتھ ہی اس محسن جس نے کہ آنحضور ﷺ کے حقیقی مقام و مرتبہ سے روشناس کرایا تھا، کا ذکر بھی ان الفاظ میں شامل فرمایا کہ

''آپؐ کے مظہر اتم اور بروز اکمل حضرت مسیح موعود.... جن کے ذریعہ سے ہمیں آپؐ کے محاسن اور احسانات کا پتہ چلا اور جن کے طفیل آج تیرہ سو سال کے بعد دوبارہ آپؐ کا نورانی چہرہ اپنی حقیقی شان کے ساتھ دنیا کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے۔''

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق رسولؐ کا ایک رنگ آنحضور ﷺ کی خاطر انتہائی غیرت کی صورت میں تھا اور اسی غیرت رسولؐ میں آپؑ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ پر لگائے جانے والے اعتراضات کے جوابات دیے اور معترضین کے ردّ تحریر فرمائے۔ غیرت رسولؐ کی یہی روح آپؑ نے اپنی جماعت میں بھی پیدا فرمائی تھی، حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

''آج ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پر ایک جان کی طرح ہو رہے ہیں اور اسلام کو صدمہ پہنچانے کے لیے بہت زور لگا رہے ہیں۔ میرے نزدیک جو شخص میدان میں آتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لیے فکر میں ہے وہ پیغمبروں کا کام کرتا ہے۔'' (مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 43۔ مکتوب محررہ 26/ جولائی 1887ء)

چنانچہ اپنے مرشد و مطاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے غیرت رسولؐ کے یہ سبق سیکھ کر صحابہ نے بھی ہر سطح پر اپنے پیارے رسول ﷺ کے خلاف لگائے جانے والے الزامات کا جواب دیا اور معترضین کا جھوٹ اور دجل ظاہر کر کے آنحضور ﷺ کا حقیقی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آسٹریلیا میں احمدیت قبول کرنے والے سب سے پہلے بزرگ حضرت محمد حسن موسیٰ خان صاحبؓ (بیعت: 1903ء، آسٹریلیا جیسے دور ملک میں رہنے کی وجہ سے زیارت نہ کر سکے۔ وفات: 18/ اگست 1945ء مدفون پرتھ آسٹریلیا) آسٹریلیا میں اسلام احمدیت کے ایک پُر جوش مبلغ تھے۔ 1924ء میں آسٹریلوی شہر Perth سے شائع ہونے والے اخبار The Western Mail نے اپنے شمارے 25/ دسمبر میں Xmas نمبر شائع کیا جس کے Advertising حصے کے صفحہ نمبر 13 پر Boans Limited نامی ایک کمپنی نے اپنے اشتہار میں ایک خیالی تصویر کے ساتھ یہ محاورہ استعمال کیا کہ

"The mountain would not go to Mahomet, so Mahomet must perforce go to the mountain."

(یہ ضرب المثل مستشرقین نے آنحضرت ﷺ کے خلاف ایک جھوٹے اور من گھڑت واقعہ کی بنیاد پر بنائی ہے کہ ایک دفعہ محمد (ﷺ) نے کفار کو کہا کہ میں اس پہاڑ کو آواز دے کر اس کے میرے پاس چل کر آنے کا معجزہ دکھا سکتا ہوں، جب آپؐ نے آواز دی اور پہاڑ چل کر نہ آیا تو محمد (ﷺ) نے کہا کہ کوئی بات نہیں اگر پہاڑ چل کر میرے پاس نہیں آ سکتا تو میں چل کر اس کے پاس چلا جاتا ہوں۔) اپنے پیارے رسول ﷺ کے خلاف ایسے الفاظ دیکھ کر حضرت محمد حسن موسیٰ خان صاحبؓ نے کمپنی کے مالک کو غیرت رسولؐ سے بھرا ہوا درج ذیل خط لکھا:

"......If they desire to use the phrase as a mere figure of speech,they should subsitute the word "Jesus" for that of "Mahomet", because it was Jesus Christ who claimed to remove the mountain by the power of faith. Jesus Christ is reported in the Holy Gospels to have said to his disciples:

"If ye shall say unto the mountain,Be thou removed,and be thou cast into the sea,it shall be done."–St.Matthew,chap21,V.21.

Unfortunately, it is not recorded in the New Testament anywhere whether Jesus Christ or any of his followers ever performed that feat or miracle of making the mountain move from its place by the power of faith only.The modern Christians are removing the mountains by means of explosives and not by Christian faith."

ایسا منہ توڑ جواب ملنے پر مشتہر کمپنی کے مینیجنگ ڈائریکٹر نے معذرت کا خط لکھتے ہوئے آپ کو لکھا:

We must express our regret that the religious feelings of the Mohammedans have been injured.

(History of Islamism in Australia, From 1863--1932 by Mohammed Hasan Musakhan page 59,60)

ستمبر 1950ء میں یو این او (UNO) کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل Benjamin A.Cohen (وفات: مارچ 1960ء) نے ایک ٹیلی وژن پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے مندرجہ بالا محاورہ کا استعمال کیا، جس پر اس وقت کے پاکستانی وزیر خارجہ حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے یونائیٹڈ نیشنز کے سیکرٹری جنرل کو شدید احتجاج کا خط لکھا جس پر مسٹر Cohen نے اپنے فعل پر ندامت اور معذرت کا اظہار کرتے ہوئے اگلے ٹی وی پروگرام میں اس کی تصحیح کا وعدہ کیا۔

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔ 20/ اکتوبر 1950ء)

ایسی اور کئی مثالیں تاریخ میں مرقوم ہیں کہ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات کے ردّ میں جماعت احمدیہ فوری طور پر میدان میں اتری ہے۔ اس ضمن میں جہاں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا فرض ادا کیا ہے وہاں صحابیات بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں، محترمہ مسعودہ بیگم صاحبہ اپنی والدہ حضرت حسین بی بی صاحبہؓ (وفات: 24/ ستمبر 1921ء) زوجہ حضرت مولوی محمد علی بدوملہوی صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتی ہیں:

"میرے بھائی ظفر اسلام صاحب گودی میں بیمار ہو گئے۔ والدہ صاحبہ ان کو شفاخانہ نارووال میں لے گئیں۔ مشن کے پاس پہلے جو عورت پیش ہوئی اس کے بچے کا نام محمد دین تھا پھر جب اِن کی باری آئی تو انہوں نے اپنے فرزند کا نام ظفر اسلام بتلایا، اس پر مِس نے کہا کہ محمدؐ اور اسلام نے ہی تو ڈبویا ہے۔ یہ اُسی وقت اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور غصے اور زور سے کہا محمدؐ اور اسلام نے ہمیں تارا ہے، میں تجھ سے علاج نہیں کراؤں گی، میرا وہ مولا جس نے محمدؐ کو رسول کر کے اور اسلام دے کر بھیجا ہے وہ میرے بچے کو خود تندرستی بخشے گا...اور اپنے بچے کو بغیر علاج کروانے کے واپس لے آئی۔ مولا نے صحت بھی بخش دی۔"

(الحکم 21/ اکتوبر 1921ء)

جماعت احمدیہ کا یہی جذبہ عشق رسولؐ اور غیرت رسولؐ دیکھ کر ایک مغربی مصنف E.J.Bolus M.A.,B.D اپنی ایک کتاب میں احمدیت کے متعلق لکھتے ہیں:

"The Ahmadiyya is determined at all costs to clear the character of the Prophet."

(The Influence of Islam by E.J.Bolus page110, Lincoln Williams,Temple Bar Publishing Company Ltd.St.Martin's Court W.C.21932)

یعنی احمدیت ہر حال میں پُرعزم ہے کہ وہ نبی (ﷺ) کا کردار صاف اور معصوم ثابت کر کے دکھائیں گے۔

خلافت احمدیہ اُس روح کو زندہ رکھنے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس دنیا میں قائم فرمائی تھی، محبت رسولؐ کا ایک اور باب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ ہیں جن کو کامیاب بنانے میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مثالی کردار ادا کیا ہے۔ 1928ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پورے ہندوستان میں ایک ہی دن (17/ جون) جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد کرنے کی تحریک فرمائی ان دنوں حضرت میر محمد شفیع صاحب محقق دہلی رضی اللہ عنہ (وفات: 31/ اکتوبر 1941ء) کراچی میں تھے اور 17/ جون کو ہی بذریعہ ٹرین آپ کی واپسی تھی، آپ لکھتے ہیں:

"17/ جون 1928ء کو میں کراچی میں تھا، اُس دن وہاں کے اس جلسہ میں شریک ہونے کو دل چاہتا تھا جو رسول کریم ﷺ کی سیرت پر لیکچر دینے کے لیے ہونا تھا مگر مجبوری تھی، ٹھہرنا مشکل تھا۔ آخر 3 بجے گاڑی میں سوار ہو گیا اور اپنی سیٹ پر کھڑے ہو کر حضرت رسول کریم ﷺ خاتم النبیین کی سیرت پر لیکچر دینا شروع کر دیا۔ جب دوسرا اسٹیشن آیا تو اس کمرہ سے نکل کر دوسرے کمرہ میں جا پہنچا اور وہاں لیکچر دیا۔ غرضیکہ اسی طرح بفضلہٖ تعالیٰ سات گاڑیوں میں پہنچ کر 17 جون کو 3 بجے سے 12 بجے تک میں نے لیکچر دیے.... ہر لیکچر کی تمہید میں لوگوں کو یہ بتا دیتا تھا کہ میرے آقا اور مولا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکم سے آج تمام ہندوستان میں لیکچر ہو رہے ہیں.... تمام گاڑیاں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ قریباً آٹھ سو آدمیوں نے میرا لیکچر سنا، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

(الفضل 6/ جولائی 1928ء صفحہ 7 کالم 1)

حضرت چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ مارچ 1958ء میں عمرے کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے اور مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کی زیارت کا بھی شرف حاصل کیا۔ عالمی سطح پر اہم عہدے رکھنے والا شخص دنیا میں جہاں جاتا ہے مصروفیات اُسے گھیر لیتی ہیں لیکن آپؓ نے یہ وقت خاص طور پر تاریخ اسلام میں مذکور آنحضور ﷺ کی ذات اقدس سے وابستہ مقامات کی زیارت میں گزارا، حب رسولؐ میں درود شریف کا ورد آپ کا معمول رہا اور مدینہ میں محبت رسولؐ کے جذبات کو آپ نے اسد ملتانی کے اس شعر سے بیان کیا ہے۔

ہر راہ کو دیکھا ہے محبت کی نظر سے
شاید کہ وہ گذرے ہوں اسی راہ گذر سے

آنحضور ﷺ کے روضۂ اطہر کے قرب میں دل کی کیفیت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ "الفاظ میں ممکن نہیں" اور مولد و مسکن رسول ﷺ کی زیارت کے بعد واپسی پر دلی کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ

"دل میں پیہم جذبات کا ایک تلاطم برپا رہا اور آنکھوں سے آبشار جاری رہی اور زیر لب حسرت قلب کا اظہار ان پُرسوز الفاظ میں ہوتا رہا۔

مے پریدم سوئے کوئے او مدام
من اگر مے داشتم بال و پرے"

(تحدیث نعمت صفحہ 627 تا631)

یہ فارسی شعر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور فارسی نعت "در دلم جوشد ثنائے سرورے" کا ہے جس کا مطلب ہے کہ میں ہمیشہ اُس کے کوچہ میں اُڑتا پھرتا اگر میں بال و پر رکھتا۔ اور یہ صرف حضرت چودھری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ کی ہی کیفیت نہیں بلکہ ہر صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کیفیت تھی کہ آپؑ سے عشق رسولؐ کا ثمر چکھ کر اس کے ذائقہ اور لذت سے عش عش کر اٹھا۔ جس طرح چودھویں رات کا چاند سورج سے روشنی اخذ کر کے روشنی اور حسن میں اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے اسی طرح چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود آپ نے قرآنی حکم قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ پر عمل کر کے محبت رسولؐ اور سنت نبویؐ کے احیاء کو اس قدر عروج تک پہنچایا کہ خدا کی طرف سے وقت کے مامور ہونے کا شرف پایا، حضور علیہ السلام اپنی معرکہ آراء کتاب "براہین احمدیہ" میں آنحضرت ﷺ کی مدح میں فرماتے ہیں:

اتباعش آں دہد دل را کشاد
کش نہ بیند کس بصد سالہ جہاد

یعنی اس (آنحضرت ﷺ) کی پیروی دل کو اس قدر انشراح بخشے کہ کوئی سو سال جہاد کر کے بھی نہ پائے۔

☆...☆...☆

نذرانۂ عقیدَت بحضور امام آخر الزّمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

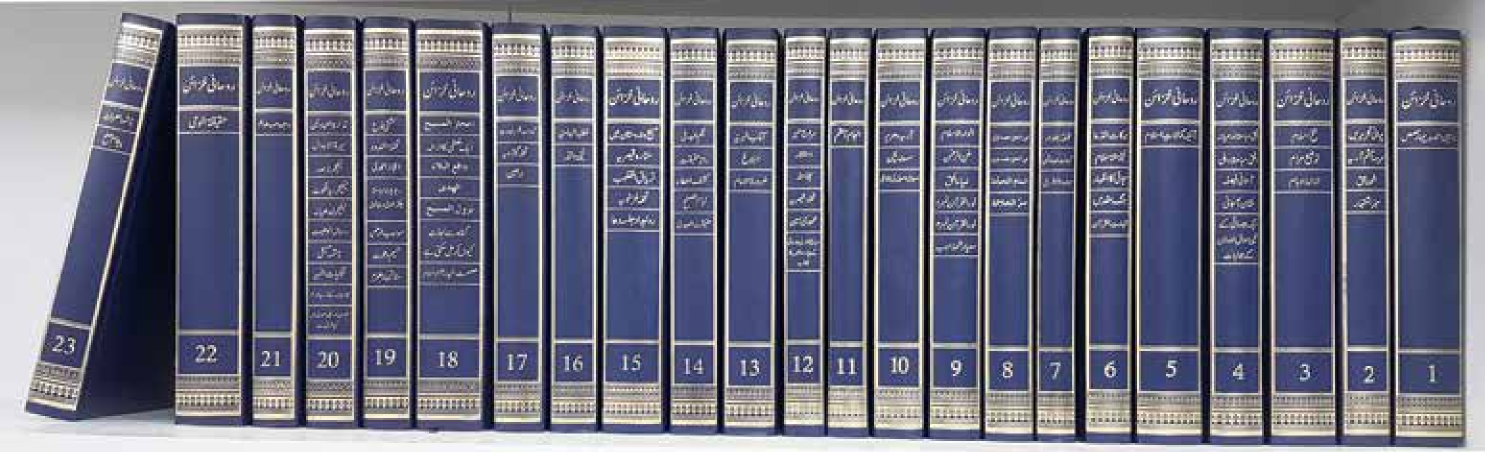
ملّتِ بیضا مبارک تجھ کو رعنائی تری — بعد اک مدّت کے ہے امید بر آئی تری
اے مسیحِ وقت قرباں جاؤں تیرے نام پر — معجزے کیا کیا دکھاتی ہے مسیحائی تری
دُور سے آیا ہے تُو اور دیر سے آیا ہے تُو — بعد صدیوں کے ہمیں صُورت نظر آئی تری
گاہ ڈھونڈا آسماں پر گاہ غاروں میں تجھے — تھی تری آمد سے پہلے خلق شیدائی تری
کل جو شیدائی تھے اب وہ مبتلائے وہم ہیں — زعم سے ان کے کہیں برتر ہے رعنائی تری
جو سمجھتے تھے تجھے روشن ستارے کی طرح — اے خورِ تاباں انہیں گرمی نہ راس آئی تری
غوطہ زن ہو جس قدر بھی عقل پا سکتی نہیں — قلزمِ عرفان! گہرائی نہ پہنائی تری
جو بَشر نادان ہیں لقمان بن جائیں سبھی — ڈال دے گر عکس اپنا اُن پہ دانائی تری
اے خدا کے شیر اے اسلام کے بطلِ جری — لرزہ بر اندام ہیں ہیبت سے عیسائی تری
کم ہے کیا یہ معجزہ مُردے ہزاروں جی اُٹھے — قُم بِاِذْنِ اللّٰہ کی جونہی صدا آئی تری
چند مُردے ابنِ مریم نے کئے زندہ تو کیا — ایک عالم کر گئی زندہ مسیحائی تری
یُوسفِ آخر زماں آئے گی آخر وہ گھڑی — سر جھکا کر مان لیں گے برتری بھائی تری
تجربہ ہے بار ہا کا آپ ہی رُسوا ہُوا — یا مسیح اللہ! چاہی جس نے رُسوائی تری
چودھویں کا چاند بھی تجھ کو نظر آتا نہیں — ہم نشیں میں کیا کروں ہے ختم بینائی تری
بادشاہوں سے ہے افضل وہ گدائے بے نَوا — مِل گئی ہے جس کو اے احمد پذیرائی تری
نُور سے تیرے منوّر ہو گیا قلبِ ظفرؔ — اَے خُدا کے نُور جب سے روشنی پائی تری

(مولانا ظفر محمد ظفرؔ۔ شائع شدہ روزنامہ الفضل مسیح موعود نمبر ۲۱ مارچ ۱۹۷۹ء صفحہ ۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردو زبان پر احسانات

’’...جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔‘‘

(میر انجم پرویز۔ مربی سلسلہ، عربک ڈیسک یوکے)



اردو زبان کی ابتدا کے بارے میں اگرچہ مختلف آرا پائی جاتی ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی سرزمیں اکثر بیرونی اقوام کا مرجع رہی ہے۔ تفاصیل سے قطع نظر، یہ بات یقینی ہے کہ مقامی زبانوں نے ہندوستان میں آکر آباد ہونے والی بیرونی اقوام کی زبانوں سے مل کر اردو کو جنم دیا ہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں امیر خسرو جیسے تخلیق کار نے اردو کے اس شیر خوار بچے کو بولنا سکھایا۔ اس ابتدائی زبان کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

غزل کا مطلع:

ز حالِ مسکیں مکن تغافل ورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں! نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

ناخن کی پہیلی:

بیسیوں کا سر کاٹ لیا نہ مارا نہ خون کیا

دو سخنے:

گوشت کیوں نہ کھایا، ڈوم کیوں نہ گایا گلا نہ تھا
جوتا کیوں نہ پہنا، سنبوسہ کیوں نہ کھایا تلا نہ تھا

اس زمانے میں فارسی کا دور دورہ تھا۔ بعض لوگ گاہے ماہے اردو میں بھی طبع آزمائی کر لیتے تھے تاہم اردو کو اعلیٰ مضامین کے اظہار کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ پھر سترھویں صدی میں ولی ایک ایسا شاعر ہوا جس نے اردو زبان کے اس ننھے سے بچے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ اب اردو اس قابل سمجھی جانے لگی کہ اس میں اعلیٰ مضامین بیان کیے جا سکیں اور ولی کی پیروی میں بہت سے صاحبِ طبع اردو دیوان بنانے پر کمر بستہ ہو گئے۔ ولی کے چند اشعار پیش ہیں جن سے ان کے کلام کی سلاست اور خوبی کا اندازہ ہو سکتا ہے:

راہِ مضمونِ تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن
جلوہ پیرا ہو شاہدِ معنیٰ
جب زباں سوں اٹھے نقابِ سخن
گوہر اس کی نظر میں جا نہ کرے
جس نے دیکھا ہے آب و تابِ سخن
ہے تری بات اے نزاکت فہم!
لوحِ دیباچۂ کتابِ سخن

اس کے بعد اردو تیزی سے نشو و نما پاتی گئی اور چونکہ اس کے مزاج میں ایک لطافت اور شائستگی تھی اس لیے وقت کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ، جو اردو کے ہم مزاج نہیں تھے، متروک ہوتے گئے۔ اردو نے اپنا سفر طے کرتے ہوئے جب اسد اللہ خاں غالؔب کے زمانے میں قدم رکھا تو ابلاغ کے لحاظ سے گویا اپنے بامِ عروج پر پہنچ گئی تھی۔

نبی کی آمد کے ساتھ انتشارِ روحانیت

نبی کی آمد کے وقت آسمان میں ایک انبساط کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور جس میں جو استعداد ہو وہ انتشارِ روحانیت کی وجہ سے اپنے معراج کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ نبی کی بعثت کے زمانے میں اس کی قوم کی زبان بھی درجہ کمال کو پہنچ چکی ہوتی ہے۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں ہی پیغام لے کر آتا ہے اور نبی کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ پیغام کو کھول کر قوم کے سامنے رکھے۔ اگر زبان میں اظہار و ابلاغ کی پوری صلاحیت ہی نہ ہو تو نبی اپنا فرض کیونکر ادا کر سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ساتھ اس کی زبان میں بکثرت مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔ چنانچہ کلام اللہ کا جلال اور شان بھی فصیح و بلیغ زبان کو چاہتی ہے۔

جب نبی کی بعثت ہی انتشارِ روحانیت کا موجب ہے جس کے نتیجے میں استعدادیں اپنا زور دکھاتی ہیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے قریب زمانے میں اُردو زبان میں جو غالؔب، ذوؔق اور مومؔن وغیرہ نے جوہر دکھائے وہ بھی اسی انتشارِ روحانیت کا نتیجہ تھے اور اس لحاظ سے یقیناً یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کا بالواسطہ فیض تھا جس سے اُردو زبان بہرہ ور ہوئی۔

اشاعتِ اسلام کا اہم ذریعہ اردو زبان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تکمیل ہدایت کا زمانہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ تکمیل اشاعتِ ہدایت کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ابلاغ کے ایسے ذرائع مہیا فرمائے ہیں جو پہلے وقتوں میں نہیں پائے جاتے تھے۔ ان ذرائع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اردو زبان کو بھی شامل فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اردو ملکِ ہند میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان بن گئی ہے۔

(تحفۂ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 262 تا 263)

جدید ہندی اور اُردو میں ماسوائے بعض الفاظ کے کوئی فرق نہیں۔ جملوں کی ترکیب اور ساخت ایک جیسی ہے۔ آج ہندی زبان دنیا کی تیسری اور اردو گیارھویں بڑی زبان ہے۔ اور ایک ارب کے قریب لوگ یہ مشترکہ زبان سمجھتے ہیں اور یہ لوگ کرۂ ارض کے تقریباً ہر حصے اور ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ زبان بلاشبہ اشاعتِ ہدایت کا ذریعہ بن گئی ہے۔

اسلام کی صحیح تشریح کا ماخذ...اردو

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی قوم کی زبان اُردو تھی اس لیے آپ نے اردو ہی میں اپنا پیغام قوم کے سامنے پیش فرمایا۔ عربی چونکہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بطور معجزہ عربی زبان بھی سکھائی جس میں آپؑ نے بیس سے زائد کتب تحریر فرمائیں، لیکن آپ کی ساٹھ سے زیادہ کتابیں اُردو ہی میں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے اشتہارات، مکتوبات اور ملفوظات کو بھی سامنے رکھیں تو بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں اسلام کی صحیح تشریح کا اصل ماخذ اُردو زبان ہی ہے جس میں آپ نے تجدیدِ دین اور احیائے اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ اب قیامت تک یہ کلام اردو ہی سے دیگر اقوامِ عالم تک پہنچتا رہے گا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

’’اردو پڑھنا سیکھنا اس لیے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ہی اس وقت دین کا صحیح فہم حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کی تفسیریں، آپ کی کتب، آپ کی تحریرات ہی ایک سرمایہ ہیں اور ایک خزانہ ہیں جو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر سکتی ہیں، جو صحیح اسلامی تعلیم دنیا کو بتا سکتی ہیں، جو حقیقی قرآنِ کریم کی تفسیر دنیا کو بتا سکتی ہیں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 8/ فروری 2013ء)

در کلامے تو چیزیست...

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقانیتِ اسلام کے لیے ساری زندگی قلمی جہاد میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ’’سلطان القلم‘‘ کے خطاب سے نوازا۔ اسی طرح ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ’’در کلامِ تو چیزیست کہ شعراء را در آں دخلے نیست‘‘ یعنی تمہارے کلام میں ایک ایسی چیز ہے جس میں شعراء کو کوئی دخل نہیں۔ اللہ کا الہام اپنے اندر دقیق معانی اور لطیف معارف سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کی شاعری میں ایسی چیز ہے بلکہ فرمایا کہ آپ کے کلام میں کوئی غیر معمولی خوبی ہے۔ کلام میں نظم و نثر دونوں آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نظم و نثر دونوں میں یہ حقیقت نمایاں نظر آتی ہے اور آپ کی تحریر میں ایک عجیب کشش، جذب اور تاثیر ہے جو کسی اور کے کلام میں نظر نہیں آتی۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو انسان محسوس تو کر سکتا ہے لیکن الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اسے کوئی تعبیر یا نام دے کر محدود کرنے کی بجائے ’’چیزیست‘‘ یعنی کوئی چیز ہے کہہ کر کھلا چھوڑ دیا ہے۔ پھر الہام کے دوسرے حصے میں ’’شعراء را در آں دخلے نیست‘‘ فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شعر حسن و خوبی اور لطافتِ بیان میں نثر کی نسبت اعلیٰ درجہ پر سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ الہام کے منطوق میں نہیں مگر مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ تیرے کلام میں، چاہے وہ نظم ہو یا نثر، ایسی خوبی پائی جاتی ہے کہ نثر نگاران تو دور کی بات ہے شعراء کو بھی حاصل نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کا امتیاز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کا امتیاز یہ ہے کہ یہ خاص تائید الٰہی سے لکھا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان کا کامل اور حقیقی علم تو صرف ذاتِ باری تعالیٰ کو حاصل ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’زبان کا علم وسیع خدا کو ہے نہ کسی اور کو۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 464)

تو کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص، جس نے اپنی کوشش سے زبان سیکھی ہو، ایسے شخص سے بڑھ جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود زبان اور انشا پردازی پر قدرت عطا کی ہو! ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مَیں خاص طور پر خدائے تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشا پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 462)

اسی طرح فرمایا:

’’ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشا پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف و حقائقِ قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 465)

آپ کے کلام کی بعض خصوصیات

یہ بہت وسیع موضوع ہے جس کو یہاں بیان کرنا ناممکن ہے۔ کتاب ’’ادب المسیح‘‘ اور ’’درثمین فارسی کے محاسن‘‘ میں اس موضوع کا کسی قدر احاطہ کیا گیا ہے اور آئندہ بھی اس پر کام

وہ دورِ خزاں کو بھی کرے فصلِ بہاراں

بے جان کے جیون کے لئے قاش عطا کی
کچھ حصہ مجھے ازرہ وہ جود وسخا دے

انوار کے جلووں میں ثریا سے وہ اترا
مقصد تھا خلائق سے خدا کو وہ ملا دے

مخلوق کی ہمدردی میں یوں فیض رساں ہو
دُکھ درد مٹانے کا وہ نسخہ بھی بتا دے

وہ عزم ہو پختہ کہ قدم بڑھتے ہی جائیں
منزل پہ پہنچنے کے لئے جان لڑا دے

یہ راز اُسی نے ہے عجب ہم کو بتایا
مقبول دعاؤں کا ثمر ہم کو خدا دے

انداز مسیحائی اسے ایسا ملا تھا
دل مُردہ ہو جن جن کا اُسے پھر سے جلا دے

وہ دورِ خزاں کو بھی کرے فصلِ بہاراں
ایمان کی سینوں میں لگن اور لگا دے

حافظ ترے دروازے پہ اِک ادنیٰ سوالی
خالق میرے ہر جذبے کو بس اپنی رضا دے

(حافظ عبد الحلیم)

ہوتا رہے گا۔ تاہم یہاں چند باتیں عرض ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام (نظم ونثر) تکلّف سے پاک ہے۔ آپ نے ہمیشہ کسی مقصد کے تحت قلم اٹھایا۔ ناول نگاروں یا عام شعراء کی طرح بیٹھ کر تکلف سے کوئی مضمون بنانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ جب بھی اسلام و بانئ اسلامؐ کے دفاع اور قرآنی معارف وحقائق بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی یا اپنے دعوے کی صداقت کے دلائل اور تائیداتِ الٰہیہ سے دنیا کو آگاہ کرنا منظور ہوا یا جماعت کی تعلیم وتربیت اور نظامِ جماعت کے قیام وانصرام کی حاجت محسوس ہوئی تب آپ نے قلم اُٹھایا۔ اور یہ سب ایسے کام تھے جن سے آپ کو بحیثیت مامور من اللہ ہمہ وقت واسطہ رہا۔ اسی لیے آپ کا قلم براہین احمدیہ بلکہ اس سے بھی پہلے کے زمانے سے لے کر آخری دن تک چلتا رہا اور اردو ادب میں ایک ایسا خزانہ چھوڑ گیا جو قیامت تک طلابِ علم وادب کی جھولیاں بھرتا رہے گا۔

آپ اپنی اردو تحریرات کے دوران برجستہ چھوٹی بڑی نظمیں اور اشعار بھی رقم فرماتے جاتے۔ یہ نظمیں اور اشعار اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ہیں۔ (عربی کتب وعربی قصائد الگ ہیں، ان کا یہاں ذکر مقصود نہیں) دراصل اردو ادب میں فارسی کا بطور خاص بہت دخل ہے۔ اردو کے ہر بڑے ادیب وقلمکار کی تحریرات میں آپ کو فارسی اشعار اور ضرب الامثال ضرور ملیں گی۔ نیز بیشتر اردو اساتذہ شعراء اُردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی کلام کہہ لیا کرتے تھے۔ اس لیے فارسی کلام کو اردو کا حصہ ہی سمجھنا چاہیے۔ علاوہ ازیں اس زمانے میں ہندوستان میں فارسی کا اچھا خاصا اثر باقی تھا۔ اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اگرچہ فارسی میں کوئی کتاب تحریر نہیں کی لیکن اپنی چند کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ضرور کروایا۔

آپ کے کلام میں ایسی جامعیت اور وسعت ہے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ پرانی تحریریں اور براہین احمدیہ پڑھیں تو تحریر کا انداز انتہائی عالمانہ اور منطق وفلسفہ کی اصطلاحوں سے پُر نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اسلامی اصول کی فلاسفی اور پیغامِ صلح وغیرہ پڑھیں تو انداز بالکل جدا اور انتہائی عام فہم دکھائی دیتا ہے، مگر ہر جگہ وہی تاثیر اور ویسا ہی سحر ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انشاپردازی تعلیم الٰہی سے ہے اس لیے اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اردو زبان کل کو عالمی زبان بننے والی ہے اس لیے آپؑ نے الٰہی قدرت وتصرف سے ایسی زبان تحریر کی ہے جس سے آئندہ مختلف قومیں سند حاصل کریں گی۔ مثلاً کہیں کہیں آپ نے انگریزی یا پنجابی الفاظ استعمال فرمائے اور بعض جگہ تذکیر وتانیث میں تصرف فرمایا وغیرہ۔ لیکن یہ تصرفات عدم علم کی بنا پر نہیں تھے بلکہ بلاغت کی اغراض اور زبان کی وسعت کے پیش نظر کیے گئے تھے جو آئندہ اردو زبان کے اصول وضوابط طے کریں گے۔

آپ کے موضوعاتِ کلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات ومنظومات میں عشقِ الٰہی، اسلام کی حقانیت کے دلائل، اپنے آقا ومطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت اور آپؐ سے غیر معمولی محبت کا اظہار، قرآن کریم کی عظمت وشان اور اس سے آپ کا عشق، معارف وحقائق قرآنیہ، اصلاحِ افکارِ خاطئہ وتردیدِ عقائدِ باطلہ، دعوت وتبلیغ ہدایت، اصلاحِ اعمال وحصولِ عرفانِ الٰہی کے ذرائع، ہمدردئ خلق واخلاقِ فاضلہ کی ضرورت، بین المذاہب معاملات وقیامِ امن کے طریق، ہر طبقہ بشمول حکومت ورعایا کے حقوق وواجبات وغیرہ مضامین شامل ہیں۔ غرض اس زمانے کی ضرورت کا کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر آپ کے کلام سے اصولی یا تفصیلی رہ نمائی نہ ملتی ہو۔ اور یہ سب سرمایہ ہمیں اردو زبان میں میسر ہے۔ یہی وہ خزائن ہیں جن کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ موعود خزانے لٹائے گا یہاں تک کہ لینے والے نہ ملیں گے۔ ان علوم ومعارف کی بدولت اُردو زبان کا شملہ دنیا کی زبانوں میں ہمیشہ اونچا رہے گا۔

آپ کا نمونۂ کلام

یوں تو آپ کی کتب اور منظومات پڑھ کر ہی آپ کے کلام کی شان اور خوبی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ تاہم اگر مختلف موضوعات پر آپ کی تحریریں پڑھنی ہوں تو ”مرزا غلام احمدؑ اپنی تحریرات کی رو سے“ ایک بہترین کتاب ہے۔ بہر حال مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بطور نمونہ آپ کے کلام سے ایک تحریر اور چند اشعار پیش کر دیے جائیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”میں مامور ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہوسکے ان تمام غلطیوں کو مسلمانوں سے دُور کر دوں اور پاک اخلاق اور بُردباری اور علم اور انصاف اور راستبازی کی راہوں کی طرف اُن کو بلاؤں۔ میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ مَیں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔ میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچّا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اُس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اُس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر وفاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ اُن کے دامنِ استعداد پُر ہو جائیں۔“

(اربعین1، روحانی خزائن جلد17 صفحہ 344 تا345)

اگر دِل میں تمہارے شر نہیں ہے
تو پھر کیوں ظنِّ بد سے ڈر نہیں ہے
وہی کرتا ہے ظنِّ بد بلا رَیب
کہ جو رکھتا ہے پَردہ میں وہی عیب
اگر عُشّاق کا ہو پاک دامن
یقیں سمجھو کہ ہے تریاق دامن
مگر مُشکل یہی ہے درمیاں میں
کہ گُل بے خار کم ہیں بوستاں میں
تمہیں یہ بھی سناؤں اس بیاں میں
کہ عاشق کِس کو کہتے ہیں جہاں میں
وہ عاشِق ہے کہ جس کو حسبِ تقدیر
محبت کی کماں سے آ لگا تِیر
نہ شہوت ہے نہ ہے کچھ نفس کا جوش
ہوا اُلفت کے پیمانوں سے مدہوش
لگی سینہ میں اُس کے آگ غم کی
نہیں اس کو خبر کچھ پیچ و خم کی

غیروں کے اعترافات

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم ایک عقیدت مند کی نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کی توصیف وتعریف میں رطب اللسان ہیں لیکن حق یہ ہے کہ اگر تعصب کی عینک اتار کر غیر جانبداری سے کوئی بھی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو دیکھے تو وہ اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ غیر معمولی کلام ہے جس کو کسی کی تعریف کی حاجت نہیں۔ ع

حاجتِ مشّاطہ نیست روئے دل آرام را

عربی میں کہتے ہیں کہ ”والفضل ما شھدت به الاعداء“ کہ فضیلت تو وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

اردو ادب کے بعض بڑے بڑے ادیبوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کی فضیلت اور خوبی پر منصفانہ گواہی دی ہے۔ ایسے ہی ادیبوں میں ایک بڑا نام جناب ابوالکلام آزاد کا ہے جن کا طوطی پورے ہندوستان میں بولتا تھا اور ہر اخبار اور رسالہ ان کے مضامین کو سرفہرست جگہ دیتا تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپؑ کے بارے میں اپنے اخبار وکیل میں لکھا:

”وہ شخص بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا، جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا... دنیا سے اُٹھ گیا... ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ وہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیات کہ وہ اسلامک مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر ومنزلت آج جب کہ وہ اپنا فرض پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔ (اخبار وکیل امرتسر 30/ مئی 1908ء)

اقبال نے حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ہی لکھا تھا کہ

”آپ جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔“

(انڈین انکوائری جلد 29 ستمبر 1900ء صفحہ 237 بحوالہ الفرقان جون 1955ء)

مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر اخبار ”کرزن گزٹ“ دہلی لکھتے ہیں:

”مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے

......باقی صفحہ 86 پر......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف ملاقات کی سعادت پانے والے

پروفیسر کلیمنٹ لنڈلے ریگ (Clement Lindley Wragge)

(حسیب احمد۔مربی سلسلہ، ربوہ)

’’وہ شخص۔ بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور جس کی آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا ...مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کیلئے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کرکے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا کے کسی حصّہ میں انقلاب کرکے دکھا جاتے ہیں۔‘‘

(بدر قادیان۔18/جون 1908ء جلد 7 نمبر 24 صفحہ 2 کالم 1)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر مولانا ابوالکلام آزاد کے مذکورہ بالا الفاظ ایک عظیم الشان انقلاب کے آئینہ دار ہیں جس نے اپنوں سمیت غیروں کو بھی متاثر کیے بغیر نہ چھوڑا۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر کچھ عجب محیّر العقول امور ہیں جو انسان کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر ڈالتے ہیں اور بالآخر انسان کو ایک عظیم المرتبت خدا کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو اپنے بندوں کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے اور عجیب در عجیب قدرتوں کے ذریعہ انا الموجود کا کامل ثبوت مہیّا کرتا ہے۔

کسی دنیاوی شخص کی نظر میں حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم المرتبت علمی قابلیت یقیناً باعث حیرت ہے۔ قادیان جیسی گمنام بستی میں موجود رہتے ہوئے اپنی علمی قابلیت کا تمام دنیا میں لوہا منوانا فی ذاتہ اس لحاظ سے معمہ ہے کہ اس بستی تک عام دنیا کی رسائی بھی نہایت دشوار تھی۔ جہاں اس زمانہ میں ہونے والی سائنسی تحقیقات کا پہنچنا بھی دشوار تھا۔ ذرائع نقل وحمل نہ ہونے کے برابر تھے۔ نہ سڑکوں کی موجودگی نہ ریل کی رسائی۔ ایسی جگہ کے ایک رہائشی کا اپنے زمانہ کے ایک عظیم الشان سائنسدان کو اپنے مذہبی عقائد اور نظریات کا حامی بنالینا نہ صرف اس مذہب کی صداقت کی دلیل ہے بلکہ زندہ خدا کے موجود ہونے پر ایک اہم ثبوت ہے۔ اور شاید یہی دلیل Professor Clement Lindley Wragge جیسے مشہور ہیئت دان اور ماہر موسمیات کو بھی ایک زندہ خدا پر ایمان لانے کے لیے کافی و شافی تھی۔ چنانچہ انہوں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنے سوالات کا تسلی بخش جواب حاصل کر لینے کے بعد احمدیت قبول کرنے میں تردّد نہ کیا۔

(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ:341)

مشہور سائنسدان، ہیئت دان اور ماہر موسمیات Clement Lindley Wragge کا اصل نام William تھا مگر بعد ازاں Clement رکھ دیا گیا۔ آپ کے والد کا نام Clement Ingleby Wragge جبکہ آپ کی والدہ کا نام Anna Maria, Née Downing تھا۔

آپ کی والدہ کی وفات آپ کی نہایت کم سنی میں ہوئی جبکہ آپ پانچ ماہ ہی کے تھے۔ اسی طرح آپ کے والد کی وفات پانچ برس کی عمر میں ہوئی۔ والدین کی وفات کے بعد کئی سال تک آپ کی دادی Emma Wragge نے آپ کی کفالت کی اور آپ کو علوم فلکیات اور علوم موسمیات کے بنیادی امور سکھائے۔ آپ انگلستان کے علاقہ Worcestershire کے ایک قصبہ Stourbridge میں پیدا ہوئے۔ بعد ازاں آپ Staffordshire کے ایک گاؤں Oakamoor میں منتقل ہو گئے۔ آپ نے اپنی بنیادی تعلیم Uttoxeter سے Thomas Alleynes Grammar School حاصل کی۔

(The Life And Work Of Clement Lindley Wragge by Inigo Jones,Delivered at Monthly Meeting of the Royal Geographical Society of Australasia (Queensland) on Dec 8th 1950.Source: Auckland War Memorial Museum Library, Wragge Family Papers Ms1213).

1865ء میں آپ کی دادی کی وفات کے بعد آپ کے چچا نے فیصلہ کیا کہ آپ کو لندن کے علاقے Teddington لے جایا جائے۔ وہاں آپ نے Belvedere School میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور بعد ازاں Cornwall School میں لاطینی زبان میں مہارت حاصل کی۔ اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کے لیے Lincoln’s Inn میں داخلہ لیا۔ آپ نے اپنے چچا William جو کہ Churnet Valley میں مقیم تھے کے ہم راہ یورپ کے تقریباً تمام ممالک کا سفر بھی کیا۔

Churnet Valley میں اپنے چچا کے ہاں قیام کے دوران ہی آپ کا رجحان Churnet Valley کے ماحول کے زیر اثر نیچریت کی طرف منتقل ہو چکا تھا۔ اکتوبر 1874ء میں Wragge نے باقاعدہ طور پر اپنی سفری مہمات کا آغاز کیا۔ اپنے ایک دوست Gaze Hoclen کے ہم راہ آپ بذریعہ ریل Paris روانہ ہوئے۔ Marseilles سے ہوتے ہوئے پھر آپ مصر روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ مقدس مقامات کی سیر کی غرض سے فلسطین، یروشلم پہنچے جہاں Mormons کے ایک وفد سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ American West میں Salt Lake کے مقام پر تعمیر ہونے والے Mormons کے نئے شہر کو ضرور دیکھنے کے وعدہ کے ساتھ آپ نے ان سے اجازت لی۔ وہاں سے گو آپ کا اپنے دوست کے ساتھ واپس برطانیہ جانے کا ارادہ تھا جسے آپ نے ترک کر ڈالا اور وہاں سے براستہ ہندوستان آسٹریلیا جانے کا ارادہ کر لیا اور Wind Jammer کے ذریعہ آپ Sydney پہنچے۔ یہاں آپ نے New South Wales اور Queensland کا مختصر سفر کرنے کے بعد Sydney کو خیر باد کہا اور 1875ء میں بذریعہ بحری جہاز آپ Sydney سے San Francisco اور Salt Lake City کے لیے روانہ ہو گئے۔



2006ء دورۂ نیوزی لینڈ کے موقع پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پروفیسر صاحب کی قبر پر

San Francisco پہنچ کر ایفائے عہد کی غرض سے جو کہ آپ نے Mormons کے وفد کے ساتھ سیر کے دوران باندھا تھا آپ نے Salt Lake City کا بھی دورہ کیا اور Brigham Young سے تفصیلی ملاقاتیں کیں اور ان کے عقائد سے بہت متاثر ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے Mormons پر کئی مضامین بھی لکھے جن میں آپ نے ان کے نظریات خصوصاً تعدد ازدواج کا ذکر بھی کیا۔

1876ء میں ریگ دوبارہ آسٹریلیا پہنچے جہاں آپ نے South Australia میں Surveyor-General Department میں اپنے کام کا باقاعدہ آغاز کیا۔ ریگ نے یہاں تین سال تک ملازمت کی جس میں انہوں نے Flinders Ranges اور Murray Scrubland کی مہمات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

13/ستمبر 1877ء کو کلیمنٹ ریگ کی شادی لیونورا ایڈتھ فلورنس ڈی ایرسبائی سے ہوئی۔ شادی کے بعد وہ مع اہلیہ 1878ء میں اپنے آبائی وطن Oak moor, England پہنچے۔

لیونورا سے ریگ کے ہاں دو بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے Leonora Ingleby کی پیدائش 1878ء میں ہوئی، Emma J کی پیدائش 1879ء میں ہوئی اور Clement Lionel Egerton کی پیدائش 1880ء میں ہوئی۔ ان کے ہاں چوتھے بیٹے کی پیدائش 1882ء August میں Scotland میں ہوئی جس کا نام Rupert Lindley رکھا گیا۔ اس بیٹے کی پیدائش کے معاً بعد ریگ آسٹریلیا چلے گئے۔ ان کے تیسرے بیٹے Clement Lionel جو کہ Farley, Staffordshire میں 1880ء میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد ازاں First Australian Imperial Force کی 2ND Light Horse Regiment میں بھرتی ہوئے اور جنگ عظیم اوّل میں معرکہ Gallipoli میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوئے۔

(THE SICK and WOUNDED, Dominion, Volume 8, Issue2539,13August1915,Page6)



Professor Clement Lindley Wragge

(تصویر: (https://en.wikipedia.org/wiki/Clement_Lindley_Wragge

پروفیسر کلیمنٹ ریگ نے دوسری شادی انڈین نژاد ادریس صاحبہ سے کی جن سے ان کے ہاں ایک بیٹا Kismet Wragge قسمت ریگ پیدا ہوا۔

موسمیاتی محکمہ میں ریگ کی پہلی تقرری 1881ء میں North Staffordshire میں ہوئی۔ Scottish Meteorological Society کے سیکرٹری نے جب آپ کو Ben Nevis پر قائم شدہ رصد گاہ کا نگران بنایا تو ان

ایام میں روزانہ ریگ ایک بلند چوٹی چڑھتے تا روزانہ موسمیاتی تبدیلیوں کا ریکارڈ رکھ سکیں اور مطلوبہ Readings لیتے جبکہ آپ کی اہلیہ سطح سمندر کی مطلوبہ معلومات کا ریکارڈ رکھتیں۔ چنانچہ یکم June سے لے کر 14/اکتوبر 1881ء تک کا مسلسل روزانہ کا ریکارڈ رکھنے اور ریگ کے اس پرمشقت کارنامے پر اسے سوسائٹی کی طرف سے Gold Medal سے نوازا گیا۔

(The Ben Nevis Meteorological Observatory 1883–1904: From Beaufort to Bierknes and eyond: Critical Perspectives on the History of Meteorology. The International Commission on History of Meteorology. Archived from the original on 2nd October2015. Retrieved2nd October2015.)

اگلے ہی سال ریگ مع اہلیہ Adelaide, South Australia منتقل ہوگئے۔ یہاں آ کر بھی ریگ نے 1884ء میں Walker Ville اور Mount Lofty میں رصد گاہیں قائم کیں اور 1886ء میں Meteorological Society of Australasia بھی قائم کی۔ Queensland Weather Service میں ابتدائی خدمات بجالانے کے بعد جنوری 1887ء میں آپ کو بطور Meteorological Observer کے عہدہ پر Colonial Telegraph Department میں بھرتی کیا گیا۔ ریگ نے یہاں پر اپنے کام کو وسعت دی۔ 1891ء میں ریگ کو Munich میں منعقدہ World Meteorology Conference میں شمولیت کا موقعہ بھی حاصل ہوا۔ اور اسی طرح آپ نے Paris میں منعقدہ کانفرنس 1898ء اور 1900ء میں بھی شمولیت کی۔

ریگ Munich کی منعقدہ کانفرنس میں Bruckner's کے پیش کردہ نظریات خصوصاً اس بات سے کہ خلا میں موجود دیگر سیارے ہمارے موسم پر اثر انداز ہوتے ہیں سے بہت متاثر ہوئے۔ نیز سورج کی سطح پر ہونے والے تغیرات سے زمین کے موسموں میں ہونے والی تبدیلی کے بھی مختلف نظریات پر آپ نے کام کیا۔ آپ نے مصنوعی بارش برسانے کے لیے مختلف تجربات بھی کیے جن کے مثبت نتائج سامنے نہ آئے۔

1898ء میں ریگ نے New South Wales اور Tasmania میں بھی رصد گاہیں قائم کیں۔ ان منصوبوں پر آنے والی لاگت کے باعث ریگ کے تنازعات New South Wales کی حکومت سے شدت پکڑ گئے۔

Royal Meteorological اور Royal Geographical سوسائٹیز کا ممبر ہونے کے باعث ریگ نے

Australian Weather Guide and Almanac (1898)

میں شائع کیا۔ اسی طرح بعنوان

''Wragge: A Meteorological, Geographical and Popular Scientific Gazette of the Southern Hemisphere (1902) ''

Romance of the South Seas اور

1906

مختلف جریدے شائع کیے۔

ریگ اپنی صحت کا بھی بہت خیال رکھتے اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے ایک Canoe Club کا بھی آغاز کیا۔ آپ کو مذہب کی طرف رجحان بھی ابتدائی زندگی میں ہی ہوگیا۔ آپ کو Yoga کا بھی شغف تھا۔ جانوروں سے بھی آپ کو بے انتہا پیار تھا۔ Ethnography, Geology اور Natural History سے متعلقہ اشیاء کا آپ کے پاس ایک بڑا ذخیرہ تھا جو کہ آپ کی وفات پر برطانیہ کے ایک شہر Stafford کو منتقل کر دیا گیا تھا۔

آپ نے اپنا ذاتی موسمیات کا ادارہ بھی بنایا جس کا نام Wragge Institute and Museum تھا۔ آپ کی وفات کے بعد اس ادارہ کا سربراہ آپ کا بیٹا Kismet K Wragge بنا۔ آپ کو موسمیات کے میدان میں آپ کی خدمات کے باعث Father of Modern Day Meteorology کہا جاتا ہے۔ ریگ بعد ازاں New Zealand روانہ ہوئے۔ Auckland میں ریگ نے ایک اور رصد گاہ تعمیر کی۔ 1913ء میں یہ دوبارہ Queensland گئے لیکن اپنے مجوزہ Tropical Cyclone Research Centre کے لیے عمومی تائید حاصل نہ کر سکے۔

ریگ ایک مشہور لیکچرار بھی تھے اور آپ نے مختلف ملکوں میں لیکچرز بھی دیے۔ چنانچہ 1907ء میں آپ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ 1908ء کے اختتام پر آپ نیوزی لینڈ تشریف لے گئے۔ 1910ء میں آپ مستقل طور پر Birkenhead، Auckland منتقل ہوگئے جہاں آپ نے اپنی ذاتی رصد گاہ بھی تعمیر کی۔ 1910ء سے 1922ء کے درمیانی عرصہ میں آپ کی مصروفیات کا محور آپ کے معرکہ آراء لیکچرز تھے جو کہ آپ نے New Zealand کے طول وعرض میں دیے۔ 1922ء میں ایک لیکچر کے دوران ہی آپ کو شدید دل کا دورہ پڑا جہاں سے آپ کا بیٹا قسمت آپ کو Birkenhead لے گیا۔ مگر آپ اس تکلیف کی تاب نہ لاتے ہوئے 10/دسمبر 1922ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

(The Life And Work Of Clement Lindley Wragge by Inigo Jones, Delivered at Monthly Meeting of the Royal Geographical Society of Australasia(Queensland)on Dec8th1950.

Auckland War Memorial Museum Library, Wragge Family Papers(Ms1213).)

Peter Adamson اپنے ایک مضمون میں ریگ کی شخصیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''The eccentric and, some would have said, egomaniacal Wragge seemed to relish controversy and combat.''

(CLEMENT LINDLEY WRAGGE AND THE NAMING OF WEATHER DISTURBANCES by Peter Adamson Walkersville, South Australia WEATHER vol.7pg:362)

مفہوماً ترجمہ: آپ انوکھے اور کچھ لوگ کہیں گے انا پرست، ریگ مباحثہ اور مقابلہ کا حظ اٹھانے والے معلوم ہوتے تھے۔

Paul D.Wilson پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی شخصیت کی تصویر کشی مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتا ہے:

''Tall and thin, Wragge had an iron constitution and a mop of flaming red hair and explosive temper to match: his staff and opponents well knew that he possessed the adjectival luxuriance of a bullock. In the professional field he was his own worst enemy, but he did encourage followers like Inigo Jones. Credited with originating the use of classical, biblical and personal names for weather systems, he was nicknamed ‹Inclement Wragge› for his rainfall forecasts''

(Wragge, Clement Lindley (1852–1922) by Paul D. Wilson, Australian Dictionary of Biography, Volume 12, (MUP), 1990.National Centre of Biography, Australia National University,)

مفہوماً ترجمہ: ریگ۔ لمبا قد، دبلے پتلے، آہنی جسم، سرخ بالوں کا تابناک گچھا اور اس سے ملتا جلتا پھٹ پڑنے والا مزاج رکھتے تھے۔ آپ کا عملہ اور آپ کے مخالفین جانتے تھے کہ آپ میں ایک سانڈھ کی سی فراوانی تھی۔ اپنے پیشہ وارانہ میدان میں وہ اپنے بدترین دشمن تھے مگر اپنے پیروکاروں مثلاً Inigo Jones کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ موسمی نظاموں کے لیے کلاسیکل، بائبلی اور ذاتی ناموں کی اصطلاحات کے استعمال کے آغاز کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ ان کا نام کلیمنٹ ریگ ان کی بارشوں کی درست پیش خبریوں کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

اسی طرح مشہور انگریز مصنف Sir Arthur Conan اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر کلیمنٹ ریگ کے متعلق لکھتے ہیں:

''On arriving at the charming bungalow, buried among all sorts of broad-leaved shrubs and trees, I was confronted by a tall, thin figure, clad in black, with a face like a sadder and thinner Bernard Shaw, dim, dreamy eyes, heavily poached, with a blue turban surmounting all. On repeating my desire he led me apart into his study. I had been warned that with his active brain and copious knowledge I would never be able to hold him to the point, so, in the dialogue which followed, I perpetually headed him off as he turned down by paths, until the conversation almost took the form of a game.''

(The Wanderings of a Spiritualist by Sir Arthur Conan Doyle, Chapter 8 pg: 180 New York George H. Doran Company 1921.)

مفہوماً ترجمہ: ایک بڑی دلکش کوٹھی میں پہنچ کر جو ہر قسم کے چوڑے پتوں والی جھاڑیوں اور درختوں میں چھپی ہوئی تھی۔ میرا واسطہ ایک لمبے، دبلے پتلے شخص سے ہوا جو سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ جس کا چہرہ غمگیں اور زیادہ دبلے پتلے برنارڈ شاہ جیسا تھا۔ دھندلی، نمی سے بھری ہوئی خوابیدہ آنکھیں اور ان سب سے اوپر نیلی پگڑی۔ میری خواہش کے دوبارہ اظہار پر وہ مجھے الگ اپنی سٹڈی میں لے گئے۔ مجھے متنبہ کیا گیا تھا کہ ان کا فعال دماغ اور بے شمار علم کے ساتھ میں کبھی اس قابل نہیں ہوں گا کہ ان کو (زیر گفتگو) نقطہ پر قائم رکھ سکوں چنانچہ جو گفتگو بعد میں ہوئی اس میں مَیں ان کو مسلسل موڑتا رہا جب وہ رستوں سے مڑنے لگتے تھے۔ یہاں تک کہ اس گفتگو نے ایک کھیل کی شکل اختیار کر لی۔

کلیمنٹ ایک نہایت زرخیز ذہن کے مالک تھے جنہیں موسم کا ریکارڈ رکھنے کی اہمیت کا اندازہ تھا۔ انہوں نے اسی ترکیب کے باعث آئندہ آنے والے موسم کی پیش خبری کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اپنی تحقیقات کو استعمال کرتے ہوئے انہوں نے پیش آمدہ موسمی طوفانوں کا پتہ چلانے کا بھی طریق ایجاد کیا تا ان کے نقصانات سے بچا جا سکے۔ اسی طرح ان طوفانوں کو مختلف اسماء سے موسوم کرنے کا طریق بھی آپ ہی نے رائج کیا۔ آپ کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک کارنامہ مصنوعی بارش کا برسانا بھی تھا گو کہ آپ اس میں مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ماہر موسمیات اور ہیئت دان کے طور پر خوب شہرت حاصل کی۔

چنانچہ Peter Adamson اپنے ایک مضمون میں پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی خدمات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''Clement L. Wragge is credited, certainly in Australia, as the first person to systematically give proper names to tropical cyclones and low-pressure systems. He apparently began the practice in the mid-1890s with the naming of tropical cyclones.''

(Peter Adamson Walkersville, South Australia WEATHER VOL. 7 PG 362(Clement Lindley Wragge and the naming of weather disturbances.)

مفہوماً ترجمہ: Clement.L.Wragge کو یہ اعزاز دیا جاتا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں کہ انہوں نے استوائی طوفانوں اور کم دباؤ کے (موسمی) نظاموں کو باقاعدہ نام دیئے ہیں۔ بظاہر انہوں نے یہ عمل (یعنی) استوائی طوفانوں کو نام دینا 1890ء کے درمیان میں شروع کیا۔

پروفیسر کلیمنٹ ریگ کو آغاز سے ہی مذہب سے لگاؤ تھا۔ اس بات کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ مشہور انگریز مصنف Sir Arthur Conan Doyle نے اپنی مشہور کتاب The Wanderings of a Spiritualist لکھنے سے پہلے پروفیسر کلیمنٹ ریگ سے ملنے کے لیے نیوزی لینڈ کا سفر کیا اور ان سے spiritualism کے متعلق آگاہی حاصل کی۔ چنانچہ Sir Arthur Conan Doyle کا پروفیسر کلیمنٹ سے اس ملاقات کا احوال اوپر لکھی گئی سطروں میں آ چکا ہے۔ مزید Sir Arthur Conan Doyle پروفیسر کلیمنٹ ریگ کے مذہبی رجحان کے متعلق لکھتے ہیں:

''We set off, four of us, to visit Mr Clement Wragge, who is the most remarkable personality in Auckland—dreamer, mystic, and yet very practical adviser on all matters of ocean and of air.''

(The Wanderings of a Spiritualist by Sir Arthur Conan Doyle, Chapter 8 pg: 180 New York George H. Doran Company 1921)

مفہوماً ترجمہ: ہم چار لوگ مسٹر کلیمنٹ ریگ سے ملنے گئے جو آک لینڈ میں سب سے زیادہ غیر معمولی شخصیت ہیں۔ خواب

دیکھنے والے، مراقبہ کرنے والے۔ تاہم سمندر اور ہوا کے بارے میں تمام امور پر قابل عمل مشورہ دینے والے تھے۔

ابتدائی جوانی کے ایام سے ہی کلیمنٹ ریگ کو مذہب سے خاص دلچسپی تھی اور آپ مذہب سے متعلقہ نظریات کے متعلق مختلف لیکچرز میں اپنی آراء کا اظہار کرتے رہتے تھے اور ان نظریات پر بڑی سختی سے قائم رہتے۔

کلیمنٹ ریگ کا دورہ ہندوستان اور حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات

پروفیسر کلیمنٹ ریگ نے اپنے ہندوستان میں قیام کے دوران ہندوستان کے موسم کے متعلق گہری تحقیقات بھی سرانجام دیں اور مختلف لیکچرز بھی دیے جن کی کافی پذیرائی ہوئی۔

ہندوستان کے دورہ کے دوران ہی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے توسط سے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام دعوت اسلام پہنچا۔ اس کا مختصر حال از قلم حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ درج ذیل ہے:

’’پروفیسر کلیمنٹ ریگ ایک مشہور سیاح، ہیئت دان اور لیکچرار ہے......اس کا اصلی وطن انگلستان میں ہے۔ آسٹریلیا میں بہت مدت تک وہ گورنمنٹ کا ملازم افسر صیغہ علم ہیئت رہا۔ سائنس کے ساتھ پروفیسر مذکور کو خاص دلچسپی ہے اور چند کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جبکہ حضرتؑ لاہور تشریف لائے۔ تو پروفیسر اس وقت یہیں تھا۔ اور اس نے علم ہیئت پر ایک لیکچر ریلوے سٹیشن کے قریب دیا تھا اور ساتھ ساتھ ایک لینٹرن کی روشنی سے اجرام فلکی کی تصویریں دکھائی تھیں۔ یہ لیکچر میں نے بھی سنا تھا۔ دوران لیکچر میں پروفیسر کی گفتگو سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص اندھا دھند عیسائیت کی پیروی کرنے والا نہیں۔ بلکہ غیر متعصب اور انصاف پسند ہے۔

اس واسطے میں اسے ملا اور میں نے اسے کہا پروفیسر تم دنیا میں گھومے۔ کیا تم نے کبھی کوئی خدا کا نبی دیکھا۔ اور حضرت اقدس کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت اور اس کے دلائل سے اس کو خبر کی۔ ان باتوں کو وہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں ساری دنیا کے گرد گھوما ہوں مگر خدا کا نبی کوئی نہیں دیکھا۔ اور میں تو ایسے ہی آدمی کی تلاش میں ہوں۔ اور حضرت کی ملاقات کا از حد شوق ظاہر کیا۔ میں (مفتی محمد صادق) نے مکان پر آ کر حضرت صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت صاحب ہنسے اور فرمایا کہ مفتی صاحب تو انگریزوں کو ہی شکار کرتے رہتے ہیں۔ اور اجازت دی کہ وہ آ کر ملاقات کرے۔ چنانچہ وہ اور اس کی بیوی دو دفعہ حضرت علیہ السلام کی ملاقات کے واسطے احمدیہ بلڈنگ میں آئے اور علمی سوالات کئے...۔‘‘

(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ 329 تا 330)

چنانچہ پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی مع اہلیہ و بچہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ دو تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔ ان میں سے پہلی ملاقات 12؍ مئی 1908ء کو قبل از نماز ظہر ہوئی۔ اس ملاقات میں پروفیسر صاحب نے اپنی اہلیہ سمیت حضرت مسیح موعودؑ سے کل 9؍ سوالات پوچھے جن کے حضرت مسیح موعودؑ نے مفصل، جامع اور تسلی بخش جوابات عنایت فرمائے۔

پہلی ملاقات میں پوچھے گئے سوالات

’’1۔ میں ایک علمی مذاق کا آدمی ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمین جس میں ہم رہتے ہیں ایک چھوٹی سی زمین ہے اور ہزار در ہزار اور لاکھ در لاکھ حصے اس کے علاوہ مخلوق الٰہی کے موجود ہیں اور یہ ان کے مقابلہ میں ذرہ بھی حقیقت نہیں رکھتی تو پھر کیا وجہ کہ خدا کے فضل کو صرف اسی حصہ زمین یا کسی خاص مذہب و ملت میں ہی محدود رکھا گیا؟

2۔ لکھا ہے کہ ایک آدم اور حوّا تھے۔ حوّا ایک کمزور عورت تھی۔ اس نے ایک سیب کھالیا۔ اب اس کے ایک سیب کھانے کی سزا ہمیشہ جاری رہے گی۔ یہ امر میری سمجھ میں نہیں آتا اور کہ یہ زمین جس سے ہمارا تعلق ہے اس کے سوا اور ہزاروں کروڑوں سلسلے خدا نے پیدا کئے ہیں تو خدا تعالیٰ کی قدرت اور انعامات کو کیوں اس زمین تک محدود کیا جاتا ہے؟

3۔ دو باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ گناہ کیا چیز ہے۔ ایک ملک کا انسان ایک امر کو گناہ یقین کرتا ہے۔ حالانکہ ایک دوسرے ملک کا انسان اسی امر کو گناہ نہیں سمجھتا۔ انسان ایک کیڑے سے ترقی کرتا کرتا انسان بنا اور پھر حق و باطل میں امتیاز حاصل کیا۔ صداقت اور جھوٹ میں فرق کیا۔ نیکی اور بدی کو سمجھا۔ گناہ اور ثواب کا علم پیدا کیا۔ بایں ہمہ پھر اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک امر ایک شخص کے نزدیک گناہ۔ دوسرا اس کو گناہ نہیں سمجھتا اور کرتا ہے۔

4۔ دنیا میں دو مختلف طاقتیں کام کرتی ہیں۔ مثبت اور منفی۔ اگر ہم ہمیشہ مثبت سے کام لیتے رہیں اور منفی سے کام نہ لیں تو ایک دن ایسا ہوگا کہ منفی آہستہ آہستہ جمع ہو کر زور پکڑ جاوے گی اور کسی وقت یک دفعہ پھوٹ کر دنیا کو تباہ کر دے گی۔ یہی حال نیکی اور بدی کا ہے اگر تمام دنیا میں نیکی ہی نیکی کی جاوے اور کوئی بدی نہ کرے تو اس طرح ایک دن بدی زور پکڑ کر دنیا کو تباہ کر دے گی۔

5۔ عیسائیوں میں یہ ایک مسئلہ مشہور ہے کہ دنیا گمراہ ہوگئی تھی مگر خدا نے پھر شیطان سے اس کو خریدا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

6۔ عیسائی عقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم ایک اعلیٰ حالت سے ادنیٰ حالت کی طرف گئے تھے حالانکہ انسان ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا ہے؟

7۔ میں آئندہ زندگی کو مانتا ہوں کہ وہ ایک چولہ ہے۔ انسان اس کے ذریعہ ایک حالت سے دوسری حالت میں چلا جاتا ہے۔ مجھے سپر چولزم سے خاص دلچسپی ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آئندہ زندگی کس طرح سے ہوگی اور وہاں کیا کیا حالات ہوں گے؟

8۔ لیڈی صاحبہ۔ آیا یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اس دنیا سے گزر گئے ہیں اور مر چکے ہیں ان سے باتیں ہو سکیں یا کوئی تعلق یا واسطہ ہو سکے اور ان کے صحیح حالات معلوم کر سکیں؟

9۔ مجھے اس قسم کی ایک کمیٹی کی طرف سے بعض کاغذات آئے تھے اور میری خاص غرض آپ کے پاس حاضر ہونے کی یہی تھی کہ انکے متعلق آپ سے دریافت کروں اور آپ کی ہدایات سنوں۔ کیا آپ مجھے اپنا کچھ عزیز وقت دے سکتے ہیں؟‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 618 تا 626، ایڈیشن 1988ء)

پہلی ملاقات کے احوال کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ لکھتے ہیں:

’’پہلی ملاقات سے پروفیسر کی اس قدر تشفی ہوئی اور اس کے سوالات پر جو جوابات حضرتؑ نے دیئے ان سے وہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے بہت الحاح کے ساتھ درخواست کی کہ اسے ایک دفعہ پھر حضرت کی ملاقات کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ حضرتؑ کے حکم سے اس کو اجازت دی گئی کہ پیر کے دن تین بجے وہ آئے۔ ٹھیک وقت پر پروفیسر صاحب اور ان کی بیوی حضرت کی ملاقات کے واسطے آئے۔ ان کے ساتھ ان کا چھوٹا لڑکا بھی تھا۔

(ذکر حبیب صفحہ 335 تا 336)

دوسری ملاقات

دوسری ملاقات 18؍ مئی 1908ء کو بعد نماز ظہر احمدیہ بلڈنگ لاہور ہی میں ہوئی۔

اس ملاقات میں پروفیسر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے کل 13؍ سوالات پوچھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

’’1۔ آپ کا کیا عقیدہ ہے خدا محدود ہے یا کہ ہر جگہ حاضر و ناظر اور اس میں کوئی شخصیت یا جذبات پائے جاتے ہیں؟

2۔ کیا خدا کی کوئی شکل ہے؟

3۔ جب خدا محبت ہے۔ عدل ہے۔ انصاف ہے تو کیا وجہ کہ نظام دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے بعض چیزوں کو بعض کی خوراک بنا دیا ہے۔ اگر محبت اور عدل یا انصاف و رحم اس کے ذاتی خاصے ہیں تو کیا وجہ کہ اس نے مخلوق میں سے بعض میں ایسی کیفیت اور قویٰ رکھ دیئے ہیں کہ وہ دوسروں کو کھا جائیں حالانکہ مخلوق ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

4۔ یہ تو میں نے سمجھ لیا مگر میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ خدا نے یہ خاصہ کیوں رکھ دیا کہ ادنیٰ اعلیٰ کا خادم ہو یا اس کی خوراک بنے یا اس کے سامنے ذلیل رہے؟

5۔ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا میں نے سمجھ لیا۔ اب یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ حیوانات کو بھی آئندہ عالم میں بدلہ دیا جاوے گا؟

6۔ تو پھر اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہ حیوانات جن کو ہم مارتے ہیں ان کو مردہ نہیں بلکہ زندہ یقین کریں۔

7۔ بائبل میں لکھا ہے کہ آدم یا یوں کہئے کہ پہلا انسان جیحون سیحون میں پیدا ہوا تھا اور اس کا وہی ملک تھا تو پھر کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں یہ اس آدم کی اولاد میں سے ہیں؟

8۔ کیا حضور مسئلہ ارتقاء کے قائل ہیں یعنی یہ کہ انسان نے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت میں ترقی کی ہے۔ پہلے سانپ بچھو وغیرہ سے ترقی کرتے کرتے بندر بنا اور بندر سے انسان بنا۔ اور روح کس وقت پیدا ہوئی؟

9۔ سپر یچولزم والوں کی رائے ہے کہ زندگی چاند سے اتری اور عقل مشتری سے اور چاند زمین سے بنا۔ ابتدا میں زمین بہت نرم تھی۔ زمین کا ایک ٹکڑا اڑ کر آسمان پر چلا گیا اور وہ چاند بن گیا۔ اصل میں زندگی زمین ہی سے نکلی۔ زمین سے چاند میں گئی اور چاند سے پھر انسان میں اترتی ہے۔ اس میں آپ کا کیا اعتقاد ہے؟

10۔ مکھیوں یا ادنیٰ قسم کے جانوروں میں جو چیز پائی جاتی ہے اس کو کس نام سے تعبیر کیا جاوے؟

11۔ میں ایک روز گرجا میں گیا تھا وہاں پادری صاحب نے لیکچر میں بیان کیا کہ انسان ایک بالکل ذلیل ہستی ہے اور گندہ کیڑا ہے یہ روز بروز نیچے گرتا ہے اور ترقی کے قابل ہی نہیں۔ اس واسطے اس کی نجات اور گناہ سے بچانے کے واسطے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو کفارہ کیا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ انسان نیکی میں ترقی کر سکتا ہے۔ میرا یہ بچہ اس وقت اگر بے علمی کی وجہ سے کوئی حرکت ناجائز کرے تو پھر ایک عرصہ بعد جب اسے عقل آوے گی اور اس کا علم ترقی کرے گا تو یہ خود بخود سمجھ لے گا کہ یہ کام بُرا ہے اس سے پرہیز کر کے اچھے کام کرے گا حضور کا اس میں کیا اعتقاد ہے؟

12۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان لاکھ نیکی کرے مگر وہ برباد ہے بجز اس کے کفارہ مسیح پر ایمان لاوے۔ آپ اس میں کیا فرماتے ہیں؟

13۔ پاکیزگی سے کیا مراد ہے؟‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 671 تا 679، ایڈیشن 1988ء)

دوسری ملاقات کے اختتام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مفتی صادق صاحبؓ لکھتے ہیں:

’’اس کے بعد اس نے مع اپنی میم کے کھڑے ہو کر شکریہ ادا کیا اور اس امر کا اظہار کیا کہ مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے کامل اطمینان ہو گیا۔ (نوٹ: پروفیسر بعد میں احمدی مسلمان ہو گیا تھا اور مرتے دم تک اس عقیدہ پر قائم رہا۔ اور اس کے خطوط میرے پاس آتے رہے۔ محمد صادق)‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 341)

حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کے بعد پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب

پانچ دلائل بینہ

ان ملاقاتوں کے جو عظیم الشان نتائج نکلے وہ ایک عام انسان کو حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کی صداقت اور آپ کے علمی کمالات کا اقرار کرنے پر مجبور کر ڈالتے ہیں۔ پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی شخصیت اور ان کا اپنے اعتقادات پر جمے رہنا اور ان کے دفاع کرنے کے متعلق ہم پہلے سے لکھ چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کے بعد جو انقلاب آپ کی طبیعت میں پیدا ہوا اس کے مزید شواہد درج ذیل ہیں:

1۔ ایڈیٹر الحکم نے اس ملاقات کے متعلق ذکر کرتے ہوئے لکھا:

’’آپ (حضرت مفتی محمد صادق صاحب) نے آج کے تذکرہ پر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اس کے خیالات میں حضور کی ملاقات کے بعد عظیم الشان انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ پہلے وہ ہمیشہ جب اپنے لیکچروں میں اجرام سماوی وغیرہ کی تصاویر دکھاتا تو اور کبھی مسیح کی مصلوب تصویر پیش کیا کرتا تھا تو یہ کہا کرتا تھا کہ یہ مسیح کی تصویر ہے جس نے دنیا پر رحم کر کے تمام دنیا کے گناہوں کے بدلے میں اپنی اکلوتی جان خدا کے حضور پیش کی اور تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر دنیا پر اپنی کامل محبت اور رحم کا ثبوت دیا۔

مگر اب جبکہ اس نے حضور سے ملاقات کی اور پھر لیکچر دیا تو مسیح کی مصلوب تصویر دکھاتے ہوئے صرف یہ الفاظ کہے کہ یہ تصویر صرف عیسائیوں کے واسطے موجب خوشی ہو سکتی ہے سچی تعریف اور ستائش کے لائق وہی سب سے بڑا خدا ہے۔ پہلے اپنے لیکچر میں کہا کرتا تھا کہ نسل انسانی آہستہ آہستہ ترقی کر کے ادنیٰ حالت سے بندر اور پھر بندر سے ترقی پا کر انسان بنا۔ مگر اس دفعہ کے لیکچر میں اس نے صاف اقرار کیا کہ یہ ڈارون کا قول ہے۔ اگرچہ اس قابل نہیں کہ اس سے اتفاق کیا جاوے بلکہ انسان اپنی حالت میں خود ہی ترقی کرتا ہے۔ غرضکہ اس پر بہت بڑا اثر ہوا ہے اور وہ حضور کی ملاقات کے بعد ایک نئے خیالات کا

انسان بن گیا ہے اور ان خیالات کو جرأت سے بیان کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 683 تا 684، ایڈیشن 1988ء)

اس بات کے مزید شواہد کہ پروفیسر نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے نظریات وعقائد سے متفق ہوئے بلکہ حقیقی اسلام یعنی احمدیت کو قبول کیا اور ایک واحد خدا کے قائل ہو گئے ان کے مختلف لیکچروں سے ملتے ہیں جو کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے بعد مختلف ممالک میں دیے۔ ان لیکچرز میں قابل ذکر امور درج کیے جاتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسیہ اور عظیم الشان پیدا کردہ انقلاب کی بھی نشاندہی کرتے ہیں جس کا ذکر ایک غیر از جماعت مولانا ابو الکلام آزاد نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر کیا تھا جو کہ مضمون کہ آغاز میں بیان کیا جاچکا ہے۔

پروفیسر کلیمنٹ ریگ نے اپنے ان لیکچرز میں زیادہ تر انہیں موضوعات کو چھیڑا جن کے متعلق آپ نے حضرت مسیح موعودؑ سے ہونے والی ملاقات میں استفسار فرمایا تھا۔ مزید برآں پروفیسر نے اپنے لیکچر میں من وعن حضرت مسیح موعودؑ کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کردہ جوابات کو ہی اپنے اعتقادات کے طور پر پیش کیا جو کہ اس بات کا کافی وشافی ثبوت ہیں کہ پروفیسر حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لاچکے تھے اور اپنے فاسد خیالات سے روگردانی اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ دیگر امور جن کا ذکر پروفیسر نے اپنے لیکچرز میں کیا جو کہ دراصل اسلامی عقائد کے عین مشابہ ہیں وہ بھی پیش خدمت ہیں:

دلیل نمبر 1: واحد ویگانہ کامل قدرتوں کے مالک خدا پر ایمان جس کا تصرف تمام کائنات پر ہے

ایک کامل قدرتوں کے مالک خدا اور بعث بعد الموت کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر کلیمنٹ ریگ لکھتے ہیں:

“I know that the entire Cosmos is electric and spiritual,that death does not end all and that infinite Dynamo or God rules a Universe without beginning and without end.”

(SOME REMINISCENCES OF AN EVENTFUL LIFE BY CLEMENT L. WRAGGE F.R.G.S.,F.R.M.E.T:SOC:F.R.C.I.etc.page no.4.Wragge Family Papers, MS 1213, Auckland War Memorial Museum Library.)

مفہوماً ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ تمام کائنات بجلی کی لہروں کی مانند اور روحانی وجود کی متحمل ہے۔ صرف موت ہی اختتام نہیں ہے اور ایک کامل طاقتوں والا یعنی خدا ہے جو اس ساری کائنات کا مالک ہے، جس کا نہ آغاز ہے اور نہ ہی اختتام۔

اسی طرح ایک واحد و یگانہ قدرتوں کے حامل خدا کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون The Endless Universe and Eternal Life میں لکھتے ہیں:

“Everything is part and parcel of everything else, and the appalling whole resolves itself into Number One, the All in All, the Absolute; or the INFINITE DYNAMO that an Earth-man calls GOD.”

(THE ENDLESS UNIVERSE AND ETERNAL LIFE BY CLEMENT L. WRAGGE, pg.1, Birkenhead, Auckland, March, 1921. 2nd Edition, June, 1922, TAURANGA: C.F.OLIVER, PRINTER, WHARF STREET, 1922, Wragge Family Papers, MS 1213, Auckland War Memorial Museum Library.)

مفہوماً ترجمہ: ہر چیز ہر دوسری چیز سے جڑی ہوئی ہے اور ہر چیز کا اختتام ”ایک“ کی اکائی پر ہے یعنی ایک ایسی ہستی پر جو کہ اپنی ذات میں یکتا اور واحد ہے ایک کامل طاقت والا جس کو زمین کا انسان خدا کہتا ہے۔

اسی طرح اپنے مضمون The Wireless Constitution of Eternal Universe میں یوں رقمطراز ہیں:

‘‘Planets linked with planets, systems with systems, suns with suns interacting and interoperating by wireless, … everything drawing upon the Bank of the most High Unlimited, with the INFINITE ABSOLUTE DYNAMO or GOD back of all.’’

THE WIRELESS CONSTITUTION OF THE ETERNAL UNIVERSE BY CLEMENT L. WRAGGE, pg. 15, Wragge Family Papers, MS 1213, Auckland War Memorial Museum Library.

مفہوماً ترجمہ: سیارے سیاروں کے ساتھ، نظام (کائنات) نظاموں کے ساتھ منسلک ہیں، سورج کا سورج سے، ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ غیر مربوط لہروں کے ذریعہ ایک نظام میں مضبوط تعلق ہے… ہر چیز سب سے بڑے لامحدود وجود کی طرف توجہ کو لے کر جاتی ہے جو کہ کامل طاقتوں والا یعنی خدا ہے جو ان سب کے پیچھے موجود ہے۔

دلیل نمبر 2: بعث بعد الموت پر ایمان اور انسانی جسم اور روح کی حقیقت وفلسفہ

پروفیسر کلیمنٹ ریگ کے لیکچر کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ایک اخبار Horowhenua Chronicle نے لکھا:

“Death to the lecturer is a mere change of form.”

Horowhenua Chronicle, 3 Feb. 1911, pg. 2, CLEMENT L.WRAGGE IN LEVIN,LECTURE ON A FLIGHT OF A SOUL.

مفہوماً ترجمہ: لیکچرار کے نزدیک موت محض ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی کا نام ہے۔

اسی طرح پروفیسر کلیمنٹ ریگ نے بعث بعد الموت کے متعلق ایک مکمل مضمون بعنوان THE ENDLESS UNIVERSE AND ETERNAL LIFE لکھا۔ اس مضمون میں مکرر آپ نے اس بات کا ذکر کیا کہ ہمارا یہ جسم اصل جسم نہیں بلکہ روح ہے جو کہ درحقیقت ہمارا اصل جسم ہے جسے اس زندگی کے بعد اصل زندگی حاصل ہوگی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

“EVERY THING-is spirit,a raying out of and from the INFINITE SPIRIT of God; spirit is the only real, all that we see with our limited vision is the unreal-ourselves, the animals, birds, fish, flowers, rocks, waters, sun, moon, stars, all, are only the “shadows” or outer forms; we cannot in earth life, in this “mud-bath” see the real thing behind.”

(THE ENDLESS UNIVERSE AND ETERNAL LIFE BY CLEMENT L.WRAGGE, pg. 4, Birkenhead, Auckland, March, 1921. 2nd Edition, June, 1922, TAURANGA: C.F.OLIVER, PRINTER, WHARF STREET, 1922, Wragge Family Papers, MS 1213, Auckland War Memorial Museum Library.)

مفہوماً ترجمہ: ہر چیز (میں) روح ہے جو خدا کے غیر محدود وجود سے پھوٹ رہی ہے۔ روح ہی حقیقت ہے۔ جو کچھ ہم اپنی محدود نظر کے ذریعہ مشاہدہ کرتے ہیں یعنی اپنے آپ کو، پرندوں، مچھلیوں، پھولوں، پتھروں، پانی، سورج، چاند، ستارے، ان سب چیزوں کو، ان کا حقیقت سے کچھ واسطہ نہیں یہ سب اپنی ظاہری صورت کے عکس ہیں۔ ہم اپنی اس ورلی زندگی میں اس مٹی کے سانچہ میں اصل حقیقت کو جو ظاہری چیزوں کے پیچھے ہے نہیں دیکھ سکتے۔

SIR ARTHUR CONAN DOYLE جو کہ بعث بعد الموت میں یقین رکھتے تھے ان کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

“The startling statements that he utters with regard to the next life are as true and as sure as the fact that the Earth revolves around the Sun.’’

THE ENDLESS UNIVERSE AND ETERNAL LIFE BY CLEMENT L.WRAGGE, pg. 8, Birkenhead, Auckland, March, 1921. 2nd Edition, June, 1922, TAURANGA: C.F.OLIVER, PRINTER, WHARF STREET, 1922, Wragge Family Papers, MS

مفہوماً ترجمہ: تعجب انگیز بیانات جو کہ وہ بعث بعد الموت یا ورلی زندگی کے متعلق دیتے ہیں وہ اسی طرح سچ ہیں جیسے کہ یہ کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔

اسی طرح لکھتے ہیں:

‘‘For the REAL YOU can never die, only the outer body or shell is subject to chemical change. Life is far more real on the “other side” and far more beautiful; and YOU, AN IMMORTIAL SOUL, are progressing by evolution and getting nearer to God in the mighty spheres of ETERNITY. Remember! Death is like the change of water into steam; and only a sheet as of frosted glass separates this physical life from the next which is all around you and interpenetrates everything. Your physical eyes cannot sense the next plane of life any more than they can fathom the ultra-violet rays in the solar spectrum, simply because they are not made that way.’’

THE ENDLESS UNIVERSE AND ETERNAL LIFE BY CLEMENT L. WRAGGE, pg. 10,11; Birkenhead, Auckland, March, 1921. 2nd Edition, June, 1922, TAURANGA: C.F.OLIVER, PRINTER, WHARF STREET, 1922, Wragge Family Papers, MS 1213, Auckland War Memorial Museum Library.

مفہوماً ترجمہ: تم جو اصل ہو کبھی نہیں مر سکتے۔ ظاہری بدن یا چھلکے میں کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی ہیں ”دوسری طرف“ زندگی بہت پر حقیقت ہے۔ اور بہت زیادہ خوبصورت ہے۔ اور تم ایک لافانی روح ارتقاء کے ذریعہ ترقی کر رہے ہو اور ابدیت کے عظیم دائروں میں تم خدا کے قریب جارہے ہو۔ یاد رکھو موت صرف پانی کے بھاپ کی شکل میں بدلنے کا نام ہے اور شیشہ کی ایک دھند لگی ہوئی شیٹ کی طرح یہ مادی زندگی، اگلی زندگی سے جدا کرتی ہے۔ جو تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور (دوسرے میں) سرایت کرتی ہے۔ تمہاری مادی آنکھیں زندگی کی اس سطح کو نہیں دیکھ سکتیں اس سے زیادہ جتنا وہ مافوق البنفشی شعاؤں کو نظام شمسی کے رنگوں میں دیکھ سکتی ہیں کیونکہ وہ ایسی بنائی نہیں گئیں۔

اسی طرح اپنے ایک اور مضمون بعنوان THE WIRELESS CONSTITUTION OF THE ETERNAL UNIVERSE میں اخروی زندگی کی حقیقت کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

“The body is not yourself- it is only your earth-shell “Death is only a change, you will go on. O man, scaling height upon height through all Eternity.”

(THE WIRELESS CONSTITUTION OF THE ETERNAL UNIVERSE BY CLEMENT L. WRAGGE, pg. 15, Wragge Family Papers, MS 1213, Auckland War Memorial Museum Library.)

مفہوماً ترجمہ: یہ جسم تم نہیں ہو بلکہ محض یہ ایک تمہارا زمینی چھلکا ہے۔ موت صرف (اس جسم کی) تبدیلی کا نام ہے۔ اے انسان تم ابھی اور سفر طے کرو گے اور تدریجاً ہمیشگی کا سفر طے کرتے رہو گے۔

دلیل نمبر 3: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر بطور خدا تعالیٰ کے مبعوث کردہ نبی۔

پروفیسر کلیمنٹ ریگ نے جو اپنی زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے بعد لیکچرز دیے ان میں حضرت مسیح موعودؑ کا تعارف آپ کے نام کے ساتھ کرواتے رہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ افکار اور حقیقی اسلامی عقائد کو بیان کرتے رہے اور قادر وتوانا خدا جو کہ اس عظیم الشان کائنات کو نہایت منظّم انداز میں چلا رہا ہے اس کا تذکرہ کرتے۔ چنانچہ آپ کے ایک معرکہ آراء لیکچر THE FLIGHT OF A SOUL میں آپ نے احمدؑ نامی ایک ایسے روحانی شخص کا ذکر کیا جس کو زمین وآسمان کے خدا نے مبعوث کیا تا کہ وہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک بجا لائے اور یسوع مسیح کے حقیقی مذہب اور تعلیمات کا پرچار کرے جن سے آج کے زمانہ میں موجود عیسائیت نے منہ پھیر لیا ہے اور یہی آپ کے لیکچر کے مرکزی کردار تھے۔ چنانچہ نیوزی لینڈ کے ایک مشہور اخبار THAMES STAR نے پروفیسر کے لیکچر کے اگلے روز اخبار میں اس لیکچر کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا:

‘‘Those who assembled at the Miners Union Hall last night to hear Mr, Clement Wragge lecture on “The Flight of a Soul Through an Endless Universe” could not have been other than interested, instructed and impressed at the infinite greatness of God’s universe, of the fathomless depths of the Eternal Beyond. He described in his usual vivid manner, and in splendidly chosen words,

the career of an Indian (Ahmad) lad who had been consecrated to the Great Spirit to live to do good to his fellowmen-to practice the true Christianity and not that which apparently pertains today.''

(Thames Star, Volume: XLVII, ISSUE NO. 10424, 19 AUGUST 1911, pg: 2)

مفہوماًترجمہ: وہ لوگ جو گذشتہ رات Miners Unionہال میں مسٹر کلیمنٹ ریگ کو ان کا خطاب ''روح کی پرواز غیر محدود کائنات میں'' کے موضوع پر سننے کے لیے اکٹھے ہوئے تھے ان کو ضرور دلچسپی پیدا ہوئی ہوگی۔ ان کو علم ہوا ہوگا اور وہ متاثر ہوئے ہوں گے خدا کی کائنات کی لامحدود عظمت سے اور ازلی ابدی ماوراء کی اتھاہ گہرائیوں سے۔ انہوں نے اپنے مخصوص واضح انداز میں اور نہایت اعلیٰ درجہ کے منتخب الفاظ میں ہندوستان کے ایک احمد کا جو روح عظیم کے لیے مقدس منصب پر فائز ہے جس کی زندگی اپنے بنی نوع کے فائدے کے لیے ہے جو سچی عیسائیت پر عمل کرنے کے لیے ہے نہ وہ جس کا آج سے تعلق ہے۔

اسی طرح ایک اور مشہور اخبار Herald نے آپ کے اسی موضوع پر 1922ء میں دیے گئے لیکچرز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"The discourse treats of an Indian youth,Ahmed,who longs to see the universe and who yearns for God and truth… At length Ahmed,weary of the inconsistencies of earth life finds Azarel,his guardian angel who agrees to lead him through the awful depths of the endless cosmos."

(Herald New Zealand,Volume:LIX,Issue18120, 19June1922,pg.5, Herald New Zealand,Volume:LIX, Issue18132,3July1922,pg.9, Horowhenua Chronicle,3 Feb.1911,pg:2)

مفہوماًترجمہ: خطاب میں ایک ہندوستانی جوان احمد کا ذکر ہے جو کائنات کو دیکھنا چاہتا ہے اور جو خدا اور صداقت کے لیے تڑپ رکھتا ہے۔ بالآخر احمد زمینی دنیا کے تضادات سے اکتا کر عزرائیل اپنے رہنما فرشتہ کو پاتا ہے جو اس کو لامحدود کائناتوں کی عجیب گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔

دلیل نمبر 4: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطور عاجز انسان ذکر

کلیمنٹ لنڈلے ریگ نے اپنے لیکچرز میں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ایک عاجز انسان کے طور پر کیا ہے جس نے غربت کی زندگی بسر کی چنانچہ ایک مشہور اخبار THAMES STAR آپ کے لیکچر THE FLIGHT OF A SOUL کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے:

"The grandeur and the misery of London were depicted,the huge salaries of the prelates, and the miserable existence of the hungry and poverty stricken were contrasted,and the Indian Ahmad(or was it Mr.Wragge)cried:Is this true Christianity;is this the teaching of him who was humble and lowly, who preached in unpretentious buildings and on the mounts?"

(Thames Star,Volume:XLVII,ISSUE NO.10424, 19AUGUST1911,Pg.2)

مفہوماًترجمہ: لندن کی شان و شوکت اور غربت و دکھ کا نقشہ کھینچا گیا۔ گرجوں کی بڑی شخصیات کی بڑی بڑی تنخواہیں اور بھوکوں اور غربت زدہ لوگوں کی کا تقابل پیش کیا گیا اور ہندوستان کے احمد (یا خود مسٹر ریگ) نے بلند آواز سے کہا:

کیا یہ اصل عیسائیت ہے کیا یہ اس کی تعلیم ہے جو عاجز اور حقیر تھا جو سادہ عمارتوں اور پہاڑیوں میں تعلیم دیا کرتا تھا۔

پس ان تمام تحریرات اور بیانات کو سامنے رکھ لیں اور دوسری طرف آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پروفیسر صاحب کو دیے گئے جوابات کو سامنے رکھ لیں آپ کو وہی مضامین نظر آئیں گے اور وہی عقائد نظر آئیں گے جو حضرت مسیح موعودؑ نے کلیمنٹ ریگ صاحب کو سمجھائے اور جن کو بعد ازاں قلب سلیم کے ساتھ کلیمنٹ ریگ صاحب نے اختیار کیا۔

کلیمنٹ ریگ صاحب نے ایک دنیا کا سفر کیا اور تمام مذاہب کی مکمل جانچ پڑتال کے بعد آپ نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو اختیار کیا جو کہ اپنی ذات میں ایک معجزہ ہے اور ہر سلیم الفطرت اور نیک طبع انسان کو اس امر کی دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی اس مذہب اور اس کے عقائد کے متعلق جانچ پڑتال کرے تا اس حق کی روشنی کو پا سکے جس نے ایک عیسائی کے دل کو منور کر ڈالا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام اور بانی اسلام کے افکار و نظریات اور عقائد کو دنیا میں پھیلانے والا بنا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی کلیمنٹ ریگ کی نسل سے ملاقات اور ان کی قبر پر تشریف آوری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2006ء میں نیوزی لینڈ کا دورہ فرمایا اور اس دوران کلیمنٹ ریگ کے پوتے اور پوتی نے بھی حضور انور سے ملاقات کا شرف پایا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی اس ملاقات کا ذکر خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ مئی 2006ء میں ان الفاظ میں فرمایا:

''نیوزی لینڈ میں ڈاکٹر کلیمنٹ ریگ کے پوتے اور پوتی سے بھی ملنے کا موقع ملا۔ ان سے رابطہ بھی اللہ کے فضل سے اتفاق سے ہوگیا۔ پہلے تو مجھے نصیر قمر صاحب نے چلنے سے پہلے لکھا تھا کہ اس طرح یہ وہاں رہتے ہیں۔ اور ان کے بارے میں بتاتا ہوں کہ کون تھے۔ پھر نیشنل پریذیڈنٹ کو ہم نے لکھا انہوں نے انٹرنیٹ پر مختلف آرگنائزیشن سے رابطہ کر کے پتہ کروایا کیونکہ یہ ایک مشہور سائنسدان تھے، ان کے خاندان کا پتہ لگ گیا۔ یہ ڈاکٹر کلیمنٹ صاحب جو ہیں یہ 1908ء میں ہندوستان آئے تھے اور یہ مختلف جگہوں پر لیکچر دیتے رہے۔ نیوزی لینڈ کے رہنے والے تھے اور آسٹرانومی کے ماہر تھے۔

لاہور میں جب انہوں نے لیکچر دیئے تو وہاں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو پتہ چلا انہوں نے ان کا لیکچر سنا اور اس کے بعد ان سے رابطہ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بتایا تو ڈاکٹر کلیمنٹ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ پہلے تو کہا کہ ابھی چلیں میرے ساتھ۔ انہوں نے کہا ابھی تو نہیں چل سکتے، وقت لے کے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وقت لیا اور 12 مئی 1908ء کو پہلی ملاقات ہوئی اور پھر 18 مئی 1908ء کو دوسری ملاقات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وقت لے کے انہوں نے کی اور بڑی تفصیل سے مختلف موضوعات پر سوال و جواب ہوئے۔ کائنات کے بارے میں روح کے بارے میں، مذہب کے بارے میں، خدا تعالیٰ کے بارے میں۔ تو بہرحال ان سوالوں کی ایک لمبی تفصیل ہے، جو ملفوظات میں بھی اور ریویو کے انگریزی حصے میں بھی چھپی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس گفتگو کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عرض کیا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ سائنس اور مذہب میں بڑا تضاد ہے جیسا کہ عام طور سے علماء میں مانا گیا ہے مگر آپ نے تو اس تضاد کو بالکل اٹھا دیا ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہی تو ہمارا کام ہے اور یہی تو ہم ثابت کر رہے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا شکریہ ادا کیا اور اس گفتگو کے بعد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دو سٹنگز (Sittings) ہوئی تھیں ڈاکٹر صاحب کی طبیعت پر جو اس کے اثرات تھے۔ اس کا ذکر حضرت مفتی صادق صاحبؓ نے پھر ایک اور مجلس میں حضورؑ کی خدمت میں کیا۔ یہ 23 مئی وفات سے چند دن قبل کا واقعہ ہے کہ اس کی طبیعت میں اتنا فرق پڑ گیا ہے کہ بالکل خیالات بدل گئے ہیں۔ کہیں تو وہ حضرت عیسیٰؑ کی مثالیں دیا کرتا تھا اور کفارہ کا ذکر کیا کرتا تھا مگر اب اپنے لیکچروں میں خدا کی کبریائی اور بڑائی بیان کرتا ہے۔ اور پہلے ڈارون کی تھیوری کا قائل تھا مگر اب کیفیت یہ ہے کہ 'ڈارون کا قول ہے' اس طرح ذکر کر کے بات کرتا ہے۔ اور اپنے لیکچروں میں یہ شروع کر دیا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو سمجھایا تھا کہ حقیقت میں انسان اپنی حالت میں خود ہی ترقی کرتا ہے۔ تو یہ ڈاکٹر صاحب بعد میں حضرت مفتی صاحب سے رابطہ میں رہے گو کہ صحیح ریکارڈ نہیں ہے لیکن غالب امکان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت کی وجہ سے ایمان لے آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے پوتے اور پوتی کو جب پتہ چلا ان سے رابطہ کیا ان کو بتایا کہ مَیں اس طرح آ رہا ہوں اور ملنا بھی ہے تو انہوں نے بھی ملنے کا اظہار کیا اور Reception میں آئے اور بعد میں دونوں بیٹھے بھی رہے باتیں ہوتی رہیں دونوں کافی بڑی عمر کے ہیں۔ یعنی بڑی عمر سے مراد 60-55 سال کے پوتے کو زیادہ علم نہیں تھا لیکن پوتی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب مسلمان ہو گئے تھے اور ہندوستان سے واپس آنے کے بعد پہلی بیوی نے علیحدگی لے لی تھی۔ انہوں نے دوسری شادی ہندوستان میں کی تھی اور بتایا کہ ہم اس دوسری بیوی کی نسل میں سے ہیں۔

مزید مَیں نے استفسار کیا کاغذات کے بارے میں کہ کس طرح مسلمان ہوئے، کب بیعت کی، کس طرح کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے بہت سارے کاغذات تھے لیکن آگ لگنے کی وجہ سے وہ سارا ریکارڈ ضائع ہوگیا، کوئی خط کتابت محفوظ نہیں ہے۔ لیکن بہرحال اس بات پر انہوں نے یقینی کہا کہ ان کی موت اسلام کی حالت میں ہوئی تھی اور وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے رہے تھے۔ اور اس لحاظ سے قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوئے تھے اس لئے احمدی ہوئے ہوں گے۔ بہرحال ان کی قبر بھی وہاں قریب ہی آکلینڈ میں ایک جگہ پر ہے۔ ان کے پوتے اور پوتی کو بھی لٹریچر دیا۔ نیوزی لینڈ کے پریذیڈنٹ صاحب کو بھی کہا کہ ان سے رابطہ رکھیں۔ اللہ کرے کہ ان لوگوں کے دل میں بھی حق کی پہچان کی طرف توجہ پیدا ہو جائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ مئی 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ جون 2006ء صفحہ 8 تا 9)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس وقت خدا تعالیٰ نے مذہبی امور کو قصّے اور کتھا کے رنگ میں نہیں رکھا ہے، بلکہ مذہب کو ایک سائنس (علم) بنا دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ زمانہ کشفِ حقائق کا زمانہ ہے۔ جبکہ ہر بات کو علمی رنگ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ میں اس لیے ہی بھیجا گیا ہوں کہ ہر اعتقاد کو اور قرآن کریم کے قصص کو علمی رنگ میں ظاہر کروں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 174، ایڈیشن 1988ء)

یہ عظیم الشان انقلاب اور تبدیلی آپ کے لیے عظیم الشان رحمتوں اور برکتوں کا باعث بنی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس دورہ نیوزی لینڈ کے دوران آپ کی قبر پر دعا کے لیے تشریف لے گئے۔

پروفیسر کلیمنٹ ریگ 10/ دسمبر 1922ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے اور اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔ ان کی قبر کے کتبے پر ان کے بیٹے قسمت کی طرف سے درج ذیل الفاظ کندہ ہیں:

"TO THE MEMORY
OF
MY BELOVED PARENTS
CLEMENT L AND EDRIS WRAGGE
WHO DEPARTED THIS LIFE ON
10th DEC1922AND2nd NOV1924
RESPECTIVELY
AD TE DOMINE LEVAVI
ERECTED BY THEIR LOVING SON
KISMET"

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''عیسائیت تو خود بخود مٹتی جاتی ہے لیکن بڑا فتنہ اس زمانہ کا دہریت والی سائنس ہے خدانخواستہ اگر اس کو دیرپا مہلت مل گئی تو پھر ساری دنیا دہریہ ہونے کو آمادہ ہو جائے گی۔ سائنس کا اور مذہب کا اس وقت مقابلہ ہے۔ عیسویت ایک کمزور مذہب ہے اس واسطے سائنس کے آگے فوراً گر گیا ہے لیکن اسلام طاقتور ہے۔ یہ اس پر غالب آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 300، ایڈیشن 1988ء)

(نوٹ: اس تحقیق کے دوران خاکسار کو پروفیسر صاحب کے خاندانی مسودات کے حصول کے لیے مکرم شفیق الرحمان صاحب مشنری انچارج نیوزی لینڈ کا خصوصی تعاون حاصل رہا جس پر خاکسار ان کا بے حد ممنون و مشکور ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔)

☆...☆...☆

تعارف کتاب

اسلامی اصول کی فلاسفی

(فرخ سلطان محمود)

نام کتاب: ''اسلامی اصول کی فلاسفی''
تصنیف لطیف: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
ناشر: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز، یوکے
سن اشاعت: 2018ء UK
ضخامت: 140 صفحات

روس کا عظیم مصنف کاؤنٹ لیو ٹالسٹائے دنیا کے مشہور انشاپردازوں میں سے ایک ہے جس نے انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے سنگم پر اپنی تخلیقات سے تہلکہ بپا کیے رکھا۔ اُس نے نوّے (90) سے زائد کتب لکھیں جن کا شمار دنیا کے بہترین ادبی شاہکاروں میں ہوتا ہے۔ 1903ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ساتھ اُن کی خط کتابت لمبا عرصہ رہی۔ آپؓ نے اپنے ایک خط میں احمدیہ عقائد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات مسیح ناصریؑ کے بارے میں کی گئی تحقیق بیان کی اور اس خط کے ساتھ حضرت اقدسؑ کی ایک تصویر، قبر مسیح کی تصویر اور رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کا ایک شمارہ بھی بھجوادیا۔ اس خط کے جواب میں ٹالسٹائے نے 5/جون کے محرّرہ اپنے خط میں لکھا کہ وفات عیسیٰ کے ثبوت اور اُس کی قبر کی تحقیقات میں مشغول ہونا بے فائدہ کوشش ہے کیونکہ عقل مند انسان حیاتِ عیسیٰ کا قائل کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔...... ہمیں معقول مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اور اگر (حضرت) مرزا احمد کوئی نیا معقول مسئلہ پیش کریں گے تو مَیں بڑی خوشی سے اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ ریویو میگزین میں مجھے دو مضامین بہت پسند آئے ......۔ نہایت شاندار اور صداقت سے بھرے ہوئے خیالات ان مضامین میں ظاہر کیے گئے ہیں۔

بعدازاں حضرت مفتی صاحبؓ نے ٹالسٹائے کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا انگریزی ترجمہ بھی بھجوایا۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ٹالسٹائے نے برملا اقرار کیا کہ

The ideas are very profound and true۔

ٹالسٹائے کا تبصرہ تو محض ایک مثال ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' اسلام کے بنیادی عقائد کو منطقی انداز میں پیش کرتے ہوئے لکھی جانے والی بہترین کتب میں سے ایک ہے۔ اور اگرچہ ٹالسٹائی نے تو اسلام کو باقاعدہ طور پر قبول نہیں کیا لیکن سینکڑوں ایسے افراد بھی ہیں جن کا تعلق مختلف قوموں اور مختلف زبانیں بولنے والوں سے ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسلام قبول کرنے اور پھر اسلام کی بھرپور خدمت بجالانے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ ان ہی خوش قسمت افراد میں ایک نام محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب مرحوم کا بھی ہے۔

محترم آرچرڈ صاحب اپنی خودنوشت سوانح حیات میں اپنی قبول احمدیت کی داستان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسلام کا پیغام مجھے ایک احمدی حوالدار کلرک مکرم عبدالرحمٰن دہلوی صاحب نے پہنچایا تھا اور کسی طرح یہ انتظام بھی کرلیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' قادیان سے براہ راست میرے نام بھیج دی جائے۔ اگرچہ میری روحانی استعداد ایسی نہیں تھی کہ مَیں اس کتاب کے مندرجات کو آسانی سے سمجھ سکتا تاہم کتاب کے کچھ حصوں نے مجھے بہت متاثر کیا۔

محترم آرچرڈ صاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ دراصل یہی کتاب تھی جس کو بار بار پڑھنے کے نتیجے میں آپ کا ذہن مادیت پرستی اور عیشِ دنیا کی طرف سے ہٹ کر اسلام احمدیت کی پاکیزہ تعلیم سے روشناس ہوا اور پھر اسلام کی آغوش میں آکر آپ نے وہ اخلاقی اور روحانی ترقی حاصل کی کہ براعظم یورپ کے پہلے واقف زندگی ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

اسی حوالے سے ایک روشن مثال مکرم اکبر تشا کا احمدی صاحب آف امریکہ کی ہے۔ وہ اپنی قبولِ اسلام کی داستان رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مَیں 11/ اگست 1939ء کو اٹلانٹک سٹی کے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا اور اٹلانٹک سٹی میں ہی اپنی تعلیم مکمل کی۔ 1972ء کا واقعہ ہے کہ مَیں ایک کتب فروش کے پاس ''صوفی ازم'' کے بارے میں چند کتب خرید رہا تھا جب میری نظر کچھ دُور رکھی ہوئی ایک کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پر پڑی جس پر تحریر تھا کہ یہ کتاب احمدیہ مسلم جماعت کے بانی کی تصنیف ہے۔ چونکہ مَیں نے احمدیت کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا اس لیے میرا خیال تھا کہ یہ کسی بہت پرانے مذہب کا نام ہے۔ جب مَیں نے کتاب کھول کر دیکھی تو اندر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی تصویر چسپاں تھی۔ تصویر دیکھ کر میں مبہوت ہوگیا کیونکہ میری نظر سے اس سے پہلے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں گزرا تھا جس کی تصویر اس کی روحانیت کی ایسی وضاحت کے ساتھ ترجمانی کرتی ہو۔ پھر جب میں نے یہ کتاب پڑھی تو گویا ایک قیمتی خزانہ مجھے حاصل ہوگیا اور میرے پاس موجود اسلام کے بارہ میں تمام کتب اس کے مقابلے میں ہیچ محسوس ہوئیں۔......

قارئین محترم! جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام کی تائید میں لکھی جانے والی اس عظیم الشان کتاب کے معرضِ وجود میں آنے کا پس منظر یوں ہے کہ 1896ء میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادیانِ عالَم پر اسلام کی برتری اور دنیا بھر کی الہامی کتب پر قرآن کریم کی عظمت ثابت کرنے کے لیے ایک مضمون رقم فرمایا تھا جو لاہور میں منعقد ہونے والے جلسہ اعظم مذاہب میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس عظیم الشان مضمون نے اپنوں اور غیروں کی زبان اور قلم سے شاندار خراج تحسین وصول کیا۔ بعدازاں یہ مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا اور اس کتاب کو 'علم الادیان' کے تقابلی جائزہ اور اسلام میں عبادات اور حقوق العباد کی فلاسفی کے حوالے سے عوام و خواص میں ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اب تک نصف صد سے زائد زبانوں میں اس کے تراجم مکمل ہوچکے ہیں۔

اس مضمون کو قلمبند کرنے کا پس منظر بیان کرتے ہوئے حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ بیان کرتے ہیں کہ 1896ء کے نصف دوم میں ایک سادھو منش انسان جن کا نام شوگن چندر تھا، تلاشِ حق میں قادیان آئے۔ وہ تعلیم یافتہ تھے اور کبھی سرکاری ملازم بھی رہے تھے لیکن بعض حوادث اور عیال و اطفال کی وفات کی وجہ سے اُن کے خیالات کا رُخ بدل گیا اور وہ صداقت کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے۔ جب قادیان پہنچے تو حضرت مسیح موعودؑ کے وہ ایسے گرویدہ ہوئے کہ یہیں رہ جانے پر آمادہ ہوگئے۔ اُن کی یہ خواہش بھی تھی کہ وہ ایک جلسہ اعظم مذاہب منعقد کرائیں۔ حضورؑ کی بھی شاید یہ خواہش تھی کہ مذاہب عالم کی ایسی کانفرنس منعقد ہو جس میں قرآن شریف کے فضائل کے بیان اور اسلام کی برتری ثابت کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ حضورؑ کی خواہش کی تکمیل کے لیے (سوامی) شوگن چندر صاحب نے اپنی خدمات پیش کیں اور بہت جلد انہوں نے ہندوؤں کے ہر طبقہ میں رسوخ حاصل کر کے اس جلسے کی تجویز پیش کر دی۔ اس جلسے کے انعقاد کو ممکن بنانے کے لیے حضور علیہ السلام کی طرف سے ہر رنگ میں مدد اور حوصلہ افزائی کی گئی۔

بالآخر 26 تا 28/ دسمبر 1896ء کی تاریخوں میں ٹاؤن ہال لاہور میں اس جلسے کے انعقاد کا فیصلہ ہوا تو حضرت اقدس علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور بیماری کے باوجود ایک مضمون قلمبند کرنا شروع کیا جسے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے جلسے میں پڑھ کر سنانا تھا۔ اسی دوران حضرت مولانا صاحبؓ سیالکوٹ میں بیمار ہوگئے چنانچہ مکرم خواجہ کمال الدین صاحب کو متبادل کے طور پر تیاری کروائی جانے لگی۔ اگرچہ خواجہ صاحب کو اردو خوانی کا ملکہ تو حاصل تھا لیکن آیاتِ قرآنی کی تلاوت میں خامی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ بیماری کے باوجود لاہور تشریف لے آئے اور حضورؑ کی خواہش کے مطابق مضمون پڑھنے کے لیے تیار ہوگئے۔

جلسے سے قبل ہی حضور علیہ السلام کو الہام ہوا کہ ''یہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا''۔ چنانچہ حضورؑ نے 21/ دسمبر 1896ء کو ایک اشتہار شائع کرکے تاکید فرمائی کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ اس اشتہار میں دیگر تمام مضامین پر اس مضمون کے غالب رہنے کی الہامی خبر بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ لاہور میں مخالفین کی طرف سے اس اشتہار کو اُتارنے اور پھاڑ کر ضائع کر دینے کی کوششوں کے باوجود احمدیوں نے اس اشتہار کی بھرپور اشاعت کی اور کئی راتیں شہر کی نمایاں جگہوں پر اسے آویزاں کرنے کے لیے غیرمعمولی مشقّت برداشت کی۔

اسی دوران اس جلسے کے انعقاد کی راہ میں بھی مخالفین کی طرف سے بہت روکیں پیدا کی گئیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے دُور ہوتی چلی گئیں۔ حتّٰی کہ پروگرام کے مطابق ٹاؤن ہال نہ مل سکا تو اسلامیہ ہائی سکول کی زیادہ وسیع عمارت مل گئی۔ اور جب جلسے کے دوران حضور علیہ السلام کے رقم فرمودہ مضمون کو پڑھے

ٹائٹل بار اول



اسلامی اصول کی فلاسفی
یا
اسلام اور اسکی حقیقت
یعنی تقریر حضرت حجۃ اللہ میرزا غلام احمد صاحب
مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکو
جلسہ مذاہب عظیم منعقدہ لاہور میں مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے
پڑھکر سنایا + اور اس میں حکیم الامۃ حضرت مولانا نور الدین صاحب
کی تقریریں اور حضرت میر ناصر نواب صاحب کی نظم بھی شامل کی گئی ہیں
جو انہوں نے جلسہ مذکورہ میں سنائیں
مطبع ضیاء الاسلام قادیان دار الامان میں مولوی حکیم
فضل الدین صاحب کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوئی

جانے کا وقت ہوا تو اتنی مخلوق وہاں پہنچی کہ گنجائش نکالنے کے لیے سمٹنا اور سکڑنا پڑا۔

مختلف مسلمان علماء کے چند مضامین کے بعد جب سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تحریرفرمودہ مضمون حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھنا شروع کیا تو لوگوں نے بے اختیار سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ ہزاروں انسانوں کا مجمع بے حس و حرکت ہمہ تن گوش بیٹھا تھا۔ وقت ختم ہوگیا لیکن مضمون ابھی باقی تھا۔ اس پر اگلے مقرر نے اپنا وقت بھی حضورؑ کے مضمون کے لیے پیش کر دیا لیکن مضمون پھر بھی مکمل نہیں ہوسکا تھا۔ سامعین کی تشنگی اُن کے چہروں سے عیاں تھی اس لیے حضورؑ کے مضمون کے لیے وقت مزید بڑھایا گیا اور پھر اس مضمون میں لوگوں کی دلچسپی دیکھتے ہوئے منتظمین نے جلسے کے پروگرام میں ہی ایک دن کا اضافہ کر دیا۔ جب مضمون ختم ہوا تو حاضرین کی زبانیں بے اختیار اس مضمون کی تعریف میں رطب اللّسان ہوگئیں۔ اور پھر دنیا بھر میں جہاں جہاں اس مضمون کی بازگشت سنائی دی وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات ''مضمون بالا رہا'' اور ''اَللّٰهُ اَكْبَر۔ خَرِبَتْ خَيْبَر'' پر مُہرِ صداقت ثبت ہوتی چلی گئی۔

جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں دس مذاہب کے 16 نمائندگان شریک ہوئے۔ جلسے سے قبل عیسائیوں نے ایک میٹنگ کی اور متّفقہ فیصلہ کرتے ہوئے اس جلسے میں شمولیت سے انکار کر دیا تاہم دو عیسائی لیڈروں نے ذاتی طور پر اس جلسے میں شرکت کی جن میں سے ایک نے اظہارِ خیال بھی کیا۔

مسلمانوں میں سے سرسید احمد خان صاحب نے جلسے میں شریک ہونے سے انکار کیا اور دعوت نامے کے جواب میں کہا کہ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے۔ اسی طرح دیگر کئی مشہور مسلم

علماء مثلاً مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی، مولوی عبدالحق صاحب محدّث دہلوی اور سید محمد علی صاحب کانپوری نے اس جلسے کی طرف توجہ ہی نہیں کی اور ایسا شکست خوردہ کردار اپنایا گویا ان کی دینی غیرت سوئی ہوئی ہے۔

جلسے میں شامل ہونے والے اکثر مضامین نے اصل سوالوں کی بجائے ضمنی باتیں بیان کیں یا جزوی طور پر کسی ایک سوال پر ہی اپنی رائے دی یا اپنے مضمون کے آغاز میں بیان کی جانے والی دلیل کو خود ہی بعد میں ردّ کر دیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے نبوت اور معجزے کی غیر متعلق بحث کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ ’’انبیاء فوت ہو چکے، امت محمدیہ کے بزرگ ختم ہو چکے۔ وارثِ انبیاء ولی تھے، وہ کرامات رکھتے تھے لیکن وہ نظر نہیں آتے، زیر زمین ہو گئے۔ آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے…‘‘۔

حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانیؓ فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کے مذکورہ دعوے کے فوراً بعد حضرت اقدس علیہ السلام کا مضمون پڑھا گیا جس میں حضورؑ نے یہ اعلان فرمایا کہ ’’اندھا ہے جو کہتا ہے کہ ہم کہاں سے نشان دکھلائیں، آؤ مَیں نشان دکھاتا ہوں اور مَیں اندھوں کو آنکھیں بخشنے کے لیے آیا ہوں‘‘۔ یہ فقرات بذاتِ خود نشان تھے کیونکہ حضورؑ کا مضمون مولوی صاحب کے مضمون کے بعد پڑھا گیا تھا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الٰہی تائید یافتہ اس مضمون نے نہ صرف مقامی طور پر بلکہ پورے ہندوستان اور دنیا بھر کے دانش کدوں میں ایسا زلزلہ بپا کیا کہ نہ صرف عظیم مفکّرین اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللّساں ہو گئے بلکہ اُس زمانے کے اخبارات نے بھی جلسہ اعظم مذاہب سے متعلق اپنی رپورٹس اور ریویوز میں واضح طور پر اس مضمون کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے اسے جلسے میں پڑھے جانے والے تمام مضامین میں اعلیٰ ترین قرار دیا۔ دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے عظیم دانشوروں کا اس مضمون کے لیے اظہار عقیدت یقیناً سلطان القلم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کے لیے بھی شاندار خراج تحسین ہے۔

’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا مضمون بلاشبہ قرآن کریم کے حقائق و معارف کی بے نظیر تفسیر اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے پایاں عشقِ قرآن کا مظہر ہے۔ جس طرح سو سال پہلے یہ مضمون دنیا بھر کے مذاہب کے مقابل پر اسلام کی ایک شاندار فتح کا اعلان تھا اور دیگر الہامی کتب کے مقابل پر قرآن کریم کی برتری کا بے مثال اظہار تھا، اسی طرح آج بھی یہ اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کو دنیا کے سامنے ایک نمایاں شان کے ساتھ پیش کرنے کے قابل ہے کیونکہ یہ وہ اعجازی مضمون ہے جس کے غلبے کی بشارت دیتے ہوئے جلسے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نُور ہے جو دوسری قوموں کو شرمندہ کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خدائی وعدوں کے مطابق اس جلسے میں نصرتِ الٰہی کے روحانی نظارے کا وہ سماں پیدا ہوا جس نے مذاہبِ باطلہ کے محلّات سینکڑوں سال بعد ایک بار پھر زمیں بوس کر دیے۔

’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے نام سے شائع ہونے والے اس مضمون میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچ اہم سوالات کا قرآن کریم کی روشنی میں جواب دیا ہے اور ایسے دلنشیں پیرائے میں تشریح فرمائی ہے جو روحوں پر وجد طاری کر دینے والی اور اسلام کی عظمت کو دلوں میں قائم کرنے والی ہے۔ پانچ سوالات یہ تھے:

1۔ انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں۔
2۔ حیات بعد الموت۔
3۔ انسانی پیدائش کا مقصد۔
4۔ دنیا اور آخرت میں اعمال کا اثر۔
5۔ علم اور معرفت کے ذرائع۔

اب تک 55 سے زائد زبانوں میں ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے تراجم شائع ہو چکے ہیں جبکہ چند زبانوں میں یہ کتاب زیر ترجمہ ہے۔

اس کتاب نے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے اذہان اور مختلف زبانیں بولنے والے دانشمندوں کے خیالات میں جو مثبت انقلاب برپا کیا ہے اُس کی چند مثالیں قبل ازیں اسی مضمون میں شامل کی گئی ہیں۔ اسی ضمن میں عرض ہے کہ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ میں بیان شدہ مضمون کو خراجِ عقیدت پیش کرنے والوں میں بہت سے عرب علماء بھی شامل ہیں۔ چنانچہ مصر سے تعلق رکھنے والے محترم حلمی الشافعی صاحب مرحوم جو پیٹرولیم انجینئر تھے اور بعد از ریٹائرمنٹ اپنی زندگی وقف کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مترجم کے فرائض سرانجام دینے لگے اور عربی لٹریچر میں گرانقدر اضافہ اور غیر معمولی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ آپ کے قبول احمدیت میں خدا تعالیٰ کا غیر معمولی فضل یوں شامل تھا کہ محترم مصطفیٰ ثابت صاحب نے جب آپ کو تبلیغ شروع کی تو گو کہ آپ کو یہ گفتگو پسند نہ تھی لیکن خوش قسمتی سے دونوں ایک ایسے صحرا میں ملازم تھے جہاں اوقاتِ کار کے بعد باتیں کرنے کے علاوہ کوئی اَور شغل ممکن ہی نہ تھا اور نہ ہی کوئی شہر قریب تھا۔ چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جو اس نے مجبور کر دیا کہ یہ گفتگو ممکن ہوئی جو آپ کے قبولِ احمدیت پر منتج ہوئی۔ پھر قبولِ احمدیت کے بعد محترم حلمی صاحب کا اپنے محترم والد کو، جو کٹر وہابی تھے، احمدیت کے بارے میں بتانے کا طریقہ بھی بہت پُر حکمت تھا۔ چونکہ آپ کے والد بھی ممتاز علماء میں سے ایک تھے اس لیے جب آپ گھر گئے تو اپنے ہمراہ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا عربی ترجمہ بھی لے گئے اور اپنے والد کو کتاب میں سے منتخب عبارات پڑھ کر سنائیں۔ آپ کے والد اتنا اعلیٰ کلام سن کر بہت متأثر ہوئے اور اسلام کی حمایت میں ایسی کتاب لکھنے والے کی بہت تعریف کی۔ تب محترم حلمی صاحب نے ان سے پوچھا کہ ایسی عبارات لکھنے والے کا آپ کے نزدیک کیا درجہ ہے۔ اُن کے والد نے نہایت بشاشت سے مصنّف کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے بعد محترم حلمی صاحب نے پوچھا کہ ایسی عبارتیں لکھنے والا اگر مسیح ہونے کا دعویٰ کرے تو پھر!؟… چنانچہ اس طرح آپ نے احمدیت کے بارے میں نہایت حکمت سے اپنے والد محترم کو بتایا اور چونکہ وہ آپ کے اعلیٰ کردار سے بھی متأثر تھے اس لیے انہوں نے بعد میں زیادہ مخالفت نہیں کی۔

بلاشبہ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ اسلام کی تائید میں لکھی جانے والی ایسی زبردست کتاب ہے جو نہ صرف اسلام کی محبت کو دلوں میں قائم کر دیتی ہے بلکہ قلوب کے اطمینان اور اذہان کی تسکین کا باعث بھی بنتی ہے۔ چنانچہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ جن کا شمار ہندوستان کے ایسے چنیدہ افراد میں ہوتا تھا جو اسلام اور مسلمانوں کے لیے خدمات بجالانے کے لیے نیک نامی رکھنے کے ساتھ ساتھ ……باقی صفحہ 87 پر……

صدائے حق

یہ دور مہدی آخر زماں ہے
کہاں ہے طالب صادق کہاں ہے
ہوا گلزار دیں سر سبز و شاداب
جدھر دیکھو بہار جاوداں ہے
بڑھے کیوں اب نہ شان و شوکت دین
کہ یہ عیسیٰ و مہدی کا زماں آیا
نہ ہو مومن کبھی رحمت سے مایوس
کہ مایوسی تو کافر کا نشاں ہے
شہادت دے چکے شمس و قمر بھی
پھر اب کیوں آنکھ سوئے آسماں ہے
چلو مہدی کی خدمت میں چلو تم
وہی درماں درد جاں ستاں ہے
وہی اسلام کا ہمدرد و مونس
وہی اسلامیوں کا پاسباں ہے
وہی عیسیٰؑ وہی مہدیؑ دوراں
وہی موعود ادیانِ جہاں ہے
وہی غالب ہوا ہر معرکہ میں
یہی اس کی صداقت کا نشاں ہے
مقابل جو ہوا اس نے پچھاڑا
یقیناً وہ خدا کا پہلواں ہے
وہ جس کی مدح ہے میری زباں پر
غلام احمد شاہِ جہاں ہے
بہت شیطان نے کی سعی لیکن
نتیجہ اس کی کوشش کا کہاں ہے
اٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
یہ دنیا تو مقامِ امتحاں ہے
صدائے حق سنائے جاؤں گا شوقؔ
دہن میں جب تلک گویا زباں ہے

(عبدالحمید خاں شوق۔ گورداس پوری)

’’اعجاز المسیح‘‘ افحامِ اعداء کا ایک زبردست نشان

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا مقابلہ تفسیر نویسی سے فرار۔ اعجاز المسیح میں فصاحت و بلاغت کے بے مثل نمونوں میں سے چند مثالیں

(خواجہ عبد العظیم احمد۔ پرنسپل جامعۃ المبشرین نائجیریا)

ابتدائیہ

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ کو اس جہان میں سلسلہ رشد و ہدایت کے لیے مبعوث کرتا ہے تو اس کو اپنے مخالفین پر اپنے تائیدی نشانوں کے ساتھ منصور و غالب کرتا ہے۔ یہ تائید و نصرت کبھی حضرت نوحؑ کے لیے سیلاب سے امان کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور کبھی آگ کو حضرت ابراہیمؑ کے لیے ٹھنڈی کر دیتی ہے، کبھی حضرت اسماعیلؑ کی پیاس بجھانے کے لیے زمین سے پانی کے سوتے پھوڑ دیتی ہے۔ کبھی یہ حضرت موسیٰؑ کو سمندر کے بیچوں بیچ خیریت سے گزار کر، اسی سمندر میں فرعون کو غرقاب کر دیتی ہے۔ کبھی یہ بیماروں کو حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے شفا بخشتے ہوئے تندرست کر کے معجز نمائی کرتی ہے اور کبھی ان لوگوں کو جو غیر عرب کو عجمی (یعنی گونگا) کہتے تھے، ایک ایسی کامل اور آفاقی کتاب کی تعلیم دیتی ہے جو ان فصحاء کی زبانوں کو گنگ کر دے۔ اکثر مسلمان تاریخ دانوں اور اربابِ سِیَر نے لکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد حضرت لبید بن ربیعہ العامری نے شاعری ترک کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ حضرت لبید سے پوچھ بھیجا کہ آپ نے زمانۂ اسلام میں کون سے اشعار کہے۔ اس پر انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ شعر کے عوض مجھے اللہ نے سورۃ البقرۃ اور آلِ عمران دی ہیں۔

قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ معجزہ جہاں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہے۔ وہاں کتاب يَنْطِقُ بِالْحَقِّ بھی ہے۔ جس کی شروعات مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى سے ہوئی اور مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا پر انجام ہوا۔ جو ایک طرف لَا رَيْبَ فِيْهِ کی سند رکھتی ہے اور دوسری طرف شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ہے۔ یہ ایک جانب كُتُبٌ قَيِّمَةٌ سے لبریز ہے اور دوسری جانب احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے ایک مہمیز کا کام دیتی ہے۔ ایک زندہ و جاوید، قائم اور قیام بخشنے والی، دائم اور دوام بخشنے والی کتاب جس کے تقدس، آفاقیت، عالمگیریت، جامعیت، کاملیت اور افضلیت کے سامنے دنیا کی کوئی کتاب دم نہیں مار سکتی۔ ایسی عظیم الشان کتاب کہ جس کے روحانی مائدہ کو مُطَهَّر کے سوا کوئی چھو نہ سکے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف اگرچہ عظیم الشان معجزہ ہے مگر ایک کامل کے وجود کو چاہتا ہے کہ جو قرآن کے اعجازی جواہر پر مطلع ہو اور وہ اس تلوار کی طرح ہے جو درحقیقت بے نظیر ہے لیکن اپنا جوہر دکھلانے میں ایک خاص دست و بازو کی محتاج ہے۔ اس پر دلیل شاہد یہ آیت ہے کہ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ پس وہ ناپاکوں کے دلوں پر معجزہ کے طور پر اثر نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کا اثر دکھلانے والا بھی قوم میں ایک موجود ہو اور وہ وہی ہو گا جس کو یقینی طور پر نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ نصیب ہو گا۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 486)

پیر سید مہر علی شاہ

پیر مہر علی شاہ (1859ء تا 1937ء) سلسلہ چشتیہ کے بریلوی مکتبہ فکر کے عالم تھے۔ سید مہر علی شاہ کے والد کا نام سید نذر دین شاہ تھا۔ آپ کا حلقہ معتقدین کافی وسیع تھا۔ آپ راولپنڈی سے چند میل دور گولڑہ کی بستی میں سجادہ نشین تھے۔ مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ آپ سرگودھا کے مشہور صوفی شخصیت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی سے متاثر تھے۔ اور بعد میں انہی کے ہاتھ پر بیعت کی، اور خلافت پائی۔ آپ کی مشہور کتب میں تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، اعلا کلمۃ اللہ و ما اہل بہ لغیر اللہ، الفتوحات الصمدیہ، تصفیہ مابین سنی والشیعہ اور فتاویٰ مہریہ وغیرہ ہیں۔ مشہور متنازعہ کتاب ’’سیف چشتیائی‘‘ بھی آپ سے منسوب ہے مگر درحقیقت یہ آپ کا ایک علمی سرقہ ہے۔ جس کی کچھ تفصیل مضمون میں دی جائے گی۔ آپ کی وفات 11؍ مئی 1937ء کو ہوئی۔

سن 1893ء میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کتاب انجام آتھم کے نام سے تحریر فرمائی جس میں آپؑ نے علماء و مشائخ اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کا ایک چیلنج دیا۔ اس چیلنج کے آخر میں آپ نے مشہور علماء کے اسماء لکھے اور ان مولویوں اور علماء کے اسماء کے بعد سجادہ نشینوں اور پیروں فقیروں کے اسماء تحریر فرمائے۔ سجادہ نشینوں کے اسماء میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا نام تیرھویں نمبر پر ہے۔ آپؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’میں پھر ان سب کو اللہ جل شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کیلئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آویں اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر اور تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذّاب اور دجّال نام رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تمام مکفّرین اور مکذّبین مباہلہ کیلئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفّر یا مکذّب ہیں اور درحقیقت ہر یک شخص جو باخدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذّبین میں داخل ہے۔ کیونکہ اگر مکذّب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ اس کی مدد کرو اور اس کو میرا اسلام پہنچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاف باطن فقراء کیلئے یہ موقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اور ہر یک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرع اور ابتہال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے اس رازِ سربستہ کا اسی کے کشف اور الہام سے انکشاف چاہیں۔ اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ ان کی اتّقاء کی شان کے لائق ہے محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں اور سچائی کی گواہی کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے حجابوں میں ہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی سماوی روشنی نہیں۔ لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس سے انانیّت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں۔ اگرچہ بہت تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں مگر یہ امت مرحومہ ان سے خالی نہیں۔‘‘ (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 69)

پھر ایک اور جگہ حضورؑ اس بات کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان علماء و مشائخ اور پیروں اور صوفیوں نے لوگوں کو سچائی کو ماننے اور اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرنے سے روکا ہوا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’میں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف کسوف ہو گا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسن صاحب تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آ گیا اور جس قدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کر کے مشہور ہیں اور پیر مہر علی شاہ گولڑی جس نے بہتوں کو خدا کی راہ سے روکا ہوا ہے اور عبد الجبار اور عبد الحق اور عبد الواحد غزنوی جو مولوی عبد اللہ صاحب کی جماعت میں سے ملہم کہلاتے ہیں اور منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعویٰ کر کے مولوی عبد اللہ صاحب کو سیّد بنا دیا ہے اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے۔ ان سب کو چاہئے کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے گا اس میں مخلوق کی سراسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیرخواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہو گی اور ولی سمجھے جائیں گے ورنہ وہ اپنے کاذب اور مفتری ہونے پر مہر لگا دیں گے۔ اور ہم عنقریب انشاء اللہ اس بارے میں ایک مفصل اشتہار شائع کریں گے۔ والسّلام علٰی من اتّبع الھدیٰ۔‘‘

(دافعُ البلاَءِ وَمِعیارُ اھلِ الا صطِفاءِ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 238)

سن 1900ء میں پیر صاحب نے حیات مسیح کے حق میں اور وفات مسیح کے خلاف ایک کتاب ’’شمس الہدایہ‘‘ لکھی۔ اس میں حیات مسیح کے حق میں کوئی بھی نئی دلیل نہ تھی بلکہ وہی دلائل تھے جن کا ردّ حضورؑ بارہا کر چکے تھے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے پیر صاحب کو مخاطب کر کے 20؍ جولائی 1900ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا، جس میں پیر صاحب کو احقاق حق اور ابطال باطل کا ایک آسان طریق بتایا اور اس طریق سے فیصلہ کرنے کی پیشکش کی۔ آپ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالیٰ کے راستباز بندے ہیں۔ ان کے ساتھ تین طور سے خدا کی تائید ہوتی ہے۔ 1۔ ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق مابہ الامتیاز رکھا جاتا ہے۔ اس لئے مقابلہ کے وقت بعض امور خارق عادت ان سے صادر ہوتے ہیں۔ جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ آیت وَيَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا اس کی شاہد ہے۔

2۔ ان کو علم معارف قرآن دیا جاتا ہے۔ اور غیر کو نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ آیت لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اس کی شاہد ہے۔

3۔ ان کی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں جیسا کہ آیت اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اس کی گواہ ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 327، اشتہار 20؍ جولائی 1900ء)

اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے پیر صاحب کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا کہ لاہور میں جو پنجاب کا صدر مقام ہے ایک جلسہ مقرر کریں، قرعہ اندازی کر کے فریقین قرآن شریف کی کوئی سورۃ لے کر اس کی تفسیر فصیح عربی زبان میں لکھیں۔ اس تفسیر سے قبل دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حق والے فریق کو قرآنی علم و معارف سے بہرہ مند فرمائے، روحانی قوت اور شوکت عطا فرمائے اور روح القدس سے تائید و نصرت فرمائے۔ اور اس کی تفسیر کا جادو سر چڑھ کر بولے۔ اس مقابلے کے اصول و ضوابط میں یہ طے کر لیا جائے کہ تفسیر لکھنے والے کے پاس کوئی کتاب نہ ہو۔ روبرو بیٹھ کر تفسیر لکھی جائے۔ اور سات گھنٹے مسلسل یہ کام لوگوں کے سامنے کیا جائے۔ اور جو منصف ان تفاسیر کو پڑھیں وہ حلفاً بتائیں کہ دونوں میں سے کون سی تفسیر روح القدس سے تائید یافتہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگر اس مقابلہ میں پیر صاحب جیت گئے تو میں اپنے تمام متبعین و پیروکاروں کے ساتھ پیر صاحب کی بیعت کر لوں گا، دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اور اپنی تمام کتب جلا دوں گا۔

اس اشتہار کے جواب میں پریشان حال پیر صاحب نے کہا کہ پہلے قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ کے عقائد پر بحث ہو جائے پھر تفسیر کا مقابلہ بھی کر لینا۔

(اشتہار 25؍ اگست 1900ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم)

اس کے بعد پیر صاحب بغیر اطلاع کے از خود (عقائد پر) مباحثہ کرنے لاہور آ گئے اور بنیادی وجہ یعنی تفسیر نویسی سے مکمل گریز کیا۔

اس کے بعد کئی اور طریق پر پیر صاحب کو دعوت دی گئی مگر مقررہ وقت سے قبل ہی لاہور چھوڑ کر گولڑہ چلے گئے۔ اس مسلسل گریز پر حضور علیہ السلام کے بعض مریدوں جن میں حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی، حضرت مولانا محمد احسن امروہی، حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب اور میاں معراج دین صاحب عمر نے بار بار پیر صاحب کو خطوط لکھے اور دعوت مقابلہ دی، مگر پیر صاحب نے

مکمل خاموشی اختیار کی اور مقابلہ سے بکلّی گریز کیا۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے دسمبر 1900ء میں پیر صاحب کو ایک آخری اتمام حجت کی۔جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم دونوں ستر دن میں اپنی اپنی جگہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھیں عرب و عجم سے مدد گار ادباء کی مدد حاصل کر لیں۔اور تفسیر شائع کریں۔اس پیشکش کے ستر دن کے اندر اندر حضور علیہ السلام نے ''اعجاز المسیح'' نام سے ایک بے نظیر،معارف سے بھر پور تفسیر سپرد قرطاس فرمائی۔پیر صاحب سن 1900ء سے لے کر 1937ء تک زندہ رہے مگر تفسیر لکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔حالانکہ ان کا زعم تھا کہ ہم تو قلم کو حکم دیں گے یہ خود بخود لکھنا شروع کر دے گی۔مگر یہ کیونکر ممکن ہوتا کہ خدائے بزرگ و برتر کا ایک عظیم فتح نصیب جرنیل اذن خداوندی سے یہ یہ اعلان کر رہا تھا کہ

''من قام للجواب و تنمّر۔ فسوف یری انہ تندّم وتدمّر''

یعنی جو شخص اس کتاب کے جواب پر آمادہ ہو گا اور پلنگی دکھلائے گا وہ عنقریب دیکھے گا کہ اس کام سے نامراد رہا اور اپنے نفس کا ملامت گر ہوا۔

اس کتاب کو بلاد عرب و عجم میں پذیرائی ملی۔حضور علیہ السلام کو اس کی تصنیف سے پہلے الہام ''ایک عزت کا خطاب'' ہوا تھا۔اور واقعی یہ بین الاقوامی عزت کا باعث بنا۔مثلاً اخبار ''المناظر'' نے اس پر ریویو لکھتے ہوئے کہا:

''انہ تقلید للقرآن فی نسقہ و عبارتہ''

یعنی یہ کتاب اپنے اسلوب میں قرآن کریم کی پیروی ہے اور اس کی عبارت اور اس کا نسق بھی قرآن سے مماثلت رکھتا ہے۔

اس کتاب یعنی اعجاز المسیح کی اشاعت پر اڑھائی سال گزر گئے تو تب پیر مہر علی شاہ صاحب نے ایک کتاب ''سیف چشتیائی'' کے نام سے شائع کی۔مگر اس میں تفسیر سورۃ الفاتحہ نہیں تھی بلکہ وہی حیات مسیح کے راگ ایک بار پھر الاپے گئے۔اس بارے میں حضور علیہ السلام ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ کتاب مجھ کو یکم جولائی ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ڈاک ملی ہے جس کو پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے شاید اس غرض سے بھیجا ہے کہ تا وہ اِس بات سے اطلاع دیں کہ انہوں نے میری کتاب اعجاز المسیح اور نیز شمس بازغہ کا جواب لکھ دیا ہے اور اس کتاب کے پہنچنے سے پہلے ہی مجھ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اعجاز المسیح کے مقابل پر وہ ایک کتاب لکھ رہے ہیں مگر مجھ کو یہ امید نہ تھی کہ وہ میری عربی کتاب کا جواب اُردو میں لکھیں گے بلکہ مجھے یہ خیال تھا کہ چونکہ اکثر باسمجھ لوگوں نے پیر صاحب کی اس مکارانہ کارروائی کو پسند نہیں کیا جو انہوں نے لاہور میں کی تھی۔اس لئے ندامت مذکورہ بالا کا داغ دھونے کے لئے ضرور انہوں نے یہ ارادہ کیا ہو گا کہ میرے مقابل تفسیر نویسی کے لئے کچھ طبع آزمائی کریں اور میری کتاب اعجاز المسیح کی مانند سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی فصیح بلیغ میں شائع کر دیں تا لوگ یقین کر لیں کہ پیر جی عربی بھی جانتے ہیں اور تفسیر بھی لکھ سکتے ہیں لیکن افسوس کہ میرا یہ خیال صحیح نہ نکلا جب ان کی کتاب سیف چشتیائی مجھے ملی تو پہلے تو اُس کتاب کو ہاتھ میں لے کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اب ہم ان کی عربی تفسیر دیکھیں گے اور بمقابل اُس کے ہماری تفسیر کی قدر و منزلت لوگوں پر اَور بھی کُھل جائے گی۔مگر جب کتاب کو دیکھا گیا اور اُس کو اُردو زبان میں لکھا ہوا پایا اور تفسیر کا نام و نشان نہ تھا تب تو بے اختیار اُن کی حالت پر رونا آیا۔یہ کتاب اگرچہ اس لائق نہ تھی کہ ایک نظر بھی اس کو دیکھ سکیں کیونکہ مؤلف کتاب نے جیسا کہ اُس کو چاہئے تھا بالمقابل عربی تفسیر لکھ کر اپنی معجزانہ طاقت کا کچھ ثبوت نہیں دیا اور جس فرض کو ادا کرنا تھا اور اس قدر لمبی مدّت میں بھی اس کو ادا نہیں کر سکا بلکہ مقابلہ سے مُنہ پھیر کر اپنی درماندگی کی نسبت اپنے ہاتھ سے مہر لگا دی اور آپ گواہی دے دی کہ درحقیقت اعجاز المسیح خدا کی طرف سے ایک نشان ہے جس کی نظیر پر وہ قادر نہ ہو سکا۔تاہم مَیں نے اس اُردو کتاب کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بجز بیہودہ نکتہ چینیوں کے کوئی امر بھی اس میں قابل التفات نہیں اور نکتہ چینی بھی ایسی کمینہ پن اور جہالت کی کہ اگر اس کو ایک جائز اعتراض سمجھا جائے تو نہ اس سے قرآن شریف باہر رہ سکتا ہے اور نہ احادیث نبویہ اور نہ اہل ادب کی کتابوں میں سے کوئی کتاب۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 429 تا 432)

اعجاز المسیح میں عبارات عربیہ مسروقہ ہیں!

اس کتاب میں پیر صاحب نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''اعجاز المسیح'' میں عربی عبارات مقامات حریری اور عربی نثر کی دوسری کتب سے سرقہ کر کے لکھی۔نعوذ باللہ۔

چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پیر صاحب فرماتے ہیں کہ اس کتاب اعجاز المسیح میں جو دو سو صفحہ کی کتاب ہے چند فقرے جو اکٹھا کرنے کی حالت میں چار ۴ سطر سے زیادہ نہیں ہیں ان میں سے بعض مقامات حریری اور بعض قرآن شریف سے اور بعض کسی اور کتاب سے مسروقہ ہیں اور بعض کسی قدر تغییر تبدیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور بعض عرب کی مشہور مثالوں میں سے ہیں یہ ہماری چوری ہوئی جو پیر صاحب نے پکڑی کہ بیس ہزار فقرہ میں سے دس بار اں فقرے جن میں سے کوئی آیت قرآن شریف کی اور کوئی عرب کی مثال اور کوئی بقول اُن کے حریری یا ہمدانی کے کسی فقرہ سے توارد تھا۔افسوس کہ اُن کو اس اعتراض کے کرتے ہوئے ذرہ شرم نہیں آئی اور ذرہ خیال نہیں کیا کہ اگر ان قلیل اور دو چار فقروں کو توارد نہ سمجھا جائے جیسا کہ ادیبوں کے کلام میں ہوا کرتا ہے اور یہ خیال کیا جائے کہ یہ چند فقرے بطور اقتباس کے لکھے گئے تو اس میں کون سا اعتراض پیدا ہو سکتا ہے خود حریری کی کتاب میں بعض آیات قرآنی بطور اقتباس موجود ہیں ایسا ہی چند عبارات اور اشعار دوسروں کے بغیر تغییر تبدیل کے اس میں پائے جاتے ہیں اور بعض عبارتیں ابو الفضل بدیع الزمان کی اس میں بعینہٖ ملتی ہیں تو کیا اب یہ رائے ظاہر کی جائے کہ مقامات حریری سب کی سب مسروقہ ہے بلکہ بعض نے تو ابو القاسم حریری پر یہاں تک بدظنی کی ہے کہ اس کی ساری کتاب ہی کسی غیر کی تالیف ٹھہرائی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ فن انشاء میں کامل سمجھ کر ایک امیر کے پاس پیش کیا گیا اور امتحاناً حکم ہوا کہ ایک اظہار کو عربی فصیح بلیغ میں لکھے مگر وہ لکھ نہ سکا اور یہ امر اُس کے لئے بڑی شرمندگی کا موجب ہوا مگر تاہم وہ اُدباء میں بڑی عظمت کے ساتھ شمار کیا گیا اور اُس کی مقامات حریری بڑی عزّت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے حالانکہ وہ کسی دینی یا علمی خدمت کے لئے کام نہیں آ سکتی کیونکہ حریری اِس بات پر قادر نہیں ہو سکا کہ کسی سچے اور واقعی قصہ یا معارف اور حقائق کے اسرار کو بلیغ فصیح عبارت میں قلمبند کر کے یہ ثابت کرتا کہ وہ الفاظ کو معانی کا تابع کر سکتا ہے۔بلکہ اُس نے اوّل سے آخر تک معانی کو الفاظ کا تابع کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ وہ ہرگز اس بات پر قادر نہ تھا کہ واقعہ صحیحہ کا نقشہ عربی فصیح بلیغ میں لکھ سکے لہٰذا ایسا شخص جس کو معانی سے غرض ہے اور معارف حقائق کا بیان کرنا اُس کا مقصد ہے وہ حریری کی جمع کردہ ہڈیوں سے کوئی مغز حاصل نہیں کر سکتا۔یہ اور بات ہے کہ کسی کے کلام کا اتفاقاً خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض فقرات میں کسی سے توارد ہو جائے کیونکہ بعض محاورات ادبیّہ کا کوچہ ایسا تنگ ہے کہ یا تو اُس میں بعض اُدباء کو بعض سے توارد ہو گا اور یا ایک شخص ایک ایسے محاورہ کو ترک کرے گا جو واجب الاستعمال ہے ظاہر ہے کہ جس مقام پر خصوصیات بلاغت کے لحاظ سے ایک جگہ پر مثلاً اقتحم کا لفظ اختیار کرنا ہے نہ اور کوئی لفظ تو اس لفظ پر تمام اُدباء کا بالضرور توارد ہو جائے گا اور ہر ایک کے مُنہ سے یہی لفظ نکلے گا۔ہاں ایک جاہل غبی جو اسالیب بلاغت سے بے خبر اور فروق مفردات سے ناواقف ہے وہ اس کی جگہ پر کوئی اور لفظ بول جائے گا اور اُدباء کے نزدیک قابلِ اعتراض ٹھہرے گا۔ایسا ہی اُدباء کو یہ اتفاق بھی پیش آ جاتا ہے کہ گو بیس شخص ایک مضمون کے ہی لکھنے والے ہوں جو بیس ہی ادیب اور بلیغ ہوں مگر بعض صورتوں کے ادائے بیان میں ایک ہی الفاظ اور ترکیب کے فقرہ پر اُن کا توارد ہو جائے گا اور یہ باتیں ادباء کے نزدیک مسلّمات میں سے ہیں جن میں کسی کو کلام نہیں اور اگر غور کر کے دیکھو تو ہر ایک زبان کا یہی حال ہے اگر اُردو میں بھی مثلاً ایک فصیح شخص تقریر کرتا ہے اور اُس میں کہیں مثالیں لاتا ہے کہیں دلچسپ فقرے بیان کرتا ہے تو دُوسرا فصیح بھی اُسی رنگ میں کہہ دیتا ہے اور بجز ایک پاگل آدمی کے کوئی خیال نہیں کرتا کہ یہ سرقہ ہے انسان تو انسان خدا کے کلام میں بھی یہی پایا جاتا ہے۔اگر بعض پُر فصاحت فقرے اور مثالیں جو قرآن شریف میں موجود ہیں شعرائے جاہلیت کے قصائد میں دیکھی جائیں تو ایک لمبی فہرست طیّار ہو گی اور ان امور کو محققین نے جائے اعتراض نہیں سمجھا بلکہ اسی غرض سے ائمہ راشدین نے جاہلیت کے ہزارہا اشعار کو حفظ کر رکھا تھا اور قرآن شریف کی بلاغت فصاحت کے لئے ان کو بطور سند لاتے تھے۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 432 تا 434)

پھر فرمایا:

''نادان انسان کو اگر یہ بھی اجازت دی جاوے کہ وہ چُرا کر ہی کچھ لکھے تب بھی وہ لکھنے پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ اصلی طاقت اُس کے اندر نہیں مگر وہ شخص جو مسلسل اور بے روک آمد پر قادر ہے اس کا تو بہر حال یہ معجزہ ہے کہ اُمور علمیہ اور حکمیّہ اور معارف حقائق کو بلا توقف رنگین اور بلیغ فصیح عبارتوں میں بیان کر دے گو محل پر چسپاں ہو کر دس ہزار فقرات بھی کسی غیر کی عبارتوں کا اُس کی تحریر میں آ جائے کیا ہر یک نادان غبی بلید ایسا کر سکتا ہے اور اگر کر سکتا ہے تو کیا وجہ کہ باوجود اتنی مدّت مدید گزرنے کے پیر مہر علی شاہ صاحب کتاب اعجاز المسیح کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو سکے اور نہایت کار کام یہ کیا کہ دو سو صفحہ کی کتاب میں سے کہ جو چار ہزار سطر اور ساڑھے بار اں جُز ہے ایسے دو چار فقرے پیش کر دئے کہ وہ بعض امثلہ مشہورہ سے یا مقامات وغیرہ کے بعض فقرات سے توارد رکھتے ہیں یا مشابہ ہیں بھلا بتلاؤ کہ اِس میں اُنہوں نے اپنا کمال کیا دِکھلایا۔ایک منصف انسان سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص نے اِتنی مدت تک موقعہ پا کر اپنے گوشۂ خلوت میں دو چار ورق تک بھی اعجاز المسیح کا نمونہ پیش نہیں کیا تو وہ لاہور کے مقابلہ پر اگر اتفاق ہوتا کیا لکھ سکتا تھا۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 443)

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی تین بہتان تراشیاں اور خود دو کا مرتکب ہونا

دنیا میں مکافات عمل کا ایک نظام چل رہا ہے۔انبیاء و مرسلین،اقطاب و ابدال،اولیاء و مقربان الٰہی پر آوازے کسنا شیوہ اخیار و اتقیاء ہرگز نہیں۔یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی چاند پر تھوکے اور بھول جائے کہ وہی تھوک واپس اسی کے منہ پر پڑنے والی ہے۔کچھ ایسا ہی پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ساتھ ہوا۔پیر صاحب نے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا کہ

☆ ...''مرزا صاحب مقابلہ کے لئے لاہور نہ آئے۔گویا مقابلہ سے بھاگ گئے۔'' درحقیقت جب پیر صاحب لاہور تشریف لائے (اس بات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ آپ نے بغیر اطلاع دیے لاہور کا سفر کیا۔دوسرا یہ کہ آپ کے ساتھ جو معاملات اصولی طور پر طے ہوئے تھے وہ تفسیر نویسی سے متعلق تھے نہ کہ عقائد کی بحث سے متعلق) پیر صاحب کا لاہور قیام یکم ستمبر 1900ء بروز جمعہ تک تھا اور لاہور کے ایک معزز اور تعلیم یافتہ طبقہ نے آپ سے گزارش بھی کی کہ آپ جمعہ کی نماز شاہی مسجد میں پڑھائیں مگر آپ نے اپنا پروگرام تبدیل کر کے مقررہ تاریخ سے پہلے ہی لاہور کو خیر باد کہہ دیا۔اور اپنے مریدوں کو کہہ کر گئے کہ مرزا صاحب کی کتب یا اشتہارات ہرگز نہ پڑھو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

☆ ...پیر صاحب نے حضرت صاحب علیہ السلام پر الزام لگایا کہ اعجاز المسیح میں معروف عربی کتب کے مسروقہ جملے ہیں۔اس کا جواب پہلے دے دیا گیا ہے۔مگر پیر صاحب کی تو ساری کتاب ''سیف چشتیائی'' ہی مسروقہ نکلی۔پیر صاحب نے اس کے مصنف کے مرنے کے بعد (اس کا مرنا بھی دراصل اس کتاب کے جواب لکھنے کے نتیجے میں اللہ کی پکڑ میں آنے کی وجہ سے ہوا) اس کو اپنے نام سے شائع کیا اور ایک جگہ تسلیم کیا کہ میں نے مولوی محمد حسن فیضی کے حاشیوں سے اس کی 'رونق' بڑھائی۔شروع سے لے کر آخر تک کتاب کا حاشیہ و مندرجات سرقہ کرنے کو 'رونق بڑھانا' نہیں کہتے بلکہ چوری اور اوپر سے سینہ زوری کہتے ہیں۔پیر صاحب نے بعد میں ایک خط کے ذریعے مولوی محمد حسن کے والد کو منع کیا کہ جن کتب (اعجاز المسیح اور شمس بازغہ) پر محمد حسن کے حاشیے ہیں وہ کسی کو نہ دکھائیں۔کیونکہ ان میں پیر صاحب کی چوری کے ثبوت تھے!

☆ ...پیر صاحب بڑی تعلّی کے ساتھ یہ کہا کرتے تھے کہ ''ہم تو قلم کو حکم دیں گے اور وہ لکھنا شروع کر دے گی'' آپ شاید بھول گئے کہ دوسری جانب مقتدر و قدیر خدا نے یہ اعلان کیا ہوا تھا کہ جو قلم اس کا جواب لکھنے پر آمادہ ہو گی وہ توڑ دی جائے گی۔آپ کے اپنے ایک مرید خاص مولوی فیض احمد صاحب نے بعد میں یہ لکھا کہ

''حضرت قبلہ عالم نے تفسیر لکھنے کا قصد تو کیا تھا مگر پھر دستکش ہو گئے۔کیونکہ پیر صاحب نے فرمایا کہ میرے قلب پر معانی و مضامین کی اس قدر بارش شروع ہو گئی کہ جسے ضبط تحریر میں لانے کے لئے ایک عمر درکار ہو گی اور کوئی اور کام نہ ہو سکے گا۔'' (مہر منیر صفحہ 245 مطبوعہ گولڑہ 1973ء)

پیر صاحب حضرت اقدسؑ کے تفسیر نویسی کے چیلنج کے قریباً 37 سال بعد تک زندہ رہے۔اگر آپ اپنی اسی خود کار قلم کو حکم دیتے وہ معارف سورہ فاتحہ 37 سال تک مسلسل لکھتی رہتی اور اس

طرح اسلام کی کچھ خدمت ہو جاتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے عربی اشعار میں فرماتے ہیں:

وَ اِنِّیْ اَرٰی فِیْ رَأْسِهِمْ دُوْدَ نَخْوَةٍ
فَاِنْ شَاءَ رَبِّیْ یُخْرِجَنَّ وَ یَجْذُرُ
وَ اِنْ کَانَ شَأْنُ الْاَمْرِ اَرْفَعَ عِنْدَکُمْ
فَاَیْنَ بِهٰذَا الْوَقْتِ مَنْ شَانَ جَوْلَرُ
اَمَیْتٌ بِقَبْرِ الْغَیِّ لَایَنْبَرِیْ لَنَا
وَ مَنْ کَانَ لَیْثًا لَا مَحَالَةَ یَزْءَرُ
وَ اِنْ کَانَ لَایَسْطِیْعُ اِبْطَالَ اٰیَتِیْ
فَقُلْ خُذْ مَزَامِیْرَ الضَّلَالَةِ وَازْمُرُ
اَغَلَّطَ اِعْجَازِیْ حُسَیْنٌ بِعِلْمِهٖ
وَهَیْءَاتَ مَاحَوْلُ الْجَهُوْلِ أَتَسْخَرُ
وَ اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ بِعِلْمٍ حُسَیْنُکُمْ
فَمَالَكَ لَا تَدْعُوْهُ وَالْخَصْمُ یَحْصُرُ
وَ نَحْسَبُهٗ کَالْحُوْتِ فَأْتِ بِنَظْمِهٖ
مَتٰی حَلَّ بَحْرًا نَقْتَنِصُهُ وَ نَأْسِرُ
وَ اِنْ یَّأْتِنِیْ اَصْبَحْهُ کَأْسًا مِنَ الْهُدٰی
فَاَحْضِرْهُ لِلْاِمْلَاءِ اِنْ کَانَ یَقْدِرُ

(اعجاز احمدی، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 160)

اور میں ان کے سر میں تکبّر کے کیڑے دیکھتا ہوں۔اور اگر خدا چاہے تو وہ کیڑے نکال دے گا اور جڑ سے اکھاڑ دے گا۔

پس اگر یہ کام ان لوگوں کے ہاتھ سے تیرے نزدیک بڑھ کر ہے۔پس اس وقت مہر علی شاہ کہاں ہے جس نے گولڑہ کو بدنام کیا۔

کیا وہ مُردہ ہے جو اب باہر نہیں نکلے گا۔اور شیر تو ضرور نعرہ مارتا ہے

اور اگر وہ میرے اس نشان کو باطل نہیں کرسکتا۔پس کہہ کہ طنبور وغیرہ بجایا کر تجھے علم سے کیا کام

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں۔اور یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے؟ کیا ہنسی کر رہا ہے؟

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے۔پس تو اُس کو کیوں نہیں بلاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

اور ہم تو اس کو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں۔پس اس کی نظم پیش کر۔جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہو گا تو ہم اس کو شکار کر لیں گے اور پکڑ لیں گے۔

اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اُسی صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا۔پس اُس کو لکھنے کیلئے حاضر کر اگر وہ لکھنے کیلئے طاقت رکھتا ہے۔

”اعجاز المسیح“ کیا ہے؟

اعجاز المسیح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔جس کا ایک ایک حرف اپنی ذات میں معجز نما ہے۔یہ قرآنی چیلنج فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے بابرکت سائے میں پلنے والا وہ شجرہ طیبہ ہے جس کو خالص لدنّی علم کے پانی سے سیراب کیا گیا۔اس پر لگنے والے پھل کا ذائقہ دائمی اور نہایت شیریں ہے۔اس کتاب پر صرف ایک، مگر انصاف پسند نظر ہی اس کتاب کے لاجواب ہونے پر گواہ ٹھہرے گی۔

اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر ہی حضور علیہ السلام نے فرمایا:

”فانّہ کتاب لیس لہ جواب، و من قام للجواب و تنمّر۔فسوف یری انہ تندم و تذمّر“

یعنی یہ کتاب ایسی ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔اور جو کوئی بھی اس کے جواب (لکھنے) کے لیے کھڑا ہو گا اور سرکشی دکھائے گا تو جلد ہی ندامت و ملامت کا شکار ہو گا۔

حضور علیہ السلام نے یہ کتاب ستّر دن کے اندر باوجود سخت بیماری کے فروری 1901ء کو مکمل کی۔اس کتاب کے مقدمہ میں حضور علیہ السلام نے اللہ کی حمد و توصیف کے بعد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری اس دنیا میں ایک آفتاب کی سی صورت رکھتی تھی جس سے ساری تاریکی چھٹ گئی۔پھر اپنے آنے کی اغراض بیان فرمائیں۔چنانچہ فرماتے ہیں:

”وإنی بُعثت علی رأس هذه المئة المبارکة الربّانیة۔ لاجمع شمل المِلّة الإسلامیة۔ وأدفع ما صیل علی کتاب اللّٰه وخیر البریة۔ وأکسر عصا من عصٰی وأقیم جدران الشریعة۔ وقد بیّنتُ مرارًا وأظهرتُ للناس إظهارًا۔ انی أنا المسیح الموعود۔ والمهدی المعهود۔ وکذالك أُمرتُ وما کان لی أن أعصی أمر ربّی وألحَقَ بالمجرمین۔ فلا تعجلوا علیّ وتدبّروا أمری حق التدبّر إن کنتم متّقین۔ وعسیٰ أن تُکذّبوا امرءًا وهو من عند اللّٰه۔ وعسٰی ان تُفسّقوا رجلاً وهو من الصالحین۔“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 8 تا 9)

اور میں یقیناً اس مبارک اور ربانی صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا ہوں۔تا کہ میں ملت اسلامیہ کے تفرقہ کو ختم کروں۔اور جو کچھ بھی کتاب اللہ اور حضرت رسول کریم ﷺ پر حملے کیے گئے کا دفاع کروں۔اور ہر اس کا عصا توڑ دوں جو کہ نافرمانی کرتا ہے اور شریعت کی دیواروں کو دوبارہ کھڑا کروں۔میں یقیناً کئی بار کھول کر بیان کر چکا ہوں اور لوگوں کے لیے اس بات کا کھلے عام اظہار کر چکا ہوں کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔اور ایسا ہی مجھے میرے رب کی طرف سے حکم دیا گیا۔اور میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے مجرموں میں جا ملوں۔سو میرے بارہ میں جلد بازی سے کام نہ لو۔اور اگر تم واقعی متقی ہو تو میرے معاملہ پر ایسا غور کرو کہ جیسا غور کرنے کا حق ہے۔اور عین ممکن ہے کہ جس امر کی تم تکذیب کر رہے ہو وہ من جانب اللہ ہو اور جس شخص کو تم فاسق قرار دے رہے ہو وہ صالحین میں سے ہو۔

اس کے بعد آپؑ نے اسلام کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کا ذکر فرمایا اور بیان کیا کہ کیسے عیسائی پادری اسلام کو گزند پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کر رہے اور مسلمان علماء (اپنے عقیدوں سے) ان کی مدد کر رہے ہیں۔

اس کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اصل مضمون یعنی تفسیر نویسی کی طرف آتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو لاتعداد معجزات سے نوازا جن میں تفسیر نویسی بھی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

”ومن نوادر ما أُعطی لی من الکرامات۔ أن کلامی هذا قد جُعل من المعجزات۔ فلو جهّز سلطانٌ عسکرًا من العلماء۔ لیبارزونی فی تفسیر القرآن ومُلح الإنشاء۔ فواللّٰه إنی أرجو من حضرة الکبریاء۔ ان یکون لی غلبة وفتحٌ مبینٌ علی الاعداء۔“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 30 تا 31)

جو نادر کرامات مجھے عطا ہوئیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ میرا کلام معجزات میں سے ہے۔اگر کوئی علماء کا طاقت و سلطنت سے بھرپور لشکر بھی آ جائے کہ مجھ سے تفسیر قرآن اور انشاء نویسی میں میرا مقابلہ کرے تو خدا کی قسم، مجھے اسی خدائے کبریا کے در سے امید ہے کہ غلبہ اور دشمنوں پر فتح مبین میرے حصہ میں آئے گی۔

اس کے بعد مولوی مہر علی شاہ گولڑوی صاحب کے ساتھ تفسیر نویسی کے چیلنج اور پیر صاحب کا راہ فرار اختیار کرنے کی تفصیل بتائی، جس کو اجمالاً ہم اس مضمون کے پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔اتمام حجت کرتے ہوئے اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اعلموا أن رسالتی هذه آیة من آیات اللّٰه رب العالمین۔ وتبصرة لقوم طالبین۔ وإنّها من ربّی حجة قاطعة وبرهان مبین۔“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 55 تا 56)

جان لو کہ میری یہ کتاب رب العالمین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور (حق کے) طالبوں کے لیے جائے غور ہے۔اور یقیناً یہ میرے رب کی طرف سے ایک حجت قاطعہ اور کھلی برہان ہے۔

اس کتاب کے آٹھ ابواب ہیں۔پہلے باب میں سورہ فاتحہ کے اسماء اور اس کے متعلقات پر بحث ہے۔اس سورت کا ہر نام اس کی زندگی بخش تاثیر سے مکمل موافقت و مطابقت رکھتا ہے۔اس باب کے آخر پر سورت فاتحہ کی وہ تعریف بیان کرتے ہیں جو کم از کم اس عاجز نے کسی تفسیر میں نہیں پڑھی۔فرماتے ہیں:

”حاصل الکلام أن الفاتحة حصن حصین۔ ونور مبین۔ ومُعلّم ومُعین۔ وإنها یحصن أحکام القرآن من الزیادة والنقصان۔ کتحصین الثغور بامرار الامور۔ ومثلها کمثل ناقة تحمل کل ما تحتاج إلیه۔ وتوصل إلی دیار الحِبّ من رکب علیه۔ وقد حُمل علیها من کل نوع الازواد والنفقات۔ والثیاب والکسوات۔ أو مثلها کمثل برکة صغیر۔ فیها ماء غزیر۔ کأنها مجمع بحار۔ أو مجری قلهذم زخار۔ وإنی أری أن فوائد هذه السورة الکریمة ونفائسه الا تُعدّ ولا تُحصٰی۔ ولیس فی وُسع الإنسان أن یحصیها وإن أنفد عمرًا فی هذا الهوی۔“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 79 تا 80)

ہمارے کلام کا حاصل یہ ہے کہ سورت فاتحہ ایک مضبوط قلعہ ہے اور ایک استاد ہے اور مددگار ہے۔اور یہ احکام قرآنی کو ہر کمی و زیادتی سے مکمل طور پر ایسے محفوظ رکھتی ہے جیسے سرحدوں کو خاص امور کے تحت محفوظ رکھا جاتا ہے۔اور اس کی مثال ایک ایسی اونٹنی کی سی ہے جو ہر وہ چیز اٹھاتی ہے جس کی تجھے ضرورت ہو اور سوار کو محبوب کے آستانہ تک پہنچاتی ہے۔اور اس پر ہر قسم کے زاد راہ اور سامان، کپڑے لتّے لادے گئے ہیں۔یا اس کی مثال ایک چھوٹے سے تالاب کی مانند ہے جس میں وافر پانی ہو۔گویا کہ یہ مجمع البحار ہو یا ایک وسیع و عریض سمندر کے گزرنے کی جگہ۔میں دیکھتا ہوں کہ اس سورت کریمہ کے نفیس فوائد گنے نہیں جا سکتے اور نہ ہی یہ انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ اس کو گن سکے خواہ اس خواہش میں اپنی عمر ہی کیوں نہ لگا دے۔

دوسرے باب میں تعوّذ سے متعلق تفسیر ہے جس میں لفظ ”رجیم“ سے مراد حضور نے دجالِ لئیم کو لیا۔اور رجم کا معنیٰ قتل کا لیا ہے، یعنی دجال کا ظلم و استبداد ایسا ہو گا کہ گویا ہر طرف مارا ماری ہو گی۔اس لفظ سے حضور علیہ السلام نے آنے والے موعود زمانہ کی طرف اشارہ کرنے والی بلیغ پیش گوئی لی ہے۔

باب ثالث میں حضور علیہ السلام نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔مفسرین نے اسم کے لفظ پر کافی بحث و تمحیص کی ہے کہ کیا یہ لفظ سمو کے مادہ سے ہے یا وسم سے۔تو حضور علیہ السلام نے اس کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے فرمایا:

”أن الاسم مشتق من الوسم“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 89)

یعنی اسم ”وسم“ سے مشتق ہے۔

اس کے بعد معارف کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر شروع ہوتا ہے جس کو پڑھ کر انسان ”اعجاز المسیح“ کو معجزہ مانے بغیر رہ نہیں سکتا۔آپ نے لفظ رحمٰن اور رحیم کی وہ تفسیر بیان فرمائی کہ جس کی نظیر متقدمین یا متاخرین مفسرین کی تفاسیر میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔

حقیقت محمدیہ قرون وسطیٰ کے مسلمان علماء و صوفیاء کا بالخصوص اور موجودہ زمانہ کے علماء کا بالعموم ایک دلچسپی کا موضوع رہا ہے۔اس حقیقت کو آپؑ نے گو بعض اور کتب مثلاً براہین احمدیہ اور نجم الہدیٰ وغیرہ میں بیان فرمایا ہے مگر اعجاز المسیح میں اس بیان کی شان و شوکت ہی نرالی ہے۔فرماتے ہیں:

”فحاصل الکلام، أن کمال الرحمانیة یجعل اللّٰه محمَّدًا ومحبوبًا، ویجعل العبدَ أحمدَ ومُحِبًّا یستقری مطلوبًا، وکمال الرحیمیة یجعل اللّٰهَ أحمدَ ومُحِبًّا، ویجعل العبدَ محمَّدًا وحِبًّا. وستعرف من هذا المقام شأنَ نبیّنا الإمام الهُمام، فإن اللّٰه سمّاه محمَّدًا وأحمدَ، وما سمّی بهما عیسی ولا کلیمًا، وأشرکه فی صفتیه الرحمن والرحیم بما کان فضله علیه عظیمًا. وما ذکر هاتین الصفتین فی البسملة إلا لیعرف الناس أنهما للّٰه کالاسم الاعظم وللنبی من حضرته کالخِلْعة“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 107 تا 108)

حاصل کلام یہ ہے کہ (صفت) رحمانیت کا کمال یہ ہے کہ یہ اللہ کو محمد (تعریف کیا گیا) و محبوب بناتی ہے۔اور عبد کو احمد (تعریف کرنے والا) اور ایسا محبت کرنے والا بناتی ہے جو اپنے مطلوب کی تلاش میں لگا رہتا ہے۔اور (صفت) رحیمیت کا کمال اللہ کو احمد (تعریف کرنے والا) اور محبت کرنے والا بنا دیتی ہے۔اور عبد کو محمد اور محبوب بنا دیتی ہے۔اور اس سے تُو ہمارے نبی اور عالی المرتبت امام ﷺ کی شان جان سکتا ہے۔اللہ نے آپ ﷺ کو محمد اور احمد دونوں نام دیے۔اور ان ناموں سے نہ ہی عیسیٰ کو نوازا نہ ہی موسیٰ کلیم اللہ کو۔اور آپ ﷺ کو اپنے بے پایاں فضل و احسان کے سبب اپنی ان دو صفات رحمن اور رحیم میں شریک کیا۔ان دونوں صفات کو بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اس لیے بیان فرمایا کہ تا لوگ جان لیں کہ یہ اللہ کے لئے اسم اعظم کی حیثیت رکھتی ہیں اور آنحضرت ﷺ کے لیے خاص جناب الٰہی سے بطور خلعت کے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، ایک جامع دعا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”الفاتحة تبشّر بکون المسیح من هذه الامّة فضلا من رب الارباب۔ فقد بُشّرنا مِن الفاتحة بأئمّةٍ منّا هم کأنبیاء بنی إسرائیل۔ وما بُشّرنا بنزول نبیّ من السماء فتدبّر هذا الدلیل۔“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 188)

یعنی سورت فاتحہ مسیح کے اس امت میں سے آنے کی بشارت دیتی ہے، اور یہ رب الارباب کے فضل کے طور پر ہے۔ ہم سورت فاتحہ ہی سے بشارت دیے گئے ہیں کہ ہمارے ائمہ بنی اسرائیلیوں کی طرح ہم میں سے ہوں گے اور ہمیں کسی نبی کی آسمان سے آمد کی بشارت نہیں دی گئی۔ سو اس دلیل پر غور کر۔

اس بے نظیر تفسیر کا اختتام حضور علیہ السلام ایک عارفانہ دعا پر کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

”ربّ انزل علی قلبی۔ واظھر من جیبی بعد سلبی۔ واملا بنور العرفان فؤادی۔ رب أنت مُرادی فاتنی مرادی۔ ولا تُمتنی موت الکلاب۔ بوجھك یا ربّ الارباب۔ رب إنی اخترتك فاخترنی۔ وانظر إلی قلبی واحضرنی۔ فإنك علیم الاسرار۔ وخبیر بما یُکتَم من الاغیار۔ ربّ إن کنتَ تعلمُ أن أعدائی ھم الصادقون المخلصون۔ فأھلکنی کما تُھلَكُ الکذّابون۔ وإن کنتَ تعلم أنی منك ومن حضرتك۔ فقم لنُصرتی فإنی أحتاج إلی نصرتك۔ ولا تُفوّض أمری إلی أعداء یمرّون علیّ مستھزئین۔ واحفظنی من المعادین والماکرین۔ إنك أنت راحتی وراحتی۔ وجَنّتی وجُنّتی۔ فانصرنی فی أمری واسمع بکائی ورُنّتی۔ وصلّ علی محمدٍ خیر المرسلین۔ و إمام المتّقین۔ وھب له مراتب ما وھبتَ لغیرہ من النبیین۔ ربّ اعطه ما أردتَّ أن تُعطینی من النعماء۔ ثم اغفر لی بوجھك وأنت أرحم الرحماء۔“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 203 تا 204)

اے میرے رب میرے دل پر اتر۔ میرے ختم ہونے کے بعد میرے باطن سے ظہور کر۔ اور میرے دل کو عرفانی نور سے بھر دے۔ اے میرے رب تو میری مراد ہے پس میری مراد مجھے عطا کر۔ اے رب الارباب مجھے کتوں کی موت نہ مارنا۔ اے میرے رب میں نے تجھے چن لیا اب تو بھی مجھے چن لے۔ میرے دل پر نگاہ کر اور میرے پاس آ جا۔ تو ہی تو بھیدوں کو جاننے والا ہے۔ اور ہر اس بات سے خبر رکھتا ہے جو اغیار سے چھپائی جائے۔ میرے رب اگر تو جانتا ہے کہ میرے مخالف سچے اور مخلص ہیں تو مجھے ویسے ہلاک کر جیسے تو جھوٹوں کو ہلاک کیا کرتا ہے۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے ہوں اور تیری جناب سے ہوں تو میری نصرت کے لیے کھڑا ہو کیونکہ میں تیری نصرت کا محتاج ہوں۔ میرے معاملہ کو دشمنوں کے سپرد مت کر کہ وہ مجھ پر ہنستے ہوئے گزر جائیں اور عداوت کرنے والوں اور مکر کرنے والوں سے میری حفاظت فرما۔ تُو ہی تو میری راحت و فرحت ہے، میری جنت اور میری پناہ ہے۔ سو میرے معاملہ میں میری مدد کو آ۔ میری آہ و بکا کو سن۔ اور برکتیں بھیج محمد خیر المرسلین پر جو متقیوں کے امام ہیں۔ اور آپ ﷺ کو وہ مراتب بخش جو تو نے کسی اور مرسل کو نہ بخشے ہوں۔ اور وہ سب نعمتیں جو تو نے مجھے عطا فرمانی ہیں وہ اُن کو عطا فرما۔ پھر مجھے اپنے پاک چہرے کے طفیل بخش دے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اعجاز المسیح کے پُرلطف محاسن پر ایک نظر

عربی زبان کی شاخ علم بلاغت کا نظریہ عبد القاہر جرجانی نے پیش کیا۔ جس میں علم بلاغت کو مزید آگے تین شاخوں میں تقسیم کیا گیا۔ علم البیان، علم المعانی اور علم البدیع۔ پھر آگے چل کر ان تینوں شاخوں کی مزید فروعات ہیں۔ اگر کسی ادبی شہ پارہ کو دیکھنا ہو تو علم بلاغت کی بنیادی شاخوں کے ساتھ ساتھ اس کی فروعات کو بھی بدقت نظر دیکھا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا سارا کلام ہی ان تمام معیاروں سے بھرا ہوا ہے کیونکہ آپ کے دعویٰ کے مطابق یہ علم، علم لدنی تھا۔ اگر حضور علیہ السلام کے عربی کلام کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو یہ کلام الہام الٰہی سے فیضیاب اور قرآن کریم کی برکت سے معجزے کے طور پر نظر آتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اعجاز المسیح تصنیف کرنے پر الہام فرمایا تھا۔ ”منعہ مانع من السماء“ کہ ایک مانع نے آسمان سے (ہر اس شخص کو جو اس کتاب کی نظیر لائے گا) روک دیا ہے۔

علم البیان: علمِ بیان میں لفظ بیان کے معنی واضح کرنا اور روشن کرنا کے ہیں۔ اس علم کے ذریعے کلام میں سے نقص، ابہام یا کسی بھی قسم کی کمی کو دور کیا جاتا ہے۔ اس کے ایک اور معنی تحریر کو خوبصورت بنانے کے بھی ہیں۔ علم بیان اصل میں بات کو خوبصورت بنانے کا فن ہے۔ علم بیان کے بنیادی طور پر پانچ ارکان ہیں۔ جن میں التشبیہ، الحقیقۃ والمجاز، الاستعارۃ اور الکنایۃ وغیرہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں یہ خصوصیات جابجا پائی جاتی ہیں۔ ان خصوصیات کے تعلق میں کتاب اعجاز المسیح میں سے چند مقامات پیش کیے جاتے ہیں تا کہ قاری ان سے ادبی حظ اٹھا سکے۔

اعجاز المسیح میں تشبیہ کی نظائر

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”والسلام والصلاۃ علی رسولٍ جاء فی زمن کان کدَسْتٍ غاب صدرہ، أو کلَیْلٍ أفَل بدرہ“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 4)

اور درود و سلام ہو اس رسول پر جو ایسے وقت میں آیا کہ جو ایسے تخت کی مانند تھا جس کا شہ نشین موجود نہ ہو، یا ایسی رات کی مانند جس کا ماہتاب ڈوب چکا ہو۔

اگر اس جملے کو دیکھا جائے تو حضور علیہ السلام نے تشبیہ کا نہایت خوبصورت استعمال فرمایا ہے۔ یعنی تخت تو ہے مگر شہ نشین نہیں، رات ہے مگر اس کو روشن کرنے والا چاند نہیں۔ اس (عربی جملے) میں بلاغت خود بول رہی ہے۔ زمانہ جاہلیت کی طرف نہایت بلیغ اشارہ فرمایا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”ومن الفتن العظمی والآفات الکبری صولُ القسوس بقِسِیّ الھَمْزِ واللَمْزِ کالعَسوس. وکلّ ما صنعوا لجرحِ دیننا من النِّبال والقِیاس، بنَوہ علی المکائد کالصائد لا علی العقل والقیاس.“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 17)

اور من جملہ بڑے فتنوں میں سے اور بڑی آفات میں سے ایک عیسائی پادریوں کی وہ یلغار ہے جو انہوں نے شکاریوں کی طرح اپنی عیب جوئی اور چغل خوری کی کمانوں سے مدد لیتے ہوئے کی ہے۔ اور جو کچھ بھی انہوں نے ہمارے دین کو نقصان پہنچانے کے لیے تیروں اور کمانوں میں سے تیار کیا ہے اس کی بنیاد انہوں نے شکاریوں کے سے مکر و فریب پر رکھی نہ کہ عقل و قیاس پر۔

اس مقام پر بھی حضورؑ نے مضمون کو تشبیہاً بیان فرمایا اور عیسائی پادریوں کی دھوکا دہی کو شکاریوں کے داؤ پیچ سے مشابہت دی۔ اس تشبیہ کے ساتھ ساتھ کلام میں روانی اور کلام مسجع بھی ایک عجیب ادبی سرور دے رہا ہے۔

استعارہ اور تشبیہ میں فرق

استعارہ میں تشبیہ کی نسبت زیادہ بلاغت پائی جاتی ہے۔ اصطلاح میں جب کوئی لفظ حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق موجود ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ اس میں تشبیہ کی ادوات، مشبہ یا مشبہ بہ کا ہونا ضروری نہیں۔

چنانچہ الادب والنصوص و البلاغۃ، للمرحلۃ الثالثۃ، الجزء الاول، تالیف سعد حسین عمر مقبول و عبد المجید محمد ذکری میں لکھا ہے:

”الاستعارۃ تشبیہ حذف احد طرفیہ المشبہ او المشبہ بہ۔“

(الادب والنصوص و البلاغۃ، للمرحلۃ الثالثۃ، الجزء الاول، صفحہ 495)

یعنی استعارہ تشبیہ ہی کی ایک قسم ہے مگر اس فرق کے ساتھ کہ اس میں مشبہ یا مشبہ بہ محذوف ہوتا ہے۔

☆ ... تشبیہ حقیقی ہوتی ہے اور استعارہ مجازی ہوتا ہے۔

☆ ... تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کا ذکر ہوتا ہے اور استعارہ میں مشبہ بہ کو مشبہ بنا لیا جاتا ہے۔

☆ ... تشبیہ میں حروف تشبیہ کے ذریعے ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند قرار دیا جاتا ہے، جبکہ استعارہ میں وہ ہی چیز بنا دیا جاتا ہے۔

☆ ... تشبیہ کے ارکان پانچ ہیں اور استعارہ کے ارکان تین ہیں۔

☆ ... تشبیہ علم بیان کی ابتدائی شکل ہے اور استعارہ اس علم کی ایک بلیغ صورت ہے۔

☆ ... تشبیہ کی بنیاد حقیقت پر ہوتی ہے اور استعارے کی بنیاد خیال پر ہوتی ہے۔

اعجاز المسیح میں استعارہ کی نظائر

حضور علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

”فإن اللّٰہ تجلّی علی العالم تارۃ بالمحبوبیۃ ومرۃ بالمحبیّۃ۔ وجعل ھاتین الصفتین ضیاءً ینزل من شمس الربوبیّۃ علی أرض العبودیّۃ۔ فقد یکون الرب محبوبًا والعبد مُحِبًّا لذالك المحبوب۔“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 98)

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایک بار محبوبیت کے ساتھ تجلی دکھائی اور ایک بار محبیّت کے ساتھ۔ اور اب دو صفات کو ربوبیت کے سورج سے نکلنے والی ایسی روشنی بنایا جس نے ارض عبودیت کو روشن کر دیا۔ سو ربّ محبوب بن جاتا ہے اور بندہ اس محبوب کا محِبّ۔

اس مقام پر حضور علیہ السلام نے محبوبیت اور محبیتِ خداوندی کا ایک عجیب مضمون بیان فرمایا ہے۔ جہاں صفت رحمانیت اور رحیمیت کا استعارہ روشنی سے بیان کیا جو کہ دو طرفہ محبت کی عکاس ہے۔ ایک تو انسان کا محب بننے کے بعد محبوب بننا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کے بعد محب بننا۔

ایک اور جگہ فرمایا:

”أین الخفاء. فافتحوا العین أیھا العقلاء، شھدتْ لی الارض والسماء، وأتانی العلماء الامناء، وعرَفنی قلوب العارفین، وجری الیقین فی عروق قلوبھم کأُقْرِیۃٍ تجری فی البساتین. بید أن بعض علماء ھذہ الدیار ما قبلونی من البخل والاستکبار، فما ظلمونا ولکن ظلموا أنفسھم حسدًا واستعلاءً، ورضُوا بظلمات الجھل وترکوا علمًا وضیاءً. فتراکمَ الظلام فی قولھم وفعلھم وأعیانھم، حتی اتخذ الخفافیش وَکْرًا لجنانھم، وما قعد قارِیۃٌ علی أغصانھم“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 10 تا 11)

اب اخفاء کہاں رہا۔ اے عقلمندو اپنی آنکھیں کھولو۔ زمین و آسمان نے میرے حق میں گواہی دے دی۔ امین علماء میرے پاس آئے اور عارفوں کے دلوں نے مجھے پہچان لیا۔ معرفت و یقین ان کے دلوں کی رگوں میں اس طرح بہہ رہا ہے جیسے باغیچوں کے بیچوں بیچ پانی کی نالیاں بہتی ہیں۔ مگر اس ملک کے بعض علماء نے مجھے غرور و بخل کے سبب قبول نہیں کیا۔ اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود حسد و کبر کے سبب اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اور جہالت کے اندھیروں پر راضی ہو گئے علم اور روشنی کو چھوڑ دیا۔ سو ان کے قول و فعل اِنہی (جہالت کے) تہ بہ تہ اندھیروں میں اس قدر گھر کر گئے چمگادڑوں نے ان پر ڈیرے ڈال دیے اور کوئی بھی بلبل ان کی ٹہنیوں پر نہیں بیٹھا۔

اس اقتباس میں حضور علیہ السلام نے نہایت اعلیٰ استعارات کا استعمال فرمایا ہے۔ معرفت و یقین کو باغوں میں بہنے والی صاف پانی کی نالیوں سے تعبیر فرمایا اور علماء کے نہ ماننے کو جہالت پر مصر ہونا قرار دیا اور علم کو روشنی سے اور جہالت کو اندھیروں سے تعبیر فرمایا۔ پھر ایک اور استعارہ استعمال کرتے ہوئے اس سب مضمون کو چار چاند لگا دیے اور فرمایا، کہ ان کے دلوں پر اس قدر اندھیرا جم چکا ہے کہ ان میں چمگادڑوں نے بسیرا کیا ہوا ہے۔ اور ان کی ٹہنیاں سرسبز نہیں کہ ان پر کوئی مرغان خوش لحن بیٹھ کر گیت گائے۔

اعجاز المسیح میں کنایہ کی نظائر

کنایہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی اشارہ کے ہیں۔ اگر کوئی لفظ مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جا سکتے ہوں تو اسے کنایہ کہتے ہیں۔

کتاب اعجاز المسیح میں باقی کتب کی طرح حضور علیہ السلام نے علم بلاغت کی تمام اصناف کو استعمال فرمایا ہے۔ ان اصناف میں کنایہ بھی ہے۔ حضورؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”وقد تبیّن أنه ما قبِل الشروط، وأری الضمورَ والمُقُوطَ، وتَشَحَّطَ بدمه وما رأی سبیل الخلاص إلا الشُّحوطَ، وھَمَطَ وغَمَطَ، وما ذبح کَبْشَ نفسه وما سَمَطَ وما قمَطَ“

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 26 تا 27)

اور یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ اس (مولوی گولڑوی) نے شرائط نہیں مانی۔ اور اس نے کمزوری اور بے بسی دکھائی۔ اور وہ اپنے ہی خون میں لت پت ہو گیا۔ اور اس نے بھاگنے میں ہی اپنی جائے نجات دیکھی۔ اس نے ظلم کیا اور ناشکری کی اور اس نے اپنے نفس کے دنبے کو ذبح نہیں کیا۔ نہ اس کو لٹکایا نہ اس کی کھال اتاری۔

اس حوالے میں حضور علیہ السلام نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا مقابلہ تفسیر نویسی سے فرار کو بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے ......باقی صفحہ 57 پر......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور فارسی زبان

''آپؑ کی عادت میں یہ امر بھی داخل تھا کہ اگر آپ کو کوئی شخص نظم میں خط لکھتا تو آپؑ اس کا جواب قلم برداشتہ نظم ہی میں لکھ دیتے...''

(ڈاکٹر کاشف علی۔مربی سلسلہ پاکستان)

مقدمہ

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ(ابراہیم:5)ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا ہے تا کہ وہ ان کے لیے مختلف امور کھول کر بیان کر سکے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور غلامی میں اسلام کی شان و شوکت کو دوبارہ قائم کرنے اور لوگوں کو زندہ خدا دکھانے کے لیے قدیم پیشگوئیوں کے مطابق امام مہدی اور مسیح موعود کا خطاب دے کر مبعوث فرمایا ہے۔اس لیے آپ کا پیغام اور آپ کا دائرہ عمل بھی کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ پوری دنیا تک محیط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔پس آپ کا پیغام دنیا کی ہر زبان میں پہنچنا ہے ان شاءاللہ۔یہ ایک اٹل تقدیر ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔لیکن اسلامی لٹریچر اور اسلامی دنیا میں عربی زبان کے بعد فارسی زبان کا ایک بہت اہم کردار ہے۔اس مختصر مضمون میں خاکسار کوشش کرے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فارسی زبان میں جو علمی فن پارے تحریر فرمائے ان کا مختصر جائزہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔واللّٰہُ الۡمُسۡتَعَان۔

جائزہ پیش کرنے سے پہلے اس بات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان بولنے والوں کی تعداد آج دنیا میں تقریباً گیارہ کروڑ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہندوستان میں بھی فارسی رائج تھی کیونکہ کئی صدیوں تک یہاں پر فارسی ہی حکومت وقت کی زبان رہی ہے اس لیے اس وقت کے علماء اپنی تالیفات علمی حلقہ جات کے لیے فارسی میں بھی لکھا کرتے تھے۔لیکن انگریزوں کے اس خطہ میں آنے کے بعد یہ زبان اپنی رونق کھوتی چلی گئی اور اب تو بالکل ہی فارسی زبان جاننے والے افراد انگشت شمار ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی زبان کی تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگرچہ باقاعدہ کسی ادارہ یا سکول میں نہیں گئے جہاں سے فارسی زبان سیکھیں لیکن آپ کی فارسی منثور اور منظوم تحریرات بھی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔حضور اقدسؑ اپنی فارسی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلّم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔''

(کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد13صفحہ180)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی میں خط کتابت کرنا

حضرت اقدس علیہ السلام بعثت سے قبل اکثر فارسی میں ہی خطوط لکھا کرتے تھے بطور مثال سیالکوٹ میں قیام کے دوران آپ علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں فارسی میں خط لکھا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں نوکری چھوڑ کر اپنا وقت دنیا کے کاموں کی بجائے دینی کاموں میں صرف کرسکوں۔

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ112تا114)

اسی طرح ایک اور مثال یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے لالہ بھیم سین کو ایک تبلیغی خط فارسی میں لکھا جس میں مسئلہ ویدانت و بت پرستی کی تردید سورہ فاتحہ سے کر کے دکھائی۔

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ253)

اسی طرح حضور اقدس علیہ السلام بعثت سے قبل بھی ہمیشہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ نبی اور اسلام کے زندہ دین ثابت کرنے کے لیے ہر دم تیار رہتے تھے بطور مثال عرض ہے کہ ایک بار مولوی اللہ دتہ صاحب از لودھی ننگل نے حضور اقدس سے بحث و مباحثات کے بعد حضور اقدس کی خدمت میں ایک منظوم خط فارسی میں لکھا اور کچھ سوالات کیے حضرت اقدس نے بھی اس کو منظوم صورت میں جواب دیا اور اس خط سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے کس قدر بے انتہا محبت تھی اور آپ آنحضرت ﷺ کو زندہ نبی یقین کرتے تھے،آپ کے فیضان کو اپنی ذات میں محسوس کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے اظہار کے لیے ہر دم آمادہ رہتے تھے۔

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ328)

بعثت کے بعد حضور علیہ السلام کے مکتوبات اور اشتہارات فارسی زبان میں

مسیحیت اور مہدویت کے اعلان کے بعد بھی حضور اقدس علیہ السلام نے کئی مکتوبات اور اشتہارات فارسی میں تحریر فرمائے جن میں اپنا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔بطور مثال عرض ہے کہ امیر کابل کو حضور اقدس علیہ السلام نے فارسی میں خط لکھا اور اس میں اپنا دعویٰ اور اس کے دلائل مختصراً بیان کر کے اس کو اسلام کی نصرت کے لیے قدم بڑھانے کی دعوت دی۔یہ خط حضور نے شوال 1313ہجری میں تحریر فرمایا۔

اس کے علاوہ حضور اقدس علیہ السلام نے فارسی میں بعض اشتہارات بھی تحریر فرمائے جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار طاعون کے عنوان کے ساتھ عربی اردو و فارسی تین زبانوں میں 10/دسمبر 1901ء کو تحریر فرمایا جو الحکم میں 24/دسمبر 1901ء کو شائع ہوا۔اس اشتہار میں حضور اقدسؑ نے طاعون سے بچنے کے لیے خدا کی طرف رجوع کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فرستادہ کی اطاعت کا جوا اٹھانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد3صفحہ228تا246ایڈیشن2019ء)

اسی طرح ایک دفعہ ایک اہل تشیع نے حضور اقدس کی خدمت میں خط لکھا کہ حاجی محمد رضا تہرانی نجفی ایران سے لاہور تشریف لائے ہیں اور وہ آپ سے بحث و مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔اس پر حضورؑ نے فارسی میں اشتہار بعنوان ''اشتہار واجب الاظہار'' شائع فرمایا اور اس میں اپنے عقائد اور مختصر دلائل لکھ کر شائع کیے اور ان کو دعوت دی کہ اگر ان کے پڑھنے کے بعد بھی ان کو کوئی شک و تردید باقی رہے تو طالب حق بن کر اپنے شکوک و شبہات کو قادیان آکر دور کروا سکتے ہیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ194تا209ایڈیشن2019ء)

اسی طرح ملکہ برطانیہ کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر حضور علیہ السلام نے 20/جون تا22/جون 1897ء ایک جلسہ منعقد کروایا اور اس میں مختلف زبانوں میں دعائیں لکھ کر جلسہ میں پڑھی گئیں جن میں فارسی زبان بھی شامل تھی۔اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضورؑ نے یہ بیان فرمائی کہ

''اور فارسی میں اس لئے کہ وہ گذشتہ اسلامی بادشاہوں کی یادگار ہے جنہوں نے اس ملک میں تقریباً سات سو برس تک فرمانروائی کی ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ307)

بعثت سے قبل آپ کا اغلب فارسی میں ہی شعر کہنا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے منظوم کلام لکھنے کے لیے ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔اس سلسلے میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نظم کو نثر کی طرح جلدی جلدی روانی کے ساتھ لکھا کرتے تھے۔خواہ وہ اردو کی ہو یا فارسی وعربی کی۔''

(رجسٹر روایات،رجسٹر نمبر 2(غیر مطبوعہ)
روایت از حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ صفحہ 4)

لیکن آپؑ کے شعر کہنے کا مقصد کبھی بھی ادب برائے ادب نہیں تھا بلکہ آپ نے ادب کو معانی کے سمندر میں سمونے کا غیر معمولی معجزہ دکھایا ہے ورنہ آپ کا اشعار کے متعلق شعار یہ تھا کہ

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے قبل اپنی ڈائری میں اکثر فارسی اشعار لکھا کرتے تھے جو کہ 1916ء میں پہلی بار درمکنون کے نام سے شائع ہوئے۔اس بارہ میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''جب آپؑ قادیان میں تنہائی اور تخلیہ کی زندگی بسر کر رہے تھے تو قدرت کے اس گراں مایہ جوہر کا ظہور بھی کبھی کبھی ہوتا تھا۔اور اس کے مختلف محل ہوتے تھے۔کبھی آپ محض اپنے ان نیک اور اعلیٰ پاکیزہ جذبات اور امنگوں کا جو حضرت احدیت کی محبت واخلاص میں رکھتے تھے اظہار کرتے اور کبھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے اخلاص کا اظہار فرماتے اور کبھی مختلف مذاہب باطلہ کی تردید میں بھی قلم اٹھاتے اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کے جوابات دیتے۔آپؑ کی عادت میں یہ امر بھی داخل تھا کہ اگر آپ کو کوئی شخص نظم میں خط لکھتا تو آپؑ اس کا جواب قلم برداشتہ نظم ہی میں لکھ دیتے... مگر یہ شعر گوئی کبھی اور کسی حال میں آپ کا شاعرانہ مشغلہ نہ تھی۔قادیان کے ان ایام کے کلام کا ایک بہت بڑا حصہ دیوان کی صورت میں مگر بے ترتیب میرے پاس موجود تھا۔میں ایک مرتبہ بیمار ہوا۔یہ حضرت خلیفہ اوّل اللہ ان سے راضی ہو کے عہد خلافت کی بات ہے۔میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس حالت اضطراب میں اپنے پاس آنے کی تکلیف دی۔اور آپؓ اپنی شفقت سے تشریف لائے اس موقعہ پر میں نے وہ مجموعہ جو نہایت گراں مایہ تھا۔آپؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔جو بعد میں درمکنون کے نام سے شائع ہوا۔یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کلام کا حصہ ہے جو آپ نے سیالکوٹ سے واپس آنے کے بعد لکھا۔ممکن ہے کہ اس میں سیالکوٹ کے لکھے ہوئے بعض شعر بھی ہوں مگر جہاں تک میری تحقیقات ہے،بیشتر حصہ قادیان کے انہیں ایام کا کلام ہے۔یہ امر تو کچھ واقعات سے ثابت ہے اور کچھ پتہ بعض اشعار کے متعلق تاریخ کے اندراج سے بھی چلتا ہے۔مثلاً ''بیان توحید و رد شرک'' پر کچھ اشعار صفحہ 641 وصفحہ 741 پر درج ہیں۔ان اشعار کو لکھتے لکھتے ایک موقعہ پر اس طرح لکھا ہے:12ستمبر 1871ء اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم ستمبر 1867ء میں لکھی ہے۔اسی طرح بعض دوسرے مقامات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ مجموعہ درحقیقت 1867ء سے 1868ء تک کے مختلف اوقات کے کلام کا ہے گو ایک نظم پر 1881ء کی تاریخ بھی ہے بہت


کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
دُرِّ مکنون
المعروف بہ
کلامِ احمد

ممکن ہے کہ اس کے سوا اور بھی کلام آپ کا اس عہد کا ہو...ان ایام کی شعر گوئی مشغلہ بیکاری اور تفریح نہ تھا بلکہ جیسا کہ ابھی اوپر لکھ چکا ہوں۔ آپ نے تکلف سے کبھی شعر کہا ہی نہیں یہ ایک فطرتی اور قدرتی رو ہوتی تھی۔ اور آپ کے کلام میں خدا تعالیٰ کی حمد آنحضرت ﷺ کی نعت یا بعض دوسرے مطالب عالیہ ہوتے تھے۔مثلاً سالک کیا ہوتا ہے، رضائے الٰہی کی حقیقت اور مقام کیا ہے، منزل عشق اور حقیقت عشق کیا ہے؟ ایسا ہی ترک دنیا اور مناظر قدرت سے کیا سبق ملتا ہے؟ طریق محبت اور مذاہب باطلہ کی تردید کا احسن طریق کیا ہے؟ غرض آپؑ کے ان ایام کے کلام میں اسی قسم کے مطالب ہوتے تھے۔ اور یہ مقصد زندگی کے کسی حصہ میں آپؑ سے فوت نہیں ہوا۔ کہ اپنی زبان کو تحمید الٰہی میں نعت نبی ﷺ مدح فرقان مجید اور ابطال باطل سے رطب اللسان رکھیں۔

لالہ شرمپت رائے نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا تھا کہ کبھی کبھی حضور میری درخواست پر بھی کوئی نظم لکھ دیا کرتے تھے۔ مگر ان کی عادت تھی کہ وہ اس میں اپنے مذہب کی بحث لے آتے تھے...لالہ شرمپت رائے کا یہ قول بتاتا ہے کہ آپؑ کو اپنے مذہب کے لئے کس قدر غیرت اور اس کی تائید اور اشاعت کے لئے کس قدر جوش تھا۔ اور آپؑ یہ چاہتے تھے کہ خدا کی وہ مخلوق جو اس نعمت سے دور ہے اسلام کی طرف آجاوے۔ اور اس مقصد کے لئے جو طریقہ بھی موزوں اور جو موقعہ بھی میسر آتا تھا۔ آپؑ اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ لالہ شرمپت رائے صاحب کے اس قول کی تصدیق آپؑ کے عمل سے ہم نے خود بھی مشاہدہ کی ہے۔ ایک مرتبہ لالہ شرمپت رائے صاحب اور دوسرے بعض ہندوؤں نے فونوگراف سننا چاہا۔ فونوگراف اول ہی اول قادیان میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے منگوایا تھا۔ یہ لوگ نواب صاحب سے براہ راست تو درخواست کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر انہیں پورا اعتماد تھا کہ وہ منگوا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آپ نے اس تقریب کے لئے فوراً ایک نظم لکھی جو:

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے

سے شروع ہوتی۔ اور ایک ریکارڈ میں پنڈت لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کی نظم:

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

بھروادی۔ اور ان سب کو بلا کر یہی ریکارڈ سنائے گئے...
غرض آپ اپنی ان ایام کی شعر گوئی سے بجز اس کے اور کوئی مطلب نہ رکھتے تھے۔ یہ کلام عام طور پر فارسی میں ہوتا تھا۔ اور کبھی کبھی اردو کے اشعار بھی کہتے تھے مگر بہت ہی کم۔ لیکن ان اشعار میں بھی آپ کا مقصد وہی امور ہوتے تھے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور کسی کسی شعر سے اس طبقہ اور گروہ کا بھی پتہ لگتا ہے جس میں آپؑ اس وقت رہتے تھے۔مثلاً فرماتے ہیں۔

کوئی راضی ہو یا ناراض ہووے
رضا مندی خدا کی مدعا کر

اس شعر میں اس کیفیت کو کس خوبی سے بیان کیا ہے جو اس وقت لاحق حال تھی۔ نیز اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی رضامندی کے حصول کے لئے آپؑ کسی کی ناراضگی یا رضامندی کی پرواہ ہی نہیں کرتے تھے۔ اس کی تائید میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہوشیار ساری دنیا اک باولا یہی ہے

اس عہد کے کلام کی جو یادداشتیں ملتی ہیں۔ ان سے ایک یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اشعار ناقص چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کسی جگہ پہلا مصرعہ موزوں ہوگیا ہے مگر دوسرا مصرعہ رہ گیا ہے۔ اور کہیں دوسرا مصرعہ لکھا ہے پہلا نہیں ہے اس سے آپؑ کی اس عادت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جذبات کی موج جب جوش میں آتی اور اس حالت میں جو نکل جاتا اسے لکھ دیتے اور پھر کبھی اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ شاعروں کی طرح گھنٹوں مصرعہ کے لئے فکر کرتے رہیں اور جب تک وہ تیار نہ ہووے قرار نہ آوے۔ آپؑ اس کے بعد نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے کیا لکھ دیا ہے۔ کبھی تخلص کا استعمال کر لیتے تھے اور کبھی نہیں۔ ان ایام میں آپ فرخ تخلص کرتے تھے۔''

(حیات احمد، صفحہ298 تا302)

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ اپنی اسی کتاب حیات احمد میں ہی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''زمانہ بعثت سے پہلے آپ فارسی میں عموماً نظم لکھا کرتے۔ اور اس میں آپ نے عجیب وغریب دیوان لکھا۔ جو آپ کی پاک زندگی کا ایک مشاہد عدل ہے کیونکہ اس میں بجز حقائق قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی نعت اور حمد الٰہی اور مختلف مذاہب کی تردید کے اور کچھ نہیں پایا جاتا۔''

(ایضاً ص89)

یہ کلام جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ آپ کی وفات کے آٹھ سال بعد دسمبر 1916ء میں ''درمکنون'' کے نام سے پہلی دفعہ طبع ہوا۔

درمکنون میں تقریباً تین ہزار چار سو اشعار ہیں۔ اگر کسی نے حضور اقدس علیہ السلام کے بعثت سے قبل کے افکار اور احساسات کو جاننا اور پرکھنا ہو تو اس کے لیے درمکنون کا مطالعہ بہترین ہے۔ یہ اشعار فصاحت و بلاغت سے سرشار اور معانی کے موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور یقیناً ان اشعار کو پڑھنے والا ہر منصف انسان اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی کہ ''در کلامِ تو چیزے است کہ شعراء را در آں دخلے نیست'' یعنی تیرے کلام میں ایسی بات ہے جس سے دوسرے شعرا عاری ہیں، کو اظہر من الشّمس سچا پائے گا۔

دعویٰ مہدویت و مسیحیت کے بعد فارسی کلام

بعثت کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے منظوم و منثور تحریرات میں صرف ایک ہی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جو اس نے آپ کو دے کر مامور فرمایا ہے لوگوں تک کھول کھول کر اور مختلف پیراؤں میں پہنچا دیں اور ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے پر متوجہ فرما دیں۔ حضور اقدسؑ نے فارسی میں مندرجہ ذیل کتابیں تحریر فرمائیں:

☆... **مکتوب عربی بنام علما/مکتوب احمد**

یہ کتاب حضرت اقدس علیہ السلام نے عربی زبان میں فارسی ترجمہ کے ساتھ باعمل، اہل علم اور فقرا منقطعین کے نام 1896ء میں لکھی اور اس میں اپنا دعویٰ اور تائیدات الٰہی اور نشانات جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے دکھائے تحریر فرمائے۔ یہ کتاب 210 صفحات پر مشتمل ہے۔

☆... **حقیقت المہدی**

مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں جب انگریزی گورنمنٹ میں آپ کے دعویٰ مہدویت کے متعلق غلط الزامات اور بہتانات لگائے اور آپ کو گورنمنٹ کا باغی کہا تو حضور علیہ السلام نے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور بتایا کہ مہدی موعود کے متعلق ان علماء کے عقائد خطرناک ہیں اور یہ لوگ خونی مہدی کے منتظر ہیں جبکہ میں تو دین میں کسی قسم کے زور وجبر کو جائز نہیں جانتا اور فرمایا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے ساتھ منافقانہ رویہ رکھ رہے ہیں۔ گورنمنٹ کے افسران کے سامنے اپنے اصل عقائد سے الٹ باتیں بیان کرتے ہیں اور جب اپنے علماء اور عوام میں جاتے ہیں تو وہی خطرناک عقائد ان کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنا عقیدہ لکھ کر عربی اور فارسی میں شائع کر دیں جو اسلامی ممالک میں شائع ہو تو اس طرح ان کی منافقانہ کارروائی کھل کر سامنے آجائے گی اور میں بھی اپنا عقیدہ دونوں زبانوں میں لکھ کر شائع کر دیتا ہوں ۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے یہ کتاب عربی میں تصنیف فرمائی اور خود ہی اس کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا۔ یہ کتاب 24 صفحات پر مشتمل ہے اور 21/ فروری 1899ء کو طبع ہوا۔

☆... **البلاغ/فریاد درد/ترغیب المومنین**

یہ کتاب حضور علیہ السلام نے مئی 1898ء میں تحریر فرمائی۔ اس کے دو حصے ہیں، ایک حصہ اردو زبان میں اور دوسرا عربی میں ہے جس کے ساتھ فارسی ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ یہ کتاب 25 صفحات پر مشتمل ہے۔

☆... **خطبہ الہامیہ**

11/ اپریل 1900ء کو حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عید الاضحیٰ کے موقع پر عربی زبان میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ ایک علمی معجزہ تھا جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نشان دیا گیا۔ اس کتاب میں الہامی حصہ کے نیچے رواں اردو اور فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔

☆... **اعجاز المسیح**

حضور علیہ السلام نے اسلامی علماء کو عربی میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا اور خود اعجازی رنگ میں سورہ فاتحہ کی عربی میں تفسیر تحریر فرمائی جس کے ساتھ رواں فارسی ترجمہ بھی شامل ہے۔

☆... **نجم الہدیٰ**

یہ کتاب حضور علیہ السلام نے ایک ہی دن میں عربی زبان میں تحریر فرمائی ۔ اس کی اشاعت اردو اور فارسی ترجمہ کے ساتھ تین کالمز میں 20/ نومبر 1898ء کو ہوئی۔ یہ کتاب 149 صفحات پر مشتمل ہے۔

☆... **لجة النور**

یہ کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 1900ء میں نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں اسلامی ممالک عرب، شام، بغداد، عراق، خراسان وغیرہ کے متقی بندوں اور صالح علماء و مشائخ کے لیے تحریر فرمائی۔ لیکن آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد فروری 1910ء میں حضرت خلیفة المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے عہد باسعادت میں فارسی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس کتاب کے کل 166 صفحات ہیں۔

☆... **التبلیغ**

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے پہلی عربی تصنیف ہے جو حضورؑ نے تصنیف فرمائی اس سے قبل عربی میں آپ نے کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہیں فرمایا تھا۔ یہ کتاب حضورؑ کا مکتوب ہے جو آپ نے پنجاب اور ہندوستان اور ممالک عرب اور فارس اور روم اور مصر اور ایران اور ترکستان اور دیگر بلاد کے پیرزادوں اور سجادہ نشینوں اور بدعتی فقیروں اور زاہدوں اور صوفیوں اور خانقاہوں کے گوشہ گزینوں کی طرف لکھا اور اس کو فارسی ترجمہ کے ساتھ فروری 1893ء میں شائع فرمایا۔ یہ کتاب 177 صفحات پر مشتمل ہے۔

☆... **مواہب الرحمان**

یہ کتاب حضور علیہ السلام نے عربی میں تصنیف فرمائی اور پھر فارسی ترجمہ کے ساتھ جنوری 1903ء میں شائع فرمایا۔ اس کتاب میں حضورؑ نے اس اعتراض کا تفصیل سے جواب عنایت فرمایا ہے جو آپ پر طاعون کے حوالے سے کیا جاتا کہ آپؑ نے طاعون کا ٹیکہ نہ لگوانے کا فرما کر اسباب کو ترک کیا ہے اور وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرة:196) کے خلاف عمل کیا ہے۔ اس کتاب میں حضورؑ نے اپنے عقائد اور تعلیمات اور نشانات کا ذکر فرمایا۔ یہ کتاب 144 صفحات پر مشتمل ہے۔

☆... **درثمین فارسی**

مذکورہ بالا وہ فارسی کتب ہیں جن میں سے اکثر حضور اقدس علیہ السلام نے تحریر فرمائیں یا اپنی نگرانی میں ان کے تراجم تیار کروائے۔ ان کے علاوہ حضورؑ نے اپنی متعدد کتب میں اپنے مفاہیم و مطالب کو شعر کے قالب میں بھی بیان فرمایا ہے ۔ ان فارسی نظموں کو جمع کر کے ایک مجموعہ کی شکل میں درثمین فارسی کے عنوان سے شائع کیا جا چکا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ یہاں اس نکتہ کا بیان خالی از لطف نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام، آپ کے عربی اور اردو دونوں زبانوں کے منظوم کلام سے زیادہ ہے۔ فارسی میں تقریباً حضور علیہ السلام نے نو ہزار کے قریب اشعار لکھے ہیں۔

فارسی میں زبانی تبلیغ کے چند نمونے

حضرت اقدس علیہ السلام فارسی جاننے والے لوگوں کے لیے فارسی میں بھی تقریر فرمایا کرتے تھے ۔ دو روایات بطور نمونہ پیش ہیں۔

حضرت میاں نظام الدین صاحب نظام رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب جہلم تشریف لے گئے تھے تو بندہ بھی حضور کی غلامی میں تھا۔ حضرت اقدس کوٹھی کے ایک کمرہ میں فارسی میں تقریر فرما رہے تھے۔ بندہ اس وقت حضرت مرحوم شہید اکبر حضرت سید عبد اللطیف صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ بندہ تو اتنی فارسی اس وقت جانتا ہی نہ تھا کہ حضرت اقدس کے کلمات طیبات کو سمجھ سکے مگر شہید اکبر زار زار رو رہے تھے اور فرماتے تھے کہ من بنزدیک تو ذرّہ بے مقدارم۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ السلام کو کوئی حاجت پیدا ہوئی تو حضور اندر تشریف لے گئے تو مرحوم سید صاحب بھی اٹھنے لگے۔ جونہی کہ آپ اٹھنے کو تھے تو مفتی محمد صادق صاحب نے فارسی میں کہا۔ صاحبزادہ صاحب آپ تشریف رکھیں حضرت اقدس ابھی پھر واپس آنے والے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا ہزار سال کی عبادت سے یہاں بیٹھنے کو بہتر جانتا ہوں۔ یہ ان کی فارسی گفتگو کا مفہوم تھا جو اپنے کانوں سے سنا تھا۔''

(رجسٹر روایات، رجسٹر نمبر 1(غیر مطبوعہ) روایت از حضرت میاں نظام الدین صاحب نظام رضی اللہ عنہ صفحہ 132)

اسی طرح حضرت میاں شریف احمد ......باقی صفحہ 86 پر......

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

صحابۂ رسول ﷺ اور اصحاب احمدؑ میں مماثلت

(حافظ مظفر احمد۔ ربوہ)

سیدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق چودھویں صدی ہجری میں آپ کے روحانی فرزند اور عاشقِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مجدد اور مسیح و مہدی بن کر مبعوث ہوئے۔ جن کا مقصد سورۃ الجمعۃ کی آیت 3 کے مطابق دینِ اسلام کا احیاء تھا۔ آپ نے ''آخرین'' کے مصداق اپنے اصحاب کو صحابہ رسولؐ سے مماثلت دیتے ہوئے فرمایا:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

سورۃ الجمعہ کی تفسیر نبویؐ

سورۃ الجمعہ کی آیت 4 وَآخَرِینَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ۔ (یعنی (صحابہ) میں سے دوسرے لوگ (بھی) ہیں جو ابھی ان (صحابہ) سے نہیں ملے۔) کی رسول کریم ﷺ کی بیان فرمودہ تفسیر حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ نے وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ کی تلاوت فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ بعض دوسرے لوگوں میں بھی آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمائے گا جن کو آپ پھر کتاب وحکمت سکھائیں گے اور پاک کریں گے اور جن کا زمانہ صحابہ کے بعد ہے۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ اے خدا کے رسولؐ! یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اس سائل نے دو تین مرتبہ یہ بات پوچھی۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں ہمارے درمیان سلمان فارسیؓ موجود تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمانؓ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں یعنی قوم سلمانؓ میں سے کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔ (اور قائم کریں گے) بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک مرد یا کچھ لوگ ایمان کو واپس لائیں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعۃ و مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس)

سورۂ جمعہ میں مذکور صحابۂ رسولؐ کے مشابہ جماعت کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''اللہ جلّ شانہٗ ان کے حق میں فرماتا ہے کہ وہ آخری زمانہ میں آنے والے خالص اور کامل بندے ہوں گے جو اپنے کمال ایمان اور کمال اخلاق اور کمال صدق اور کمال استقامت اور کمال ثابت قدمی اور کمال معرفت اور کمال خدادانی کے رو سے صحابہ کے ہم رنگ ہوں گے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 213)

ناجی فرقہ

رسول کریم ﷺ نے اپنی آخری زمانہ میں امت کی گمراہی اور انتشار کے نتیجہ میں 73 فرقوں میں بٹ جانے پر ایک ناجی فرقہ کی بھی خبر دی۔ جس کی ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ کہ وہ لوگ میرے اور میرے صحابہ کے نمونہ اور نقش قدم پر چلنے والے ہوں گے۔

(ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

ایک اَور حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ناجی فرقہ کی نشانی یہ بیان فرمائی کہ وہ ایک متحد جماعت ہوں گے اور اپنی امت کو یہ نصیحت فرمائی کہ: ''تَلۡزِمُ جَمَاعَۃُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَ اِمَامُھُمۡ'' کہ مسلمانوں کی اس جماعت میں شامل ہونا جس کا ایک امام موجود ہو اور اگر کوئی ایسی جماعت نہ ملے تو فرقوں سے کنارہ کش رہنا خواہ درخت کی جڑیں کھا کر گزارہ کرنا پڑے یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔''

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

پھر اس امام سے وابستہ ہونے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ فرقہ واریت اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے زمانہ میں ''فَاِنۡ رَاَیۡتَ یَوۡمَئِذٍ خَلِیۡفَۃَ اللّٰہِ فِی الۡاَرۡضِ فَالۡزَمۡہُ'' اگر تم خدا کا کوئی خلیفہ دیکھو تو اس سے چمٹ جانا خواہ تجھے مارا جائے اور تیرا مال لوٹ لیا جائے۔

(مسند احمد جلد 5 صفحہ 403 دار الفکر العربی۔ بیروت)

ملت اسلامیہ گذشتہ ایک صدی سے انتشار کا شکار ہو کر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہی ہے۔ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت پر اس کے آغاز میں متحدہ ہندوستان میں اسی طرح کفر کے فتوے لگائے گئے جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو ''صابی'' اور ''بے دین'' کہا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد 1974ء میں پاکستان کے تمام فرقوں نے مل کر متفقہ طور پر جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیّت قرار دیا اور یوں جماعت احمدیہ کو اپنے سے الگ کر کے وہی موعود نجات یافتہ جماعت ثابت کر دیا۔ بایں ہمہ صحابہ والی سب نیک اقدار اور اعلیٰ اخلاق بھی اس فرقہ میں من حیث الجماعت موجود ہیں جس کے غیر بھی معترف ہیں کہ آج روئے زمین پر ہر پہلو سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی سیرت کا ٹھیٹھ اسلامی نمونہ اور اسوہ زندہ کرنے والی یہی ایک جماعت ہے۔ وہی جماعت جسے صحابہ رسولؐ کی طرح آج بھی کلمہ، اذان، تبلیغ اور حج وغیرہ سے اسی طرح روکا جا رہا ہے۔ اور یہ جماعت صحابۂ رسول کی طرح مظلومیت کے جھومر سجائے، صبر و رضا کا شیوہ اپنائے، ایک امام سے وابستہ ہے۔

اصحاب بدر سے مناسبت

پس صحابۂ رسول ﷺ اور حضرت مرزا صاحبؑ کے اصحاب کی واضح مماثلت ظاہر و باہر ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ

''یَخۡرُجُ الۡمَھۡدِیُّ مِنۡ قَرۡیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدَعَہۡ یُصَدِّقُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیَجۡمَعُ اَصۡحَابَہٗ مِنۡ اَقۡصَی الۡبِلَادِ عَلٰی عِدَّۃِ اَھۡلِ بَدۡرٍ بِثَلَاثِ مِائَۃٍ وَّثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلاً وَمَعَہٗ صَحِیۡفَۃٌ مَخۡتُوۡمَۃٌ فِیۡھَا عَدَدُ اَصۡحَابِہٖ بِاَسۡمَائِھِمۡ وَبِلَادِھِمۡ وَخِلَالِھِمۡ''

(جواھر الاسرار از شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی۔ بحار الانوار جلد 53 صفحہ 310 دار احیاء التراث)



یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام قادیان سے معرب ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ 313 ہوں گے۔ اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔

ارشاد رسولؐ کے اس زمانہ میں پورا ہونے کے بارے میں خود حضرت بانی جماعت احمدیہؑ فرماتے ہیں:

''اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں۔ لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ 313 نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے تین سو تیرہ 313 نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی۔ اور بموجب منشاء حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں۔''

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 324 تا 325)

چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے بھی اس پہلو سے بھی حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کی تصدیق فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے ساتھ 313 اصحاب موجود ہیں جو آپ کی سچائی کی نشانی ہے۔

(اشارات فریدی جلد 3 صفحہ 70 مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ 1320ھ)

دونوں دور کے اصحاب میں وجوہ مماثلت

سورۃ الجمعۃ کی آیت وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ کی مزید تفسیر کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے صحابۂ رسولؐ کی جن خصوصیات وعلامات میں اپنے اصحاب سے مشابہت کا ذکر فرمایا ہے وہ قابل توجہ ہے۔ فرمایا:

''اللہ جلّ شانہٗ نے اس آخری گروہ کو مِنۡھُمۡ کے لفظ سے پکارا تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہ کے رنگ میں ہی ہیں۔ سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاج نبوت کا اور کس نے پایا۔ اِس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اِس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نُور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اُٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے حاصل کی۔ بہتیرے اُن میں سے ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں جن کو سچی

خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سِلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے۔ اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو وَآخَرِينَ مِنْهُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں۔ اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا۔!!!"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306 تا 307)

اس بیان میں صحابہؓ رسولؐ سے اصحاب احمدؑ کی دس مشابہتیں نمایاں ہیں

1۔ معجزات اور نشان دیکھ کر نورِ یقین حاصل کرنا۔ 2۔ راہِ مولیٰ میں مصائب پر صبر 3۔ پاکیزہ زندگی 4۔ نمازوں اور دعاؤں میں انہماک 5۔ سچی خوابیں اور الہام 6۔ مالی قربانی 7۔ موت کو یاد رکھنا 8۔ نرم دلی 9۔ تقویٰ 10۔ ایمانی حکمت۔ اس لحاظ سے ان دونوں گروہوں کی مشابہت دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔

1۔ صحابہؓ کے چشمدید معجزات و نشانات

چنانچہ صحابہؓ رسولؐ نے بے شمار قومی معجزات اور انفرادی نشانات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ قابل ذکر قومی نشان یہ ہیں:

قرآن کی فصاحت و بلاغت کا نشان، شق قمر (چاند کے دو ٹکڑے ہونے) کا نشان، رومیوں کے مغلوب ہوکر پھر غالب آنے کی پیشگوئی کا پورا ہونا، کھانے اور پانی میں غیر معمولی برکت اور اضافہ کے متعدد معجزات، قبولیت دعا کے نشان جیسے مکہ میں قحط کے دور ہونے کی دعا پر موسلا دھار بارش کا سلسلہ اور دوبارہ دعا پر بارشوں کا رک جانا، حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام اور اہلِ مکہ اور اہلِ طائف اور قبیلہ دوس کے حق میں ہدایت کی دعا کا قبول ہونا، نامساعد حالات میں اپنے سے کئی گنا زیادہ مسلح دشمن پر بدر اور احزاب میں فتح، نہایت مختصر مدّت میں خیبر اور مکہ کی فتح۔ یہ سب نشانات صحابہؓ رسولؐ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر نور یقین حاصل کیا۔

مسیح و مہدی کے نشان

اس زمانہ میں جب حضرت بانی جماعت احمدیہ کو مسیح و مہدی مبعوث کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق ان کی تائید میں نشانات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ چنانچہ 1882ء میں دمدار ستارہ کا طلوع، 1885ء میں شہاب ثاقب کا گرنا، 1894ء میں رمضان کے مہینہ میں کسوف وخسوف یعنی چاند اور سورج گرہن کا نشان، 1902ء میں طاعون کی پیشگوئی جس سے سچے احمدی محفوظ رہے اور دشمن ہلاک ہوئے، اسی زمانے میں طاعون کے خوف سے حج کے روکے جانے کی پیشگوئی کا پورا ہونا، زلزلوں کی پیشگوئی کا پورا ہونا (1891ء میں ملک جاپان 1897ء میں آسام ہندوستان، 1902ء میں ویسٹ انڈیز، 1905ء میں کانگڑہ، 1906ء میں سان فرانسسکو امریکہ میں زلازل آئے جن سے ہزاروں افراد ہلاک ہوئے۔)، اونٹوں کا بیکار ہونا اور ریل کا جاری ہونا وغیرہ یہ سب حیرت انگیز نشان مسیح و مہدی کے حق میں ظاہر ہوئے جو آپ کے اصحاب نے دیکھ کر نورِ یقین پایا۔

پھر جیسے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے انفرادی نشان دیکھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور راستبازی اور اخلاقِ فاضلہ کا نشان دیکھ کر آپؐ کی تصدیق کی۔ حضرت عمرؓ کلامِ الٰہی کی تاثیر کا معجزہ دیکھ کر ایمان لائے۔ اسی طرح اس زمانہ میں حضرت بانی جماعت احمدیہ پر حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ، حضرت شہزادہ عبد اللطیف صاحبؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ آپ کی راستبازی دیکھ کر فدا اور قربان ہو گئے۔

2۔ مصائب پر صبر میں مشابہت

الٰہی جماعتوں کی آزمائش مصائب پر صبر سے ہوا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حضرت یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت خبابؓ جیسے کمزور صحابہ نے جس طرح قبولِ اسلام کے بعد دشمنوں کی طرف سے مصائب پر صبر کیا۔ اسی طرح حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کے ساتھیوں میں حضرت مولوی عبد الرحمان صاحب، حضرت صاحبزادہ عبد اللطیفؓ صاحب طرح طرح کی اذیتوں کے بعد کابل میں شہید کر دیے گئے۔ حضرت بھائی عبد الرحمانؓ صاحب قادیانی لڑکپن میں احمدی ہونے کی پاداش میں پابندِ سلاسل رہ کر اذیتوں کا نشانہ بنے۔ حضرت مولوی برہان الدینؓ جہلمی کو سر بازار مخالفوں نے منہ میں گوبر ڈال دیا۔ انہوں نے قرون اولیٰ کا زمانہ یاد کر کے اپنی خوش قسمتی پر رشک کرتے ہوئے کہا: "واہ او برہانیا! روز ایہہ نعمتاں کتھوں"، یعنی چودہ سو سال بعد خدا کا نبی آیا اور پھر یہ نعمتیں نصیب ہوئیں۔

حضرت میاں محمد ظہور الدین صاحبؓ آف آگرہ کا اپنا بیان ہے کہ "جب لوگوں کو میرے احمدی ہونے کا پورا یقین ہو گیا تو مجھے بھی تکلیفیں پہنچنے لگیں اور میرا پانی بند کر دیا گیا اور دوکانداروں سے لین دین بند کر دیا گیا اور بھنگی کو بھی منع کر دیا گیا یہاں تک کہ ہمیں دو دو تین تین دن کے فاقے ہونے لگے۔"

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 362)

حضرت میاں عبد المجید خان صاحب آف بریلی کے قبول احمدیت کے بعد مخالفین نے ان کے خلاف جلسہ کیا۔ انہیں باغی اور فسادی قرار دے کر لوگوں کو اتنا بھڑکایا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ دوسرے روز جب مخالف لوگ ان کے گرد جمع ہوئے تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ "خدا نے اپنی قدرت نمائی سے اب مجھے وہ طاقت بخش دی ہے کہ اگر تم لوگ آروں سے بھی میرے جسم کو چیر دو تو یہ دل اور یہ منہ اس صداقت سے اب پھر نہیں سکتے۔"

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 278 تا 279)

الغرض حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کے رفقاء کے ساتھ اس زمانہ میں وہی سلوک ہوا جو چودہ سو سال قبل صحابہ رسول ﷺ سے ہوا۔

3۔ پاکیزہ زندگی کی کرامت

سورۂ ممتحنۃ آیت 13 کی روشنی میں سنت رسولؐ کے مطابق شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان تراشی اور معصیت جیسے جاہلیت کے بد خصائل سے بیعت توبہ لینے کا دستور تھا۔

اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحبؑ نے الٰہی منشاء کے مطابق جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے دورِ حاضر کی خرابیوں سے بچنے کے لیے بیعت کی دس شرائط مقرر کیں اور 23/ مارچ 1889ء کو اصحاب احمدؑ نے مہدیٔ دوراں کے ہاتھ پر ان الفاظ میں تجدیدِ بیعت کی کہ

"آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا..."

پھر جس طرح صحابہؓ رسول ﷺ نے بیعت کے بعد اپنی زندگی میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا اور شرک، جھوٹ، بدکاری، قطع رحمی، ظلم و خیانت کو چھوڑ کر ایک پاک زندگی اختیار کی۔ (ماخوذ از طبقات ابن سعد۔ جلد 4، صفحہ 123) وہی لوگ جو پانچ وقت شراب کے دلدادہ تھے اب ان اوقات میں نمازیں اور تہجد ادا کرنے لگے۔ اور رسول اللہؐ کے منادی کرنے والے سے حرمت شراب کا سن کر محفل بادہ میں شراب کے جام اور برتن توڑ دیے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ (بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ المائدہ) اور خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہو گئے ہیں۔ ان میں جس کی پیروی کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔

(الشریعۃ للآجری (متوفی: 360ھ) جزء 4 صفحہ 1690)

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ پر ایمان لانے والوں نے بھی صحابہ رسول ﷺ کی طرح اپنے اندر ایسی ہی شاندار تبدیلیاں پیدا کیں۔ جس کی شہادت خود حضرت بانیٔ جماعتؑ نے یوں دی!

"براہین احمدیہ میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی ہے اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالوں گا۔ اور میں اپنی آنکھوں کے سامنے تیری پرورش کروں گا۔ یہ اُس وقت کا الہام ہے کہ جب ایک شخص بھی میرے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تھا۔ پھر ایک مدت کے بعد یہ الہام پورا ہوا اور ہزار ہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اُس نے میری محبت بھر دی بعض نے میرے لئے جان دے دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزار ہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن کے دل محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلی دست بردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ تیار ہیں۔ جب میں اس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افراد اپنی جماعت میں پاتا ہوں تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے قادر خدا! درحقیقت ذرّہ ذرّہ پر تیرا تصرف ہے تو نے ان دلوں کو ایسے پُر آشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور اُن کو استقامت بخشی یہ تیری قدرت کا نشان عظیم الشان ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 239 تا 240)

اصحاب احمدؑ کی انفرادی زندگی میں پیدا ہونے والا انقلاب

میاں محمد دین صاحب پٹواریؓ کے اندر حضرت بانی جماعت احمدیہ کی تصنیف براہین احمدیہ کے مطالعہ سے ایسا انقلاب آیا کہ خود ان کے بیان کے مطابق "براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے ... معاً میری دہریت کافور ہو گئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا... زندہ ہو جاتا ہے۔"

(اخبار الحکم۔ 14/ اکتوبر، 1938ء)

تب سے انہوں نے محویت کے عالم میں ایسی نماز پڑھنی شروع کی جو پھر عمر بھر نہیں چھوڑی۔

مالیر کوٹلہ کے رئیس نواب محمد علی خان صاحبؓ نے باوجود تمام وسائل غفلت اور عیاشی کے "رئیسوں کے بے جا طریقوں اور چلنوں سے نفرت پیدا کر لی۔ اور عنفوان شباب میں پرہیزگاری کی زندگی گزاری۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 522)

حضرت منشی عطا محمد صاحبؓ پٹواری کے ہاں بارہ سال سے اولاد نہ تھی۔ انہوں نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کو دعا کے لیے لکھا کہ خدا مجھے خوبصورت صاحب اقبال لڑکا تین بیویوں میں سے بڑی بیوی سے عطا کرے۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ نے دعا کے ساتھ فرمایا: "شرط یہ ہے کہ آپ زکریا والی توبہ کریں۔" منشی صاحب خود بیان کرتے ہیں کہ میں ان دنوں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا... میں نے دھرم کوٹ کے مولوی فتح دین صاحب مرحوم احمدی سے پوچھا انہوں نے کہا کہ زکریا والی توبہ بس یہی ہے کہ بے دینی چھوڑ دو۔ حلال کھاؤ۔ نماز روزہ کے پابند ہو جاؤ اور مسجد میں زیادہ آیا جایا کرو۔ یہ سُن کر میں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔ کچھ عرصہ میں حمل کے پورے آثار ظاہر ہو گئے اور میں نے ارد گرد سب کو کہنا شروع کیا کہ اب دیکھ لینا کہ میرے لڑکا پیدا ہوگا اور ہوگا بھی خوبصورت مگر لوگ بڑا تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا ہو گیا تو واقعی بڑی کرامت ہے۔ آخر ایک دن رات کے وقت لڑکا پیدا ہوا اور خوبصورت ہوا۔ اس پر بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور میں نے بھی بیعت کر لی۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 220 تا 221 روایت نمبر 241)

4۔ نمازوں اور دعاؤں میں انہماک کی مثالیں

نمازوں اور دعاؤں میں صحابہؓ رسول ﷺ کا شغف قابل تحسین تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ ایک دن میں بازار میں تھا نماز کا وقت ہو گیا۔ تمام صحابہ کاروبار بند کر کے مسجد چلے گئے۔ بلاشبہ قرآن کریم کی یہ آیت انہی کے بارہ میں ہے: "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ (النور: 38) "یعنی ایسے عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔"

حضرت عتبان بن مالکؓ نابینا صحابی تھے، مسجد اور ان کے مکان کے درمیان کی وادی بارش سے بھر جاتی تھی مگر اس کے باوجود ہزار مشکل سے وہ مسجد میں جاکر باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب المساجد۔ باب المساجد فی البیوت)

دورِ ثانی میں حضرت بانی جماعت احمدیہؑ اپنے ایک خادم شیخ حامد علیؓ کا حال بیان کرتے ہیں:

"التزام نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے

التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے۔‘‘
(ازالہ اوہام ،روحانی خزائن جلد 3صفحہ 540 تا541)

اپنے ایک اور مرید حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ کے بارے میں فرمایا:

’’قادیان میں جب کہ وہ ملنے کے لئے آئے تھے اور کئی دن رہے پوشیدہ نظر سے دیکھتا رہا ہوں کہ التزام ادائے نماز میں اُن کو خوب اہتمام ہے اور صلحاء کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہیں۔‘‘
(ازالہ اوہام ،روحانی خزائن جلد 3۔صفحہ 526 تا527)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی کثرت پیشاب کی شدید تکلیف میں بعض دفعہ غش کھانے کے قریب ہو جاتے مگر نماز کے لیے مسجد تشریف لاتے۔جس پر حضورؑ کو بھی تعجب ہوتا۔(ملفوظات جلد 4 صفحہ 252 ایڈیشن 1988ء)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ آخری عمر میں باوجود بیماری کے اپنے گھر دار العلوم سے نماز باجماعت کے لیے مسجد مبارک آتے تھے۔(اصحاب احمد جلد 7،صفحہ 10)

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ نابینا تھے مگر ہر حال میں نماز کے لیے اول وقت میں پہنچتے...بارش ہو، آندھی ہو، کڑکڑاتا جاڑا ہو، تیز دھوپ ہو، وہ اول صف میں جگہ پاتے۔
(اصحاب احمد جلد 13صفحہ 290)

حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ حضرت بانی جماعتؑ کی صحبت میں ایسے فانی فی اللہ ہو گئے کہ انتہائی سوز و گداز سے لمبی نماز پڑھتے تھے اور یہ احساس ایسا غالب تھا کہ آپ اپنی صاحبزادی حلیمہ کو نزع کی حالت میں چھوڑ کر نماز کے لیے مسجد چلے گئے ۔فارغ ہو کر جلدی واپس آنے لگے تو کسی نے وجہ پوچھی ۔فرمایا! کہ بیٹی کو نزع کی حالت میں چھوڑ آیا تھا۔اب فوت ہو چکی ہو گی جا کر اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔یہ سن کر بعض دوسرے دوست بھی ساتھ آئے تو بچی واقعی فوت ہو چکی تھی۔(اصحاب احمد جلد 5،صفحہ 82)

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ سیالکوٹی تہجد کی نماز ایسی ہی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے جیسے دوسری پانچ نمازیں۔
(اصحاب احمد جلد 7 صفحہ 200)

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ ملکہ برطانیہ کے محل ونڈسر میں مدعو تھے۔دوران ملاقات نماز عصر کے وقت آپ کے چہرے پر فکر کے آثار نمودار ہوئے۔ملکہ کے استفسار پر بتایا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے جس پر ملکہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے عملہ کو ہدایت کی کہ چوہدری صاحب کی نمازوں کے اوقات نوٹ کر لیے جائیں اور اگر دوران ملاقات نماز کا وقت آجائے تو فوراً بتادیا جائے۔(ماہنامہ خالد دسمبر 1985ء صفحہ 89)

صحابۂ رسولؐ کی طرح اصحاب احمدؑ کا یہی حال دعاؤں میں استغراق کا تھا۔حضرت بانئ جماعت احمدیہؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے بارہ میں حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا، مانگوں گا۔مگر جب مسجد مبارک میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔اس کے الحاح کی وجہ سے مَیں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے، وہ اس کو دے دے۔اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا: میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپؓ نے فرمایا: مَیں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے دین کو زندہ کر کے دکھا۔
(الفضل 16/ فروری 1968ء)

حضرت بانئ جماعت احمدیہؑ کے منجھلے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے قبولیت دعا کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ انہوں نے رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احسانات بے پایاں اور اس کی رحمت و رأفت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی جناب میں عرض کیا کہ اے خدا! تو میرے روزوں کو قبول فرما اور میرا جو روزہ مقبول ہو جائے اس کی قبولیت کا ایک ظاہری نشان نازل فرما۔آپؓ نے یہ دعا بھی کی: ’’میرا جو روزہ مقبول ہو جائے اس کی قبولیت کا ظاہری نشان یہ ظاہر فرما کہ اس کی افطاری میں خود نہ کروں بلکہ باہر سے میرے لئے افطاری کا سامان آئے۔‘‘ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ پورے تیس روزوں کی افطاری آپ کو باہر سے آئی‘‘۔
(حیات بشیر صفحہ 169)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کو حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام ملا کہ عالمی عدالت میں جج کی آسامی کے لیے حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ امیدوار ہیں، ان کے لیے دعا کریں۔چنانچہ آپؓ نے متواتر دعا اور استخارہ کیا جس کے نتیجہ میں آپ کو الہاماً یقینی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور برکت عطا ہونے کی بشارت ملی۔
(حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ 157-158)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طرح حضرت حافظ مختار احمد صاحبؓ شاہجہانپوری بھی ایسے مستجاب الدعوات تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سب حاجات اپنی جگہ بیٹھے ہوئے پوری فرمادیتا تھا۔
(حیات حضرت مختار صفحہ 138)

5۔سچی خوابوں اور الہام کے حیرت انگیز واقعات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں سے محبت کا ایک اظہار خواب کے ذریعہ پیش از وقت خوشخبری دے کر بھی فرماتا ہے۔نبی کریم ﷺ کا دستور تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے اور فرماتے کہ کسی کو کوئی خواب آئی ہو تو سنائے۔اور اچھی رؤیا پسند فرماتے۔
(بخاری کتاب تعبیر الرؤیا باب 48)

چنانچہ حضورؐ کے صحابہ میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو قبول اسلام سے پہلے بھی خوابوں کے ذریعہ رہنمائی کی گئی ۔حضرت ام حبیبہؓ کو دوران ہجرت حبشہ رسول اللہ ﷺ سے عقد ہونے کی رؤیا ہوئی جو پوری ہوئی۔

حضرت ابوبکرؓ طبعاً انکساری کے باعث اپنے الہامات و کشوف کا ذکر نہ کرتے تھے۔بعض دفعہ کسی سوال کے جواب میں مجبوری سے ذکر کرنا پڑا تو پتہ چلا۔آخری بیماری میں صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ کی عیادت کو آئے تو عرض کیا کہ ہم آپ کے لیے کوئی طبیب نہ بلائیں؟ فرمایا میں نے ایک فرشتہ دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا اس نے آپ کو کیا بتایا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا فرشتہ نے کہا ’’ہم (یعنی اللہ) جس بات کا ارادہ کریں وہ ضرور کر دیتے ہیں۔‘‘ (حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 34) ظاہر ہے کہ اس الہام میں آپ کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت عمرؓ نے ایک لشکر حضرت ساریہؓ کی سرکردگی میں شام بھجوایا۔ایک دفعہ دوران خطبہ جمعہ حضرت عمرؓ نے کشفی حالت میں اس لشکر کو دشمن کے نرغے میں دیکھ کر بلند آواز میں فرمایا

’’یاساریۃ الجبل‘‘

اے ساریہ پہاڑ کی جانب جاؤ۔

(طبقات اسد الغابہ جزء2 صفحہ 380، المقاصد الحسنۃ للسخاوی جزء1 صفحہ 737)

یہ الہامی آواز سینکڑوں میل دور حضرت ساریہؓ کے ساتھ لشکر نے بھی سنی اور اس کی تعمیل کرتے ہوئے پہاڑ کی اوٹ میں ہو گئے اور نتیجۃً دشمن پر فتح پائی۔

(فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل جزء1 صفحہ 269)

حضرت بانئ جماعت احمدیہؑ کے اصحاب میں بھی سچی خواب والہام کا یہ ایمان افروز سلسلہ جاری رہا۔آپؑ کے ایک رفیق حضرت خیر دین صاحبؓ ولد مستقیم صاحب آف دوجووال ضلع امرتسر بیان کرتے ہیں کہ

’’ایک دفعہ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صحابہ کرام میں سے ہے۔خواب کے بعد معلوم ہوا کہ یہ خواب آپ کے (یعنی حضرت اقدس مسیح موعودؑ) کے اس شعر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اس کو ساقی نے پلادی

گویا اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی طور پر تسلی دلادی کہ یہ قرآن کریم کے مطابق سلسلہ ہے جیسا کہ وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں فرمایا گیا ہے۔(رجسٹر روایات صحابہ جلد 7 صفحہ 156 تا157)

حضرت عبدالستار صاحبؓ ولد عبداللہ صاحب کشمیری سکنہ سوہل ضلع گورداسپور بیان کرتے ہیں میرے والد صاحب نے اپنا خواب بیعت سے آٹھ دس ماہ کے بعد یہ سنایا کہ میں نے دریائے راوی کے کنارے دیکھا کہ دو خیمے لگے ہوئے ہیں ایک مسیح موعودؑ کا ہے اور دوسرا رسول کریم ﷺ کا ہے۔میں رسول کریم ﷺ کے خیمے میں داخل ہوا اور یہ سوال کیا کہ مسیح موعودؑ کا دعویٰ کرنے والے بزرگ کیسے ہیں۔آپ ﷺ نے تین دفعہ انگلی کے اشارے سے فرمایا کہ یہ شخص بہت لائق ہے۔
(رجسٹر روایات جلد 6 صفحہ 178)

حضرت مرزا غلام نبی صاحبؓ ولد مرزا اللہ دتا سکنہ پنڈی لالہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات نے بیان کیا کہ اچانک دوپہر کے وقت مجھ پر حالت غنودگی طاری ہوئی اور اس حالت میں آسمان سے ایک نیلگوں رنگ کا گھوڑا اترتا ہوا معلوم ہوا جوں جوں وہ زمین کے نزدیک آتا تھا اس کا رنگ شوخ ہوتا جاتا تھا۔اس کی گردن سے بجلی کی طرح ایک شعلہ نکلتا تھا میرے دل پر یہ القاء ہوا کہ یہ تمہارے مرشد کا نشان ہے۔عنقریب یہ روشنی زمین تک پہنچے گی اور دشمنوں کا رنگ زرد کر دے گی۔اس کے چند ماہ بعد حضرت صاحب کا روشن ستارے والا نشان جو حقیقۃ الوحی میں درج ہے وہ نمودار ہوا۔
(رجسٹر روایات نمبر 11 صفحہ 234)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ صوفی عبدالرحیم صاحب آف امرتسر کی خواہش پر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور مَیں نے اُن کی ترقی کے لیے دعا کی۔رات کو بھی خاص توجہ سے دعا کی تو رؤیا میں بتایا گیا کہ اُن کو ترقی مل جائے گی۔اُن کے کہنے پر رؤیا اُن کو لکھ کر دیدی۔چنانچہ وہ چار پانچ سو روپے ماہوار سے پندرہ سو روپے ماہوار تک جا پہنچے۔(حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ 111 تا112)

حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوریؓ بیان کرتے ہیں کہ

’’25۔اگست 1957ء کو مکرم چوہدری محمد شریف وکیل کا تار آیا کہ 1955ء کے سیلاب کی طرح ہمارے گاؤں میں اب بھی سیلاب آنے والا ہے۔دعائے خاص کی ضرورت ہے میں نے ایک دو دن دعا کی تو الہام ہوا۔’’اَلْآنَ کَمَا کَانَ‘‘ یعنی پہلے کی طرح ان کا گاؤں انشاء اللہ بچایا جائے گا۔

الحمد للہ! کہ آج 10 ستمبر 1957ء کو ان کا خط موصول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے گاؤں کو محفوظ رکھا۔‘‘
(حیات بقاپوری حصہ سوئم صفحہ 134 تا135)

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ جو سکھ خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور پھر حق کی تلاش کرتے ہوئے احمدی ہو گئے۔ان کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا...اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی بقیہ عمر کی مدت بتادی۔جب یہ مدت پوری ہونے کے قریب آئی تو ماسٹر صاحب نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، بڑے روئے، گڑگڑائے کہ یا الٰہی ابھی تو میرے بچوں کی تعلیم و تربیت مکمل نہیں ہوئی۔بہت سی ذمہ داریاں میرے سر پر ہیں، میری عمر میں اضافہ فرما۔کہتے ہیں کہ ابھی دو منٹ ہی دعا میں گزرے ہوں گے کہ آپ کو الہام ہوا۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ۔یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عمر میں اضافہ کر دیا کرتا ہے جو لوگوں کے لیے نافع وجود بن جائیں۔اس پر آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کو تبلیغ احمدیت بہت پسند ہے اس لیے آپ نے تبلیغی اشتہارات شائع کیے اور روزانہ تبلیغ کرنے لگے اور پہلی بار جو مدت بتائی گئی تھی اس سے کئی سال زیادہ پاکر فوت ہوئے۔
(ماخوذ از اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ 131 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضرت نور محمد صاحبؓ ولد منشی فتح محمد آف موضع مچھی موچی پورہ ڈاکخانہ کہروڑ پکا ضلع ملتان کا بیان ہے کہ

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اخبار میں یہ پڑھ کر کہ لوگوں کو ہمارے متعلق خدا سے پوچھنا چاہیے میں نے دعا کی تھی اور مجھے الہام ہوا تھا کہ ’’صادق ہے قبول کر لو‘‘۔اس کے بعد میری مخالفت شروع ہو گئی جب میں نے دیکھا کہ میں تنہا ہوں تو حضرت صاحب کے حضور روزانہ دعا کے لیے ایک کارڈ لکھنا شروع کیا۔خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہاں 12 آدمی ایک سال کے اندر اندر احمدی بنائے اور اس کثرت سے مجھ پر الہامات کا دروازہ کھلا کہ کوئی رات نہ جاتی تھی کہ کوئی نہ کوئی الہام نہ ہوتا۔‘‘
(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 5 صفحہ 77 تا79)

6۔مالی قربانی کی شاندار نظیریں

خدا تعالیٰ کے پیاروں اور ماموروں کو خدمات دینیہ کے لیے اموال کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔اور وہ اپنے ماننے والوں کو اس کی تحریک کر کے اجر وثواب کے مواقع بہم پہنچاتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے مالی قربانی کے میدان میں بھی حق ادا کر دکھایا۔حضرت ابوبکرؓ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جب سب لوگوں نے میرا انکار کیا تو ابوبکرؓ تھا جس نے میری تصدیق کی اور اپنے مال اور جان سے میری مدد کی۔
(سیرت الحلبیہ جلد 1 صفحہ 295)

ایک موقع پر مالی قربانی کی تحریک پر حضرت ابوبکرؓ نے پورا مال لاکر پیش کر دیا تو حضرت عمرؓ نصف مال لے آئے۔اس

کے بعد غزوہ خیبر میں حضرت عمرؓ کو زمین کا ایک بڑا ٹکڑا ملا اور اسے راہ خدا میں وقف کر دیا۔ (ابن سعد جلد 3 صفحہ 358)

حضرت عثمانؓ غنی بڑے متمول تاجر تھے۔ غزوہ تبوک میں آپ مالی قربانی میں تمام صحابہ پر سبقت لے گئے انہوں نے غزوہ تبوک میں شامل ہونے والے تیس ہزار میں سے دس ہزار مجاہدین کے لیے سامان جنگ مہیا کیا جس میں 950 اونٹ اور 50 گھوڑوں اور دس ہزار درہم کی خطیر رقم تھی۔

(ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عثمان بحوالہ سیرت صحابہ صفحہ 83)

آپؓ نے ہر جمعہ کو ایک غلام کو آزاد کرنے کا اپنا عہد بھی خوب نبھایا۔ اسی طرح حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ بڑے مالدار تاجر تھے ایک دفعہ مدینہ میں قحط پڑا تو انہوں نے سات سو اونٹوں پر مشتمل غلہ وغیرہ کا تجارتی قافلہ خرید کر خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔ (سیرت صحابہ رسول ﷺ صفحہ 154)

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کا نہایت قیمتی باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ جب سورۃ آل عمران کی آیت 93 اتری کہ کامل نیکی یہ ہے کہ تم اپنی دلپسند اور پیاری چیز اللہ کی راہ میں پیش کرو تو ابوطلحہؓ نے اپنا یہ پیارا باغ اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ واہ یہ کیا ہی نفع بخش سودا ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ و کتاب الوصایا)

صحابیات رسولؐ میں سے ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے مالی قربانی کا حق ادا کر دکھایا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خدیجہؓ مجھ پر اس وقت ایمان لائی تھی جب ساری دنیا میرا انکار کر رہی تھی اور اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب ساری دنیا مجھے جھٹلا رہی تھی۔ اور اس وقت اس نے اپنے مال کے ساتھ میری ہمدردی اور خیر خواہی کی جب تمام لوگ مجھے چھوڑ چکے تھے۔“

(مسلم کتاب الفضائل باب فضل خدیجہؓ، مسند احمد جلد 6 صفحہ 117 قاہرہ، المعجم الکبیر جزء 23 صفحہ 13، الاستیعاب جزء 1 صفحہ 589)

اس دور میں حضرت بانئ جماعت احمدیہؑ کو آپؑ کی حرم حضرت اماں جان کے بارہ میں 1881ء میں الہام ہوا: اُشْکُرْ نِعْمَتِی رَاَیْتَ خَدِیْجَتِی (براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ نمبر 4 صفحہ 558، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 666) یعنی میرا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا، انہوں نے بھی مالی قربانی کے شاندار نمونے دکھائے۔

حضرت اماں جان سیدنا حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے لیے مئی 1900ء میں ایک خاص تحریک پر لبیک کہتے ہوئے کل اندازہ خرچ جو دس ہزار روپے تھا کا دسواں حصہ ادا کیا اور اس کے لیے دہلی میں واقع اپنی ایک جائیداد فروخت کر دی۔

(سیرت حضرت اماں جان حصہ دوم صفحہ 242 تا 244)

ایک دفعہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سامان نہیں تھا۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمایا: حضرت اماں جان کا کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے اس کو بیچ دو اور اس سے اتنا لے لو جس سے رات کی مہمان نوازی کا سامان ہو جائے۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر ناصر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچایا۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ روایات نمبر 1126 صفحہ 563 تا 564)

1898ء میں حضرت بانئ جماعت احمدیہ کو بعض اہم دینی ضروریات کے لیے روپیہ کی ضرورت تھی۔ آپؑ نے قرضہ لینے کی تجویز کا ذکر گھر میں فرمایا۔ حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ باہر کسی سے قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے میرے پاس ایک ہزار روپیہ نقد ہے اور کچھ زیورات ہیں آپ اس کو لے لیں۔ اس طرح دینی ضروریات کے لیے حضرت اماں جانؓ نے مالی قربانی کی نظیر پیش کی۔ (سیرت حضرت اماں جان حصہ دوم صفحہ 245)

یہی حال حضرت بانئ جماعت احمدیہؑ کے دیگر اصحاب کا تھا۔ سب سے پہلے نمبر پر مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ تھے۔ جن کے بارے میں خود حضرت بانئ جماعتؑ نے فرمایا:

”اُن کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے انکو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا... اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 520)

مزید فرمایا:

”سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام اُن کے نُورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے میں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمہ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔ اُن کے دلؔ میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہے اُس کے تصّور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو اُن کو میسّر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حُسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ اُنہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔ اور اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35)

اپنے ایک اور مرید حضرت سیٹھ عبد الرحمٰن صاحبؓ کے بارہ میں فرمایا:

”حِبّی فِی اللہ حاجی سیٹھ عبد الرحمٰن اللہ رکھا صاحب تاجر مدراس ہیں... سیٹھ صاحب موصوف ...نے کئی ہزار روپیہ ہمارے سلسلہ کی راہ میں محض للہ لگا دیا ہے۔ اور برابر ایسی سرگرمی سے خدمت کر رہے ہیں کہ جب تک انسان یقین سے نہ بھر جائے اس قدر خدمت نہیں کرسکتا... مباہلہ کے بعد ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے اور پہنچ رہی ہے میں اس کی نظیر نہیں دیکھتا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 312)

اسی طرح حضرت شیخ رحمت اللہ صاحبؓ کے حق میں فرمایا:

”حِبّی فِی اللہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے مالی اعانت سے بہت سا بوجھ ہمارے درویش خانہ کا اٹھایا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ سیٹھ صاحب موصوف سے بعد نمبر دوم پر شیخ صاحب ہیں۔ جو محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب موصوف اس راہ میں دو ہزار سے زیادہ روپیہ دے چکے ہوں گے۔ اور ہر ایک طور سے وہ خدمت میں حاضر ہیں۔ اور اپنی طاقت اور وسعت سے زیادہ خدمت میں سرگرم ہیں۔“

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313)

ایک دفعہ دینی مالی ضرورت کی تحریک پر حضرت میاں شادی خاں صاحبؓ آف سیالکوٹ نے اپنے گھر کا سارا سامان بیچ کر تین سو روپیہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ

”یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائیداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو... جو کچھ اپنے پاس تھا سب بھیج دیا۔ اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 314 تا 315)

یہ سن کر انہوں نے گھر میں جو چار پائیاں رہ گئی تھیں وہ بھی بیچ کر ان کی رقم حضرت صاحبؑ کے حضور پیش کر دی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے مقدمہ گورداسپور کے زمانہ میں مالی ضرورت پر تحریک کی تو حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ نے تقریباً 450 روپے ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضور کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ تو گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے انہوں نے کہا کہ ”خدا کا مسیح کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں۔“ (تین سو تیرہ اصحاب صدق و صفا صفحہ 296)

7۔موت کو یاد رکھنے میں مماثلت

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپؐ پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے بعد اپنی عاقبت کی بہت فکر کرنے لگے وہ موت کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک دفعہ ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے دیکھا فرمانے لگے بہت خوب اے پرندے! تو کھاتا پیتا ہے لیکن تجھ پر حساب نہیں۔ اے کاش کہ میں تیری طرح ہوتا۔

(شعب الایمان باب من خوف من اللہ جلد 1 صفحہ 485)

حضرت عمرؓ کو ہمیشہ عاقبت کا فکر دامن گیر رہتا تھا اور فرماتے تھے کہ میں اپنے آقا و مولا ﷺ کے نمونہ پر چلوں گا تا کہ مجھے آخرت کی خوشحالی نصیب ہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ بیمار ہوئے۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپ اس بیماری میں اتنے پریشان کیوں ہیں؟ فرمانے لگے اس بیماری نے مجھے اچانک آن دبوچا ہے میں اپنے آپ کو آخرت کے سفر کے لیے تیار نہیں پاتا اس لیے پریشان ہوں۔

(ابن سعد جزء 3 صفحہ 158)

یہی حال اس دور کے اصحاب احمد کا تھا۔ حضرت خان عبد المجید کپورتھلویؓ حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں: ”جب بھی آپ سے ذکر کرتا کہ آپ کے لیے نمازوں میں دعا کیا کرتا ہوں تو اس کے جواب میں ہمیشہ یہ فرماتے کہ خان صاحب میرے لیے خصوصیت سے یہ دعا کیا کریں کہ میرا انجام بخیر ہو۔“

(الفضل 28/نومبر 1961ء صفحہ 5)

حضرت منشی عبد الرحمٰنؓ صاحب کپور ......باقی صفحہ 88 پر......

وہ آسماں کا لکھا مٹایا نہ جائے گا

اب انقلابِ تازہ دبایا نہ جائے گا
باطل کا کاروبار بچایا نہ جائے گا

روشن ہوئے ہیں ارض و سما جس کے نور سے
”پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا“

جتنی تھیں ساحروں کی وہ ڈوریں ہیں کٹ چکیں
اب انگلیوں پہ کوئی نچایا نہ جائے گا

مانا کہ آسمان پہ چڑھ بھی گیا ہو وہ
لیکن کبھی زمین پہ لایا نہ جائے گا

اب جاں ہتھیلیوں پہ لیے آ گئے ہیں ہم
اب موت سے بھی ہم کو ڈرایا نہ جائے گا

جس مقصدِ عظیم کو لے کر چلے ہیں ہم
وہ مصلحت کی بھینٹ چڑھایا نہ جائے گا

کہہ دو یزیدیت کو بہت ہو چکی ہے اب
دربارِ شام کوئی لگایا نہ جائے گا

مردِ خدا کے ہاتھ میں ہم دے چکے ہیں ہاتھ
اس ہاتھ سے یہ ہاتھ چھڑایا نہ جائے گا

طاغوتی طاقتوں سے کہو اب یہ صاف صاف
کوئی بھی ان سے ڈھونگ رچایا نہ جائے گا

کافر ہیں ہم تو ڈھونڈ لو جا کر گلی گلی
مسلم کوئی بھی شہر میں پایا نہ جائے گا

اب فرشِ دل پہ ذکر کی چھن چھن کیے بنا
پہرہ قلم پہ میرے لگایا نہ جائے گا

راتوں کو اُٹھ کے اس سے تجارت کیے بغیر
روٹھا ہوا وہ یار منایا نہ جائے گا

اب امن و عافیت کا سفینہ فقط ہے ایک
جو نہ چڑھے گا اس پہ بچایا نہ جائے گا

جو جھک کے ہو گیا درِ مولیٰ پہ سرفراز
اب غیر کے وہ در پہ جھکایا نہ جائے گا

لکھا گیا جو سرخ سیاہی سے ہے اٹل
وہ لازوال مال کمایا نہ جائے گا

گونجے گی چار سو فقط اب آسمانی دُھن
وہ آسماں کا لکھا مٹایا نہ جائے گا

جو اٹھ چکا ہے راہِ صداقت پہ اب قدم
شیطانی ساز کوئی بجایا نہ جائے گا

ڈنکے کی چوٹ ہو گا اب اعلانِ حق ظفرؔ
ہو جائے کچھ بھی پیچھے ہٹایا نہ جائے گا

(مبارک احمد ظفر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب

حضور علیہ السلام کی طب یونانی میں تحقیق، اس کے خواص، مختلف امراض کے مجرب نسخہ جات اور میڈیکل سائنسز کے عجائبات پر مشتمل تحقیقات

(فخرالحق شمس۔ ربوہ)



حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی علوم کے قیمتی موتیوں اور لعل و جواہر سے مزین خزائن عطا فرمائے اور ساتھ ہی دنیاوی علوم کی تفصیلات اور حقائق سے بھی آگاہ فرمایا۔ ان علوم میں علم طب سرفہرست ہے جس کے ایسے اصول خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے جو اس زمانہ میں اور کسی کے حصہ میں نہ آئے۔ قبل اس کے کہ دائمی شان کے حامل ان طبی اصولوں کو سپرد قرطاس کیا جائے حضرت اقدس ہی کے پیش فرمودہ اس اہم علم کے بنیادی حقائق، امراض، اس کی اقسام، حکمت اور ان کے علاج اور فلسفہ کے اصولوں سے آگاہی ضروری ہے۔

مرض کی اقسام

''مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مستوی اور ایک مرض مختلف ۔مرض مستوی وہ ہوتا ہے جس کا درد وغیرہ محسوس ہوتا ہے۔ اس کے علاج کا تو انسان فکر کرتا ہے اور مرض مختلف کی چنداں پروا نہیں کرتا۔ اسی طرح سے بعض گناہ تو محسوس ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان خدا تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 529)

بعض عجیب وغریب امراض

''مختلف امراض اس قسم کے ہیں کہ ان میں انسان کی پیش نہیں جاتی۔ ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے بیان کیا کہ میرے پیٹ میں رسولی پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ دن بدن بڑھ کر پاخانہ کے راستہ کو بند کرتی جاتی ہے۔ جس ڈاکٹر کے پاس میں گیا ہوں وہ یہی کہتا ہے کہ اگر یہ مرض ہمیں ہوتی تو ہم بندوق مار کر خودکشی کر لیتے۔ آخر وہ بیچارہ اسی مرض سے مر گیا۔

بعض لوگ ایسے مسلول ہوتے ہیں کہ ایک ایک پیالہ پیپ کا اندر سے نکلتا ہے۔ ایک دفعہ ایک مریض آیا اس کی یہی حالت تھی۔ صرف اس کا پوست ہی رہ گیا تھا اور سمجھدار بھی تھا مگر تاہم وہ یہی خیال کرتا تھا کہ میں زندہ رہوں گا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 437)

انبیاء کی خبیث امراض سے حفاظت

''انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے مامور خبیث اور ذلیل بیماریوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں مثلاً آتشک ہو، جذام ہو یا اور کوئی ایسی ذلیل مرض۔ یہ بیماریاں خبیث لوگوں ہی کو ہوتی ہیں۔ اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ (النور:27) اس میں عام لفظ رکھا ہے اور نکات بھی عام ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 397)

بیمار پر دم کرنا

''ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جائے کہ میں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں تا کہ اس کو شفاء ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا بے شک قرآن شریف میں شفاء ہے روحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے۔ مگر اس طرح کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلاء ہے۔ قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے بیمار کے واسطے دعا کرو تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔''

(بدر 2/ اکتوبر 1906ء)

بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پرواہ نہ ہو جاوے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

اس ضمن میں مزید ہدایت فرمائی:

''سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر ایک ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کبھی مفید نہیں ہوسکتا توبہ و استغفار بہت کرنی چاہیے تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 242)

''ہر ایک مرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے مرض مٹ جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 295)

حضرت اقدس نے اپنے ملفوظات میں خصوصاً بیماری سے شفا کے لیے دعاؤں کی بار بار تحریک فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

''میں بہت دعا کرتا ہوں۔ دعا ایسی شے ہے کہ جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 265)

لاکھوں بیماریاں

حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی قدر بھی احتیاط کرے بیماریاں اتنی زیادہ اور مختلف اقسام کی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اُسے نہ بچائے تو بچنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ایک بیماری کا علاج دس نئی بیماریوں کی بنیاد بن جاتا ہے۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

''ہمارے والد صاحب مرحوم بھی مشہور طبیب تھے جن کا پچاس برس کا تجربہ تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حکمی نسخہ کوئی نہیں اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ تصرف اللہ کا خانہ خالی رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والا سعادت مند ہے۔ انسان مصیبت میں بد دماغ نہ ہو اور غیر اللہ پر بھروسہ نہ کرے۔ یکدفعہ ہی خفیف عوارض شدید ہونے لگ جاتے ہیں۔ کبھی قلب کا علاج کرتے کرتے دماغ پر آفت آجاتی ہے کبھی سردی کے پہلو پر علاج کرتے کرتے گرمی کا زور چڑھ جاتا ہے۔ کون ان بیماریوں پر حاوی ہوسکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرنا چاہئے۔ انسان ان حشرات الارض اور سمّیات کو کب گن سکتا ہے۔ صرف بیماریوں کو بھی نہیں گن سکتا۔ لکھا ہے کہ صرف آنکھ ہی کی تین ہزار بیماریاں ہیں۔ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ایسے طور پر غلبہ کرتی ہیں کہ ڈاکٹر نسخہ ہی نہیں لکھ چکتا جو بیمار کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 166)

بیماریاں جہنم کا نمونہ بھی ہیں

''برخلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے وہ جہنم ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہ بھی جہنم ہے۔ پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔ امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہے اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور ... مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی، فرزند، ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ بعض اور خطرناک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اُس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروا نہیں کرتا ہے۔ اُس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 372)

وبائی امراض

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

''ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بعض مرضیں مثلاً آتشک کی بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے اور ایک آتشک زدہ عورت سے مرد کو آتشک ہو جاتی ہے اور ایسا ہی مرد سے عورت کو اور یہی صورت ٹیکا لگانے میں بھی مشاہدہ ہوتی ہے کیونکہ جس پر چیچک والے کے خمیر سے ٹیکا کا عمل کیا جاوے اس کے بدن پر بھی آثار چیچک ظاہر ہو جاتے ہیں پس یہی تو عدوی ہے سو ہم کیونکر اس کا انکار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کا انکار علوم حسیہ بدیہیہ کا انکار ہے جو تجارب طبیہ سے ثابت ہو چکے ہیں اور ان میں ان بچوں کو بھی شک نہیں رہا جو کوچوں میں کھیلتے پھرتے ہیں چہ جائے کہ عقلمند مردوں کو کچھ شک ہو۔''

(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 14)

ایک عجیب مرض

''طبیبوں نے ایک مرض لکھی ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ انسان جب چھینک لے تو اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 244)

باریک در باریک بیماریاں

''یاد رکھنا چاہئے کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔ ایک ہی بیماری میں باریک در باریک اور بیماریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ انسان غلطی سے کب تک بچ سکتا ہے انسان بڑا کمزور ہے۔ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اکثر اوقات تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر تشخیص میں نہیں ہوتی تو پھر دوا میں ہو جاتی ہے۔ غرض انسان نہایت کمزور ہستی ہے غلطی سے خود بخود نہیں بچ سکتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہی چاہئے۔ اس کے فضل کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 278)

دوا اور تدبیر

''کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

بیماری بطور سزا اور عذاب

’’جب دنیا میں فسق و فجور پھیل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے لوگ دور جا پڑتے ہیں اور اس سے لاپروا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی پروا نہیں کرتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر اس قسم کی وبائیں بطور عذاب نازل ہوتی ہیں ان بلاؤں اور وباؤں کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت ظاہر ہو اور فسق و فجور سے لوگ نفرت کر کے نیکی اور راستبازی کی طرف توجہ کریں اور خدا تعالیٰ کے مامور کی طرف جو اس وقت دنیا میں موجود ہوتا ہے توجہ کریں۔ اس زمانہ میں بھی فسق و فجور کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ راستبازی، تقویٰ عفت اور خدا ترسی اور خدا شناسی بالکل اُٹھ گئی تھی۔ دین کی باتوں پر ہنسی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق جو اُس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی زبان پر کیا تھا کہ مسیح موعود کے وقت دنیا میں مری بھیجوں گا اس طاعون کو اصلاح خلق کے لئے مسلّط کیا ہے۔ طاعون کو برا کہنا بھی گناہ ہے یہ تو خدا تعالیٰ کا ایک مامور ہے جیسا کہ مَیں نے ہاتھی والی رویا میں دیکھا تھا، لیکن مَیں دیکھتا ہوں کہ باجود اس کے کہ بعض دیہات بالکل برباد ہو گئے ہیں اور ہر جگہ یہ آفت برپا ہے تو بھی ان شوخیوں، شرارتوں اور بیباکیوں میں فرق نہیں آیا جو اس سے پہلے بھی تھیں۔ مکر و فریب، ریاکاری بدستور پھیلی ہوئی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 634)

بیماریوں کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے بیماریوں اور تکالیف کا یہ سارا سلسلہ بھی بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ اس میں بھی انسان کے لیے رحمت کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک غیر مومن کے لیے جہاں بیماری مصیبت دکھائی دیتی ہے وہیں ایک مومن ان تکالیف کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے قرب کے مدارج طے کرتا ہے۔ کثرت سے دعاؤں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور ہر لمحہ خدا تعالیٰ یاد رہتا ہے۔

ایک مرتبہ آپؑ نے بیماریوں کے ذکر پر فرمایا کہ

’’بیماری کی شدت سے موت اور موت سے خدا یاد آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا(النساء: 29) انسان چند روز کے لیے زندہ ہے۔ ذرہ ذرہ کا وہی مالک ہے جو حیّ و قیوم ہے۔ جب وقت موعود آجاتا ہے تو ہر ایک چیز السلام علیکم کہتی اور سارے قویٰ رخصت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور جہاں سے یہ آیا ہے وہیں چلا جاتا ہے۔‘‘(ملفوظات جلد سوم صفحہ 240)

بیماریوں کی حکمت

ان مختلف امراض اور عوارض کے ذکر پر جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں ان کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ چند ایک بیماریاں ہی انسان کو لاحق کر دیتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے امراض ہیں جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پروا نہ ہو جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

پہلے مرض پھر طبیب کی شناخت

’’طبیب اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اول اپنے مرض کو شناخت کرے اور محسوس کرے کہ میں بیمار ہوں اور پھر یہ شناخت کرے کہ طبیب کون ہے؟ جب تک یہ دو باتیں پیدا نہ ہوں وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مختلف ہوتا ہے جیسے قولنج کا درد یعنی جو محسوس ہوتا ہے اور ایک مستوی جیسے برص کے داغ کہ ان کا کوئی درد اور تکلیف بظاہر محسوس نہیں ہوتی۔ انجام خطرناک ہوتا ہے مگر انسان ایسی صورتوں میں ایک قسم کا اطمینان پاتا ہے اور اس کی چنداں فکر نہیں کرتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان اول اپنے مرض کو شناخت کرے اور اسے محسوس کرے۔ پھر طبیب کو شناخت کرے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معمولی حالت پر راضی ہو جاتے ہیں۔‘‘(ملفوظات جلد سوم صفحہ 80)

امراض بدنی کے لیے ادویہ

’’یہ بات بتوجہ تمام یاد رکھنی چاہئے کہ جیسے خدا نے امراض بدنی کے لئے بعض ادویہ پیدا کی ہیں اور عمدہ عمدہ چیزیں جیسے تریاق وغیرہ انواع اقسام کے آلام اسقام کے لئے دنیا میں موجود کی ہیں اور ان ادویہ میں ابتدا سے یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب کوئی بیمار بشرطیکہ اس کی بیماری درجہ شفایابی سے تجاوز نہ کر گئی ہو ان دواؤں کو برعایت پرہیز وغیرہ شرائط استعمال کرتا ہے تو اس حکیم مطلق کی اسی پر عادت جاری ہے کہ اس بیمار کو حسب استعداد اور قابلیت کسی قدر صحت اور تندرستی سے حصہ بخشتا ہے یا بکلی شفا عنایت کرتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 354 حاشیہ در حاشیہ)

عیاشیوں کے ذریعہ مہلک امراض

’’اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوش حالی کو طلب کرتے ہیں اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار سکتہ، فالج، رعشہ اور کزاز اور یا انتڑیوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلا ہو کر اور یا آتشک اور سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور بباعث اس کے کہ ان کی قوىیں قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے وہ طبعی عمر سے بھی بے نصیب رہتے ہیں۔‘‘

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 359)

مرگی کو ام الصبیان کہتے ہیں

’’مرگی کی بیماری کے مبتلا اکثر شیاطین کو اسی طرح دیکھا کرتے ہیں وہ بعینہ ایسا ہی بیان کیا کرتے ہیں کہ ہمیں شیطان فلاں فلاں جگہ لے گیا اور یہ یہ عجائبات دکھلائے اور مجھے یاد ہے کہ شاید چونتیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بدصورت کھڑا ہے۔ اول اس نے میری طرف توجہ کی اور میں نے اس کو منہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ دور ہو اے شیطان تیرا مجھ میں حصہ نہیں اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف گیا اور اس کو اپنے ساتھ کر لیا اور جس کو ساتھ کر لیا اس کو میں جانتا تھا اتنے میں آنکھ کھل گئی اسی دن یا اس کے بعد اس شخص کو مرگی پڑی جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیطان نے اس کو ساتھ کر لیا تھا اور صرع کی بیماری میں گرفتار ہو گیا اس سے مجھے یقین ہوا کہ شیطان کی ہمراہی کی تعبیر مرگی ہے... مرگی کو فن طبابت میں ام الصبیان کہتے ہیں یعنی بچوں کی ماں۔‘‘

(معیار المذاہب، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 483 حاشیہ)

مریض کا ہوش

’’بعض امراض ہی ایسے ہیں مثلاً دق و سل کہ ان کے مریضوں کا اخیر تک ہوش قائم رہتا ہے بلکہ طاعون کی بعض قسمیں بھی ایسی ہی ہیں۔‘‘(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 433)

ذات الجنب کی وجہ سے بخار

’’جب مرض الموت کا وقت آجاوے تو وہ وقت دعا کا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی طرح پر جو حالتیں مہلک بیماریوں کی ہوتی ہیں ان میں بھی نظر آجاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مولوی (عبدالکریم سیالکوٹی) صاحب کے معاملہ میں ایک عجیب بات دیکھی گئی کہ ان کی اصل مرض سرطان جس کو انگریزی میں کاربنکل کہتے ہیں بالکل اچھا ہو گیا بلکہ خود انہوں نے ہاتھ پھیر کر دیکھا اور یہی کہتے رہے کہ اب میں دو چار روز میں پھرنے لگوں گا۔ آخر ذات الجنب کی وجہ سے سخت بخار ہو گیا جو ایک سو چھ درجہ تک پہنچ گیا اور اسی عارضہ میں وفات پائی۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 487)

تداخل طعام بیماری کا موجب

24/ دسمبر 1901ء کو آپ نے ایک آسٹریلوی سیاح عبدالحق صاحب سے دوران گفتگو فرمایا:

’’تداخل طعام درست نہیں ہے یعنی ایک کھانا کھایا پھر کچھ اور کھا لیا پھر کچھ اور۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ سوء ہضم ہو کر ہیضہ یا قے یا کسی اور بیماری کی نوبت آجائے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 81)

دوران خون کا مسئلہ

’’دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ دل پر مدار دوران خون کا ہے۔ آجکل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دوران خون کا مسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ 170)

سلب امراض اور سلب ذنوب میں فرق

’’علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں۔ دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہوتا ہے، وہ توجہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اسی توجہ سے سلب امراض کیا کرتے تھے۔... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور مسیح علیہ السلام کی توجہ میں یہ فرق ہے کہ مسیح کی توجہ سے تو سلب امراض ہوتا تھا، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے سلب ذنوب ہوتا تھا... جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔ مسیح کی توجہ چونکہ زیادہ تر سلب امراض کی طرف تھی۔ اس لئے سلب ذنوب میں وہ کامیابی نہ ہونے کی وجہ یہی تھی۔ کہ جو جماعت انہوں نے تیار کی وہ اپنی صفائی نفس اور تزکیہ باطن میں ان مدارج کو پہنچ نہ سکی جو جلیل الشان صحابہ کو ملی۔ اور یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی بااثر تھی کہ آج اس زمانہ میں بھی تیرہ سو برس کے بعد سلب ذنوب کی وہی قوت اور تاثیر رکھتی ہے جو اس وقت میں رکھتی تھی۔ مسیح اس میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر گز مقابلہ نہیں کر سکتے۔‘‘ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 280)

پیشاب کی بیماری

’’مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ ‘کو کثرت پیشاب کی دو تین دن سے پھر شکایت ہوگئی ہے اور آج اعلیٰ حضرت نے ان کا قارورہ منگوا کر دیکھا تھا جو کثیر مقدار میں تھا۔ اس کے متعلق مولوی عبدالکریم صاحب کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اس سے آپ کی کمال شفقت اور ہمدردی کا ثبوت ملتا ہے اس لیے میں خلاصتہً اسے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ فرمایا:

’’میں آپ کا پیشاب دیکھ کر بہت حیران ہو گیا۔ میں نے تو اس کے بعد دعا ہی شروع کر دی اور انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔

مجھے خود چونکہ کثرت پیشاب کی شکایت ہے میں جانتا ہوں کہ کس قدر تکلیف ہوتی دل گھٹتا ہے اور پنڈلیوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ بہت بے چینی اور گھبراہٹ ہو جاتی ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ ناقل) کو ختم کر لینے کے کچھ دنوں تک صرف دعا ہی میں لگا رہوں گا۔

میں نے جو گولی آپ کو بنا کر دی تھی وہ مفید ثابت ہوئی تھی۔ آپ اس کا استعمال کریں میں بھیج دوں گا اور ختم ہونے پر اور دوا تیار ہو سکتی ہے۔ آپ دودھ کثرت سے پئیں۔ وہ اس مرض میں بہت مفید ہے اور میں انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔ آپ کے پیشاب کو دیکھ کر مجھے تو حیرت ہی ہوئی کہ آپ کس طرح التزام کے ساتھ نمازوں میں آتے ہیں اور آپ کی آواز سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کو شکایت ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 252)

احتراز وبائی امراض

’’جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور اپنی بدررؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچتے رہتے ہیں۔ پس گویا وہ اس طرح پر یُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ کے وعدے سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں ان کو آپکڑتی ہیں۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 337)

اللہ اپنے بندوں کو بچا لیتا ہے

’’وہ خدا جو اندھیرے کے وقت اپنا نور بھیجتا ہے اور بیماری کی کثرت کے وقت دوا ظاہر کرتا ہے اور اپنے بندوں کو بے قراری کی حالت میں بچا لیتا ہے... آپ جانتے ہیں کہ ہر یک بیماری کی ایک دوا اور ہر یک اندھیرے کے واسطے روشنی ہے سو میرے پروردگار نے اردہ کیا کہ دنیا کو اندھیرے کے بعد روشن کرے۔‘‘

(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 564)

بیمار مایوس نہ ہو

’’میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سے بیماروں کو اطباء ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفاء پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔ بعض بیمار بالکل

مایوس ہو جاتے ہیں یہ غلطی ہے خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے۔ بیمار کو چاہیئے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں۔ اور کچھ حقوق عباد کے متعلق ہوتے ہیں۔ ہر دو قسم کی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہیئے اور دنیا میں جس شخص کو نقصان بے جا پہنچایا ہو۔ اس کو راضی کرنا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں سچی توبہ کرنی چاہیئے توبہ سے یہ مطلب نہیں کہ انسان جنتر منتر کی طرح کچھ الفاظ منہ سے بولتا رہے۔ بلکہ سچے دل سے اقرار ہونا چاہیئے کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا اور اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے تو خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ ستار ہے۔ بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے تمہیں ضرورت نہیں کہ مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کا اظہار کرو۔ ہاں خدا تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔“

(بدر 4/ اکتوبر 1904ء صفحہ 4)

مریضوں کے لئے ادویات کی فراہمی

”طبیب کیسا ہی حاذق اور عالم ہو، لیکن اگر ادویہ نہ ہوں تو وہ کیا کرسکتا ہے۔ بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھ دے گا لیکن بازار سے وہ دوا نہ ملے، تو کیا کرے گا۔ کس قدر فضل ہے کہ ایک طرف علم دیا ہے اور دوسری طرف نباتات، جمادات، حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں اور ان میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں جو ہر زمانہ میں ناا ندیشہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی اور نہ جس کے خواص محدود ہوں۔ یہاں تک کہ پسو اور جوں تک بھی غیر مفید نہیں۔ لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو تو بعض وقت جوں کو احلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان ان اشیاء کی مدد سے کہاں تک فائدہ اٹھاتا ہے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے؟“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 314)

وبائی امراض کا الہامی علاج

فرمایا: ”مجھے الہام ہوا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا۔ اس کا علاج خدا تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ان ناموں کا ورد کیا جاوے یَا حَفِیْظُ۔ یَا عَزِیْزُ۔ یَا رَفِیْقُ۔ رفیق خدا تعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسماء باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا۔“

(البدر 18/ ستمبر 1903ء ملفوظات جلد سوم صفحہ 426)

کوئی بیماری لاعلاج نہیں

”ایک بیمار حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا اور اس نے دعا کے واسطے عرض کی اور اپنی حالت پر مایوسی کا اظہار کیا۔

حضرت نے فرمایا:

”میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے۔

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں۔ ان کو مرض ذیابیطس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوفناک شکل میں نمودار ہوا اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ ڈاکٹروں نے نہایت گہرا چیرہ دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہو گئی یہاں تک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔ تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک روز اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا۔“

آثار زندگی

”اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت روبصحت ہے۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 59)

بیمار اپنا علاج کرائے

”بیمار کو چاہیئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ اگر بیمار اپنا علاج نہ کرے اور چند قصے سننے لگے تو اس سے وہ اچھا نہ ہو جائے گا۔ ایک شخص جو اپنی خراب صحت کے سبب دو چار روز میں مرنے والا ہے اگر وہ کہے کہ میں امریکہ کی سیر کے واسطے جاتا ہوں تا کہ دنیا کے عجائبات دیکھوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔ اس کو تو چاہیئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ جب تندرست ہو جائے تو پھر سیر بھی کر سکتا ہے۔ حالت بیماری میں تو سیر و سیاحت اور بھی نقصان رساں ہو گی۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 105)

علاج اور توکل میں ہم آہنگی

علاج اور توکل میں ہرگز کوئی تضاد نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”پیغمبر خدا ﷺ خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 406)

کوئی مرض ناقابل علاج نہیں

”حدیث میں آیا ہے مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا وَلَہٗ دَوَاءٌ ایک مشہور ڈاکٹر کا ہمیں قول یاد ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی مرض بھی ناقابل علاج نہیں ہے بلکہ یہ ہماری سمجھ اور عقل و علم کا نقص ہے کہ ہمارے علم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرض کے واسطے بعض ایسے ایسے اسباب پیدا کئے ہوں جن سے وہ شخص جس کو ہم ناقابل علاج یقینی خیال کرتے ہیں قابل علاج اور صحت یاب ہو کر تندرست ہو جاوے پس قطعی حکم ہرگز نہ لگانا چاہیئے بلکہ اگر رائے ظاہر بھی کرنی ہو تو یوں کہہ دو کہ ہمیں ایسا شک پڑتا ہے مگر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسے سامان پیدا کر دے کہ جن سے یہ روک اٹھ جاوے اور بیمار اچھا ہو جاوے۔ دعا ایک ایسا ہتھیار خدا تعالیٰ نے بنایا ہے کہ انہونے کام بھی جن کو انسان ناممکن خیال کرتا ہے ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے لیے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔“ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 500)

ہر مرض کا علاج

”یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو۔ اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102)

بعثتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مردہ روحوں کو پھر زندگانی ملی
ظلمتِ شب کو صبح سہانی ملی

بند کلیوں کو اذنِ تکلّم ملا
خار و خس کو بیاں کی روانی ملی

ہر نظر میں چمکنے لگیں بجلیاں
دل کو اک لذتِ آسمانی ملی

دہر میں ہر طرف اک نیا شور ہے
ہر لبِ شوق کو اک کہانی ملی

کھل گیا ہر فریب خرد کا بھرم
اور جنوں کو تری راز دانی ملی

اہل باطل ہوئے سر نگوں ہر طرف
اہل حق کو مگر کامرانی ملی

تھے جو ساحل پہ بھی موت کی گود میں
ان کو منجھدار میں زندگانی ملی

پھر اٹھی ہے نظر سوئے طور و حرم
آنکھ کو وسعتِ لا مکانی ملی

آج دیوار و در بھی منور ہوئے
ان کو بھی آج تیری نشانی ملی

تیرے آنے سے اک انقلاب آ گیا
دین و دنیا پہ رنگ شباب آ گیا

(نور محمد نسیم سیفی)

علاج کی پانچ صورتیں

”علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے۔...دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہیئے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 280)

لاعلاج امراض کا علاج

”جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں۔ ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 256)

علاج بذریعہ الہام

”طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔ اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے لیکن یاد رکھو کہ موثر حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہیئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت خدا تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلا دیتا ہے اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتادیتا

ہے۔یہ اس کا فضل ہے۔‘‘(ملفوظات جلد 5 صفحہ 53)

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ کا وسیع مفہوم

’’ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے۔لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ۔افسوس !لوگ آپؐ کے اس مبارک قول کی قدر نہیں کرتے اور اس کو صرف ظاہری امراض تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔یہ کس قدر نادانی اور غلطی ہے۔جس حال میں ایک فانی جسم کے لیے اس کی اصلاح اور بھلائی کے کل سامان موجود ہیں،تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ انسان کی روحانی امراض کا مداوا اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ بھی نہ ہو؟ہے!اور ضرور ہے!!‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 86)

علاج اور انسانی علم

’’بعض دنیادار فلسفی اور ڈاکٹر حضرات اپنے علم کو یقینی اور قطعی سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ انسان خواہ کس قدر بھی ترقی کر جائے اس کا علم ایک دائرے تک ہے اور بہت زیادہ معاملات ایسے ہیں جس کے بارے میں اسے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔‘‘

حضورؑ فرماتے ہیں:

’’بہت سے امراض اس قسم کے ہیں جن کی ماہیت ڈاکٹروں کو بخوبی معلوم نہیں ہوسکتی ۔مثلاً طاعون یا ہیضہ ایسے امراض ہیں کہ ڈاکٹر کو اگر پلیگ ڈیوٹی پر مقرر کیا جاوے تو اُسے خود ہی دَست لگ جاتے ہیں۔انسان جہاں تک ممکن ہو علم پڑھے اور فلسفہ کی تحقیقات میں محو ہو جاوے لیکن بالآخر اُس کو معلوم ہو گا کہ اُس نے کچھ ہی نہیں کیا۔حدیث میں آیا ہے کہ جیسے سمندر کے کنارے ایک چڑیا پانی کی چونچ بھرتی ہو۔اس طرح خدا تعالیٰ کے کلام اور فعل کے معارف اور اسرار سے حصہ ملتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 58)

دوا اور غذا کی تاثیرات

’’اللہ تعالیٰ علمی سلسلہ کو ضائع کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس نے آدم کی پیدائش کے وقت ان ستاروں کی تاثیرات سے بھی کام لیا ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اور یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں۔جیسا کہ آیت وَزَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَ حِفۡظًا سے،یعنی حِفۡظًا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔یعنی نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے اسی قسم کا دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا کو ہوتا ہے جس کو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں۔یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کرسکتیں۔ان کی تاثیرات خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔پس واقعی اور صحیح امر یہی ہے کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے۔لہٰذا اس انسان سے زیادہ تر کوئی دنیا میں جاہل نہیں کہ جو بنفشہ اور نیلوفر اور تربد اور سقمونیا اور خیار شنبر کی تاثیرات کا تو قائل ہے مگر ان ستاروں کی تاثیرات کا منکر ہے جو قدرت کے ہاتھ کے اول درجہ پر تجلی گاہ اور مظہر العجائب ہیں۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ،روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 282 حاشیہ)

دوا کے استعمال میں بے احتیاطی نہیں کرنی چاہئے

غریب ممالک میں عام طور پر دواؤں کا استعمال بلا سوچے سمجھے اور بے احتیاطی سے کیا جاتا ہے۔کسی ایک مریض کے لیے ڈاکٹر نے جو دوا دی وہ گھر میں پڑی رہتی ہے اور کسی دوسرے مریض کو بغیر مناسب غور وفکر کے استعمال کروا دی جاتی ہے۔دوا کے استعمال میں یہ بے احتیاطی مناسب نہیں ہے اور اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔دوا ہمیشہ معالج کے مشورے کے بعد استعمال کرنی چاہیے اور دوا کی خوراک کا بھی پورے طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’علم طبابت ظنی ہے کسی کو کوئی دوا پسند کسی کو کوئی۔ایک دوا ایک شخص کے لئے مضر ہوتی ہے دوسرے کے لئے وہی دوا نافع۔ دوائیوں کا راز اور شفا دینا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو یہ علم نہیں کل ایک دوائی مَیں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا ’’خطرناک‘‘ دوائیں اندازہ کرنے پر مطمئن نہیں ہونا چاہئے بلکہ ضرورتوں کو لینا چاہئے۔‘‘(ملفوظات جلد 5 صفحہ 437)

☆...☆...☆

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ اور فارسی زبان......از صفحہ نمبر 78

از صفحہ نمبر 78

صاحب رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ

’’حضرت اقدس علیہ السلام جب جہلم تشریف لے گئے تو راستے میں میرے تایا میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر واقعہ لاہور پر ایک رات ٹھہرے تھے۔اس رات حضور نے بزبان فارسی ایک گھنٹہ تقریر فرمائی تھی جو کہ دو معزز پٹھانوں کو تبلیغ کے لئے کی گئی تھی اور وہ شہر سے حضور کو ملنے کے لئے آئے تھے۔‘‘

(رجسٹر روایات، رجسٹر نمبر 9 (غیر مطبوعہ)روایت از حضرت میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ صفحہ 142)

ایران سے ایک بزرگ کا قادیان آنا

جس طرح افغانستان سے حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ اپنے کشف و الہام کی بنا پر قادیان آئے اسی طرح ایران سے بھی بعض لوگ الہام یا کشف کی بنا پر قادیان پہنچے۔بطور نمونہ ایک مثال پیش ہے۔

حضرت مولوی عبد العزیز صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

’’ایک بیّن نشان جو اغلباً اخبار بدر و الحکم میں شائع ہو چکا ہے اور ایک صاحب ایران کے رہنے والے جو خدا رسیدہ اور ملہم انسان تھے۔ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ’’مقصود تو از قادیان حاصل می شود‘‘ اور کئی دفعہ ہوا۔غرض اسی تلاش میں وہ صاحب پشاور پہنچے اور پشاور سے قادیان شریف تشریف لائے۔ جس روز وہ صاحب قادیان میں تشریف لائے تھے اسی روز مولوی صاحب بھی دار الامان میں موجود تھے اور یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ وہ صاحب بڑے بازار میں بزبان فارسی عوام الناس سے پوچھ رہے تھے کہ مرزا صاحب کجا است؟ مسیح موعود کجا است؟عوام آپ کی زبان کو نہ سمجھنے کی وجہ سے جواب نہیں دے سکتے تھے۔ اُدھر حضرت مسیح موعودؑ سیر کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے اور احباب منتظرین آپ کے ساتھ چل دیئے۔جب حضور چند قدم باہر کو تشریف لے گئے تو خدا کی طرف سے آپ کو الہام ہوا کہ ’’آپ کی تلاش میں ایک شخص بازار میں پھر رہا ہے اور آپ باہر جا رہے ہیں۔‘‘حضور پیچھے کو لوٹ پڑے اور فرمایا: حکم ہوا کہ بازار کو چلو۔ چنانچہ بازار کی طرف چلے اور احباب بھی حضور کے ساتھ روانہ ہوئے۔مولوی صاحب بھی ان میں شامل تھے۔ جب بڑے بازار میں چوک کے پاس پہنچے تو وہ صاحب مل گئے اور معلوم کر کے حضور کے گلے سے چمٹ گئے۔حضور کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے اور وہ صاحب بھی رونے لگے اور جملہ احباب حاضرین کی چیخیں نکل گئیں۔ جب آنسو تھم گئے تو اس صاحب نے اپنی آمد کا سب ماجرا بیان کیا اور یہ عظیم الشان نشان دیکھ کر سب کے ایمان میں رونق پیدا ہوئی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔‘‘

(رجسٹر روایات، رجسٹر نمبر 4(غیر مطبوعہ)روایت از حضرت مولوی عبد العزیز صاحب رضی اللہ عنہ صفحہ 15،16)

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے مہدی و مسیح کے متعلق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ

’’لوکان الایمان معلقا بالثریالناله رجل من هؤلاء‘‘(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ الجمعہ)

جب ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو ان لوگوں میں سے ایک آدمی یا کئی آدمی اس کو زمین پر واپس لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو فارسی الاصل ہیں ایمان کو آسمان سے واپس لانے کی بنیاد ڈال دی ہے اور آپ کے بعد یہ مشن آپ کے خلفاء آگے بڑھا رہے ہیں۔ لہٰذا اب ایمان انہی فارسی الاصل افراد کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء سے دور ہو گا وہ درحقیقت ایمان سے دور ہو گا۔

فارسی الاصل افراد نے اسلام کی ترقی کے پہلے ہزار سال میں جس طرح نمایاں خدمات بجالانے کی توفیق حاصل کی اسی طرح دَورِ آخرین میں بھی ان کا ایک خاص کردار ہے۔

اللہ کرے کہ اہل فارس بحیثیت قوم اپنے مقام کو سمجھیں اور امام وقت کے ساتھ جڑ کر ان سعادتوں کو پائیں جو امام وقت کے دامن سے وابستہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طرح اپنے کلام کے ساتھ اردو زبان کو ایک زندہ و جاوید زبان بنا دیا ہے اسی طرح آپ کے فارسی کلام کی وجہ سے فارسی بھی ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے اور آپ کے کلام کی برکت سے فارسی بھی زندہ رہے گی اور آئندہ فارسی بولنے والی قومیں جب حق کو پہچان کر آپ پر ایمان لائیں گی تو ان میں سے عاشقان زار کی کوشش ہو گی کہ وہ اس کلام پر مختلف زاویوں سے تحقیق کر کے اس کی چھپی ہوئی خوبیاں دنیا کے سامنے پیش کریں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اقدس علیہ السلام کے کلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

☆...☆...☆

بقیہ: حضورؑ کے اردو زبان پر احسانات......از صفحہ نمبر 65

از صفحہ نمبر 65

ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا... **اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں...اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری** ہو جاتی ہے اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔‘‘

(اخبار ’’کرزن گزٹ‘‘ دہلی یکم جون 1908ء)

آپ کی جماعت کی مذہبی زبان

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبان عربی تھی اور عربی ہی میں آپ نے پیغام الٰہی اپنی قوم کو پہنچایا۔ آج اگرچہ قرآن و حدیث کے تراجم دنیا کی بہت سی زبانوں میں ملتے ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جیسے جیسے اسلام کا پیغام دیگر اقوام تک پہنچا اور انہوں نے اسے قبول کیا ویسے ویسے دیگر اقوام بھی عربی زبان سیکھتی گئیں اور آج تقریباً ساری قوموں میں مسلمان صرف اس لیے عربی زبان سیکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کلام کو خود سمجھ سکیں۔ اسی طرح آج خلافت کے زیر سایہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام، جو کہ دراصل اسلام ہی کا صحیح پیغام اور اس کی تشریح ہے، دنیا کی تمام قوموں تک پہنچ رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے اور ہوتا جائے گا، انشاء اللہ۔ آج افریقہ، انڈونیشیا، ملائشیا، عرب ممالک، یہاں تک کہ بعض انگریز اور دیگر اقوام کے لوگ بھی صرف اس لیے اُردو زبان سیکھ رہے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام کا کلام سمجھ اور پڑھ سکیں اور ان معارف سے اپنے سینے منور کر سکیں۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

’’میں سمجھتا ہوں ایک اور چیز بھی ہے جو ہمیں بھولنی نہیں چاہیے اور وہ یہ ہے کہ بیرون ممالک میں جو لوگ احمدی ہوں گے وہ اردو زبان بھی سیکھیں گے۔اس لیے اشاعت احمدیت سے اردو زبان کو بھی بہت زیادہ تقویت پہنچے گی۔ انڈونیشیا میں ہمارا مشن قائم ہے۔ وہاں جو لوگ احمدی ہوئے ان میں سے بعض نے اردو زبان سیکھی اور پھر بعض نے اپنے بچوں کو قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھی بھیجا۔مشرقی افریقہ میں اردو جاننے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو احمدی ہیں۔بعض لوگ ایسے تھے جو اردو زبان کے بہت ہی مخالف تھے۔ ایک دوست ابو الہاشم صاحب تھے، انہیں احمدی ہونے سے قبل صرف احمدیت سے ہی نفرت نہیں تھی بلکہ وہ اردو زبان کو بھی سننا نہیں چاہتے تھے۔ وہ جب احمدی ہوئے تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کے لیے بڑھاپے میں اردو زبان سیکھی اور پھر اپنے بچوں کو بھی سکھائی۔ اسی طرح عرب ممالک سے بھی بعض دوست آئے ہیں اور انہوں نے اردو زبان سیکھی۔ مسٹر بشیر احمد آرچرڈ انگلینڈ سے آئے اور انھوں نے اردو زبان سیکھی اور مسٹر کنزے جرمنی سے آئے ہیں، وہ بھی اردو سیکھیں گے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ احمدیت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اردو زبان پھیلتی جائے گی۔ یہ لوگ جب واپس جائیں گے اور چونکہ ان میں دوسری زبان سیکھنے کا بہت شوق ہے اس لیے یہ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی اردو سکھائیں گے اور یہ چیز اردو زبان کی ترقی کا موجب ہو گی۔

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 70 تا 71)

☆...☆...☆

حاصل مطالعہ

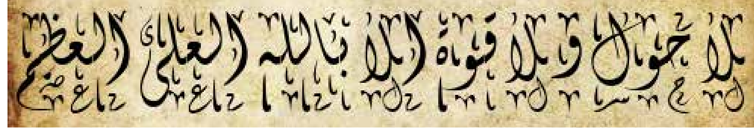
طاعون کا روحانی علاج

’’...میں نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ پھر آپ سے بچنے کی کیا صورت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ جو شخص لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے اُسے ہم کچھ نہ کہیں‘‘

حضرت مولانا غلام صاحب راجیکیؓ تحریر فرماتے ہیں:

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جبکہ میں شہر گجرات میں مقیم تھا طاعون نے شدید حملہ کیا اور جس محلّہ میں ہماری رہائش تھی اس میں سے ہر روز نو نو دس دس میّتیں نکلنی شروع ہو گئیں۔ ہمارا امکان چونکہ دو منزلہ تھا اس لئے اوپر کی منزل میں مَیں اور مولوی الٰہی بخش صاحب تاجر کتب رضی اللہ عنہ رہتے تھے اور نیچے کی منزل میں مولوی صاحب کے گھر والوں کی رہائش تھی۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اوپر کی منزل میں طاعون کے جراثیموں کے انبار لگے ہوئے ہیں جو شکل میں بال کی طرح سیاہ اور کسی قدر لمبے ہیں میرے خوفزدہ ہونے پر ان جراثیم نے مجھے کہا جو شخص استغفار پڑھے ہم اسے کچھ نہیں کہتے۔ چنانچہ جب میں نے استغفار پڑھنا شروع کیا تو وہ کہنے لگے دیکھا اب ہم کچھ نہیں کہتے۔ اس کے بعد جب میں بیدار ہوا تو صبح کے وقت تمام احمدی دوستوں کو یہ رؤیا سنائی اور استغفار پڑھنے کی تلقین کی۔ خدا کا فضل ہے کہ اس دعا کی برکت سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشان کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے شہر گجرات کی تمام جماعت احمدیہ کو اس عذاب شدید سے کلّی طور پر محفوظ رکھا۔ الحمد لِلّٰہ علیٰ ذالك

...... گجرات شہر کے قیام کے بعد ایک دفعہ ضلع گوجرانوالہ میں جبکہ میں اپنے سسرال موضع پیر کوٹ میں تھا میری بیوی کے بھائی میاں عبداللہ خان صاحب کو ایک طاعون والے گاؤں میں سے گزرنے سے طاعون ہو گئی۔ جب غیر احمدی لوگوں کو معلوم ہوا تو کہنے لگے مرزائی تو کہا کرتے ہیں کہ طاعون کا عذاب مرزا صاحب کی مخالفت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اب بتائیں کہ پہلے ان کے ہی گھر میں طاعون کیوں پھوٹ پڑی۔ مَیں نے جب ان کی ہنسی اور تمسخر کو دیکھا اور شماتت اعداء کا خیال کیا تو بہت دعا کی۔ چنانچہ رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے مکان کے صحن میں طاعون کے جراثیم بھرے پڑے ہیں مگر ان کی شکل گجرات والے جراثیم سے مختلف ہے یعنی ان کا رنگ بھورا اور شکل دو نقطوں کی طرح ہے۔ اس وقت مجھے گجرات والے جراثیم کی بات یاد آ گئی کہ جو شخص استغفار کرے ہم اسے کچھ نہیں کہتے چنانچہ میں نے ان کے سامنے بھی استغفار پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر یہ جراثیم مجھے کہنے لگے کہ ہماری قسم



بہت سخت ہے اس لئے ہم سے استغفار کرنے والے بھی نہیں بچ سکتے۔ تب میں نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ پھر آپ سے بچنے کی کیا صورت ہے تو انہوں نے کہا ہمیں حکم ہے کہ جو شخص لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے اُسے ہم کچھ نہ کہیں۔ اس خواب سے بیدار ہو کر صبح میں نے تمام رشتہ داروں اور دیگر احمدیوں کو یہ خواب سنایا اور لاحول پڑھنے کی تلقین کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے میاں عبداللہ خان صاحب کو بھی شفا دی اور دوسرے احمدیوں کو بھی محفوظ رکھا مگر غیر احمدیوں میں کثیر التعداد لوگ اس عذاب کا شکار ہو گئے۔

لگان کی وصولی

انہی دنوں میں نے پیر کوٹ میں ایام طاعون کی تباہی کے جوش کی حالت میں یہ بھی خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ تحصیلدار کے لباس میں آیا ہے اور مجھ سے بھی آ کر ملا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم گاؤں سے لگان وصول کر رہے ہیں۔ پھر ایک فرشتہ عورت کی شکل میں آیا اور مجھ سے ملا اس کا نام دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میرا نام ’’سکینہ‘‘ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے واقعی هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ (الفتح: 5) کے مطابق ہمیں تو سکون واطمینان بخشا مگر گاؤں کے لوگوں سے پے در پے موت کے حملوں کے ذریعے خوب لگان وصول کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لاحول کی دوسری خاصیت

ایک مرتبہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ جس وقت کتا حملہ کرے تو اس وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا پڑھنا نہایت سریع التاثیر ہے چنانچہ میں نے اس کا کئی مرتبہ تجربہ کیا ہے اور فائدہ اٹھایا ہے۔

(حیات قدسی صفحہ 98 تا 100)

(مرسلہ: عبد الحفیظ شاہد۔ مربی سلسلہ لندن)

☆...☆...☆

بقیہ: اسلامی اصول کی فلاسفی......از صفحہ نمبر 72

خدمت خلق کے میدان میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپؓ سیاسی اثر و رسوخ کے حامل تھے اور تقسیم ہند کے وقت پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رُکن تھے۔ آپ ایک بار دلّی میں مسز سروجنی نائیڈو سے ملنے گئے جو کانگریس کی صف اوّل کی لیڈر تھیں۔ وہ ہندوستان کی آزادی کے وقت صوبے کی گورنر بھی رہیں، انگریزی کی بہت اچھی شاعرہ تھیں اور ’’بلبل ہند‘‘ کے لقب سے معروف تھیں۔

حضرت چوہدری صاحبؓ تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ موصوفہ سے میں نے کہا کہ آپ کرشن اوّل کو تو مانتی ہیں کرشن ثانی کو کیوں نہیں مانتیں؟ مسز نائیڈو نے اپنے نوکر کو آواز دے کر کہا میرے سرہانے کے نیچے جو کتاب ہے وہ اٹھا لاؤ۔ نوکر کتاب لے کر آیا اور مسز نائیڈو کی طرف بڑھائی۔ انہوں نے کہا یہ چوہدری صاحب کو دو۔ چودھری صاحبؓ نے اسے کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا انگریزی ترجمہ ہے۔ آپؓ کے چہرے پر حیرت اور خوشی کی لہر دیکھ کر مسز نائیڈو نے کہا: کیا آپ اب بھی کہتے ہیں کہ مَیں کرشن ثانی کو نہیں مانتی؟

اسی طرح کا ایک ایمان افروز واقعہ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی رضی اللہ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے جن کی دعوت الی اللہ کے میدان میں گرانقدر خدمات کی کسی قدر تفصیل ’’اصحاب احمد‘‘ جلد سوم میں موجود ہے۔ آپؓ کو تبلیغ کا ایسا جنون تھا کہ کسی مخالفت کی کبھی پروا نہیں کرتے تھے حتّٰی کہ فوج میں ملازمت کے دوران بھی ادارے کے قواعد کی پابندی کرتے ہوئے، ہر ممکن طریق پر دعوت الی اللہ کا فرض ادا کیا کرتے تھے۔

آپؓ تحریر فرماتے ہیں کہ دسمبر 1914ء میں مجھے اپنی کور کے ہمراہ بنّوں اور میراں شاہ وغیرہ جانا پڑا۔ میں نے کمانڈنگ افسر میجر وارڈل کو ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا انگریزی ترجمہ دیا تو بعد مطالعہ انہوں نے کہا کہ یہ کتاب بہت عمدہ تالیف ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ تم اس کا اردو ترجمہ کر دو تا کہ اپنی یونٹ کے عہدیداروں میں مَیں اس کی نقول تقسیم کروں۔ جب مَیں نے بتایا کہ اصل کتاب اردو میں ہی ہے تو انہوں نے اس کی سینتیس جلدیں سرکاری خرچ پر منگوائیں۔ باوجودیکہ میں نے اُن سے کہا کہ اس کتاب کی فوجی یونٹ میں تقسیم سے فتنہ پیدا ہونے کا احتمال ہے کیونکہ غیر احمدی شکایت کریں گے کہ یہ احمدی بابو ان لوگوں کا مذہب تبدیل کرانا چاہتا ہے، لیکن افسر موصوف نے کہا کہ ہم اس مخالفت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ مَیں نے کہا کہ آپ برطانوی افسر ہیں، آپ کو تو کوئی نہیں پوچھے گا لیکن ساری بلا میرے گلے آ پڑے گی۔ مگر وہ نہیں مانے اور کہا کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ یونٹ میں تقسیم کرنے کے لیے کتابیں منگواؤ۔

خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھیے کہ جب کتابیں قادیان سے آ گئیں تو اسی اثناء میں میجر رسالدار راجہ راج ولی خان کو غیر احمدیوں نے یہ شکایت کی کہ بابو فضل احمد کافر ہے اور ہمارا مذہب خراب کر رہا ہے، ہم اس کے ساتھ کام نہیں کر سکتے، اس لیے آپ ہمارا نمائندہ بن کر میجر وارڈن کے پاس جائیں۔ لیکن راجہ ولی خان موصوف پہلے میرے پاس آئے اور ہنس کر کہنے لگے کہ اگر مَیں یہ رپورٹ صاحب تک پہنچاؤں تو ڈر ہے مبادا بے عزتی ہو کیونکہ میجر وارڈن آپ کے ہاتھ پر ہیں اور آپ جو کہیں گے وہ اسے ہی درست سمجھیں گے۔ آپ بتلائیں کہ آپ اس شکایت کا کیا جواب دیتے ہیں؟ مَیں نے کہا کہ میں میجر وارڈن کو یہ کہوں گا کہ صاحب! قرآن کریم تو عیسائیوں کو پکّا کافر کہتا ہے۔ پس جب آپ بڑے کافر ہوئے اور آپ کے ساتھ اِن لوگوں کا گزارہ ہو سکتا ہے تو میرے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتا حالانکہ بقول اِن کے مَیں چھوٹا کافر ہوں۔ رسالدار صاحب سمجھ گئے اور وہ اُن لوگوں کو کہنے ہی والے تھے کہ شکایت نہ کرنا کہ اتنے میں سامنے سے افسر موصوف (میجر وارڈن) آ گئے۔ رسالدار نے فوراً فال ان (Fall In) کرا دیا۔ پھر میجر وارڈن نے قادیان سے آیا ہوا پیکٹ منگوایا اور ہر ایک کو ایک ایک نسخہ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا دیا اور ہر ایک نے شکریہ ادا کرتے ہوئے سیلوٹ کر کے کتاب لے لی۔ اس کے بعد انہوں نے اس کتاب کی بہت تعریف کی اور اسے پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ میری میم صاحب تو اس کتاب کی عاشق ہے۔

حضرت شیخ صاحبؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ چند روز بعد میجر وارڈن کا تبادلہ ہو گیا تو ہم اُنہیں الوداع کہنے بنوں ریلوے سٹیشن پر گئے۔ اُن کی اہلیہ نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں آپ کی اس کتاب کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں، مَیں اس سے علیحدگی پسند نہیں کرتی۔ پھر کتاب ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کی بہت تعریف کی۔ اس افسر (مسٹر وارڈن) کا یہ بھی کہنا تھا کہ میرے دل پر اس کتاب کا ایسا اثر ہوتا ہے جیسے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پانی کے گرنے سے ٹھس ٹھس کی آواز آتی ہے، ایسا ہی میرے دل کے شعلے اس سے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

قارئین محترم! اس شاندار کتاب کے تعارفی کلمات کے علاوہ چند مثالیں پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تائید کے ساتھ سلطان القلم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے جو مضمون رقم کروایا تھا اور جس نے گزشتہ سوا سو سال میں ہر قوم کے نیک طبع قلوب اور پاکیزہ اذہان میں اسلام کی حقّانیت کا بیج بویا ہے اور اہلِ ایمان میں تعلق باللہ کے پودے کی آبیاری کی ہے، اس مضمون کی ہر ممکن اشاعت کرنا ہم میں سے ہر احمدی کا فرض ہے کیونکہ یہ وہ الٰہی تائید یافتہ کلام ہے جو سوا سو سال پہلے بھی غالب تھا، آج بھی ہے اور قیامت تک ادیانِ عالَم پر دینِ اسلام کی صداقت اور قرآن کریم کی برتری کی مُہر ثبت کرتا چلا جائے گا۔ اور بلاشبہ اِس زمانہ میں یہ بھی اُن تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے مسیح محمدیؑ نے اپنے غلاموں کے ہاتھوں میں دے کر یہ اعلان فرمایا تھا: ’’اَللّٰہُ اَکْبَر۔ خَرِبَتْ خَیْبَر‘‘۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق اور اپنے فہم و استعداد کے مطابق اس روحانی مائدہ سے لُطف اٹھاتا ہے۔ ہم میں سے بعض دوست جب اس کا پہلی بار مطالعہ کریں گے تو اُنہیں یقیناً خیال آئے گا کہ ابھی تک وہ کیوں اس شاندار مضمون کے مطالعہ سے محروم رہے ہیں! ممکن ہے قارئینِ الفضل کے زیر اثر بعض ایسے احمدی بھی ہوں جنہیں ابھی تک اس عظیم الشان تصنیف کے مطالعہ کا موقع نہ ملا ہو۔ اُنہیں یہ باور کروانا چاہیے کہ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا مطالعہ ہر اُس شخص کے لیے فائدہ مند ہے جو اخلاقی اور روحانی ترقیات کا خواہشمند ہے اور دنیا و آخرت میں اپنے خالق و مالک سے زندہ تعلق پیدا کرنے کا شوق رکھتا ہے نیز اپنی قوّتوں اور استعدادوں کو خدا تعالیٰ کی کامل رضا کے تابع رکھ کر ان سے استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اپنے ماحول میں تعلیم و تربیت اور دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ادا کرنے میں بھی یہ کتاب نہایت ممد ہے۔

★...★...★

بقیہ: صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب احمدؑ......از صفحہ نمبر 82

تھلوی نے پنشن پانے کے بعد اپنی ملازمت کا محاسبہ کیا ...وہ سرکاری سٹیشنری میں سے غریب طلباء یا بعض احباب کو وقتاً فوقتاً کوئی کاغذ، قلم اور دوات یا پنسل مانگنے پر دے دیا کرتے تھے۔انہوں نے محسوس کیا کہ انہیں ایسا کرنے کا دراصل حق نہیں تھا۔ اعلیٰ ایمانداری کا تقاضا یہی تھا۔ پس آپ نے کپور تھلہ کے وزیراعظم کو لکھا کہ میں نے اس طریق پر بعض دفعہ سٹیشنری صَرف کی ہے،آپ صدر ریاست ہونے کی وجہ سے مجھے معاف کردیں تا کہ مَیں خدا تعالیٰ کے روبرو جوابدہی سے بچ جاؤں۔ ظاہر ہے کہ صدر ریاست نے اس سے درگزر کیا۔(ماخوذ ازاصحاب احمد جلد 4 صفحہ 22)

آپؓ کے ایک رفیق حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ اپنے خاتمہ بالخیر کی یہ دعا کیا کرتے تھے:

رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ۔(المائدۃ:84تا85)(مناجات ولی اللہ صفحہ 194)

اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے پس ہمیں گواہی دینے والوں میں تحریر کرلے۔اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ اور اُس حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا جبکہ ہم یہ طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں کے زُمرہ میں داخل کرے گا۔

حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ آف کریام بیان کرتے ہیں کہ

’’ایک احمدی اور ایک غیر احمدی نمبردار گاؤں کو جارہے تھے۔احمدی نے راستے میں چنے کی ایک ٹہنی توڑ کر منہ میں چنا ڈالا۔ پھر معاً یہ خیال آنے پر تھوک دیا اور توبہ توبہ پکارنے لگا کہ پرایا مال منہ میں کیوں ڈال لیا۔اس کے اس فعل سے نمبردار مذکور پر بہت اثر ہوا۔وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ احمدی احمدیت سے پہلے ایک مشہور مقدمے باز، جھوٹی گواہیاں دینے والا، رشوت خور تھا۔بیعت کے بعد اس کے اندر اتنی جلدی تبدیلی دیکھ کر کہ وہ پابند نماز، قرآن کی تلاوت کرنے والا اور جھوٹ سے مجتنب رہنے والا بن گیا ہے، نمبردار مذکور نے بیعت کرلی اور اس کے خاندان کے لوگ بھی احمدی ہو گئے۔‘‘

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 85)

8۔نرم دلی میں مشابہت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے ’’رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ‘‘ (الفتح:30) کہ وہ آپس میں محبت کا سلوک کرنے والے اور نرم دل ہیں۔ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی بات پر تکرار ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ بھی چلے آئے۔حضرت عمرؓ عرض کرتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زیادتی میری تھی اور حضرت ابوبکرؓ کہتے کہ نہیں مجھ سے زیادتی ہوئی۔

(بخاری کتاب المناقب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذ خلیلا)

حضرت ابوبکرؓ کی نرم دلی تو بہت مشہور تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری میں جب حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا تھا کہ وہ اتنے رقیق القلب ہیں کہ رقت کی وجہ سے اپنی آواز صحابہ تک نہیں پہنچا سکیں گے۔

(بخاری کتاب الاذان بَابٌ: أَهْلُ العِلْمِ وَالفَضْلِ أَحَقُّ بِالإِمَامَةِ)

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ قحط پڑا۔آپ کا دل اپنی رعایا کے لیے ایسا نرم تھا کہ دور دراز سے اشیاء منگوا کر لوگوں میں تقسیم کروائیں اور خود مرغوب غذاؤں کا استعمال ترک کر دیا اور گھی مہنگا ہوگیا تو اس کی بجائے تیل کا استعمال کرنے لگے جس سے پیٹ میں تکلیف ہوتی تھی اور آپ نے فرمایا کہ اس وقت تک گھی نہ کھاؤں گا جب تک سب لوگ نہ کھانے لگ جائیں۔

(طبقات ابن سعد جزء3 صفحہ 312)

دور آخرین کے اصحاب احمد میں بھی باہمی رافت و رحمت کے یہ نمونے خوب تھے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ میں سیرت صدیقی کا یہ وصف بھی نمایاں تھا کہ ناراضگی کی صورت میں صُلح میں پہل کرتے تھے اور ہمیشہ بغض وکینہ سے اپنا سینہ صاف رکھتے تھے۔

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ تعلیم الاسلام سکول کے ہیڈ ماسٹر اور حضرت میر صاحب ناظم تھے۔کسی معاملہ پر اختلاف ہوگیا مگر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے سمجھانے پر عرفانی صاحب نے میر صاحب سے معذرت کا ارادہ کرلیا۔اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ خود حضرت میر صاحب تشریف لائے اور بآواز بلند السلام علیکم کہہ کر عرفانی صاحب سے بغل گیر ہو کر صلح میں پہل کر دکھائی۔(حیات ناصر صفحہ 22)

ایک دفعہ حضرت میر صاحبؓ کی میاں الٰہ دین فلاسفر صاحب سے کسی بات پر تکرار ہوگئی اور فلاسفر صاحب پر کچھ زیادتی ہوگئی۔معاملہ حضرت مسیح موعودؑ تک پہنچا آپ نے فلاسفر صاحب کے حق میں فیصلہ کر دیا۔حضرت میر صاحب اور بعض دوسرے دوستوں نے فلاسفر صاحب سے معافی چاہی اور حضرت میر صاحب سب سے پہلے پہنچے اور انہوں نے معافی مانگنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا۔(حیات ناصر صفحہ 21)

ان کے صاحبزادے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ بھی بہت نرم دل تھے وہ یتیموں کی خبر گیری کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ایک دفعہ شدید بخار اور نقاہت تھی۔کارکن نے آکر کہا کہ کھانے کے لیے جنس کی کمی ہے اور کہیں سے انتظام نہیں ہو رہا۔ لڑکوں نے صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا ہوا۔آپؓ فوراً تانگے میں بیٹھ کر مخیر حضرات کے گھروں میں گئے اور جنس اکٹھی کی اور پھر ان بچوں کے کھانے کا انتظام ہوا۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 اکتوبر 2003ء)

9۔تقویٰ کے خوبصورت نظارے

خدا تعالیٰ کے مامور اپنے ماننے والوں کے دلوں میں اس کا خوف اور خشیت پیدا کرتے ہیں۔صحابہ رسولؐ نے اس پہلو سے بھی اپنے اندر ایک عجیب تبدیلی پیدا کی۔

حضرت ابوبکرؓ کا ایک غلام ان کے لیے کمائی کرکے کھانا لاتا تھا۔حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کچھ کھالیا تو غلام نے انہیں بتایا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت کی تھی یہ اس کا معاوضہ ہے سو یہ وہی کمائی ہے جس سے آپ نے کھایا ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے اپنی انگلی منہ میں ڈالی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔

(بخاری کتاب المناقب مناقب الانصار)

حضرت عمرؓ بہت تقویٰ شعار انسان تھے۔ایک دفعہ کسی باغ میں گئے۔اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: واہ عمر بن الخطاب! تو امیر المومنین ہوگیا ہے خدا کی قسم! اے خطاب کے بیٹے تمہیں تقویٰ اختیار کرنا ہوگا ورنہ اللہ تمہیں عذاب دے گا۔

حضرت خبابؓ کی آخری بیماری میں صحابہ ان کی عیادت کو گئے اور دیکھا کہ وہ اس بیماری سے جانبر نہ ہوسکیں گے تو کہا خباب آپ کو بشارت ہو کہ جلد یا بدیر اپنے بزرگ اصحاب رسول سے جاملو گے،اس پر وہ رونے لگے جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا میں موت کے ڈر سے نہیں رویا۔خدا کی قسم! تم نے میرے ساتھی ان بزرگ اصحاب رسول کا ذکر کر کے مجھے ان کا بھائی قرار دیا۔ان کا مقام اور مرتبہ تو بہت بلند تھا نا معلوم میں ان کا بھائی ہونے کا اہل بھی ہوں یا نہیں۔اور ہمیں اس دنیا میں جو اجر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔وہ لوگ تو پہلے گزر گئے اور انہوں نے یہ اجر اِس دنیا میں نہیں پایا۔یہ وہ خشیت اور تقویٰ ہے جو صحابہ رسول پر طاری ہوتا تھا۔(طبقات ابن سعد جزء3 صفحہ 166)

دور ثانی کے اصحاب احمدؑ کا بھی خشیت و تقویٰ میں یہی حال تھا۔

حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے تھے، آپ سٹیشن ماسٹر تعینات تھے۔جو قلی آپؓ کے گھر سے آپؓ کا کھانا لاتا تھا، آپؓ اس کا معاوضہ بھی ادا کرتے۔ایک مرتبہ آپؓ کی اہلیہ محترمہ ایک مرغی بذریعہ ٹرین لے آئیں۔آپؓ کھانے کے وقت گھر آئے تو مرغی کا سالن پکا تھا۔جب آپؓ کو علم ہوا کہ اہلیہ صاحبہ بلا ادائیگی کرایہ ریل مرغی لائی ہیں تو فوراً آپ نے اس کے کرایہ کی رسید کاٹ کر رقم ادا کر دی۔

(اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 43 تا 55)

حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ نائب تحصیلدار کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ کسی نے ہنس کر کہا:

بابا کبھی رشوت تو نہیں لی تھی؟ منشی صاحب پر ایک خاص قسم کی سنجیدگی جو جوش صداقت سے مغلوب تھی طاری ہوئی اور سائل کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مَیں نے جب تک نوکری کی اور جس طرح اپنے فرض کو ادا کیا ہے اور جس دیانت سے کیا ہے اور جو فیصلے کئے ہیں اور جس صداقت اور ایمانداری کے ساتھ کئے ہیں اور پھر جس طرح ہر قسم کی نجاستوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے سب باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان سب کو سامنے رکھ کر مَیں اپنے خدا سے دعا کروں تو ایک تیر انداز کا تیر خطا کرسکتا ہے لیکن میری وہ دعا ہرگز خطا نہیں کرسکتی۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 22/ستمبر 2003ء)

10۔ایمانی حکمت کے نمونے

خدا تعالیٰ کے رسول اپنے ماننے والوں کو احکام الٰہی کی حکمت اور فلسفہ اور ایسی دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں جس کے آگے دنیا کی عقلیں ہیچ ہیں۔صحابیٔ رسولؐ حضرت سعد بن ربیعؓ نے میدان احد میں بوقت شہادت یہ آخری پیغام بھجوایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کرنا اور میری اولاد اور قبیلہ کو کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی امانت ہیں جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اس امانت کی حفاظت کی۔اب یہ امانت تمہارے سپرد ہے اگر اس میں ذرا برابر بھی کوتاہی ہوئی تو قیامت کے دن تمہارا کوئی جواب قابل قبول نہ ہوگا۔

(مؤطا کتاب الجہاد، ابن سعد جلد 3 صفحہ 524،اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 377)

دورِ حاضر کے حضرت بھائی عبد الرحمان صاحب قادیانیؓ نے مرتے وقت اپنی اولاد کو ایسی ہی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’جب تک یہ الٰہی امانت ہمارے پاس رہی اور جہاں تک ہم سے ہوسکا ہم نے خدمت کی۔اب حکمت الٰہیہ کے مطابق یہ امانت آپ کے سپرد ہے۔اس کا حق ادا کرنا آپ لوگوں کے ذمہ ہے۔پس دیکھنا اسے اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھنا اور کسی قربانی سے دریغ نہ کرنا۔‘‘(اصحاب احمد جلد 9 صفحہ 422)

اسی طرح حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ آف قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ مَیں بڑی مشکل سے تمہیں حضرت مسیح موعودؑ کے در پر لے آیا ہوں اب میرے بعد اس دروازے کو کبھی نہ چھوڑنا۔

(اصحاب احمد، جلد 6 صفحہ 8 تا 9)

الغرض دونوں ادوار کے اصحاب کی باہمی مماثلت کے نمونے تو بے شمار ہیں مگر

دامان نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار

بہرحال اس دور آخرین میں اصحاب احمدؑ نے اخلاص و وفا میں صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر یہ ثابت کر دیا کہ

وہی مے ان کو ساقی نے پلادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ نے اپنی جماعت کو یہ دائمی وصیت فرمائی ہے کہ

’’تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔اطاعت ہو تو ویسی ہو۔باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء زیر آیت 59)

صحابہ رسولؐ سے اسی مناسبت پر ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر کی سیرت وسوانح پر خطبات جمعہ کا ایمان افروز سلسلہ شروع فرمایا ہوا ہے۔آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا مذکورہ بالا حوالہ پیش کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا:

’’...اگر جماعتی ترقی کو ہمیشہ قائم رکھنا ہے، خلافت کے نظام کے دائمی رہنے کے لیے کوشش کرنی ہے تو پھر جماعت کے اندر وہ نمونے بھی مستقل مزاجی سے قائم رکھنے پڑنے ہیں۔تبھی وہ ترقیات بھی ملیں گی جو پہلے ملتی رہی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25/مئی 2018ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/جون 2018ء صفحہ 9)

☆...☆...☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نایاب مکتوب

مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور

(مرسلہ: غلام مصباح بلوچ۔ استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا)

1890ء کی دہائی کے آغاز کی بات ہے کہ عبداللہ کوئلم صاحب آف لِورپول اور الیگزنڈر رسل ویب صاحب آف امریکہ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مسلمانانِ ہند میں یہ موضوع عام زیر بحث تھا اور اس حوالے سے مختلف تجاویز پیش کی جاتی تھیں کہ یورپ اور امریکہ میں کس طرح تبلیغ اسلام کی جائے۔

ایسے ماحول میں بریلی سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب محترم حاجی ریاض الدین احمد صاحب سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام بریلی نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس سے رہ نمائی کی درخواست کی اور آپؑ کو ہی یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لیے موزوں اور سب سے زیادہ مؤثر قرار دیتے ہوئے آپؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔

مکرم حاجی ریاض الدین احمد صاحب احمدی نہیں تھے لیکن اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ترقی کے خواہاں تھے اور اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس سلسلے میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں مختلف انجمنیں، کمیٹیاں اور مدرسے بھی قائم کیے اور دوسری مسلمان انجمنوں کے بھی معاون رہے۔ کراچی سے نکلنے والے ایک ہفتہ وار اخبار ”معاون مجمع محمدی“ کے بھی ایڈیٹر رہے۔ بہر حال حاجی صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ مکتوب اُن دنوں پیسہ اخبار لاہور کے شمارہ 7؍مارچ 1892ء میں ایک نوٹ کے ساتھ شائع کرایا جسے بعینہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

”مخدوم مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور دام الطافکم! تسلیم

انگلستان اور امریکہ میں اشاعت اسلام کی خبروں سے تمام مسلمانوں کو دلی مسرّت حاصل ہوئی ہے، کوئی صاحب لِورپول کی مسجد کی تعمیر کے واسطے چندہ جمع کر رہے ہیں، کوئی صاحب نومسلموں کے واسطے کتب مذہبی انگریزی زبان میں تالیف کر رہے ہیں۔ مجھ کو خیال آیا کہ اگر اشاعت اسلام کے متعلق جناب مخدومی و مکرمی مولوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے تحریک کی جاوے تو غالبًا کوئی مفید شکل نظر آئے گی، اس سبب سے میں نے نہایت ادب سے ایک نیاز نامہ خدمت میں مولانا موصوف کی بھیجا اور اس امر کی ترغیب دی کہ وہ اشاعت اسلام کے واسطے یورپ اور امریکہ کا سفر کریں اور اپنی خداداد لیاقت سے اسلام کی خوبیوں کو وہاں بیان کریں چنانچہ وہ خط پنجاب گزٹ سیالکوٹ میں شائع ہوگیا۔ افسوس ہے کہ ایڈیٹر صاحب سیالکوٹ نے بجائے اس امر کے کہ اُس مضمون کی تائید کریں میری اس عاجزانہ درخواست کو ”گستاخی“ اور ایسے ہی سخت الفاظ سے تعبیر کیا۔ میں مثل اُن کی اس امر کا اس وقت تک قائل نہیں ہوں کہ مرزا صاحب مثیل مسیح ہیں۔ تاہم میں اُن کو ہندوستان کے تمام عالموں میں ایک نہایت ہی کار آمد شخص سمجھتا ہوں اور اُن کی حمایت اسلام کی تعریف کرتا ہوں۔ اگر ایک مسئلہ حیات مسیحؑ میں اُن کی رائے دیگر علماء سے خلاف ہے تو اس وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتے۔ ناظرین نجم الاخبار کے ملاحظے کے واسطے مرزا صاحب موصوف کا جواب بھیجتا ہوں، اُمید ہے کہ اپنے معزز اخبار میں شائع کر کے ممنون احسان کیجیے گا۔

راقم کمترین ریاض الدین احمد
جنرل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام بریلی

حضرت اقدس علیہ السلام کا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
نحمدہٗ و نصلی

از عاجز عاید باللہ۔ الحمد۔ بخدمت اخویم مکرمی مولوی ریاض الدین احمد صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا عنایت نامہ کل کی ڈاک میں مجھ کو ملا، اس کے ہر ایک فقرے اور ہر ایک لفظ سے اخلاص، محبت اور ہمدردی اسلام کی خوشبو آتی ہے اور آپ کی ہمت بیشک ایسی ہے جس سے سچے خیر خواہ اسلام کے شکر کریں گے کہ اس قحط الرجال میں ایسے عالی ہمت خادمِ دین بھی موجود ہیں۔ اس عاجز کا یہ حال ہے کہ وطن اور کنبہ سے کچھ تعلق نہیں اور یہی دل چاہتا ہے کہ اللہ اور رسول کی راہ میں بقیہ زندگی خرچ ہو مگر افسوس کہ یہ عاجز اس لائق نہیں کہ یورپ یا امریکہ کا سفر کرے۔ اوّل تو زبان انگریزی سے محض ناواقف ہے اور اِن ملکوں کے سفر کے لیے کسی قدر انگریزی زبان سے واقفیت رکھنا از حد ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ مرض ضعف دماغ.... ایسے دامنگیر ہو رہے ہیں کہ ایک دن بھی عمدہ صحت کے ساتھ نہیں گزرتا اور دورہ مرض کے وقت کچھ امید زندگی کی نہیں ہوتی اور شدائد صبر کا تحمل نہیں، اکثر اوقات دورہ مرض کی حالت میں ایسے گزرتے ہیں کہ گھر سے مسجد تک آنا محال ہو جاتا ہے حالانکہ مسجد گھر کی دیوار کے ساتھ ہے۔ روح میں بہت قوت اور جوش ہے اور جسم بباعث عوارض لاحقہ کے ضعیف ہے اور عمر انحطاط۔ لہٰذا یہ عاجز تالیفات کے ذریعہ سے خدمت دے سکتا ہے اور اس میں بھی ایک دقت ہے اور وہ یہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی خاص ہدایت سے عام مسلمانوں کے بعض خیالات سے مجھ کو الگ کر دیا ہے جس کی وجہ سے اس عاجز پر فتویٰ کفر بھی ہو گیا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ مجھ سے کہاں تک اتفاق کریں گے۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ آپ اسلام کی محبت میں محو ہو رہے ہیں، اگر لاہور میں کوئی جلسہ قرار پاوے تو میں ان شاء اللہ العزیز شامل جلسہ ہو سکتا ہوں، آپ تجویز جلسہ کر کے مجھے اطلاع دیں، شاید آپ کی کوششوں سے کوئی صورت کامیابی کی نکل آوے۔ بیشک اس کام کے لیے ایک انجمن کا قرار پانا ضروری ہے چنانچہ ایک تقریر میں یہی رائے بیان کر چکا ہوں مگر انجمن ایسی چاہیے کہ خاص اسی کام کے لیے ہو کسی اَور کام کی آمیزش نہ ہو۔

والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیاں

۶؍جنوری ۱۸۹۲ء

(پیسہ اخبار لاہور، مورخہ 7مارچ 1892ء صفحہ 4۔ جلد 6 نمبر 9)

☆...☆...☆



مراسلات

اخبارات ٹرکی کا انتخاب

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہونے والے ایک نایاب خط کا عکس

بقیہ: الفضل ڈائجسٹ...از صفحہ نمبر 95

سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہوگئی۔ (روزنامہ الفضل ربوہ یکم اپریل 1958ء)

مولوی ۔ اسلام کی ایک پاک اصطلاح

حضرت مولوی محمد الدین صاحبؓ سابق مبلغ امریکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیسی پادری گُل محمد صاحب قادیان آئے۔ مگر وہ اپنے آپ کو مولوی گل محمد کہلواتا تھا۔ وہ عربی صرف ونحو پڑھا ہوا تھا اور بلا روک ٹوک اسلام اور نبی کریم ﷺ کے سوانح پر عنیدانہ رنگ میں اعتراض کیا کرتا تھا۔ اُس کی خواہش پر حضرت قاضی امیر حسین صاحب مرحوم کی کوشش سے ایک دن مسجد میں ہی نماز ظہر یا عصر کے بعد حضور علیہ السلام سے اس کی ملاقات کاانتظام ہوا۔حضور نے اسلام کی صداقت اور اپنے دعوے کے متعلق کچھ گفتگو فرمائی اس پر اس نے کچھ اعتراض کیا حضور نے اس کا مفصل جواب دیا۔ اُس نے تعریفی رنگ اختیار کرتے ہوئے دبی زبان سے حضرت نبی کریم ﷺ کے چال چلن پر اعتراض کر دیا اس پر حضرت مسیح موعودؑ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپؑ نے انجیلی یسوع کے متعلق بہت سی باتیں ایک ایک کرکے گنوانی شروع کر دیں۔

دورانِ تقریر میں حضورؑ اس کو مخاطب کرتے ہوئے پادری گل محمد یا مسٹر گل محمد پُکارتے تو وہ کہتا کہ مجھے لوگ مولوی گل محمد کر کے پکارتے ہیں۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ اسلام کی ایک پاک اصطلاح ’مولوی‘ مَیں ایک ناپاک شخص کو کیسے دے سکتا ہوں۔ اُس نے مولوی کے لفظ کو کئی دفعہ دوہرایا مگر آپؑ نے وہی جواب دیا کہ مَیں اسلام کی پاک اصطلاح ایک غیرمسلم اور اسلام کو حقارت سے دیکھنے والے کو کیسے دے سکتا ہوں۔

آج جن مولویوں نے اسلام کے نام پر فتنہ انگیزی شروع کر رکھی ہے اور اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

”اور مسلمان کو لازم ہے کہ ان نادانوں کو جو نام کے مَولوی ہیں اور اپنے وعظوں اور رسالوں کو معاش کا ذریعہ ٹھہرا رکھا ہے خوب پکڑیں اور ہر یک جگہ جو ایسا مولوی کہیں وعظ کرنے کے لئے آوے اُس سے نرمی کے ساتھ یہی سوال کریں کہ کیا آپ درحقیقت مولوی ہیں یا کسی نفسانی غرض کی وجہ سے اپنا نام مولوی رکھا ہے۔... اور یقینًا یاد رکھیں کہ یہ لوگ مولوی نہیں ہیں مسلمانوں کو لازم ہے کہ... ان کی پردہ دری کرکے اسلام کو اُن کے فتنہ سے بچاویں اور خوب سوچ لیں کہ یہ وُہی لوگ ہیں جنہوں نے دھوکا دہی کی راہ سے مولوی کہلا کر صدہا مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا اور اسلام میں ایک سخت فتنہ برپا کر دیا۔

وَالسَّلَامُ علیٰ من اتّبع الھُدیٰ۔“ (سرالخلافہ)

★ ★ ★

دعاؤں کی تاثیرات

ماہنامہ ”خالد“ ربوہ اکتوبر 2011ء میں مکرم فضل الرحمٰن ناصر صاحب کے قلم سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی تاثیرات کے حوالے سے ایک مضمون رقم کیا ہے۔حضورؑ نے اپنی کتب ’برکات الدعا‘، ’تریاق القلوب‘، ’براہین احمدیہ جلد پنجم‘ اور ’حقیقۃ الوحی‘ میں قبولیتِ دعا کے متعدد تجربات کا نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے جن میں بعض ایسی وسیع الاثر دعائیں ہیں جن کی قبولیت نے بڑی بڑی دہریہ اور مشرک اقوام پر اثر ڈالا۔ ایک دعا پنڈت لیکھرام کی موت کے حوالے سے تھی اور ایک امریکی پادری ڈوئی کی ہلاکت سے متعلق تھی۔ نیز متعدد ذاتی حوالوں سے نشانات ظاہر ہوئے۔مثلاً ایک دوست نے اپنے کسی عزیز کے سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہوجانے کا پُر درد ماجرا لکھا کہ کوئی سبیل رہائی کی نظر نہیں آتی۔حضورؑ نے دعا کی اور قبل از وقت قبولیت کے آثار سے اطلاع دے دی۔ چند روز بعد خبر ملی کہ مدعی ایک ناگہانی موت سے مرگیا اور ماخوذ نے خلاصی پائی۔

حضورؑ بیان فرماتے ہیں کہ ایک ہندو آریہ باشندہ طالب علم مدرسہ قادیان جس کی عمر بیس یا بائیس برس ہوگی ایک مدّت سے بہ مرض دق مبتلا تھا اور رفتہ رفتہ آثار مایوسی کے ظاہر ہوگئے۔ ایک دن وہ میرے پاس آ کر بہت بیقراری سے رویا کہ میرا دل اُس کی عاجزانہ حالت پر پگھل گیا اور مَیں نے حضرتِ احدیّت میں اس کے حق میں دعا کی۔ چونکہ حضرت احدیّت میں اُس کی صحت مقدّر تھی اس لئے دعا کرنے کے ساتھ ہی الہام ہوا: قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تُو سرد اور سلامتی ہوجا۔ چنانچہ اُسی وقت کئی ہندوؤں کو اس الہام سے اطلاع دی گئی اور خدا پر کامل بھروسا کرکے دعویٰ کیا گیا کہ وہ ہندو ضرور صحت پاجائے گا اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مرے گا۔ چنانچہ بعد اس کے ایک ہفتہ نہیں گزرا ہوگا کہ وہ اس جاں گداز مرض سے بکلّی صحت پاگیا۔

مَیں نے بچپن سے مرزا غلام احمد کو دیکھا ہے مَیں اور وہ ہم عصر ہیں اور قادیان میرا آنا جانا ہمیشہ رہتا ہے اور اب بھی دیکھتا ہوں جیسی عمدہ عادات اب، ایسی ہی نیک خصلتیں اور عادات پہلے تھیں۔سچا امانت دار نیک، مَیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پرمیشور مرزا صاحب کی شکل اختیار کرکے زمین پر اتر آیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اس حکیم مطلق نے قدیم سے انسان کے لئے یہ قانونِ قدرت مقرر کر دیا ہے کہ اس کی دعا اور استمداد کو کامیابی میں بہت سا دخل ہے۔ جو لوگ اپنی مہمّات میں دلی صدق سے دعا مانگتے ہیں اور ان کی دعا پورے پورے اخلاص تک پہنچ جاتی ہے تو ضرور فیضانِ الٰہی ان کی مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتا ہے۔“

(براہین احمدیہ)

★ ★ ★

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نسخہ جات

ماہنامہ ”خالد“ جنوری 2011ء میں مکرم اویس احمد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض طبّی نسخے ہدیۂ قارئین کئے ہیں:

1۔ مچھلی کی ہڈی گلے میں پھنس جائے تو دہی سرکہ ملاکر پلایا جاوے۔

2۔ دانت درد کے لیے بارہا آزمایا ہے کہ بوٹی ’کارابارا‘ دانت کے نیچے رکھ کر چبائی جائے تو کیسا بھی درد ہو آرام آجاتا ہے۔

3۔ نماز مغرب کے بعد حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے سر درد اور متلی کی شکایت کی تو فرمایا: ”آج شب کھانا نہ کھانا اور کل روزہ نہ رکھنا۔ سکنجبین پی کر اس سے قَے کردو۔“

4۔ سر درد کے لئے ہڈیوں کا شوربہ پیا کرو۔ ہڈیاں ایسی لیں جن میں کچھ گوشت چمٹا ہوا ہو۔ اُن کو اُبال کر شوربہ ٹھنڈا کرو کہ چربی جم جائے۔ اس چربی کو نکال دو اور باریک رومال پانی میں تر کرکے شوربہ اس میں چھانو کہ چربی اس میں لگ جائے اور خالص شوربہ رہ جائے۔ وہ پیا کرو۔

5۔ اگر دودھ ہضم ہونے لگ جاوے تو بخار اس سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

6۔ دوسری تمام شیرینیوں کو تو اطباء نے عفونت پیدا کرنے والی لکھا ہے مگر شہد ان میں سے نہیں ہے۔ آم وغیرہ اور دیگر پھل اس میں رکھ کر تجربے کئے گئے ہیں کہ وہ سالہا سال بالکل خراب نہیں ہوتے۔ ریاضت کش اور مجاہدہ کرنے والے اکثر اسے استعمال کرتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ ہڈیوں وغیرہ کو محفوظ رکھتا ہے۔

7۔ جائفل اور سونٹھ منہ میں رکھنے سے کھانسی کا بہت فائدہ معلوم ہوتا ہے۔

★ ★ ★

حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ زندگی

قرآن کریم کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے ماموروں کی سچائی کی بہت بڑی دلیل اُن کی دعویٰ سے پہلے کی پاک زندگی ہے۔ ماہنامہ ”خالد“ ربوہ دسمبر 2011ء میں مکرم تنویر احمد تبسم صاحب کے قلم سے ایک مضمون شامل ہے جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی سے متعلق بعض نامور مشاہیر کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔

حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں:

”تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں سے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لیے یہ ایک دلیل ہے۔“ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 64)

حضرت اقدسؑ مزید فرماتے ہیں:

”میری ایک عمر گزر گئی ہے مگر کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب مَیں نے محض لِلّٰہ انسانوں پر جھوٹ بولنا متروک رکھا اور بارہا اپنی جان و مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر مَیں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔“

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ 126)

چند ایسے افراد کی گواہیاں درج ذیل ہیں جو احمدی نہیں تھے بلکہ اکثر تو حضور علیہ السلام کے سخت مخالف تھے۔

☆......مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں: مؤلف ”براہین احمدیہ“ مخالف وموافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔

☆......مولانا ابوالکلام آزاد صاحب لکھتے ہیں: کریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔غرض کہ مرزا صاحب کے ابتدائی پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار، کیا بلحاظ مذہبی خدمات و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز، برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔

☆......منشی سراج الدین صاحب (والد مولانا ظفر علی خان صاحب) لکھتے ہیں: ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ... مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔

☆......مولوی سید میر حسن صاحب لکھتے ہیں: آپؑ عزلت پسند اور پارسا اور فضول ولغو سے مجتنب اور محترز تھے۔ ادنیٰ تامّل سے بھی دیکھنے والے پر واضح ہوجاتا تھا کہ حضرت اپنے ہر قول وفعل میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔

☆...... حکیم مظہر حسین صاحب کا بیان ہے: ثقہ صورت، عالی حوصلہ اور بلند خیالات کا انسان۔

☆......ایک ہندو کا اقرار ہے: مَیں نے بچپن سے مرزا غلام احمد کو دیکھا ہے مَیں اور وہ ہم عصر ہیں اور قادیان میرا آنا جانا ہمیشہ رہتا ہے اور اب بھی دیکھتا ہوں جیسی عمدہ عادات اب، ایسی ہی نیک خصلتیں اور عادات پہلے تھیں۔سچا امانت دار نیک، مَیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پرمیشور مرزا صاحب کی شکل اختیار کرکے زمین پر اتر آیا ہے۔

☆......اُس دَور کے ایک بزرگ مولوی غلام رسول صاحب نے بچپن میں حضور علیہ السلام کی پاکیزہ فطرت کو دیکھ کر فرمایا: اگر اس زمانے میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔

☆...... کئی مقدمات میں حضور علیہ السلام کی طرف سے عدالت میں پیش ہونے والے وکیل جناب فضل الدین صاحب کہتے ہیں: مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا مَیں قائل ہوں۔ مَیں انہیں کامل راستباز یقین کرتا ہوں۔

☆...... حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ نے حضورؑ کے خدمت دین کے بے پایاں جذبات کو دیکھ کر فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

★ ★ ★

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(ائمۃ الکفر کے انجام کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ کی جلالی صفات کا ظہور اُس کے مامورین کے منکرین ومخالفین کی تباہی و بربادی، ذلّت اور ہلاکت کے ذریعہ ہوتا چلا آیا ہے۔ ہفت روزہ ”بدر“ قادیان 15 تا 22 مارچ 2012ء (مسیح موعودؑ نمبر) میں مکرم سید آفتاب احمد صاحب کی اس حوالے سے ایک تقریر شامل اشاعت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

زُعم میں اُن کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افتراء ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے
کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

تاریخ گواہ ہے کہ خداوند ذوالجلال کے مامورین باموسم آتے ہیں اور باموسم ہی جاتے ہیں۔ یہ ایسے کونے کے پتھر کی مانند ہوتے ہیں کہ جس پر یہ گرے اُنہیں پیس ڈالتا ہے اور جو اِن پر گرے وہ چکنا چور ہوجایا کرتا ہے۔ البتہ بعض جگہ مہلت بھی ملتی ہے مگر بالآخر تباہی و بربادی ہی مقدّر ہوتی ہے۔ اور محض عبرت کے لیے بعض کے نام اور عبرتناک انجام کا ذکر محفوظ رکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کی باتوں کو جھٹلاوے۔

نیز فرمایا: تجھ سے پہلے جو رسول گزرے ہیں اُن کے ساتھ بھی ہنسی اور ٹھٹھا کیا گیا مگر آخر یہ ہوا کہ وہ لوگ جو اُن میں خاص

طور پر ٹھٹھا کرنے والے تھے اُن کو اُن چیزوں نے گھیر لیا جن سے وہ ہنسی کرتے تھے۔ تُو کہہ دے کہ جاؤ زمین میں خوب پھرو اور دیکھو کہ خدا کے نبیوں کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خدا کے مامورین کے سلسلے کی ایک کڑی تھے جو اپنے پیشرو مامورین کی طرح دونوں خوبیاں رکھتے تھے اوّل تعلق باللہ اور دوم مخلوق سے گہری شفقت۔ اسی وجہ سے منکرین کو ہلاکت سے محفوظ اور عافیت کے حصار میں رکھنے کے لئے آپؑ نے فرمایا:

''مَیں بکمال ادب و انکسار حضرات علماءِ مسلمانان و علماءِ عیسائیان و پنڈتانِ ہندوان و آریان یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی و اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کے لئے دُنیا میں بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ اِنہی معنوں سے میں مسیح موعود کہلاتا ہوں کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ محض فوق العادت نشانوں اور پاک تعلیم کے ذریعہ سے سچائی کو دنیا میں پھیلاؤں۔...... اور مَیں مامور ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے اُن تمام غلطیوں کو مسلمانوں سے دُور کر دوں اور پاک اخلاق اور بُردباری اور حلم اور انصاف اور راستبازی کی راہوں کی طرف اُن کو بلاؤں۔ مَیں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ مَیں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اُس سے بڑھ کر۔ مَیں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اُصول۔'' (اربعین صفحہ 1-2)

''میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلّی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔''

پھر بحیثیت نذیر آپؑ نے یہ بھی فرمایا:

''میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلّی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے۔ لیکن مجھے اُس کے منہ کی قسم ہے کہ مَیں اب بھی اُس کو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اِسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 8، 9)

حقیقت یہ ہے کہ مامورین کا انکار و استہزاء کرنے والوں کا عبرتناک انجام ہوتا چلا آیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اگر خود کو سچا نہ سمجھتے تو اپنی ایک فارسی نظم میں یہ دعا نہ کرتے کہ اَے میرے قادر! ...اَے دلوں کے بھیدوں کو جاننے والے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں! اگر تُو مجھے شر اور فسق و فساد سے بھرا ہوا پاتا ہے اور اگر تو یہ دیکھتا ہے کہ میں ایک بدطینت اور گندہ آدمی ہوں تو اَے خدا تو مجھ بدکار کو پارہ پارہ کر کے ہلاک و برباد کر دے۔

(حقیقۃُ المہدی روحانی خزائن جلد 14)

پھر امرتسر کی عیدگاہ میں بھی ایک موقع پر بندگانِ خدا کے سامنے اپنے متعلق خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اگر مَیں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں تو مجھے ہلاک کر دے اور پھر اپنے معتقدات پر ایک مؤثر تقریر فرمائی جسے سُن کر مولوی عبداللہ غزنوی کے ایک شاگرد منشی محمد یعقوب صاحب سابق اوورسیر محکمہ نہر نے مجمع عام میں بیعت کر لی۔

تاہم جو بدنصیب پھر بھی انکار اور استہزاء دکھاتے رہے اُن کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بڑے بڑے مکفرین کو خدا تعالیٰ ہمارے سامنے ہی اس زمین سے ناکام اُٹھا رہا ہے اور اُن کی مرادوں کے برخلاف دن بدن اس سلسلہ کو ترقی دے رہا ہے۔ ابتداء میں جن لوگوں نے بہت زور شور سے مخالفت کا بیڑا اُٹھایا تھا اُن میں سے کوئی چودہ پندرہ ایسے یاد ہیں جو ہماری مخالفت کے معاملے میں ناکام مر چکے ہیں۔ اُن میں مولوی غلام دستگیر قصوری تھا جو مکّہ سے کفر کا فتویٰ لایا تھا۔ نواب صدیق حسن خان لکھو کے کا، مولوی محمد اور عبدالحیٔ، رشید احمد گنگوہی، لدھیانہ کے تین مولوی، سید احمد خان جو کہتا تھا کہ ہماری تحریریں بے فائدہ ہیں۔ محمد عمر، مولوی شاہ دین لدھیانوی، نذیر حسین دہلوی، محمد حسین بھینی، مولوی محمد اسماعیل علیگڑھی، رُسل بابا امرتسری۔ جس نے جلد معجزہ دیکھنا ہو اُسے چاہئے کہ دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرے یا تو سخت مخالف بنے یا محبت کا کمال تعلق پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو تیری اہانت کرے گا اُس کی میں اہانت کروں گا اور جو تیری عنایت کرے گا اُس کی مَیں عنایت کروں گا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 362-363)

الہام اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کا چیلنج عام مخالفین کے لئے تو تھا ہی مگر خاص مخاطب مولوی محمد حسین بٹالوی تھے جو فرقہ اہل حدیث کے لیڈر تھے اور حضورؑ کے بچپن کے واقف تھے اور جنہوں نے ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت پر ریویو لکھتے ہوئے آپؑ کی اسلام کے لیے خدمات کو بےنظیر قرار دیا تھا۔ لیکن دشمنی میں اُنہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ یہ میرے ریویو پر نازاں ہے۔ میں نے ہی اس کو بڑھایا ہے اور میں ہی اب اس کو گرادوں گا۔ یہ عزم کر کے مولوی صاحب نے ہندوستان بھر کے بیسیوں علماء سے آپؑ کے کفر کا فتویٰ لیا۔ مگر کچھ ہی عرصہ بعد مولوی صاحب کی ہی عزّت لوگوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے یوں مٹانی شروع کی کہ پہلے لاہور کے بازار میں وہ نکلتے تو تاحد نظر لوگ ان کے احترام میں کھڑے نظر آیا کرتے تھے، غیر مذہب کے لوگ بھی مسلمانوں کو دیکھ کر ان کا ادب کرتے تھے۔ اور گورنر و گورنر جنرل اُن سے عزّت سے ملتے تھے۔ مگر فتویٰ شائع کروانے کے بعد نوبت پہنچی کہ خود اہل حدیث کے لوگوں نے بھی اُن کو چھوڑ دیا جن کے وہ لیڈر کہلاتے تھے۔ اور دیکھا گیا کہ اسٹیشن پر اکیلے اپنا اسباب اپنی بغل اور پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور کوئی پوچھتا نہیں۔ لوگوں میں بے اعتباری اس قدر بڑھ گئی کہ بازار والوں نے سودا تک دینا بند کر دیا۔ گھر والوں نے قطع تعلق کر لیا۔ بعض لڑکوں نے اور بیویوں نے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ ایک لڑکا اسلام سے مُرتد ہو گیا۔ غرض تمام قسم کی عزتوں سے ہاتھ دھو کر اور عبرت کا نمونہ دکھا کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہ تحقیق کروائی کہ محمد حسین بٹالوی کا بٹالہ میں بھی کوئی نام و نشان ہے یا نہیں۔ تب کوئی واقف کار ملا اور نہ قبر کا پتہ لگا۔

حیران کُن امر یہ ہے کہ جن معاندین نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں ہلاک کرے اُن کو آپؑ کی زندگی میں ہی ہلاک کر دیا گیا۔

''اگرچہ یہ الفاظ سُننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخی پر مجبور ہیں کہ اِن اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔''

اور جن لوگوں نے یوں کہا کہ جھوٹے کا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جانا کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ جھوٹے کو لمبی مہلت دی جاتی ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد ہلاک ہوا، اُن کو اللہ تعالیٰ نے مہلت دی۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری جو اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر اور فرقہ اہل حدیث کے لیڈر کہلاتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دعوت مباہلہ کے جواب میں اپنے اخبار میں متواتر لکھنے لگے کہ یہ ہرگز کوئی معیار نہیں کہ سچے کی زندگی میں جھوٹا مرے۔ اور اُنہوں نے مسیلمہ کذاب کی مثال دے کر کہا کہ خدا تعالیٰ کا فعل بھی اسی کی شہادت دیتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اُن کو اُن کے بتائے ہوئے معیار کے مطابق پکڑا اور وہ حضورؑ کی وفات کے بعد زندہ رہے اور اپنی تحریر کے مطابق مسیلمہ کذاب کے مثیل ثابت ہوئے۔ اُن کی لمبی زندگی کی کہانی تب ختم ہوئی جب قیام پاکستان کے وقت فسادات میں ان کا اکلوتا بیٹا ان کی نظروں کے سامنے قتل کیا گیا اور نایاب کتب کا ذخیرہ نذرِ آتش کیا گیا۔ ان کے سیرت نگار مولانا عبدالمجید سوہدروی کے مطابق یہ دونوں صدمات اُن کی موت کا سبب بنے۔

معاندِ احمدیت مولوی عبدالرحیم اشرف تلخ انجام کے سلسلے کو دیکھ کر حسرت سے لکھتے ہیں: ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا اُن میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیت رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین دہلوی، مولانا انور شاہ دیوبندی، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رَحِمَھُمُ اللہُ وَ غَفَرَلَھُمْ کے بارے میں ہمارا احسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سُننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخی پر مجبور ہیں کہ اِن اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔

(اخبار ''اَلْمُنِیر'' لائل پور 23 فروری 1956ء)

حضرت مسیح موعودؑ نے ''انجام آتھم'' میں تمام علماء گدّی نشینوں اور پیروں کو ''آخری فیصلہ'' (مباہلہ) کی دعوت دے کر فرمایا کہ فریقین ایک دوسرے کے حق میں بد دُعا کریں کہ فریقین میں سے جو جھوٹا ہے، اَے خُدا تو اُس کو ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دُکھ کی مار میں مبتلا کر، کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور اس کے بعد لکھا: ''گواہ رہ اَے زمین اور اَے آسمان! کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ توہین و تکفیر کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔''

پس خداوند ذوالجلال نے سن لیا اور دنیا نے یہ عجیب کرشمۂ قدرت دیکھا کہ آپؑ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ بےاثر ثابت نہیں ہوئے۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی اندھے ہوئے پھر سانپ کے ڈسنے سے مرے۔ مشہور مکفّرین مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد لدھیانوی صرف تیرہ دن کے وقفے سے مر گئے اور ان کا پورا خاندان اُجڑ گیا۔ مولوی سعد اللہ نومسلم اور رُسل بابا طاعون کا شکار ہوئے۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب ''فتح رحمانی'' میں حضور علیہ السلام کے خلاف بد دُعا کی اور وہ کتاب کی اشاعت سے قبل ہی لقمۂ اجل بن گیا۔

غرض اکثر معاندین آپؑ کی زندگی میں تباہ و برباد ہو چکے تھے اور جو زندہ تھے وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں گرفتار تھے۔ آپؑ کی وفات کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری سلسلہ احمدیہ کے عروج کا مشاہدہ کرنے کے لئے دیر تک زندہ رہے اور بالآخر اوّل الذکر پے در پے صدمات میں مبتلا ہو کر فالج سے راہیٔ ملک عدم ہوئے۔

پھر حضرت اقدسؑ کی صداقت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے طاعون کا نشان بھیجا گیا اور امر واقعہ یہ ہے کہ

(1) مولوی رُسل بابا امرتسری جس نے حضورؑ کے خلاف گندی کتاب لکھی اور بدزبانی سے کام لیا تھا طاعون کا شکار ہوا۔

(2) موضع بھڑی چٹھہ تحصیل حافظ آباد میں ایک شخص نور احمد رہتا

ماہنامہ ''احمدیہ گزٹ'' کینیڈا جون 2012ء میں مکرم طاہر عدیم صاحب کی ایک نظم بعنوان ''ہدیہ عقیدت بحضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام'' شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

شفق سمیٹے دھنک لپیٹے بدن میں اُس کے حیات اُتری
کہ جیسے ظُلمت میں نُور بن کر زمیں پہ اِک کائنات اُتری
وہ جس کی شیرینیٔ بیاں سے فضا میں اب بھی حلاوتیں ہیں
زباں میں اُس کی مٹھاس بن کر فلک سے مُہرِ ثبات اُتری
وہ روپ دل میں کسک سی بن کر کبھی جو خواب و خیال ٹھہرا
تو دید اُس کی یقین پہنے نگاہ میں شش جہات اُتری
وہ بعد اپنے ابھی بھی دوشِ ہوا پہ گھر گھر کا درد بانٹے
محبتوں کا لباس پہنے کبھی بھی ایسی نہ ذات اُتری
زمیں پہ تھا تو فضا معطّر، زمیں میں ہے تو زمین روشن
کبھی نہ ایسی حیات دیکھی، کہیں نہ ایسی وفات اُتری

تھا جس نے تعلّی کی کہ طاعون ہمیں نہیں مرزا صاحب کو ہلاک کرنے آئی ہے۔ اس پر ایک ہی ہفتہ گزرا تھا کہ وہ مرگیا۔

(3) مولوی زین العابدین نے ایک احمدی سے مباہلہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ خود اور اس کی بیوی اور داماد وغیرہ سمیت گھر کے 70/افراد طاعون کا شکار ہوگئے۔

(4) حافظ سلطان سیالکوٹی اپنے خاندان کے نو دس افراد سمیت طاعون کے باعث دنیا سے رخصت ہوا۔

(5) حکیم محمد شفیع سیالکوٹی طاعون کا شکار ہوا اور اس کی بیوی اس کی والدہ اور اس کا بھائی سب یکے بعد دیگرے طاعون سے مرگئے۔

(6) مرزا سردار بیگ سیالکوٹی جو اپنی گندہ دہنی اور شوخی میں بڑھ گیا تھا طاعون میں مبتلا ہوا۔

(7) چراغ دین جمونی اپنی گستاخیوں کی پاداش میں ہلاک ہوا۔

(8) مولوی محمد ابوالحسن نے حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف ایک کتاب بعنوان ''بجلی آسمان برسر دجال قادیانی'' لکھی جس میں کئی مقامات پر کاذب کی موت کے لیے بد دُعا کی۔ آخر جلد ہی طاعون سے مرگیا۔

(9) ابوالحسن عبدالکریم نے جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا چاہا تو وہ بھی طاعون کا شکار ہوگیا۔

(10) فقیر مرزا آف دوالمیال ضلع جہلم نے آپؑ کے خلاف بدزبانی کر کے 7رمضان المبارک 1321ہجری کو یہ تحریری پیشگوئی کی کہ حضورؑ کا سلسلہ 27رمضان تک ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور بڑی سخت درجہ کی ذلّت وارد ہوگی۔

تب وہ رمضان تو گزر گیا لیکن اگلے سال کا رمضان آیا تو اُس کے محلہ میں طاعون نمودار ہوئی اور پہلے اس کی بیوی پھر خود فقیر مرزا سخت طاعون میں مبتلا ہو کر (اپنی پیشگوئی کے عین ایک سال بعد) 7/رمضان (16/نومبر 1904ء) کو ناکامی اور نامُرادی کا منہ دیکھتے ہوئے مرگیا۔ الغرض ؎

تُو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

حضرت اقدسؑ کی تکذیب انفرادی طور پر بھی کی گئی اور اجتماعی رنگ میں بھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر بھی آپ کی صداقت کے لیے اسی طرح چلی یعنی انفرادی عذاب کی شکل میں بھی اور اجتماعی عذاب کی شکل میں بھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ بستیاں جن کو ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا ہے۔ اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے پہلے سے ایک میعاد مقرر کر دی تھی تا وہ چاہیں تو توبہ کرلیں۔ (الکہف: 60)۔ چنانچہ اس تقدیر کے مطابق حضورؑ کی زندگی میں ہی 1896ء سے 1906ء تک ہندوستان میں زلزلے اور طاعون کے عذاب سے 38لاکھ 68ہزار 124/اموات ہوئیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کو ملنے والی کچھ ایسی اخبار غیبیہ تھیں جن کے پورا ہونے کا تعلق مستقبل سے تھا۔ مثلاً کتاب ''ازالہ اوہام'' میں تحریر فرمایا کہ: ایک شخص کی موت کی نسبت خدائے تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی جس کا ماحصل یہ ہے کہ كَلْبٌ يَمُوْتُ عَلٰى كَلْبٍ یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مرے گا جو 52سال پر دلالت کر رہے ہیں۔ یعنی اس کی عمر 52سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ جب 52سال کے اندر قدم دھرے گا تب اس سال کے اندر اندر راہی ملک بقا ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1956ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''مَیں ایسے شخص کو جسے خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاکر کھڑا ہوجائے گا تو...اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں گی۔'' (خلافت حقہ اسلامیہ)

چنانچہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ جب خلیفۃ المسیح الثالث منتخب ہوئے تو معاندینِ احمدیت نے عام ہجوم اور جتھوں سے اُوپر اُٹھ کر منتخب حکومت کو احمدیت کی مخالفت پر انگیخت کیا۔ المختصر یہ کہ نوّے سالہ مسئلے کو حل کرنے کا کریڈٹ لینے والا خود اپنی ہی قوم کے ہاتھوں بدکار اور قاتل قرار دے کر 5/اپریل 1979ء کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا جب کہ اُس نے 52سال کی عمر میں قدم ابھی رکھا ہی تھا۔

احمدیت کا قافلہ تو فتح کی منزلیں طے کرتا ہوا آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا لیکن مخالفین کی دشمنی میں شدّت آتی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے دَور میں اٹھنے والے ایک اور فرعون نے احمدیہ جماعت کو کینسر قرار دیتے ہوئے کچل دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضورؒ نے للکارتے ہوئے فرمایا:

''اَے مذہب کے پاک سرچشمہ سے پھوٹنے والی لازوال محبت کو نفرت اور عناد میں تبدیل کرنے والو! اَے ہر نُور کو نار میں اور ہر رحمت کو زحمت میں بدلنے کے خواہاں بدقسمت لوگو جو انسان کہلاتے ہو! یاد رکھو کہ تمہاری ہر سفلی تدبیر خدائے برتر کی غالب تقدیر سے ٹکرا کر پارہ پارہ ہوجائے گی۔ تمہارے سب ناپاک ارادے خاک میں ملا دیئے جائیں گے اور رب اعلیٰ کی مقدر چٹان سے ٹکرا کر اپنا ہی سر پھوڑو گے۔ تمہاری مخالفت کی ہر جھاگ اٹھاتی ہوئی لہر ساحل اسلام سے ٹکرا کر ناکام لوٹے گی اور بکھر جائے گی اور اسے پیش قدمی کی اجازت نہیں ملے گی۔ اَے اسلام کے مقابل پر اٹھنے والی ظاہری اور مخفی، عیاں اور باطنی طاقتو سنو کہ تمہارے مقدر میں ناکامی اور پھر ناکامی اور پھر ناکامی کے سوا کچھ نہیں۔ اور دیکھو کہ اسلام کے جاں نثار اور فدائی ہم وہ مردانِ حق ہیں جن کی سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔'' (خطبات طاہر جلد دوم صفحہ 422-423)

پھر دنیا نے دیکھا کہ احکم الحاکمین کے حضور ایک مردِ حق کی طرف سے دُعائے مباہلہ سے ٹکرانے کے بعد اُس مضبوط ترین آمر وقت کا وجود آگ میں جل کر اُس کے سارے بدعزائم سمیت آسمان کی فضاؤں میں راکھ کی طرح بکھیر دیا گیا۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی یہ تقدیر بھی ظاہر ہوئی کہ مُردہ قرار دیا جانے والا اسلم قریشی (جس کے مزعومہ ناکردہ قاتل کو 'گرفتار کرو' کے نعرے لگ رہے تھے) وہ زندہ ہوکر معاندینِ احمدیت کے باب میں ایک اَور شکست رقم کرگیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 7/اکتوبر 2011ء میں فرماتے ہیں:

ہمارا خدا سچے وعدوں والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے لے کر اب تک مخالفتوں کی آندھیاں چلتی رہیں یہاں تک کہ خلافت ثانیہ کے وقت احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ اُکھاڑنے کی بڑ ماری۔ کسی نے حکومت کے نشے میں احمدیوں کو کشکول پکڑانے کی بات کی۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ آج احمدیت 200 ممالک میں قائم ہوچکی ہے۔ یہ سلسلہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔ ہم ہر آن خدا کی تائید و نصرت کے حوالے دیکھ رہے ہیں۔ بس فکر اس بات کی ہے کہ ہم انابت الی اللہ کر رہے ہیں یا نہیں۔ اللہ کے حضور عاجزی کے ساتھ جھک رہے ہیں یا نہیں۔ ہم اپنے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ظالمانہ الفاظ پڑھ اور سن کر صرف بے چینی محسوس کرنے والے نہ ہوں بلکہ راتوں کی دعاؤں میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کو کھینچنے والے ہوں۔ اپنی سجدہ گاہوں کو تر کریں۔ ہم آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خدا کو پکاریں، جس نے کمزوروں کو حاکم بنا دیا۔ پس اَے خدا ہم تیری رحمت کا واسطہ دے کر آج تجھ سے مانگتے ہیں کہ یہ زمین جو ہمارے لئے تنگ کی جارہی ہے ہمارے لئے گل و گلزار بنادے۔ ہمیں تقویٰ میں ترقی کرنے والا بنا۔ اَے اَرحم الراحمین خدا تُو ہم پر رحم کرتے ہوئے فضل نازل فرما۔ آمین

—★—★—★—

حضرت مسیح موعود کی شان

اے مہدیٔ معہود شب قدر کے پالے
سوئی ہوئی دنیا کے لیے جاگنے والے
بن کر رہے دنیا میں سحر رنگ اجالے
جاگی ہوئی راتوں کے تڑپتے ہوئے نالے
اے رحمتِ باری کے برستے ہوئے بادل
اغیار کی فوجوں پہ گرجتے ہوئے بادل
سیراب تری ذات سے صحرا و چمن زار
انگشت بدنداں ترے برہان پہ اغیار
اے شمس و قمر اپنے اجالوں کو ذرا دیکھ
فرقان کی آغوش کے پالوں کو ذرا دیکھ
لشکر ترا کفار سے ہے برسرِپیکار
معمورۂ عالم پہ ہے توحید کی یلغار
سجدوں سے بدل جاتی ہے اسباب کی تاثیر
اشکوں سے رقم ہوتی ہے اقوام کی تقدیر
ہم موت کے مونس ہیں مصائب کے ہیں عادی
کچھ اس سے سوا مانگ مرے سید و ہادی
قربانی و ایثار خدا داد ہے ہم میں
اس فضل کا اظہار خدا داد ہے ہم میں

(خلیل احمد آذر)

خصوصی کوئز الفضل انٹرنیشنل (نمبر 10، 17/ مارچ 2020ء)

سوال نمبر 1: مکہ سے باہر پہلا اسلامی مبلغ ہونے کا شرف کن صحابیٔ رسولؐ کو حاصل ہے؟

ا۔حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ب۔حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ج۔حضرت مصعب بن عمیرؓ

سوال نمبر 2: جملہ مکمل کیجیے: غزوۂ بدر کے لیے روانگی سے دس روز قبل آنحضرتؐ نے قریش کے قافلے کی شام سے روانگی کا اندازہ لگا کر خبر رسانی کی غرض سے حضرت طلحہؓ اور .... کو روانہ فرمایا۔

ا۔ حضرت سعید بن زیدؓ ب۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ج۔حضرت سعد بن معاذؓ

سوال نمبر 3: جملہ مکمل کیجیے: ”حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ مومن کا ہتھیار ......ہے۔“

ا۔ عمدہ دلیل ب۔ پختہ علم ج۔ دعا

سوال نمبر 4: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے پہلی مرتبہ جب حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر سنا تو آپؓ کہاں مقیم تھے؟

ا۔ بھیرہ میں ب۔ ریاست جموّں میں ج۔ لاہور میں

سوال نمبر 5: سترھویں صدی میں کس شاعر نے اردو زبان کو پہلی مرتبہ اعلیٰ مضامین بیان کرنے کے لیے استعمال کیا؟

ا۔ غالب ب۔ ولی ج۔امیر خسرو

سوال نمبر 6: بعثت سے قبل حضرت مسیح موعودؑ نے زیادہ تر منظوم کلام کس زبان میں فرمایا؟

ا۔ اردو ب۔عربی ج۔ فارسی

سوال نمبر 7: حضرت مسیح موعودؑ کے بعثت سے قبل کے فارسی کلام کا مجموعہ کس عنوان سے شائع ہوا؟

ا۔ درِ ثمین ب۔ درِ مکنون ج۔درِ عدن

سوال نمبر 8: حضرت مسیح موعودؑ کا خط بنام حاجی ریاض الدین احمد صاحب کس اخبار میں شائع ہوا؟

ا۔پیسہ اخبار ب۔سفیر ہند ج۔ اشاعۃ السّنہ

سوال نمبر 9: کون سے معاندِ احمدیت یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوئے کہ ’اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔‘

ا۔مولانا ظفر علی خان ب۔مولوی عبدالرحیم اشرف ج۔ ابوالاعلیٰ مودودی

سوال نمبر 10: جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں کتنے مذاہب کے کتنے نمائندگان شریک ہوئے؟

ا۔ پانچ مذاہب کے آٹھ ب۔ گیارہ مذاہب کے سولہ ج۔ دس مذاہب کے سولہ

ان سوالات کے جوابات

بذریعہ **ای میل** jawab@alfazl.com یا بذریعہ **فیکس** 0044-2085447611

پر اپنے نام اور پتے کے ساتھ **03/اپریل** ارسال کیجیے۔

درست جوابات بتانے والے چند افراد کے اسماء

الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ 07/اپریل 2020ء میں شائع کیے جائیں گے۔ان شاء اللہ)

نوٹ: یہ سوالات الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ 17/ تا 30/ مارچ 2020ء سے اخذ کیے گئے ہیں

اب آپ کوئز الفضل انٹرنیشنل آن لائن بھی حل کر سکتے ہیں۔اس کے لیے ویب سائٹ alfazl.com کے صفحہ اول

پر موجود ’کوئز‘ کا بٹن دبا کر جوابات سے دفتر الفضل انٹرنیشنل کو مطلع فرمائیے

جوابات کوئز الفضل انٹرنیشنل نمبر 8، 4/فروری 2020ء

1۔15/افراد 2۔2008ء 3۔دین 4۔سالانہ آمد کا 1/120 5۔9/مارچ 1907ء

درج ذیل افراد کی جانب سے بروقت درست جوابات موصول ہوئے:

ریحانہ عفت (تنزانیہ)، عابدہ اسلم منصور (ایڈیلیڈ، آسٹریلیا)، اسلم منصور (ایڈیلیڈ، آسٹریلیا)، محمد اکرام ڈار۔مظہر الحق خان (پاکستان)، نادیہ خالق (پاکستان)، مبارکہ خالق (بیلجیم)، نجم السحر (برمنگھم، برطانیہ)، محمد ارشد لقمان (ٹورانٹو، کینیڈا)، نذیر احمد خادم (پاکستان)، شاہدہ نسرین (ناروے)، جی ایم سراء (جرمنی)، محمد ذکی خان (کونگو کنشاسا)، ھبۃ الکلیم (اوفا، رشیا)، محمد افضل بٹ (روچسٹر، امریکہ)، روبینہ رفیق (ملائشیا)، نصیرہ شمیم (لاکسامانہ پوری، ملائشیا)، شمشاد اختر (ایزرلون، جرمنی)، شمس النساء خان (وان ساؤتھ، کینیڈا)، ذیشان محمود (پاکستان)، منصورہ بھٹی (فرانکفرٹ، جرمنی)، امۃ القیوم انجم، (کیلگری، کینیڈا)، ناصر محمود طاہر (پاکستان)، لبنیٰ ثاقب مسعود (باڈ فلبل، جرمنی)، محمد اکرم اختر (اِلفورڈ، انگلینڈ)، شاہدہ اختر (اِلفورڈ، یوکے)، ظلِ ہما ملک (ریڈ شٹڈ، جرمنی)، عثمان احمد ملک (ریڈ شٹڈ، جرمنی)، سعادت احمد (ماربرگ، جرمنی)، بشریٰ بشارت احمد (ایزرلون، جرمنی)، بشارت احمد (ایزرلون، جرمنی)، فریحہ احمد (ماربرگ، جرمنی)

☆...☆...☆



Muslim Television Ahmadiyya Weekly Programme Guide

March 17, 2020 – March 30, 2020

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Tuesday March 17, 2020

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
01:15	Inauguration Of Masroor Mosque
02:50	International Jama'at News
03:40	Rencontre Avec Les Francophones
05:25	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00	Inauguration Of Baitus Samad
08:00	Huzoor's Advice On Coronavirus
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau
10:10	Essence of Islam & Dua-e-Mustaja'ab
12:05	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
13:00	Friday Sermon
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
16:30	Inauguration Of Masroor Mosque [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
17:50	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Rah-e-Huda: Recorded on March 14, 2020.
20:05	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
21:00	Essence of Islam & Dua-e-Mustaja'ab [R]
22:05	Noor-e-Mustafwi [R]
22:30	Inauguration Of Baitus Samad
23:50	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]

Wednesday March 18, 2020

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau
02:30	Essence of Islam & Beacon Of Truth
04:10	Inauguration Of Baitus Samad
05:25	Jalsa Salana Speeches
06:00	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 16.
07:00	Question And Answer Session
09:00	Peace Symposium 2019
10:10	Tazkaratul Mahdi & Deeni-o-Fiqahi Masail
12:00	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon
15:10	Peace Symposium 2019 [R]
17:00	Life Of The Promised Messiah (as)
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
19:10	Huzoor's Advice On Coronavirus
19:25	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
20:00	Peace Symposium 2019 [R]
21:15	In His Own Words [R]
22:15	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
22:30	Question And Answer Session [R]

Thursday March 19, 2020

00:00	World News
00:20	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00	Al-Tarteel
01:25	Peace Symposium 2019
02:35	In His Own Words
03:10	Ghazwat-e-Nabi
04:00	Question And Answer Session
05:35	Huzoor's Advice On Coronavirus
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00	Tarjamatul Qur'an Class
08:05	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
09:00	Inaugural Reception Of Mubarak Mosque
10:00	In His Own Words & Hiqayat-e-Sidqo Wafa
11:30	Roots To Branches
12:05	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon
14:05	Beacon Of Truth & In His Own Words
16:00	Friday Sermon
17:15	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Hiqayat-e-Sidqo Wafa
20:10	Friday Sermon [R]
21:10	In His Own Words & Roohani Khazaa'in Quiz
22:10	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
22:25	Tarjamatul Qur'an Class [R]

Friday March 20, 2020

00:00	World News
00:25	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
01:20	Inaugural Reception Of Mubarak Mosque
02:25	In His Own Words & Spanish Service
04:15	Tarjamatul Qur'an Class
05:25	Huzoor's Advice On Coronavirus
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
06:50	Waqf-e-Arzi & Asma'ul Husna
07:05	Unscripted & Kuch Yaadein Kuch Baatein
09:00	Inauguration Of Baitul Aafiyat Mosque
10:10	In His Own Words & History Of MTA In Mauritius
11:05	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:40	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
12:05	Tilawat, Dars-e-Haith & Chef's Corner
12:50	LIVE Proceedings
13:00	LIVE Friday Sermon
14:00	LIVE Proceedings
14:30	Shotter Shondhane
16:30	Friday Sermon [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Unscripted
19:00	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra) [R]
19:25	Inauguration Of Baitul Aafiyat Mosque [R]
20:20	Life Of The Promised Messiah (as)
21:30	Friday Sermon [R]
23:45	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]

Saturday March 21, 2020

00:00	World News
00:30	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
01:30	Inauguration Of Baitul Aafiyat Mosque
02:25	In His Own Words & Unscripted
04:00	Friday Sermon
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
07:00	Inauguration Of Darus Salaam Mosque
08:00	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon [R]
12:05	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel [R]
13:00	LIVE Intikhab-e-Sukhan
15:45	Huzoor's Advice On Coronavirus
16:00	LIVE Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Islam Ahmadiyya In America [R]
20:00	Inauguration Of Darus Salaam Mosque [R]
21:00	International Jama'at News [R]
22:30	Friday Sermon [R]

Sunday March 22, 2020

00:05	World News
00:25	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Huzoor's Advice On Coronavirus
01:05	Al-Tarteel: Lesson no. 16.
01:35	Inauguration Of Darus Salaam Mosque
04:00	Friday Sermon
05:15	Huzoor's Advice On Coronavirus
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
07:00	Inaugural Reception Of Mubarak Mosque
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau
10:50	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
12:05	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon
14:10	Shotter Shondhane
15:15	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
16:00	In His Own Words & Hiqayat-e-Sidqo Wafa [R]
17:00	LIVE Arabic Service: Ismao Sauta Sama
20:05	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
21:30	Hiqayat-e-Sidqo Wafa & Seerat Sahabiyat
22:30	Friday Sermon [R]

Monday March 23, 2020

00:05	World News
00:30	Tilawat & Balance
01:20	Gulshan-e-Waqfe Nau
03:00	Hiqayat-e-Sidqo Wafa & In His Own Words
04:00	Friday Sermon
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
07:05	Rencontre Avec Les Francophones
08:55	Inauguration Of Baitul Baseer Mosque
11:05	Friday Sermon
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
12:35	Moral Training By Hazrat Masih Ma'ood (as)
13:10	Friday Sermon: Recorded on April 4, 2014.
15:15	Inauguration Of Baitul Baseer Mosque [R]
17:00	LIVE Arabic Service: Ismao Sauta Sama
19:05	The Advent Of The Promised Messiah (as)
19:25	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)
20:05	Inauguration Of Baitul Baseer Mosque [R]
21:35	Yaum-e-Masih-e-Ma'ood
22:05	The True Concept Of The Messiah
22:25	Rencontre Avec Les Francophones [R]

Tuesday March 24, 2020

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
01:25	Inauguration Of Baitul Baseer Mosque
03:00	The True Concept Of The Messiah
03:15	International Jama'at News
04:05	Rencontre Avec Les Francophones
05:10	Hazrat Amma Jaan (ra)
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00	Inauguration Of Baitul Aafiyat Mosque
08:15	Huzoor's Advice On Coronavirus
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau
10:00	Essence of Islam & Dua-e-Mustaja'ab
12:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat &Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
17:00	LIVE Arabic Service: Ismao Sauta Sama
19:00	Rah-e-Huda: Recorded on March 21, 2020.
20:30	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
21:50	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
22:30	Inauguration Of Baitul Aafiyat Mosque [R]

Wednesday March 25, 2020

00:00	World News
00:15	The Life Of Hazrat Khalifatul-Masih IV (ra)
00:30	Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau
03:50	The True Concept Of The Messiah
04:10	Inauguration Of Baitus Samad
05:00	Huzoor's Advice On Coronavirus
06:00	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 15.
07:00	Question And Answer Session
09:00	Inauguration Of Baitul Aafiyat Mosque
10:00	The Life Of The Holy Prophet Muhammad (saw)
12:00	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:35	Al-Tarteel R]
13:00	Friday Sermon
15:15	Inaugural Reception Of Mubarak Mosque
17:00	Huzoor's Advice On Coronavirus
17:30	Al-Tarteel
18:00	World News
18:35	Tilawat & French Service
19:10	Huzoor's Advice On Coronavirus [R]
20:00	Inaugural Reception Of Mubarak Mosque
22:40	Question And Answer Session [R]

Thursday March 26, 2020

00:00	Huzoor's Advice On Coronavirus
00:15	World News
00:20	Tilawat & Al-Tarteel
01:40	Inaugural Reception Of Mubarak Mosque
03:50	Question And Answer Session
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00	Tarjamatul Qur'an Class
09:00	Inauguration Of Baitul Hameed Mosque
10:00	In His Own Words & Hiqayat-e-Sidqo Wafa
12:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon
14:05	Face2Face & Hamara Khoon Bhi Shamil Hai
16:00	Friday Sermon [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Hiqayat-e-Sidqo Wafa [R]
19:00	Chef's Corner & Khilafat-e-Haqqa Islamiya [R]
20:05	Friday Sermon
21:10	In His Own Words & Roohani Khazaa'in Quiz
22:25	Tarjamatul Qur'an Class [R]

Friday March 27, 2020

00:00	World News
00:25	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
01:35	Inauguration Of Baitul Hameed Mosque
04:20	Tarjamatul Qur'an Class
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
07:35	Hazrat Amma Jaan (ra)
09:00	Huzoor's Interview By Newsweek
09:35	The Life Of The Holy Prophet Muhammad (saw)
10:00	In His Own Words & Khazain-ul-Mahdi
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:50	LIVE Proceedings
13:00	LIVE Friday Sermon
14:00	LIVE Proceedings
14:30	Shotter Shondhane
16:35	Friday Sermon [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Unscripted
19:30	Huzoor's Interview By Newsweek [R]
21:30	Friday Sermon [R]
22:40	Hazrat Amma Jaan (ra) & Khazain-ul-Mahdi

Saturday March 28, 2020

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
01:10	The Life Of The Holy Prophet Muhammad (saw)
01:30	Huzoor's Interview By Newsweek
02:50	In His Own Words & Unscripted
04:00	Friday Sermon
05:35	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
06:30	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
08:00	International Jama'at News
08:15	Childhood Of The Promised Messiah (as)
10:00	Jamia Convocation Shahid UK 2018
12:30	World News
13:00	LIVE Intikhab-e-Sukhan
16:00	LIVE Shotter Shondhane
16:15	LIVE Rah-e-Huda
18:10	World News
18:30	LIVE Turkish Service
20:00	International Jama'at News [R]
20:50	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (as)
21:45	Seerat-un-Nabi
23:15	Friday Sermon [R]

Sunday March 29, 2020

00:30	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
02:00	Friday Sermon
04:00	Shotter Shondhane
05:15	Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
06:40	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
08:00	Friday Sermon
10:00	Gulshan-e-Waqfe Nau
11:00	Servants Of Allah & The Prophecy Of Khilafat
12:30	World News
13:00	Friday Sermon
14:05	LIVE Shotter Shondhane
16:10	In His Own Words & Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
18:30	World News
19:00	Beacon Of Truth & Noor-e-Mustafwi
20:30	Gulshan-e-Waqfe Nau [R]
22:15	The Prophecy Of Khilafat & Aao Urdu Seekhein
23:00	Friday Sermon [R]

Monday March 30, 2020

00:30	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
01:30	In His Own Words
02:00	Friday Sermon
03:15	The Prophecy Of Khilafat
04:10	Gulshan-e-Waqfe Nau
07:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
08:15	Jamia Convocation Shahid UK 2018
10:45	World News
11:45	Friday Sermon
12:50	Jamia Convocation Shahid UK 2018 [R]
14:45	A Divine Movement & Unscripted
16:45	Friday Sermon
17:45	Khilafat Turning Fear Into Peace
18:00	World News
18:15	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
20:45	Jamia Convocation Shahid UK 2018 [R]
22:15	In His Own Words [R]
23:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]

***Please note MTA2 will be showing French service at 16:00, German service at 17:00 (GMT) & LIVE Turkish Service will be shown at 18:30 (Saturdays only)**.

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصے میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کیے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں اکابرین ملّتِ اسلام کا احترام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل جہاں اسلام غیروں کے حملوں کی زَد میں تھا وہاں مسلمانوں کے اندرونی تنازعات کی وجہ سے بھی کمزوری کا شکار تھا۔ مختلف فرقے دوسرے فرقوں کے اکابرین کو سبّ وشتم کرنے سے بھی باز نہیں آتے تھے چنانچہ ان کے غیرضروری مباحثات کا بڑا نشانہ اُمّتِ مسلمہ کے وہ صلحاء اور بزرگانِ سلف تھے جنہوں نے اپنے زمانے میں اسلام کی بڑی خدمات کی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے جہاں اَور باتوں میں اُمّتِ مسلمہ کی اصلاح کی وہاں اکابرینِ دین کے ادب و احترام کو بھی دلوں میں زندہ کیا۔ ماہنامہ ’’احمدیہ گزٹ‘‘ کینیڈا مارچ 2012ء میں مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کے قلم سے شاملِ اشاعت ایک مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں اکابرین ملّتِ اسلام کے مقام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریرات اور آپؑ کی زندگی میں عملاً عشق رسولؐ کے جو نظارے نظر آتے ہیں، حق یہ ہے کہ آپؑ سے بڑھ کر حضرت محمد مصطفی ﷺ کا سچا عاشق اور محبّ کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ آپؑ فرماتے ہیں: ’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوان مرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیرسایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘ (سراج منیر)

اصحاب رسول

آنحضرت ﷺ کے پاک صحابہ کی فضیلت کے متعلق بھی حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات بھری پڑی ہیں۔ ایک جگہ حضورؑ فرماتے ہیں: ’’صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت ﷺ کی سیرت کے روشن ثبوت ہیں، اب کوئی شخص ان ثبوتوں کو ضائع کرتا ہے تو وہ گویا آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ پس وہی شخص آنحضرت ﷺ کی سچی قدر کرسکتا ہے جو صحابہ کرامؓ کی قدر کرتا ہے، جو صحابہ کرامؓ کی قدر نہیں کرتا وہ ہرگز ہرگز آنحضرت ﷺ کی قدر نہیں کرتا، وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اگر کہے کہ میں آنحضرت ﷺ سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ سے محبت ہو اور پھر صحابہؓ سے دشمنی۔‘‘ (ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 527)

ایک اَور جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ’’...وہ نہایت سرگرمی سے خداتعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہرایک ان میں سے ابراہیم تھا۔‘‘ (ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 428)

حضرت مسیح موعودؑ نے صحابہ کے پاک نفوس کے متعلق عربی زبان میں ایک شعر میں فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سورج کی طرح روشن تھے انہوں نے ساری دنیا کو اپنے نور سے روشن کردیا۔

سادات کا احترام

حضرت سید تاج حسین صاحب بخاریؓ کی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا: ’’ہم اولادِ رسول کو اپنی عزیز متاع تصور کرتے ہیں اور ان کے لیے ہمارے دل میں بڑا احترام ہے۔‘‘ (رجسٹر روایات نمبر 12)

شیعہ بزرگان کے متعلق رائے

اہل تشیع کی طرف سے بزرگان سلف خصوصًا اُمّہات المومنین اور صحابہ کرام کے متعلق بہت ہی دل آزار باتیں منظرعام پر آئی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس سلسلے میں اہل تشیع حضرات کو باز رکھنے کے لیے کتاب ’’سِرُّ الخلافۃ‘‘ تصنیف فرمائی جس میں مطاعنِ شیعہ اور ان کے ردّ کے حوالے سے سیرحاصل بحث فرمائی اور خلافت راشدہ کے حوالے سے ان کو مباہلہ کی بھی دعوت دی لیکن ان سب باتوں کے باوجود شیعہ بزرگان کے خلاف کوئی بات تحریر نہ فرمائی۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساویؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں کسی دوست نے شیعوں کا ذکر کردیا کہ ان میں سے بعض ایسے بدمزاج ہیں کہ صحابہ کرام کا نام بھی اچھے الفاظ میں نہیں لیتے۔ اس پر آپؑ نے فرمایا ایسے لوگوں کا مقابلہ تو اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ان کی گفتگو کسی خارجی سے کرادی جائے۔

پھر فرمایا: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم تو ان کے بزرگوں کی بھی عزت کرتے ہیں اور ان کو راستباز ہی یقین کرتے ہیں مگر یہ ایسے بدقسمت لوگ ہیں جو دوسرے راستبازوں کی عزت نہیں کرتے۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ طبیعت ہوتے ہیں جو راستبازوں کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کے اندر عیب دیکھتے ہیں اور اپنے عیبوں پر کبھی نظر بھی نہیں کرتے۔

(الحکم 21/14 جنوری 1943ء)

ایک اور جگہ فرمایا: ’’یہ تو سچ ہے کہ بارہ امام کامل اور بزرگ اور سید القوم تھے۔‘‘ (مکتوبات احمدیہ)

غیر مقلد فرقہ بھی بُرا نہیں ہے

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں سخت متعصّب حنفی تھا تو ایک روز حضرت اقدسؑ سے یوں عرض کیا کہ ’یہ وہابی غیرمقلد ناپاک فرقہ جو ہے اس کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟‘ آپؑ سن کر اور ہنس کر خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز پھر مَیں نے ذکر کیا، فرمایا کہ یہ فرقہ بھی خدا کی طرف سے ہے، بُرا نہیں ہے۔ جب لوگوں نے تقلید اور حنفیت پر یہاں تک زور دیا کہ ائمہ اربعہ کو منصب نبوت دے دیا تو خدا نے اپنی مصلحت سے اس فرقہ کو پیدا کیا تاکہ مقلد لوگ راہ راست اور درمیانی صورت میں رہیں، صرف اتنی بات ان میں ضرور بُری ہے کہ ہرایک شخص بجائے خود مجتہد اور امام بن بیٹھا اور ائمہ اربعہ کو بُرا کہنے لگا۔

ائمہ اربعہ

ائمہ اربعہ نے اپنے ادوار میں اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے لیکن مسلمانوں کا ایک گروہ ان ائمہ کو تحقیر سے یاد کرنے لگا۔ حضرت مسیح موعودؑ ائمہ اربعہ کی فضیلت اور مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) ’’ائمہ اربعہ برکت کا نشان تھے ان میں روحانیت تھی کیونکہ روحانیت تقویٰ سے شروع ہوتی ہے اور وہ لوگ درحقیقت متقی تھے اور خدا سے ڈرتے تھے اور اُن کے دل کِلاب الدنیا سے مناسبت نہ رکھتے تھے۔‘‘

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 544)

(2) ’’میرے خیال میں یہ چاروں مذہب اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں اور اسلام کے واسطے ایک چار دیواری۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حمایت کے واسطے ایسے اعلیٰ لوگ پیدا کیے جو نہایت متقی اور صاحب تزکیہ تھے۔ آج کل کے لوگ جو بگڑے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اماموں کی متابعت چھوڑ دی گئی ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 534)

(3) ’’امام شافعی اور حنبل وغیرہ کا زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس وقت بدعات شروع ہوگئی تھیں اگر اس وقت یہ نام نہ ہوتے تو اہل حق اور ناحق میں تمیز نہ ہوسکتی ہزارہا گندے آدمی ملے جلے رہتے۔ یہ چار نام اسلام کے واسطے مثل چار دیواری کے تھے اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہوجاتا کہ بدعتی اور غیر بدعتی میں تمیز نہ ہوسکتی۔‘‘ (ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 501)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؑ اپنے اصحاب کی ایک مجلس میں یہ ذکر فرما رہے تھے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اور امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ اس پر حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ ’’حضور! کیا سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟‘‘ آپؑ نے فرمایا ’’نہیں نہیں ہم ایسا نہیں کہتے کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیرالتعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے رہے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ ان بزرگوں کی نماز نہیں ہوئی۔‘‘ (سلسلہ احمدیہ)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام گزشتہ مشہور بزرگانِ اسلام کا نام ادب سے لیتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی پر اعتراض کرتا کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے یا ایسا فعل کیا ہے تو فرمایا کرتے کہ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ ہمیں کیا معلوم کہ اصلیت کیا ہے اور اس میں کیا سِر تھا، یہ لوگ اپنے زمانے کے بڑے بزرگ ہوئے ہیں ان کے حق میں اعتراض یا سوءِ ادبی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت جنید، حضرت شبلی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت ابراہیم ادھم، حضرت ذوالنون مصری، چاروں ائمہ فقہ، حضرت منصور، حضرت ابوالحسن خرقانی وغیرہم صوفیاء کے نام بڑی عزت سے لیتے تھے اور بعض دفعہ ان کے اقوال یا حال بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ حال کے زمانہ کے لوگوں میں آپ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کو بزرگ سمجھتے تھے، اسی طرح آپ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، حضرت مجدد سرہندی، سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی اسماعیل صاحب شہید کو اہل اللہ اور بزرگ سمجھتے تھے مگر سب سے زیادہ سید عبدالقادر صاحب جیلانی کا ذکر فرماتے تھے اور ان کے مقالات بیان کیا کرتے تھے۔

ہمارے بھائی حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت میاں عبدالعزیز صاحبؓ المعروف مغل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضورؑ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے تو حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد نے جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا، اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا: ’’میاں! تم جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کے لیے بے شک جاؤ لیکن اس کی قبر پر نہ کھڑے ہونا کیونکہ اس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدّد الف ثانی کی ہتک کی تھی۔‘‘

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 119)

’’میاں! تم جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کے لیے بے شک جاؤ لیکن اس کی قبر پر نہ کھڑے ہونا کیونکہ اس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدّد الف ثانی کی ہتک کی تھی۔‘‘

ٹیپو سلطان۔ ایک صادق مسلمان

حضرت مصلح موعودؓ اپنے بچپن کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک کتّا ہمارے دروازے پر آیا۔ میں وہاں کھڑا تھا، اندر کمرے میں صرف حضرت صاحبؑ تھے۔ میں نے اس کتّے کو اشارہ کیا اور کہا ’’ٹیپو! ٹیپو!‘‘ حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا ’’تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم اُن کی نقل کرکے کتے کو ٹیپو کہتے ہو، خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔‘‘ میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی، وہ پہلا دن تھا جب

......باقی صفحہ 90 پر ......

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 21/مارچ 2015ء میں مکرم عبدالسلام صاحب کی ایک نظم بعنوان ’’روحانی مریضوں کا طبیب‘‘ شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

سلام اُس پر کہ جو جامِ وصالِ یار لایا تھا
سلام اُس پر کہ جس نے مُردہ رُوحوں کو جِلایا تھا
جسے اللہ نے عشقِ محمدؐ کی سعادت دی
سلام اُس پر کہ جس کی چاند سورج نے شہادت دی
جہاں بھر پر جو لہرایا تھا وحدت کا عَلَم ہوکر
سلام اُس پر کہ جو آیا تھا ’’سلطان القلم‘‘ ہوکر
بِنائے کہنہ جس نے ضربِ پیہم سے ہلا ڈالی
سلام اُس پر کہ جس نے احمدیت کی بِنا ڈالی
شفا لے کر ہے روحانی مریضوں کا طبیب آیا
سلام اُس پر جو ہوکر صبح صادق کا نقیب آیا

Al-Fazl twice-weekly International, London

Tahir House - 22 Deer Park Road London SW19 3TL ISSN: 2632-6558 Tel: +44 20 8544 7603 Fax: +44 20 8544 7611 Email: info@alfazl.com

Vol 27 Tuesday 17 - Monday 30 March 2020 Issue No. 22 - 25

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت (بدری) صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی تلقین

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13/ مارچ 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 13/ مارچ 2020ء کو مسجد مبارک اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم فیروز عالم صاحب کے حصہ میں آئی۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن بدری صحابی کا ذکر ہوگا اُن کا نام ہے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنو تیم بن مرہ سے تھا۔ ساتویں پشت میں حضرت طلحہؓ کا نسب نامہ آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ آپؓ کے والد عبید اللہ نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا تھا تاہم آپؓ کی والدہ نے لمبی عمر پائی اور آنحضور ﷺ پر ایمان لاکر صحابیہ کا درجہ پایا۔

غزوۂ بدر کے لیے روانگی سے دس روز قبل آنحضرتؐ نے قریش کے قافلے کی شام سے روانگی کا اندازہ لگا کر خبر رسانی کی غرض سے حضرت طلحہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو روانہ فرمایا۔ ان دونوں اصحاب کی واپسی سے پیشتر ہی آنحضور ﷺ کو کفّار کے ارادوں کی خبر مل گئی اور آپؐ صحابہ کے ہم راہ قریش کے قافلے کے قصد سے روانہ ہوگئے۔ حضرت طلحہؓ اور سعید بن زیدؓ جس روز مدینہ پہنچے تو یہ وہی دن تھا جب بدر کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کی قریش سے جنگ ہوئی۔ یوں حضرت طلحہؓ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے لیکن رسولِ خدا ﷺ نے آپؓ کو مالِ غنیمت میں سے حصّہ دیا۔

حضرت طلحہؓ غزوۂ احد اور دیگر تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ آپؓ صلح حدیبیہ کے موقعے پر بھی موجود تھے۔ طلحہؓ اُن دس خوش نصیب اصحاب میں شامل تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اُن کی زندگیوں میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ آپؓ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آٹھ لوگوں میں شامل تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی قائم کردہ شوریٰ کمیٹی کے چھ ممبران میں سے ایک تھے۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت عثمانؓ ایک ہی دن اسلام لائے تھے۔ دونوں نے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے تجارتی سفر میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کیا۔ اِن دونوں اصحاب سے علیحدہ علیحدہ مقامات پر لوگوں نے قرائن اور ظہورِ علامات سے اندازہ قائم کرکے عرب میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بابت سوال کیا تھا۔

جب حضرت طلحہؓ نے اسلام قبول کیا تو نوفل بن خویلد بن ادویہ نے انہیں اور حضرت ابو بکرؓ کو رسّی سے باندھ دیا تاکہ یہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکیں اور اسلام سے باز آجائیں۔

حضرت مسعود بن خیاش ایک روز صفا اور مروہ کا چکر لگا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ بہت سارے لوگ ایک نوجوان کا پیچھا کر رہے ہیں جس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا تھا۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ طلحہ بن عبید اللہ ہیں جو بے دین ہوگئے ہیں۔ طلحہؓ کی والدہ غصّے میں انہیں گالیاں دیے جارہی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے سفرِ ہجرت کے دوران، حضرت طلحہؓ شام سے واپس آتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ اور حضور اکرم ﷺ سے ملے اور آپؐ کی خدمت میں شامی کپڑے پیش کیے۔ طلحہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ اہلِ مدینہ بہت دیر سے آپؐ کے منتظر ہیں۔

حضرت طلحہؓ کی بعض مالی قربانیوں کے باعث حضورِ اکرم ﷺ نے آپؓ کو فیّاض قرار دیا تھا۔ غزوہ ذی قرد میں آپؓ نے ایک چشمہ خرید کر اسے مسلمانوں کے عام فائدے کے لیے وقف کردیا۔ سائب بن یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت طلحہؓ سے زیادہ سخی کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت طلحہؓ کو احد کے دن حضورِ اکرم ﷺ کے قریب نہایت بہادری اور جاں فشانی سے لڑنے کی سعادت عطا ہوئی۔ اس روز آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے موت پر بیعت کی۔ مالک بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کو تیر مارا تو حضرت طلحہؓ نے آپؐ کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے بچایا۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کے ہاتھ پر نیزہ لگا تھا اور اس سے اتنا خون بہا کہ کمزوری سے آپؓ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کا حال دریافت کیا۔

جنگِ احد کے دن آنحضرت ﷺ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں دورانِ جنگ آپؐ نے ایک چٹان پر چڑھنا چاہا۔ لیکن چہرے اور سر پر زخم اور خون بہنے کے باعث اور زرہوں کے وزن کی زیادتی کی وجہ سے آپؐ چٹان پر چڑھ نہ سکے۔ حضور ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھایا اور اُن کے اوپر پیر رکھ کر چٹان پر چڑھے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ طلحہؓ نے اپنے اوپر جنت واجب کرلی ہے۔

حضرت طلحہؓ کی بیٹیاں عائشہ اور امِ اسحاق کہتی ہیں کہ احد کے دن ہمارے والد کو چوبیس زخم لگے جن میں سے ایک چوکور زخم سر میں تھا اور پاؤں کی رگ کٹ گئی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ احد کے میدان میں حضرت طلحہؓ کی بہادری کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ طلحہ جو قریش میں سے تھے اور مکّے کے مہاجرین میں شامل تھے انہوں نے جب دیکھا کہ کفّار سارے تیر حضور ﷺ کے چہرے کی طرف پھینک رہے ہیں تو طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول اکرم ﷺ کے منہ کے آگے کھڑا کردیا۔ تیر کے بعد تیر جو نشانے پر گرتا تھا وہ طلحہؓ کے ہاتھ پر گرتا تھا مگر جاں باز اور وفادار صحابی اپنے ہاتھ کو کوئی حرکت نہیں دیتا تھا۔

غزوہ حمراء الاسد کے موقعے پر حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت طلحہ سے ان کے ہتھیار کی بابت دریافت فرمایا۔ حضرت طلحہؓ کے جسم پر کُل ستّر سے زائد زخم تھے لیکن آپؓ بیان کرتے تھے کہ مَیں اپنے زخموں کی نسبت آنحضرت ﷺ کے زخموں کے متعلق زیادہ فکرمند تھا۔

غزوۂ تبوک کے موقعے پر منافقین سویلم یہودی کے گھر پر جمع ہو رہے تھے۔ سویلم انہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ پر جانے سے روک رہا تھا۔ آنحضور ﷺ نے طلحہ اور بعض دیگر صحابہ کو حکم دیا کہ اُس کے گھر کو آگ لگادی جائے چنانچہ حضرت طلحہؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طلحہ اور زبیر جنت میں میرے دو ہم سائے ہیں۔

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کی جب چالیس روز بعد معافی ہوئی تو کعبؓ مسجد میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس موقعے پر سوائے طلحہؓ کے کسی نے ان کو اٹھ کر مبارک باد نہ دی۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ مَیں طلحہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔

حضرت سعید بن زیدؓ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے حرا ٹھہر ارہ! یقیناً تجھ پر ایک نبی اور صدیق اور شہید کے علاوہ اَور کوئی نہیں۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں تو سعیدؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، زبیرؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ۔ یہ نو لوگ تھے۔ دسویں کی بابت دریافت کرنے پر آپؓ نے توقف کے بعد فرمایا کہ وہ مَیں ہوں۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھ لے۔

ایک اعرابی نے آیتِ کریمہ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ کی نسبت حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں کہ جنہوں نے اپنی منت کو پورا کردیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے حضرت طلحہ کو دیکھا تو بار بار سوال کرنے والے اعرابی کو جواباً فرمایا کہ یہ یعنی طلحہؓ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ کے مصداق ہیں۔

حضرت طلحہؓ نے اپنی ایک زمین حضرت عثمانؓ کے پاس سات لاکھ درہم میں فروخت کی۔ جب طلحہؓ یہ رقم لے کر گھر پہنچے تو اس خیال سے کہ زندگی موت کا کیا بھروسہ۔ اتنی رقم کے ساتھ رات بسر کرنے والے کی نسبت اللہ تعالیٰ نامعلوم کیا حکم نازل فرمادے۔ آپؓ نے وہ رات اس حال میں گزاری کہ اُن کے قاصد سارا مال لے کر مدینے کی گلیوں میں پھرتے اور مستحقین میں تقسیم کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو اُس مال میں سے طلحہؓ کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا تھا۔

حضرت طلحہؓ کو عراق کی زمینوں سے چار پانچ لاکھ مالیت کا غلّہ ہوتا تھا۔ آپؓ مفلسوں کی حاجت روائی فرماتے، اُن کے اہل وعیال کا خیال رکھتے، بیواؤں کا نکاح کراتے، مقروضوں اور تنگ دستوں سے حسنِ سلوک فرماتے۔ اس سب کے ساتھ جب آپؓ کو غلّے سے آمدنی ہوتی تو حضرت عائشہؓ کو ہر سال دس ہزار درہم بھی بھیجا کرتے۔

حضرت طلحہؓ جنگِ جمل کے دن 10 جمادی الثانی 36 ہجری میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپؓ کی عمر 64 برس تھی۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اِن کی شہادت جنگِ جمل میں ہوئی جیسا کہ ذکر ہوا ہے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا کیونکہ اس کی تفصیل علیحدہ بیان چاہتی ہے تاکہ ہمارے ذہنوں میں جو ابھرنے والے بعض سوال ہیں اُن کے جواب مل جائیں۔

خطبے کے آخر میں حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جیسا کہ مَیں نے گذشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا جو وبا کورونا وائرس کی پھیلی ہوئی ہے اس سے متعلق احتیاطی تدابیر کرتے رہیں۔ مسجدوں میں بھی جب آئیں تو احتیاط کرکے آئیں۔ ہلکا سا بخار یا جسم میں تکلیف وغیرہ ہو تو ایسی جگھوں پر نہ جائیں جہاں پبلک ہو۔ خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اور دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو آفات سے بچائے۔ آمین

نائب مدیر: فرخ راحیل مضامین وآرا کے لیے: info@alfazl.com www.alfazl.com مینیجر: طاہر مہدی امتیاز احمد خریداری واشتہارات کے لیے: manager@alfazl.com